BROWN
BOOK ONLY

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222752

UNIVERSAL
LIBRARY

عوصناما مکین ومکانن فضل خلاقہ زوآسما

کلیات

مطبع نامی منشی نولکشور واقع پنیور بمطبع مزبور چھپا

اور باہتمام پنڈت شیام ناتھ فیجر اشاعت یافتہ

اطلاع

اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لئے موجود ہے یہ فہرست طول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے مثل تیسرے کے تین صفحہ سادی ہیں کتب کلیات و دواوین اردو کتب قصہ جات نثر و چند کتب فسانہ نظم درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کے اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہووے

کتب کلیات دواوین اردو

کلیات انشاء اللہ خان۔ بنتیجہ طبع شاعر نامی بذلہ سنج میر انشاء اللہ خان انشا تخلص عمدہ نواب سعادت علیخان کے ندیمان میں بڑے مقرب حاضر جواب تھے۔

کلیات ناسخ۔ عمدہ کلیات جسمیں نادر رسائل شامل ہیں۔ شاہد عشرت۔ ۲۔ سخن شاعر۔ ۳۔ اشعار ناسخ ۴۔ مرغوب دل۔ ۵۔ دفتر بے مثال۔ ۶۔ گنج تواریخ۔ ۷۔ چشمہ فیض ۸۔ قند پارسی۔ ۹۔ زبان رنگینہ۔ ۱۰۔ قطعہ منتخب۔ از جلوہ گرہ طبع وقاد مولوی عبدالغفور خان بہادر

شاہد عشرت۔	〃
سخن شعرا۔	〃
اشعار ناسخ۔	〃
مرغوب دل۔	〃
دفتر بمثال۔	〃
گنج تواریخ۔	〃
زبان رنگینہ۔	〃
قطعہ منتخب۔	〃
کلیات نظیر۔	〃

کلیات سودا۔ قصائد و مثنویات و دواوین و رباعیات از کلام تاج الشعرا مرزا رفیع السودا۔

کلیات تراب۔ مجموعہ حسینین چند کتاب ہیں۔ ۱۔ دیوان۔ ۲۔ مثنوی عاشق صنم ۳۔ تہمارین۔ ۴۔ شجرہ قادریہ

کلیات صنعت۔ کلام شعر مستند میان کریم الدین صنعت

کلیات ناسخ۔ دو دیوان صفحہ در حاشیہ پر نتیجہ بلندی فکر شیخ امام بخش ناسخ شاعر مستند لکھنوی۔

کلیات آتش۔ طبعزاد سخنور نامی خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی معاصر ناسخ۔

کلیات نظام۔ کلام سخنور خوش فکر نواب محمد مرزا خانخان بہادر

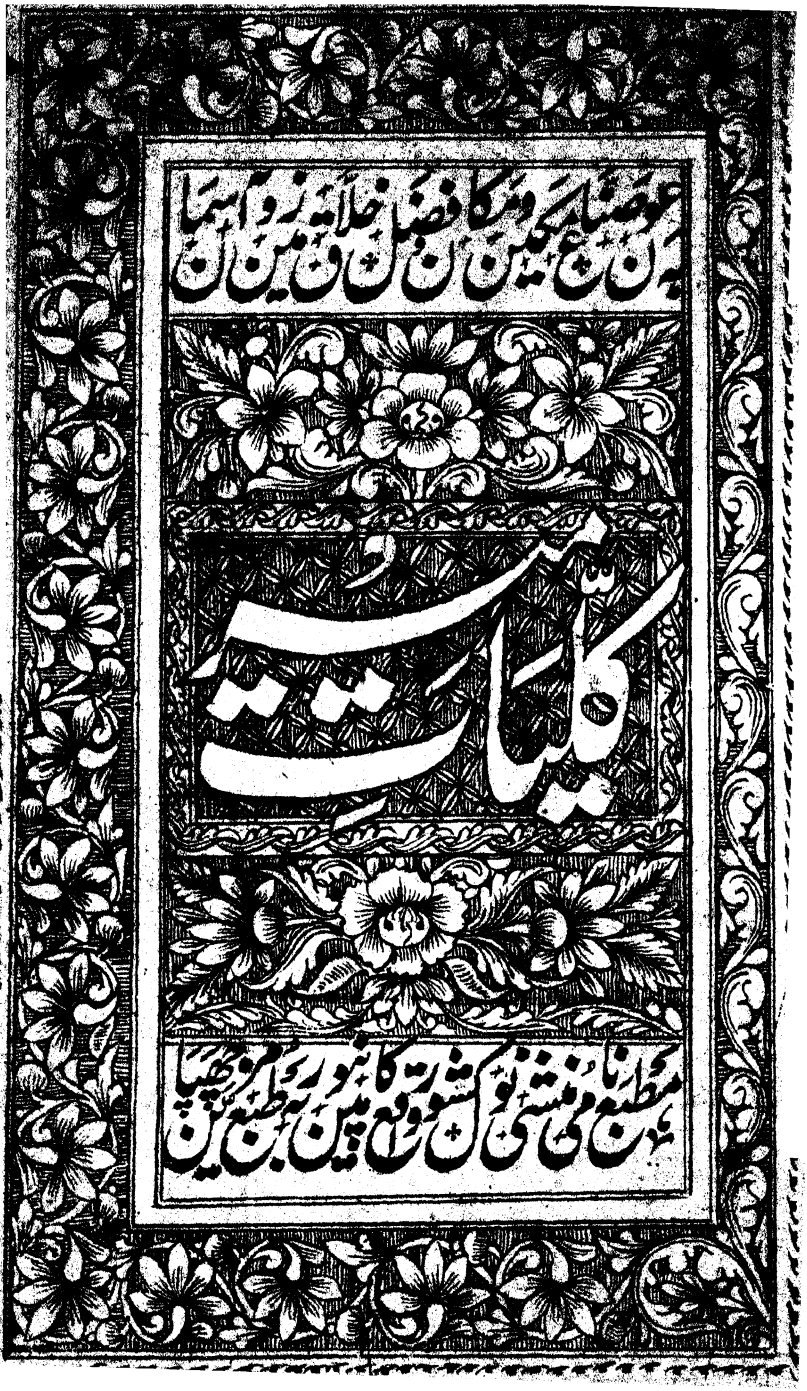
کلیات تسلیم جسکا نام تاریخی نظم ارجمند ہر نتیجہ خوش فکری زبان اور بلند خیالی منشی میر اللہ تسلیم شاگرد حضرت نسیم لکھنوی۔

دیوان ذوق۔ میر محمد ابراہیم ذوق الکلام دہلی کا کلام ہے۔

کلیات ظفر۔ کلام الملک ملک الکلام۔ چار جلدیں۔

کلیات مومن خان۔ جدید الطبع۔

دیوان گویا۔ از طبع زاد رسالدار فقیر محمد خان گویا شاگرد خواجہ وزیر تخلص وزیر یہ تادنا زک خیالی۔


عصبائے محمدین و مکا فضل خلائق بین زوا سما
کلیات
مطبع نامی منشی نول کشور کانپور میں بہ طبع مزین چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصائد در منقبت وغیرہ

(۱) قصیدہ اول منقبت حضرت علی رضؓ

جب سے خورشید ہوا ہی چمن افروز حمل	رنگ گل جھلکے ہی ہر بات مین ہر گی اوجھل
وقت وہ ہی کہ زر شعاعی ہی چشم بلبل	خوبی و رنگ و گل دیکھنے کو ہوا حول
جوش گل یہ ہی جہا تک کہ ہی ہو کام نظر	لالہ و نرگس و گل سے ہین بھری دشت و جبل
لطف و دیدگی سے پوچھ کہ مین شبنم ہون	سیرہ غلطان ہی لب جو پہ کہ مہتاب مخمل
چشم رکھتا ہی تو چل نیض ہوا کو دیکھ	نرگس آنکھی ہی ہر جا ن ہوئی تھی ہتھان بصل
سیر کر تازگی و خرمی و شادابی	خشک بھی شاخ ز آب سبز نکالی کونپل
خون خمیازہ کش عاشقی و پنجہ گل	دو دن نکلی ہین تہ خاک سے دست و بغل

وقت ہے اپنی نصیری کی مدد کا یا شاہ | نذر دینے ہی ہے اس موتی کی جس نے خنجر دل

مطلع ثالث

ایکہ اک تو ہی ہوا عالم اسرار ازل | ایک سو جانسے عاشق ہی ترا حسن عمل
تیری وہ ذاتِ مقدس ہے کہ لیتی ہے دوام | منہ سے ناخواستہ بھی صلِ علیٰ جاے مخل
تیری درگاہ مین جبرئیل پر کیون نہ جلین | یہین ہے نور جلالی خدا عزوجل
دور از لسکہ کنہچا عرش سے رتبہ تیرا | حرف تیرا ہی ترے شیعون کی وحی نزل
مرحبا شاہی تری صلی علیٰ جاہ ترا | کہ ہوا تخت ترا دوش نبی مرسل
فرش ہونا تری زائر کا سعادت ہی دلے | کیا کرے چادرِ مہتاب کہ تہی مستعمل
وہ نخستین خریدارے عالم اسرار آلہ | مانتے جسکو گئے دہر کے کامل اکمل
آخر آب آکے تری در سمین پہ نکتہ کہلا | ناقصِ محض چلا جائے تہا عقل دل
جی مین گذری ہی تو نکلے ہی ترے در سے بیچ | معنئے تازہ سے بدلا ہوا لفظ مہمل
رفع بدعت پہ جب آئے تری طبع اقدس | کیا عجب شعلۂ آواز سے جل جائے سل
لقمہ ظلم نہین پچتا عدالت مین تری | باز نگلی ہوئی چڑیا کرتین ہی ہے اگل
حالتِ نزع مین گر نام زبان پہ ہو ترا | یک رمق جان حیا ابد ہی سے ہو بدل
بسکہ غالب ہے ترا سعد ستارا عجب | پھونکے گر حشر نلک نسبت شاہی نہ خل

قصیدہ در مدح حضرت مرتضیٰ علی علیہ الصلوٰۃ والسلام

آک شب کیا تھا یار تری نافہ کا خیال
اتنک ہوا دشمنی میں ترے میرا بال بال

میں ورگ فراق میں پیارے یہ کیا ہے غم
جیتی گڑی ہے ساتھ مرے حرتِ وصال

جنبش ہوئی ژرہ کو ادھر گئی نان
ابرو ہلے تری کہ ادھر گئی کی پال

آیا ہے یاد قبضۂ تیغ ابد کے ہون تئں
ہاتھ

[illegible]

کہ کے سر گوشی جسے پوچھتے ہیں ہاتھ گرہوئے
آتی ہے غیب سے آواز ہوا وہ فیصل

یہ ہری خالی ہے میدان مگر اسکی تیغ
اژدہا تھی کہ گئی خلق کو یکدم نگل

کیا بیان کیجیے اب لشکرِ اعدا کی معاش
مخرجِ خون ہوئی واں زخم کا ہیگا بدل

چھوٹے ہے زخم سے ہر ایک کو فوارہ خون
ہر طرف دشت میں جاری ہے لہو کی جدو

سرخ تر چشمِ شجاعاں نظر آتی ہے
خون سے مسلخ قصاب کی خاکِ مقتل

قطعہ

کیا لکھوں اسپ سبکسیر کی اسکے تعریف
اوہم خاسہ بھی لکھتے ہوئے جاتا ہے اچل

جب عنان اسکی اچک لیتا ہے اسکا کاکل
جلد مچی پوے میں کہلاوے ہے کیا کیا چل پل

اس فلک سیر کا میدان مقرر ہیگا
تگ و پو کے لئے اثنائے ابد اور ازل

آگیا اسمیں نظر جانا کسو شخص کو تو
مارتے پل کے گیا اسکو چلا دا چل

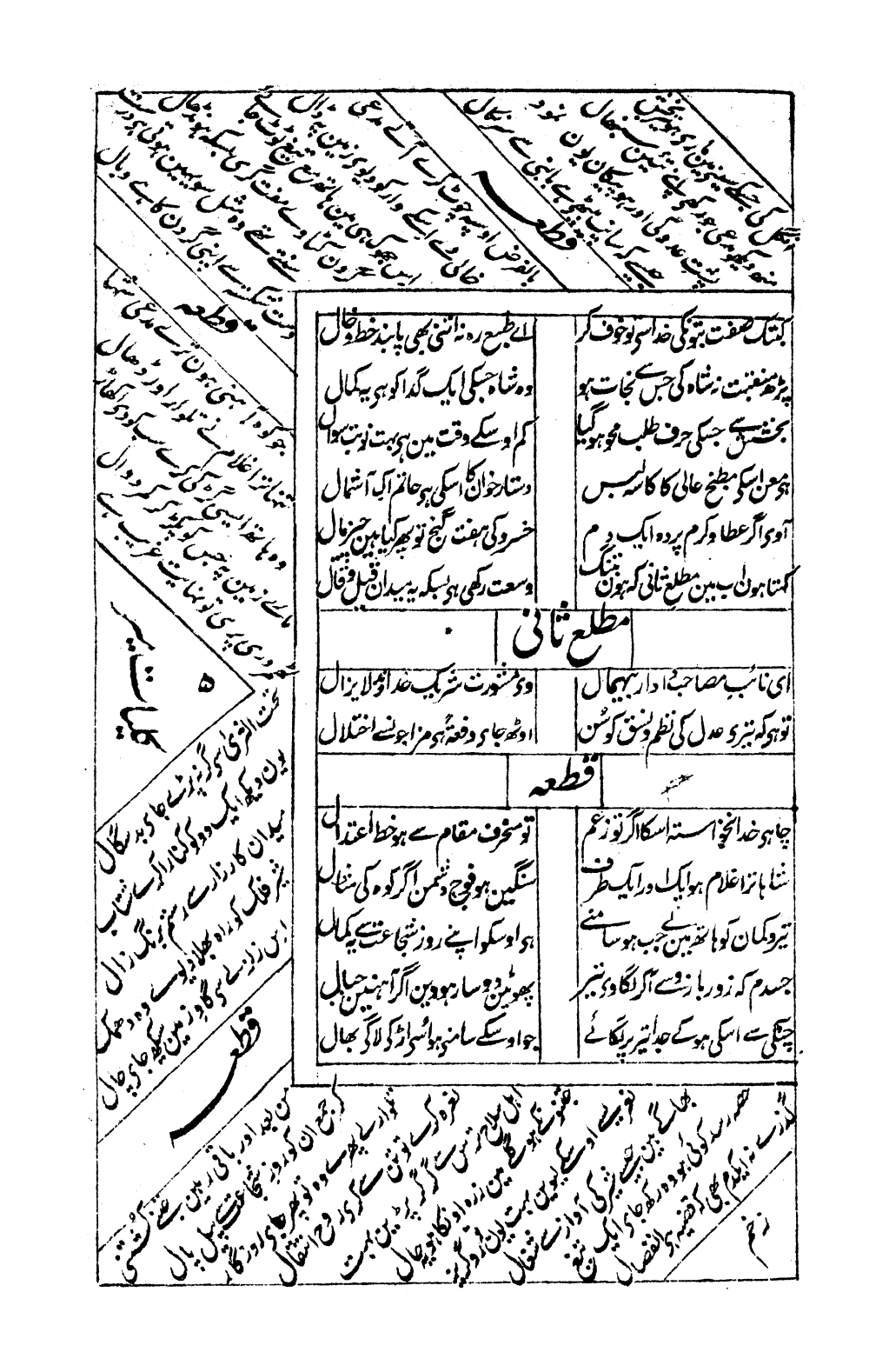
قابو پانے کے لئے اسکے سوا اسپہ سدا
کہتے ہیں مدعی اس اسپ کے تئیں مار رے چل

واکب اسکا کرے ہے سنکے تبسم یہ بات
یعنے ان گید یو نگی کچھ ہے دماغوں چل

جان یہ ہے تری گھوڑے میں کہ تا روزِ جزا
گرد کو اسکے نہ پہونچے گی کہو اسکی اچل

اک مصور نے اسے دیکھ کے ڈرایا خیال
دیکھوں اس بار کی مہمیز ہے کیسی نکل

سر و سینہ کو کمر تک تو بنایا رکھ ہاتھ
اڑ گیا صفحۂ کاغذ پہ سر چھوٹی ہے کفل



قطعہ

مطلع ثانی

قطعہ

قصیدہ در مدح حضرت مرتضیٰ علی علیہ السلام

الصلوٰۃ والسلام

زخم اسکے ہاتھ کا جو لگے یہ نہو کبھی	مست جا ہی کا ئنات مگر تب ہو اندمال

قطعہ

تر ہو گئی ہی بسکہ لہو مین گل زمین	گر خشک ہو وی خاک کہین بعد ماہ و سال
ہو پھر گذار باد صبا سے یہ وانگار رنگ	اڑتا ہی جیسے ہولی کی ایام مین گلال
میلانِ طبع مطلع ثالث کی اور ہے	تاخیر پر قصیدۂ غرا کا ہو مآل

مطلع ثالث

لائق تری صفت کے صفت گیر کی مجال	آشفتہ طبع شاعر خستہ کی کیا مجال

قطعہ

تو وہ در مدینۂ علم علیم ہے	جس شخص کو نہ آوی الف بے تے دال ذال
آوے تری جناب مقدس مین ایکدم	کرتے ہین وان تو وقف سبھی طرز کی مقال
عالم ہو اسقدر کہ بیان کیا کری کوئی	پھر بحث اُس سے عقل فلاطون پر ہو وبال
لیتے ہین تیرے گھر سے گدا پوست تخت فقر	پاتی ہین تیری در سے تہا مکنت و جلال
جبتک جیو نمین دلمین مرے آرزو ہی	ہون سر سے تیری زائر درکھ کا پایمال
پھر بعد مرگ حوض پہ کوثر کے یا علی	جا گہ مری ہو حشر کی تیری صف نعال
جب ہو نمین گرم تیری سائیمین پایشہا	ہو جای سرد آتش دوزخ کی اشتعال

چشم طمع کو سے ہما تو کہ جیتے جی | سرمہ ہوی ہین بسکہ الم سو مری عظام
اے طبع اتنی ہرزہ درائی جرس کی طرز | اس گفتگو کا فائدہ کہ حاصل کلام
یعنی امیر شاہ بخت کی صفت پر آ | وہ شاہ جس پہ ساری کمالات ہین تمام
وہ شاہ ہو کہ بعد نبی کو وہی ہو پیر | وہ شاہ ہو کہ حق ہو وہی ہو اولین امام
گر جا ہی دل گرفت جہانین نہو کوئی | کرے یہ ننگ غنچۂ پیکان کو انتسام
ورنہ شگفتگی پہ بلاے عظیم ہے | چھوڑی نہ زخم سینۂ عاشق تنک لیتیام

مطلع ثانی

شاہا ترے گدا کا ہی مشہور احتشام | شاہان سرفراز سب و سکی ہین پاے نام

قطعہ

ہو اسپ پر سوار کرے عزم جنگ اگر | میدان کارزار مین ادنی ترا غلام
جولان کرے جدھر کو رہی اسطرف نہ خاک | اڑجاے خاک اودھر کی جدھر کو پھیرے لگام
یا مال اسقدر ہون کہ معلوم بھی نہون | افراسیاب کون ہو رستم ہو یا ان کدام

قطعہ

شمشیر اسکے خرمن اعدا کی ہو جو برق | آوی گر اسکے ہاتھ مین یک لحظہ دینام
ہل جاے اور ٹک صف اعدا کی اور کو | بے سر ہین پھر تو مد نظر تک بدن تمام

میسنی کہ دیکھوں حضرت دہلی کی تو اجاج	معلوم ہو سولے تری حاصل کلام
ہرگز نہو حلال عدو پر تری خوشی	ہووے تمام تیرے مجھوں پہ غم حرام

قصیدہ در مدح امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام

فلک کے جور و جفا نے کیا ہی مجکو شکار	ہزار کوس پہ ہو جاوے اک تپیدن و ار
خراب کوہ و بیابان بیکسی ہو نمین	برنگ صورت جرس سر طرف ہی میرا گلہ
بغیر غوردن خون کب انار ٹوٹی ہے	سوا ہو گریۂ صبح اب کہان ہو آب خمار
لگین نہ داغ سو کیون پھیکے میرے سینے پہ	نمک نہین نظر آتا بجز زخم دلدار
سو وہ بھی دیکھنا ملتا نہین ہے گھر بیٹھے	مگر ہون ہند مین رسوا ہو کوچہ و بازار
سولے نالۂ جانسوز کون ہی دلسوز	بغیر آہ سحرگاہ کون ہے غمخوار
جنو نمین جیسے خوش آیا لباس عریانی	نہین ہو دامن صحرا مین ہے مجکو قرار
ہمیشہ ساتھ ہو دامن سوار لڑکون کے	مگر کہ خاک وفا سے بنا ہے میرا غبار
عجب ہو مجکو جو تو دیکھنے نہین آتا	رہا ہون ایک تری نگہ نو نکا مین بیمار
ہوا ہون جو ر فلک سے پٹ ہی آوارہ	پہونچیو یا خلف الصدق حیدر کرار
شہا غلام کو تیرے یہ زور بازو ہے	کہ وقت جنگ جو لیکر کمان کو ہووے سوار

بسر دھری سیرین بکینۂ خسرو | بگرم چوشی فرہاد سختی کہسار
بعشق دیر بطوف حرم بسعی تمام | بلوح مشہد عاشق بسوز شمع مزار
بآب ورنگ گلستان بہ بیکسی اسیر | کہ اسکو کنج قفس ہی ہے ہو بادبہار
بساغرے گلگون تو بہ بسنگین | بدلنوازی ساقی بابر دریا بار
بدستگیری چاک و بہ بیقراری جیب | بسینہ کاوی دشنہ بزخم دامن وار
بحیرت رخ جانا بچشم وا ماندہ | بسعی باطل ناخن بعقدۂ دل کار
بقلقل و بسبو و بلغزش ہر دم | بہ مستی مئی ناب و بخاطر ہشیار
بہ پوچ گوئی بیتابی و بہ بے خوابی | بکم زبانی صبر و بدیدۂ بیدار
بدیر و برہمن و کفر و باصنم گوئی | بشیخ و مسجد و تسبیح و رشتہ زنار
بسیل خانہ خراب و بوادی مجنون | بجرگہ جرگہ غزالان بدیدۂ خونبار
بخوشہ خوشہ سرشک و بدالبست قرہ | بقطرہ قطرہ شراب و بجام دست بیار
بضعف جسم نزار و بطاقت سرکش | بجان عاشق مسکین کہ یار پرہو شمار
بخاک عاشق بے خانماں وگہ بادصبا | نہیں دکھاتی اسے بعد مرگ کوچۂ یار
باضطراب چراغ و بدشمنی نسیم | بخاطر دل آخر کہ اس سے ہو بیزار
بدور گردئ رنگ قبول و یاس دعا | باعتراز اجابت بحلقۂ اذکار

تو مر جائیگا یون تو رکتے ہی رکتے
غزل لطف کر میر صاحب کی کوئی
کہا مین نے مطلع غزل کا یہ سنکر

مطلع ثانی

ترے ہاتھ جبتک کہ تیر و کمان ہی
کئے آنکھ شکل مثالی ہون اپنے
تری اور لے سادہ رو بعد میرے
نہ پوچھ اس طلسمات عالم کی صنعت
خوشا مرگ بلبل کہ سایہ مین گل کے
لگے ہی نہ اب عطر دان اوسکے منھ کو
غرور و حزابات چل شیخ دیکھین
نہ کہ خانوادے تھے یان کیسے کیسے
دم امتحان میرے ہم کیا کرینگے
چل اے طبع مشتاق وصف بتان پر
یہی شغل ہین خوب پیش فقیران

گر اندوہ و غم آفت ناگہان ہے
کہ اونکی زبان بیچ سحر بیان ہے
کہ ہر طرف سے جسکے لہو روان ہے

شکار زبون کی بھی خاطر نشان ہے
مرا جسم اس لطف سے ناتوان ہے
مرا نامہ نوشتہ ہر استخوان ہے
کہ اس آشکارا مین کیا کیا نہان ہے
کہین مشت پر ہے کہین آشیان ہے
نہ اس بوئے خوش ساتھ گل کا وہان ہے
جو ترسا بچہ ہے سو پیر مغان ہے
خرابا ہی ہے جب تلک یہ جہان ہے
ہماری گرہ مین تو اک نیمجان ہے
کہ عمر انکا دل مین مرے یک جہان ہے
کہ ذکر خدا ہے کہ وصف بتان ہے

بہت ہرزہ خوان ہیگا اے میر تو بھی | وظیفہ ترا کیا یہ ذکر بتان ہے
جو مر کو ذخاطر ہے اُس پر بھی آجا | فراغت کا عرصہ بہی ہی زمان ہے
سُن اے ہمنشین شخص غائب کی خاطر | یہ مطلع کہ مطلب ہے جو تو امان ہے

مطلع ثالث

ظلم چل بھی چلتی تیری زبان ہے | کہ پھر بات کرنیکی فرصت کہان ہے
ولیکن بجا وزہنو دے ادب ہے | کہ ممدوح اب شاہ ہندوستان ہے
دماغ اب نہین ہے جو تمہید کریے | کہ کل رات ہو اور یہ داستان ہے
بھٹی تری تبکیے یہ دل چاہتا ہے | تری شکر نعمت مین قاصر زبان ہے
ترا عہد یکسر خوشی ہو جو ہے بھی | گنہگار سا یک غم ہوشان ہے
تری یان ہو سب راستی و درستی | مگر صدق سچ کا یہی خاندان ہے
زیارت کبی صدق آتا ہو جسکی | ترا جبہۂ راستان آستان ہے
لکھے کیا ستہا کوئی ہمت کو تیرے | جہان صبح اس خوان پر میہمان ہے
زیادہ ہو یہ وسعت رزق تیری | کہ مشرق سے تا غرب ترا خوان ہے
کرے ہمسری کیا وہ خورشید اوپر | فلک پاس کیا ہو سبھی ایک نان ہے
ترے ہاتھ کی ریزش جود آگے | نجالت سے یہ ابر قطرہ زنان ہے

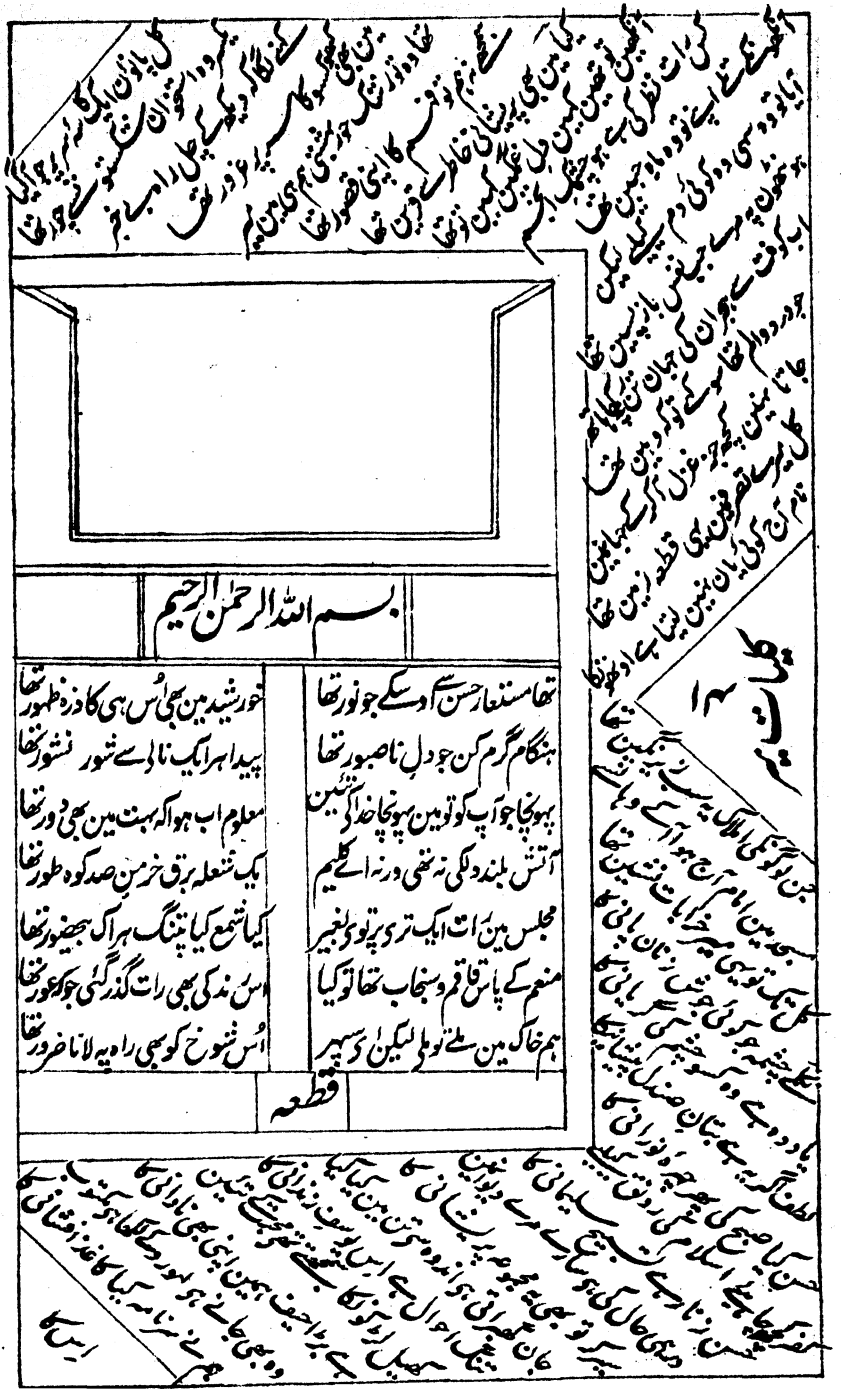
جو میدانمین جنگ کی ہو یہ شہب | تو گھوڑا نہ کہیو کہ چیلِ دمان ہے
لگی گر کہین ٹاپ طبقِ زمین پر | فلک صدمہ سے آنسو ہی لاسکان ہے
دعا پر کرون ختم اب یہ قصیدہ | کہانتک کہون تو چنین ہی چنان ہے
رہو وقت ایسا ہی روزِ جزا تک | کہ جو دوست تیرا ہو تو شادمان ہے
تری عمر ہو میری طول امل سے | اکرم کا سا سررشتہ اک تیری ہان ہے

۶ قصیدہ در مدح آصف الدولہ بہادر

رات کو مطلق نہ تھی یان جی کو تاب | آشنا ہوتا نہ تھا آنکھو نسے خواب
لوٹتا تھا سوزِ غم سے آگ مین | دل جگر سکتے تھے دونون چون کباب
ہر زمان تھی ساتھ اپنے گفتگو | کیا کرون شہر اور مین دونون خراب
تھام کر شیوا جنھونکا اوٹھ گئے | میٹھے بیٹھے کھینچتے کبتک عذاب
چاہیے کسکے در او پر کون ہے | یلے کس سے کون ملنے کا ہو باب
لے جوانی سے پھرے پری تلک | امتحانمین آگئے سب شیخ و شاب
ناگہان مجھسے لگا کہنے سروش | رہگذر سے لطف کی کر کر خطاب
ہو کریم اب بھی وزیر ابن وزیر | آصف الدولہ فلک قدر و جناب
آسمان زینہ ہے جس کا آستان | ناز کر طالع پہ جو ہو باریاب

گرد اسکے گرچہ ہوجاے بلند — پھر زمین و آسمانمین ہی حجاب
جاوے دشمن چون سگ پا سوختہ — وقت گرگ و میش نے منھ پر نقاب
داوری و منصفی سُن و لبران — چھوڑ دین عشاق پر کرنا عتاب
رفع بدعت چاہے تو پھر کیا مجال — اٹھ سکے جو نغمۂ چنگ و رباب
منع مے ہووے تو پھر قدرت ہی کیا — جو گلے سے شیشے کی اوتری شراب
بحر کیا ہی جو کرے تہ سے سوال — کوہ یزدی علم کا کیا دی جواب
خوبیان ہین خوبیان سرتا قدم — تب کیا صانع نے تجکو انتخاب
لطف طبع صاحب مجلس کہون — یا لکھون پاکیزہ اس صحبت کا داب
نکلی مستعمل نہایت وزیر شب — چاندنی کی جاے پچھتی ماہتاب
گر نہو ممدوح علم ظاہری — پر نہین ہوتی ہے یہ رای صواب
چوکے تو چاہیے وہ لکھہ رکھین — حرف ہر یک تیری منھ کا ہو کتاب
کرد عا پر ہو اسپہ ختم سخن — تو کہے جو کچھ کرے حق مستجاب
زیر دست اسکے رہین گردنکشان — تا قیامت وہ رہے مالک رقاب
دوست اسکے جوش زن جیسے محیط — خاک بر سر مدعی جیسے سراب

قصائد تمام شد



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تھا مستعار حسن سے اُس کے جو نور تھا
خورشید مین بھی اُس ہی کا ذرہ ظہور تھا

ہنگام گرم کن جو دلِ ناصبور تھا
پیدا ہر ایک نالے سے شور نشور تھا

پہونچا جو آپ کو تو مین پہونچا خدا کی تئین
معلوم اب ہوا کہ بہت مین بھی دور تھا

آتش بلند دل کی نہ تھی ورنہ اے کلیم
یک شعلہ برق خرمنِ صد کوہ طور تھا

مجلس مین رات ایک تری پرتو بغیر
کیا شمع کیا پتنگ ہر اک بیحضور تھا

منعم کے پاس قاقم و سنجاب تھا تو کیا
اس رند کی بھی رات گذر گئی جو کہ عور تھا

ہم خاک مین ملے تو ملے لیکن اے سپہر
اُس شوخ کو بھی راہ پہ لانا ضرور تھا

قطعہ

اوسکا منھ دیکھا ہا ہون سو وہی دیکھا ہا ہون
نقش کا سا ہو سما میری بھی حیرانیکا

بت پرستی کو تو اسلام نہین کہتے ہین
معتقد کون ہے میر ایسی مسلمانی کا

جامۂ مستی عشق اپنا مگر کم کھیر تھا
دامنِ ترکا مرے دریا ہی کا سا پھیر تھا

دیر مین کعبے گیا مین خانقہ سو ابکی بار
راہ سو سیخا نیکی اُس راہ مین کچھ پھیر تھا

بلبلون نے کیا گل افشان میر کا مرقد کیا
دور سے آیا نظر تو پھولون کا اک ڈھیر تھا

اس عہد مین الٰہی محبت کو کیا ہوا
چھوڑا وفا کو اُن نے مروت کو کیا ہوا

امید وار وعدۂ دیدار مر چلے
آتے ہی آتے یار و قیامت کو کیا ہوا

کب تک نہ ظلم آہ بھلا مرگ کے تئین
کچھ پیش آیا واقعۂ رحمت کو کیا ہوا

اسکی گئے پر ایسے گئے دل سے ہمنشین
معلوم بھی ہوا نہ کہ طاقت کو کیا ہوا

بخشش نے مجکو ابر کرم کے کیا خجل
اے چشم جوش انتک ندامت کو کیا ہوا

جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کیطرف
اے کشتۂ ستم تری غیرت کو کیا ہوا

تھی صعب عاشقی کی ہدایت ہے میر پر
کیا جانیے کہ حال نہایت کو کیا ہوا

کام ہو رہی ہیں یاں ضائع ساعت کے سمانے سے
اشتعلی جو گئی دن کے جون میں انجم کیا

ایسی آہو دم خوردہ کی مشت کھونی مشکل تھی
سحر کیا اعجاز کیا بس تجھ گون نے تجکو رام کیا

میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو ان نے تو
قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

چمن میں گل نے جو کل دعوی جمال کیا
جمال یار نے منھ اسکا خوب لال کیا

فلک نے آہ تری رہ میں ہم کو پیدا کر
برنگ سبزۂ نورستہ پایمال کیا

رہی تھی دم کی کشاکش گلو میں کچھ باقی
سو اسکی تیغ نے جھگڑا ہی انفصال کیا

مری آنکھیں نہیں کھلتیں ضعف سے ہمدم
نہ کہہ کہ بند میں ہو تو یہ کیا خیال کیا

بہار رفتہ پھر آئی ترے تماشے کو
چمن کو میں قدم نے تری نہال کیا

جواب نامہ سیاہی کا اپنی ہے وہ زلف
کسو نے حشر کو ہمنے اگر سوال کیا

لگا نہ دل کو کہیں گیا سنا نہیں تو نے
جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

دیکھیگا جو تجھ رو کو سو حیران رہیگا
وابستہ تری مو کا پریشان رہیگا

وعدہ تو کیا اُس سے دم صبح کا لیکن
اُس دم نہیں مجھ میں اگر جان رہیگا

منعم نے بنا ظلم کی رکھ گھر تو بنایا
پر آب کوئی رات ہی مہمان رہیگا

اس رنگ سے چمکے ہے پلک پر کہ کہے تو
ٹکڑا ہے ترا اشک عقیق جگری کا

گل سیر کیا ہمنے ہمہ رکو بھی جا کہ
تھا دست نگر مگر پنجۂ مژگانِ تری کا

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا

ٹک میر جگر سوختہ کی جلد خبر لے
کیا یار بھروسا ہے چراغ سحری کا

منھ تکا ہی کرے ہے جس تس کا
حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا

شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہے
دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

تھے بُرے مغبچوں کے تور لیک
شیخ میخانے سے بھلا کھسکا

داغ آنکھوں سے کھل رہے ہیں سب
ہاتھ دستہ ہوا ہے نرگس کا

بحر کم ظرف ہے بسان حباب
کاسۂ لبریز ہوا ہے تو جس کا

فیض اے ابر چشم تر سے اوٹھا
آج دامن وسیع ہے اس کا

تاب کسکو جو حال میر سنے
حال ہی اور کچھ ہے مجلس کا

وہ آئے بزم میں اتنا تو میر نے دیکھا
پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

منعم بہ حال خستہ غریباں سدا رہے
کیا جانے اس کو فرصت شب ہائے تار کی

مصحفی ہم تو یہ سمجھے تھے کہ ہوگا کوئی زخم
تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا

مصحفی ہم تو یہ سمجھے تھے کہ ہوگا کوئی زخم
تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا

مصحفی ہم تو یہ سمجھے تھے کہ ہوگا کوئی زخم
تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا

نابلد ہوگے رہِ عشق مین پہونچو تو کہین ہمرہِ خضر کو یان کہتے ہین گمراہ سنا
کوئی ان طور و نسق گذرے ہے تری غم مین آہ گاہ تو نے نہ سنا حال مرا گاہ سنا

خواب غفلت مین ہین یان شب کو عبث جاگا میر
بیخبر دیکھا او نہفتین ہین جنھین آگاہ سنا

جب جنون سے ہمین تو سل تھا اپنی زنجیر پا ہی کا غل تھا
بستر اتھا چمن مین جون بلبل نالہ سرمایۂ توکل تھا
یک نگہ کو وفا نہ کی گویا موسم گل صفیر بلبل تھا
اُن نے پہچانکر ہمین مارا منھ نکرنا او دھر تجاہل تھا
شہر مین جو نظر پڑا اُس کا کشتۂ ناز یا تغافل تھا
اب تو دل کو نہ تاب ہے نہ قرار یاد ایام جب تحمل تھا
جا پھسا دام زلف مین آخر دل نہایت ہی بے تامل تھا
یون گئے قد کی خم ہوے جیسے عمر ایک رہرو سر پُل تھا

خوب دریافت جو کیا ہم نے
وقت خوش میر نکہت گل تھا

آگے جمال یار کے معذور ہو گیا گل اک چمن مین دیدۂ بے نور ہو گیا

تھی عشق کی وہ ابتدا جو حرف سا دیتی کہو — آبدیدہ تر کو جو تم دیکھو تو ہو گرداب سا
بہکے جو ہم مست آگئے سو یار سے اوٹھا — واعظ کو مار ہو خوف کی گل لگ گیا جلاب سا

رکھ ہاتھ دل پر میر کے دریافت کر کیا حال ہی
رہتا ہو اکثر یہ جوان کچھ اندنون بیتاب سا

مر رہتے جو گل بن تو سار ایہ خلل جاتا — نکلا ہی نہ جی ورنہ کانٹا سا نکل جاتا
پیدا ہو کہ پنہان تھی آتش نفسی میری — مین ضبط نکرتا تو سب شہر یہ جل جاتا
مین گریۂ خونی کو روکے ہی رہا ورنہ — یکدم مین زمانیکا یان رنگ بدلجاتا
بن پوچھے کرم سے وہ جو بخش ندیتا تو — پرسش مین ہماری ہی ن شرمکا دھلجاتا
استادہ جہانمین بتھا میدان محبت مین — واں رستم اگر آتا تو دیکھے مل جاتا
وہ سیر کا وادی کے مائل نہوا ورنہ — آنکھونکو غزالونکی پاؤن تلے مل جاتا
بیتاب و توان یومین کاہیکو تلف ہوتا — یاقوتی تری لب کی ملتی تو سنبھل جاتا
اس سیم بدن کو تھی کب تاب و تعب اتنی — وہ چاندنی مین تشکی ہوتا تو پگھل جاتا

مارا گیا تب گذرا بوسے ترے لب کے
کیا میر بھی لڑکا تھا با تو نہین بہل جاتا

سُنیو جب وہ کہو سوا رہوا — تا بروح الا مین شکار ہوا

آخر کو مر گئے ہین اُسکی ہی جستجو مین — جی سے گئے ہین تبھی کھویا لیلیٰ نے جیسے پایا

لگتی نہین ہو دار و رسن پر طبیب حیران — آگ رو گئے مین بھی پسپا یا جی کو گمان لگایا

کہ ہیچ اُسکے منہ کو نہین ڈرا ایسا تو — بارے وہ شوخ اپنی خاطر مین کچھ لایا

ہوتا تھا مجلس آرا گر غیر کا تجھے تو — مانند شمع مجکو کاہے کے تئین جلایا

تھی یہ گمان کی یاری آئینہ رو گئے تو نے
دیکھا جو میر کو تو بے ہیچ منہ بنایا

شکوہ کرونگا کب تک اُس اپنے مہربان کا — القصہ رفتہ رفتہ دشمن ہوا ہی جان کا

گریے پہ رنگ آیا قید قفس مین ہی شاید — خون ہو گیا جگر مین داغ گلستان کا

لے جھاڑ ڈو اگر ہی آتا ہی صبح ہوتے — جاروب کش مگر ہی خورشید اُسکے یا کا

دی آگ رنگ گل نے دان ای صبا چمن مین — یان ہم چلے قفس مین حسن حال آشیان کا

ہر صبح میرے سر پر اک حادثہ نیا ہے — پیوند ہو زمین کا شیوہ اس آسمان کا

قطعہ

ان صید افگنون کا کیا ہو شکار کوئی — ہوتا نہین ہی آخر کام اونکے امتحان کا

تب تو مجھے کیا تھا یہ تو نے صید اپنا — اب کرتی ہین نشانہ ہر میرے استخوان کا

فرد اک جسکا آشنا لوہو مین تر سے ہی — وہ قصد کب کرے ہی اس صید ناتوان کا

بارے وے یار و لا یا اپنی تو ہین گذری
کیا ذکر ہمصفیران یار ان شادمان کا

کلیات میر ۲۰

میر کے قابل ہی نہ صد پارہ اس نخچیر کا
جسکے ہر تار کمین ہو پوست پیکان تیر کا

کھلے باغ جہان الا یہ حیران وفا
جسکو دل سمجھے تھے ہم سو غنچہ تھا تصویر کا

بوی خوشے جی رکا جاتا ہی اے باد بہار
ہو گیا ہی چاک دل شاید کسو دلگیر کا

کیونکہ نقاش ازل نے نقش ابرو کا کیا
کام ہی اک تیرے منہ پر کھینچنا شمشیر کا

رہگذر سیل حوادث کا ہی بے بنیاد دہر
اس خرابی مین نکرنا قصد تم تعمیر کا

بس طبیب وٹھ جا مری بالین سے مت دی درد
کام جان آخر ہوا اب فائدہ تدبیر کا

نالہ کش ہین عہد پیرین بھی تیرے در پہ ہم
قد خم گشتہ ہمارا حلقہ ہے زنجیر کا

جو تری کو چہ مین آیا پھر وہین گاڑا اسے
تشنہ خوہین تو ہون اس خاک دامنگیر کا

نالہ کش ہین عہد پیرین بھی تیرے در پہ ہم
مفت مین جاتا رہا سارا یک بے تقصیر کا

لخت دل سے جو چھڑی پھوٹینگی غنچے کی طرح
فائدہ کچھ لے جگر اس آبلے تاثیر کا

گور مجنون سے بجا وینگے کہین ہم مینوا
عیب ہے ہم مین جو چھوڑین ڈھیر اپنے پیر کا

کس طرح سے مانے یارو کہ یہ عاشق نہین
رنگ اوڑ جاتا ہے ٹک چہرا تو دیکھو میر کا

شب درد و غم سے عرصہ مری جی پہ تنگ تھا
آیا شب فراق تھی یا روز جنگ تھا

کثرت مین درد و غم کی نہ نکلی کوئی طپش
کوچہ جگر کے زخم کا شاید کہ تنگ تھا

قطعہ

یون سُنا جاہو کہ کرتا ہی سفر کا عزم جزم
ساتھ اب بیگانہ وضعونکے ہمارا آشنا

شعر صائب کا مناسب ہے ہماری اور سے
سامنے اوسکے پڑھو گر یہ کوئی جا آشنا

تا بجان باہم ہو نامنزل دیگران
فرق باشد جان ما از آشنا نا آشنا

داغ ہو تابان علیہ الرحمان کا چھاتی پہ میر
ہو نجات اوسکو بجا راہم سے بھی تھا آشنا

گل کو محبوب ہم قیاس کیا
فرق نکلا بہت جو پاس کیا

دل نے ہم کو مثال آئینہ
ایک عالم کا روشناس کیا

کچھ نہیں سوجھتا ہمیں اُس بن
شوق نے ہم کو بیحواس کیا

عشق میں ہم ہوئے نہ دیوانے
قیس کی آبرو کا پاس کیا

دُور سے چرخ کے نکل نہ سکے
ضعف نے ہم کو مورطاس کیا

صبح تک شمع سر کو دھنتی رہی
کیا پتنگے نے التماس کیا

ایسے وحشی کہان ہین اے خوبان
میر کو تم عبث اوداس کیا

صفت آبروے زاہد علامہ لے گیا
اک مغبچہ اوتار کے عمامہ لے گیا

سیکڑون طرحین نکالین یار نے آنیکی لیک
عذر ہی چاہی چلا اُسکے دل بیخواہ کا

گر کوئی پیر مغان مجلو آرے تو دیکھے پھیر
میکدہ سارا یکا سارا ہو جو صرف اللہ کا

کاش تیرے غم رسیدونکو ملا وین حشر مین
ظلم ہی اک خلق پر آشوب ونکی آہ کا

جو سنا ہنسیا رابس مینجا یہ مین تھا یہ خبر
شوق ہی باقی رہا ہمکو دل آگاہ کا

باندھ مت رونیکا تار اے ناقبا حت فہم حشیم
اس سے پایا جای ہو سر رشتہ جسکی چاہ کا

شیخ مت کر ذکر ہر ساعت قیامت کا کہ ہے
عرصہ محشر نمونہ اوسکی بازی گاہ کا

شہر مین کس منہ سے آوے سایہ تیرے کہ شوخ
جھابیون سے بھر رہا ہو سارا چہرہ ماہ کا

سر فرو لاتی نہین ہمت مری ہر اک کے پاس
ہون گدائے آستان میر حضرت شاہ کا

ایسی یکلی اک شہر اسلام نہین رکھتا
جس کو چین و ہ بت صد بدنام نہین رکھتا

آزار ندی اپنے کا ونکے تئین اے گل
آغاز مرے غم کا انجام نہین رکھتا

نا کامی صد حسرت خوش لگتی نہین ورنہ
اب جی سے گذر جانا کچھ کام نہین رکھتا

ہو خشک تو بہتر ہے وہ ہاتھ بہار اہین
مانند نرگس جو نام نہین رکھتا

ہین اسکے ہم آغوشی میتاب نہین اب
مدت سے بغل مین دل آرام نہین رکھتا

ہین ڈھی سی واعظ مسجد ہی مین پڈا تا
پر کیا کرون سایا تھا بنو حجام نہین رکھتا

دل سے مٹ جا کہ حیف اُسکا وقت
جو کوئی اِس مکان سے نکلا

اُسکی شیرین لبی کی حسرت مین
شہر پانی ہو ستان سے نکلا

نام مرادی کی رسم میر سے ہے
طور یہ اِس جوان سے نکلا

گرمی سوین تو آتش غم کی بھڑک گیا
را تو نکو روتی رفنے ہی جن شمع گل گیا

ہم خستہ دل ہین تجھسے بھی نازک مزاج تر
یتوری چڑھائی تو نے کہ یان جی نکل گیا

گرمیِ عشق مانع نشو و نما ہوئی
مین وہ نہال تھا کہ اوگا اور جل گیا

مستی مین چھوڑ دیر کو کعبے چلا تھا مین
لغزش پڑی ہوئی تھی ولیکن سنبھل گیا

ساقی نشے مین تجھسے بڑھا شیشہ شراب
چل کب وخت تاک کا جوبن توڑھل گیا

ہر ذرہ خاک تیرے گلی کی ہی بیقرار
یان کونسا تمزدہ ماٹی مین رل گیا

عریان نتی کی شوخی سے دیوانگی مین میر
مجنون کی دشت خار کا دامن بھی جل گیا

سنا ہی حال تنے کشتگان بیچارونکا
ہوا نہ گور گڑھا ان ستمزدہ کے یارون کا

ہزار رنگ کھلے گل چمن کے مین شاید
کہ روزگار کے سر خون ہے ہزارون کا

ملا ہی خاک مین کس کسطرح کا عالم یان
نکل کے شہر سے ٹک سیر کر مزارون کا

تلوار مارنا تو مجھین کھیل ہووے
جاتا رہے نہ جان کسو بیگناہ کا

بدنام و خوار و زار و نزار و شکستہ حال
احوال کچھ پوچھیے اس روسیاہ کا

ظالم زمین سے اوٹھا دامن اوٹھا کے چل
ہوگا کمین مین ہاتھ کسو دادخواہ کا

اے تاج تہ نہ سر کو فرولاؤن تیرے پاس
ہے معتقد فقیر ہمدرد کی کلاہ کا

بیمار تو نہووے اجی جب تلک کہ میر
سوتے نہ دے گا شور تری آہ آہ کا

دل سے شوق رخ نکو نہ گیا
جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا

ہر قدم پر تھی اوسکی منزل لیک
سر سے سودائے جستجو نہ گیا

سب گئی ہوش و صبر و تاب و توان
لیکن اے داغ دل سے تو نہ گیا

دلمین کتنے مسودے تھے ولے
ایک پیش اوسکے روبرو نہ گیا

سبحہ گردان ہے میر ہم تو ہے
دست کوتاہ تا سبو نہ گیا

گل و بلبل بہار مین دیکھا
ایک تجکو ہزار مین دیکھا

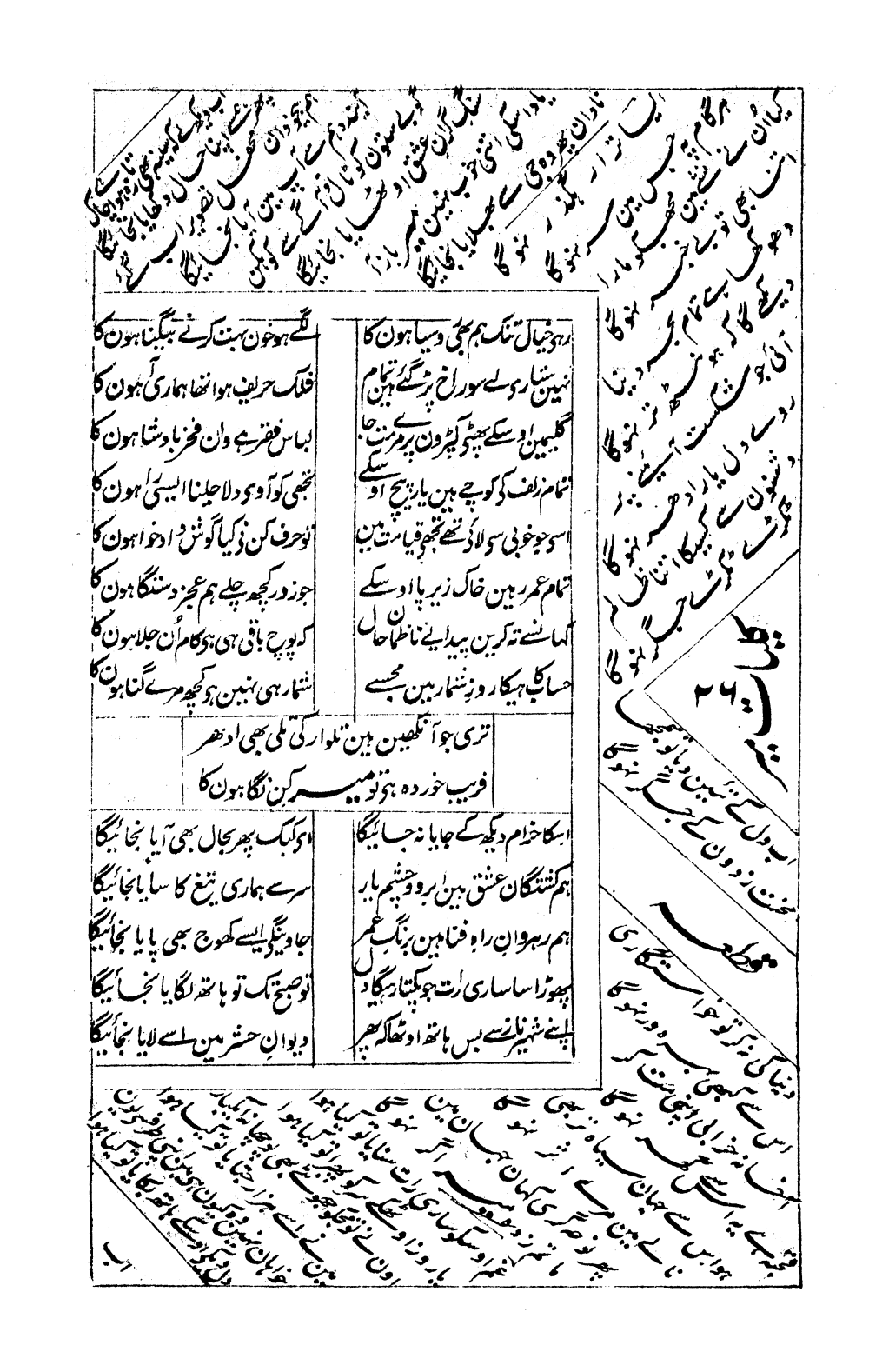
جل گیا دل سفید ہین آنکھین
یہ تو کچھہ انتظار مین دیکھا

آبلے کا بھی ہونا دامن گیر
ترے کوچے کے خار مین دیکھا

قطعہ

اشک تر قطرۂ خون لخت جگر پارۂ دل
ایک سا ایک عدد ہے کہ بہا جائے ہے سب

کی فقیری تو کاسہ بھی ہے گدائی کی ہے
تجھ غنا طالعی کو کاہے کو ہے



اب سعی کر سپر کہ میری ہو گئے
اُسکا مزاج مہر پہ آیا تو کیا ہوا

مت رنجہ کر کسیکو کہ اپنی تو اعتقاد
دل ڈھا کے بیکر جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا

ہین صید نا توان بھی تجھے کیا کرونگا یاد
ظالم اک اور تیر لگایا تو کیا ہوا

کیا کیا دعائین مانگی ہین خلوت مین شیخ یون
ظاہر جہانسے ہاتھ اوٹھایا تو کیا ہوا

وہ فکر کر کہ چاک جگر یا وہ ی الینام
ناصح جو تو نے جامہ سلایا تو کیا ہوا

جیتے تو میرا ون نے مجھے داغ ہی رکھا
پھر گور پر چراغ جلایا تو کیا ہوا

گرچہ سردار مزون کا ہوا میری کا مزا
چھوڑ لذات کے تئین بے توفیقری کا مزا

ایک آن اوہی تک چکھ تمک مرغ کباب
تو تو جانے کہ یہ ہوتا ہوا میری کا مزا

ہمتو گمراہ جوانی کے مزون پر ہین میر
حضرت خضر کو ارزانی ہو پیری کا مزا

دل جو تھا اک آبلہ پھوٹا گیا
رات کو سینہ بہت کوٹا گیا

طائر رنگ حنا کی سی طرح
دل نہ اوسکے ہاتھ سے چھوٹا گیا

مین نہ کہتا تھا کہ مت کر دل کی اور
اب کہان وہ آئینہ ٹوٹا گیا

دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے
یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

سورا خ ہو سینے مین ہر اک شخص کے تجھسے
اس دل کے ترا تیر نگہ پار نہ پایا

مربوط ہین تجھسے بھی یہی ناکعن و نااہل
اس باغ مین ہمنے گل بیخار نہ پایا

دم بعد جنون مجھ مین نہ محسوس تھا یعنے
جامے مین مرے یارون ذرا تار نہ پایا

آئینہ بھی حیرت سے ہوئے ہم
پر سیر ہوا اس شخص کا دیدار نہ پایا

وہ پھینکے شمشیر ستم رہ گیا جو میر
خون ریزی کایان کوئی سزاوار نہ پایا

کیا مرے آنے پہ تو لے بت مغرور گیا
کبھی اس راہ سے نکلا تو تجھے گھور گیا

لیگیا صبح کی نزدیک مجھ خواب والے
آنکھ اسوقت کھلی قافلہ جب دور گیا

گو سے نالے نہین اوٹھے تو لگتے ہی
جی گیا پر نہ ہمارا سر پر شور گیا

چشم خون بستہ سے کل رات لہو پھر ٹپکا
ہمنے جانا تھا کہ بس اب تو یہ ناسور گیا

تا توان ہم مین کہان خاک گلی کی اسکے
اب تو بیطاقتی سو دل کا بھی سقدور گیا

لے کمین منہ پہ نقاب اپنے کہ اے غیرت صبح
شمع کی چہرہ رخشان سے تو اب نور گیا

نالۂ میر نہین رات سے سنتے ہم لوگ
کیا ترے کوچے سے اے شوخ وہ رنجور گیا

خواہ مجھسے لڑ گیا اب خواہ مجھسے مل گیا
آیا کہون اے ہمنشین مین تجھسے حاصل دل گیا

وی دن کہ آنکھیں روتی تھیں
سو کھا پڑا ہے تو مدت سے یہ دوآبا

باہم ہوا کریں ہیں مزارات پنجے دیر
یہ نرم شاذ و نوندی ہیں مخمل و خا با

ان صحبتوں میں آخر جانیں ہی جاتیاں ہیں
نے عشق کو ہوس نہ حسن کو محابا

ہر چند ناتوان ہیں پر آگیا جو جی میں
دینگے ملا زمین سے ہیر افلک قلا بازیا

مند دھوتے وقت اوسکو اکثر کھائی دیوے
خورشید لے رہا ہو اک روز آفتا بازیا

اب شہر سطرنج سے میدان ہو گیا ہے
پھیلا تھا اسطرح کا ہیکو یاں خرا بازیا

دل تفتگی کی اپنی ہجر انمیں شرح کیا دوں
چھاتی تو میر میری جل کر ہوئی ہے تا بازیا

وکھاب فراق کا ہمسے سہا نہیں جاتا
پھر اس پہ ظلم یہ ہے کچھ کہا نہیں جاتا

ہوئی ہوا تری عکس لف کی حیران
کہ موج بحر سے مطلق بہا نہیں جاتا

نہیں گذرتی گھڑی کوئی مجھ خراب کی کہ
کہ جسمیں غم سے ترے جی ڈہا نہیں جاتا

ستم کچھ آج گلی میں ترے نہیں مچھیر
کب آ کہ خونمیں میاں نہیں نہا جاتا

خراب مجکو کیا اضطراب دل نے میر
کہ تک بھی اس کنوئیں بن رہا نہیں جاتا

سمجھے تھے میر ہم کہ ناسور کم ہوا
پھر اندنو نہیں دیدۂ خونبار نم ہوا

نمود کرکے وہین بحر غم مین بیٹھ گیا
کہے تو میر بھی اک بلبلا تھا پانی کا

مواہین سجدہ مین پر نقش میرا یار رہا
اُس آستان پہ مری خاک سی غبار رہا

جنونمین کی مجھ اپنے دل کا غم ہی یہ حیف
خبر لی جبکہ نہ جامے مین ایک تار رہا

بشر ہی وہ پہ کھلا جسسے اُسکا دام زلف
سر رہ اُسکی فرشتے ہی کا شکار رہا

کبھو نہ آنکھ نمین آیا وہ شوخ خواب کیطرح
تمام عمر ہمین اُس کا انتظار رہا

شراب عیش میسر ہوئی جسے یکشب
پھر اوسکو روز قیامت تلک خمار رہا

قطعہ

بتان کے عشق نے بے اختیار کر ڈالا
وہ دل کہ جسکا خدا ئیمن اختیار رہا

وہ دل کہ شام و سحر جیسے کا پھوڑا تھا
وہ دل کہ جسے ہمیشہ جگر فگار رہا

تمام عمر گئی ایسے ہاتھ رکھتے ہین
وہ درد ناک علی الرغم بیقرار رہا

ستم ہین غم مین سرانجام اُسکا کیا کہیے
ہزارون حسرتین تھین تپسیکو مار رہا

بہا تو خون ہوا آنکھونکی راہ سے نکلا
رہا جو سینہ سو زانمین داغدار رہا

سواد سکو ہے فراموش کاروان لگیے
کہ اس سے قطرۂ خون بھی نہ یادگار رہا

گلی مین اُسکی گیا سو گیا نو لا پھر

آج رہتی نہیں خامو کی زبان رکھے معاف
حرف کا طوق بھی جو میر گھٹایا نہ گیا

گلی میں اوسکی سے جو لوآئی تو آیا نہ گیا
ہمکو بن دوش ہوا باغ سے لایا نہ گیا

آہ جو نکلی مری منہ سے تو افلاک کے پاس
اوسکی آشوب کے عہد سے برایا نہ گیا

گل نے بہر چند کہا باغ میں پر اس بن
جی جو اوچٹا تو کسیطرح لگایا نہ گیا

سر نشین رہ میخانہ ہوں میں کیا جانوں
رسم مسجد کے تئیں شیخ کہ آیا نہ گیا

حیف چشمکی وہ ایسوقت میں سوجھا جسوقت
ان کنی حال نثار و نسے بتایا نہ گیا

خط راہ محبت کا میں جو حرف مٹے
جس سے اُسطرف کو قاصد بھی چلایا نہ گیا

خوف آشوب سے غوغائے قیامت کیلیے
خون خوابیدۂ عشاق جگایا نہ گیا

میر مت عذر گریبان کے پھٹے رہنے کا کر
زخم دل چاک جگر تھا کہ سلایا نہ گیا

ادھر آ کر شکار افگن ہمارا
مشبک کر گیا ہے تن ہمارا

گریبان سے رہا کو نہ تو پھر ہی
ہمارے ہاتھ میں دامن ہمارا

گئے جون شمع اس مجلس میں جتنے
سبھوں پر حال ہے روشن ہمارا

بلا جس چشم کو کہتے ہیں مردم
وہ ہے عین بلا مسکن ہمارا

مگر دیوانہ تھا گل بھی کسو کا
کہ پیراہن مین سو جاگہ رفو تھا

کہین کیا بال تیرے کھل گئے تھے
کہ جھو کا باؤ کا کچھ مشک بو تھا

نہ دیکھا میر آوارہ کو لیکن
غبار اک ناتوان سا کو بکو تھا

راہ درد عشق کی ہوتا ہے کیا
آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

قافلے مین صبح کے اک شور ہے
یعنی غافل ہم چلے سوتا ہے کیا

سبز ہوتی ہے نہین یہ سرزمین
تخم خواہش دل مین تو بوتا ہے کیا

یہ نشان عشق ہین جاتے نہین
داغ چھاتی کے عبث دھوتا ہے کیا

غیرت یوسف ہے یہ وقت عزیز
میر اوسکو رائیگان کھوتا ہے کیا

رونا تا ک اک تھا تو غم بیکران سہا
دس دن رہو جہا نہین ہم سدھاوتا

پہلو مین اک گرہ سے تہ خاک سا رہے
شاید کہ مر گئے پہ بھی خاطر مین کچھ رہا

آنکھون نے ازداری محبت کی خو کی
آنسو جو آتے آتے ہے تو لہو بہا

آئے تھے ایک امید پہ تیری گلی مین ہم
سو آہ اس طرح چلے لہو مین نہا

کس کس طرح سے میر نے کاٹا ہے عمر کو

لکنت تری زبان کی سحر جس سے شوخ — ایک حرف نیم گفتہ نے دل پر اثر کیا

بے شرم محض ہے وہ گنہگار جن نے میر
ابر کرم کے سامنے دامان تر کیا

تا کسی سے پاس میرے یار کا آنا گیا — بس گیا میں جان سو اب اُس سے جانا گیا
کچھ نہ دیکھا پھر بجز یک شعلۂ پیچ و تاب — شمع تک ہم نے تو دیکھا تھا کہ پروانا گیا
اک کمی چتنا کبھو تھی فرصت احباب کی — دیدۂ تر ساتھ اے مجلس سے پیمانا گیا
گل کھلو صد رنگ تم کیا بلبلو پر ہے نسیم — مدتیں گذریں کہ وہ گلزار کا جانا گیا

دور تجھ سے میر نے ایسا تعب کھینچا کہ شوخ
کل جو میں دیکھا اسے مطلق نہ پہچانا گیا

ہاتھ سو تیری دگر میں ناتوان مارا گیا — سب کہینگے یہ کہ کیا اک جاسے مارا گیا
ایک نگہ ہے بیش کچھ تقصان آیا اس میں — او میں بیچارہ تو اے مہربان مارا گیا
وصل و ہجران و جود و منزل میں راہ عشق کے — دل غریب ان میں خدا جانے کہاں مارا گیا
دل ذرا کھینچا دیار عشق میں ہوا و ہوس — وہ سراپا آرزو آخر جوان مارا گیا

کب نیاز عشق ناز حسن سے کھینچے ہے ہاتھ
آخر آخر میر سر بر آستان مارا گیا

تغافل نہ ہو ہر گز نادان دل سے
بھڑکے گا جب شعلہ تب گھر جلا رہیگا

مرنے پر اپنے مت جا سالک طلب ہیں اسکے
گو سر کو کھو رہیگا پر او سکو پا رہیگا

عمر عزیز ساری دل ہی کے غم میں گنوری
بیمار عاشقی یہ کس دن بھلا رہیگا

دیدار کا تو وعدہ محشر میں دیکھیگے
بیمار غم میں تیری تب تک تو کیا رہیگا

کیا ہے جو اوٹھ کیا ہے پر بستۂ وفا ہے
قید حیات میں ہے تو میر آ رہیگا

جو یہ دل ہے کیا سرانجام ہوگا
نہ خاک بھی خاک آرام ہوگا

مرا جی تو آنکھو نمیں آیا یہ سنتے
کہ دیدار بھی ایک دن عام ہوگا

نہ ہوگا وہ دیکھا جسے کبک تو نے
وہ اک باغ کا سرو اندام ہوگا

نہ نکلا کر اتنا بھی بے پردہ گھر سے
بہت اسمیں ظالم تو بدنام ہوگا

ہزار و نکی بان لگ گئیں جب سے انکھیں
تو اے ماہ کس شب لب بام ہوگا

جگر چاکی ناکامے دنیا ہے آخر
نہیں آتے جو میر کچھ کام ہوگا

خواب میں تو نظر جمال پڑا
پر مرے جی ہی کے جنجال پڑا

وہ نہانے لگا تو سایۂ زلف
بحر میں تو کے کہ جال پڑا

یاد ہا کو ترے دل جھکا لایا
اب کی شرط وفا بجا لایا

قدر رکھی نہ متاع دل
سارے عالم مین مین دکھا لایا

دل کہ یک قطرہ خون نہیں بیش
ایک عالم کی سر بلا لایا

سب پہ جس بار نے گرانی کی
اوسکو یہ ناتوان اوٹھا لایا

دل مجھے اس گلی مین لیجا کر
اور بھی خاک مین ملا لایا

ابتدا ہی مین مر گئے سب یار
عشق کی کون انتہا لایا

اب تو جاتے ہین بتکدے سے میر
پھر ملین گے اگر خدا لایا

کیا عجب پل مین کر ترک ہوا سو جا تکا
ہو جو زخمی کسو پر ہمزدن مژگان کا

اٹھتے پلکون کے گرے ٹپتے ہین لاکھون آنسو
ڈول ڈالا ہو مری آنکھون نے اب طوفان کا

جلوہ ماہ نو ابر تنک بھول گیا
ان نے سو تین ڈپٹے سے جو منھ کو ڈھانکا

لہو لگتا ہے ٹپکنے جو پلک پر ہون ہون
ابتو یہ رنگ ہوا ہیں یہ اشک افشان کا

اوٹھگیا ایک تو اک مر نیکو آ بیٹھے ہے
قاعدہ ہے یہی مدت سے ہمارے یانکا

کار اسلام ہے مشکل ترے خال خط سے
رہزن دین ہو کوئی دزد کوئی ایمان کا

چارہ عشق بجز مرگ نہین کچھ اے میر

دل جو بچا نہین ہو پھر اس مین جا رہیگا
پیار عاشقی مین گذری ہی ہی گرسای
اس گل بغیر مرے یہ باغ رہیگا
نالان ہمارا رہیگا رونا عاشق
دانستہ ہو قافل غم کمنا اس کا حاصل
تو درد دل کہوے وہ کب جا رہیگا

اب جھگی اسکی ہو ہے
کس کس کو میر ان ذکر دیا ہے
مدا یک ہی بوتھ ہے
بھلا ہوگا کہ کیا حال ہے
قصہ فائدہ ناصح مذاق
کہو تو شوق نا پیش ہے
ہی یاد رکھا میر درد دل جس کو لکھا ہوگا
کہا ہوگا

دکانین حسن کی آگے تری تختہ ہوئی ہوگی
جو تو بازار مین ہوگا تو یوسف کب نکلا ہوگا

معیشت ہم فقیرونکی سی اخوان زمان سے کر
کوئی گالی بھی دیوے تو کہ بھلا بھائی بھلا ہوگا

خیال اس ہمہ خاکا ہمنشین اتنا نہین اچھا
گمان رکھتے تھے ہم بھی یہ کہ ہم سے آشنا ہوگا

قیامت کرکے تعبیر جسکو کرتی ہے خلقت
وہ اُس کو چین ابرو کا تہ سایا شاید ہوا ہوگا

عجب کیا ہے ہلاک عشق مین فرہاد و مجنون کے
محبت رو گیا ہو کوئی کہ کم اُس سے جیا ہوگا

نہو کیون غیرت گلزار وہ کوچہ خدا جانے
ہوا اُس خاک پر کن کن عزیزونکا گزر ہوگا

بت ہمسائی اس گلشن کی تجھ بن کیا ہا ہو نہین
کبھو تمنے بھی میر شور نالونکا سنا ہوگا

نہین جز عرش جاگہ اُسکے لینے کو دم اُسکی
قفس سے تن کے مرغ روح میرا جب رہا ہوگا

کہین ہین میر کو مارا گیا شب اوسکے کوچہ مین
کہین وحشت مین شاید بیٹھے بیٹھے اوٹھ گیا ہوگا

یان نام یار کس کا ورد زبان نپایا
پر مطلقا کہین ہم اُسکا نشان نپایا

وضع کشیدہ اُسکی رکھتی ہے داغ سب کو
یونتا کسو سے ہم وہ ابرو کمان نپایا

پایا نہ یون کہ کرلے اوسکی طرف اشارہ
یون تو جہان مین ہمنے اوسکو کہان نپایا

یہ دل کہ خون ہووے برجا نتھا وگرنہ
وہ کونسی جگہ تھی اوسکو جہان نپایا

فتنے کہ گرچہ باعث آفاق مین وہی تھے
لیکن کمر کو اوسکی ہم درمیان نپایا

پتہ گو دن نے بہت سینکو کی تیر پر کین — آہ نابت بھی نہ نکلا یہ گریبان کیجا
تیرا کوچہ ہے تمگاہ وہ کافر جا گہ — کہان مارے گئے کتنے مسلمان کیجا
سر پہ باندھا ہو کفن عشق مین تیرے یعنی — جمع ہمنے بھی کیا ہے سر و سامان کیجا
کیونکہ پڑتی ہو تیرے پاؤن نسیم سحری — اوسکو کو چہین صدر گنج شہیدان کیجا
تو بھی رو نیکو بلا دل ہو ہمارا بھی بھرا — ہو جی ہاں بر سیا مانہین گریبان کیجا

بیٹھ کر میر جہان خوب نہ رویا ہوے
ایسا کوچہ نہین ہے تیرا ہی جانا یک جا

فلک کا منہ نہین اس فتنہ کے اوٹھانیکا — ستم شر یک ترا آنا رہے زمانے کا
ہمارے ضعف کی حالت سے دل قوی کیجو — کہین خیال نہین یہان بحال آنیکا
ترے ہی راہ مین مارینگے سبھی آخر — سفر تو ہم کو ہو درپیش جیسے جانیکا
بسان شمع جو مجلس سے ہم گئے تو گئے — سراغ کیجو نہ پھر تو نشان پانیکا
چمن مین دیکھ نہین سکتے تنک کہ چھپتا ہے — جگر مین برق کے کانٹا مجھ آنیتانیکا
تنک آ تو تا سر بالین نہ کر تعلل کیا — تجھے بھی نتوخ یہی وقت ہو بہانیکا

قطعہ

سراہا اون نے ترا ہاتھ جن نے دیکھا زخم — شہید ہو نہین تری تیغ کے لگانیکا

لبریز شکوہ تھے ہم لیکن حضور تیرے
کار شکایت اپنا گفتار تک نہ پہونچا

بے چشم نم رسیدہ پانی جوانی کوئی
وقت اخیر اوسکے بیمار تک نہ پہونچا

یہ بخت سبزہ دیکھو باغ زمانہ مین ہے
پژمردہ گل بھی اپنی دستار تک نہ پہونچا

قطعہ

مستوری عزبروئی دونون جمع ہو دین
خوبی کا کام کسکی اظہار تک نہ پہونچا

یوسف سے لیکے تا گل پھر گل سے لیکے تا شمع
یہ حسن کسکو لیکر بازار تک نہ پہونچا

افسوس میرے جو ہونے شہید آئے
پھر کام انکا اوسکی تلوار تک نہ پہونچا

اوسکا خیال چشم سے شب خواب لے گیا
قصے کہ عشق جی سے مرے تاب لے گیا

کن نیندون اب تو سوتی ہے اے چشم گریہ ناک
مژگان تو کھول شہر کو سیلاب لے گیا

آوے جو میرا مصطبع مین تو سن لو کہ راہ سے
واعظ کو ایک جام مے ناب لے گیا

نے دل رہا بجا ہے نہ صبر و حواس ہوش
آیا جو سیل عشق سب اسباب لے گیا

میرے حضور شمع نے گریہ جو سر کیا
رویا مین اسقدر کہ مجھے آب لے گیا

احوال اسکا شکار زبون کا ہے جا رحم
جس ناتوان کو مفت نہ قصاب لے گیا

منھ کی جھلک سے یار کے بے ہوش ہو گئے

دشمن نہ کرے دوست سے مرے سامنے جو ہو
تلوار کے لڑکے مرے کیجو حوالا

ناموس مجھ صافی طینت کی ہے ورنہ
رستم نے مرے تیغ کا حملہ نہ سنبھالا

دیکھے ہو مجھے دیدۂ پرخشم سے وہ میر
میرے ہی نصیبو نہیں تھا یہ زہر کا پیالا

پل میں جہان کو دیکھتے میرے ڈبو چکا
اک وقت میں یہ دیدہ بھی طوفان رو چکا

افسوس میر کے پر اتنا نہ کر کہ اب
پچھتا یاں ہی سا ہے جو ہونا تھا ہو چکا

لگتی نہیں پلک سے پلک انتظار میں
آنکھیں اگر یہی ہیں تو پھر فیض سو چکا

یک چشمک پیالہ ہے ساقی بہارِ عمر
جھپکی لگی کہ دور یہ آخر ہی ہو چکا

ممکن نہیں کہ گل کرے ویسی شگفتگی
اس سرزمیں میں تخم محبت میں بو چکا

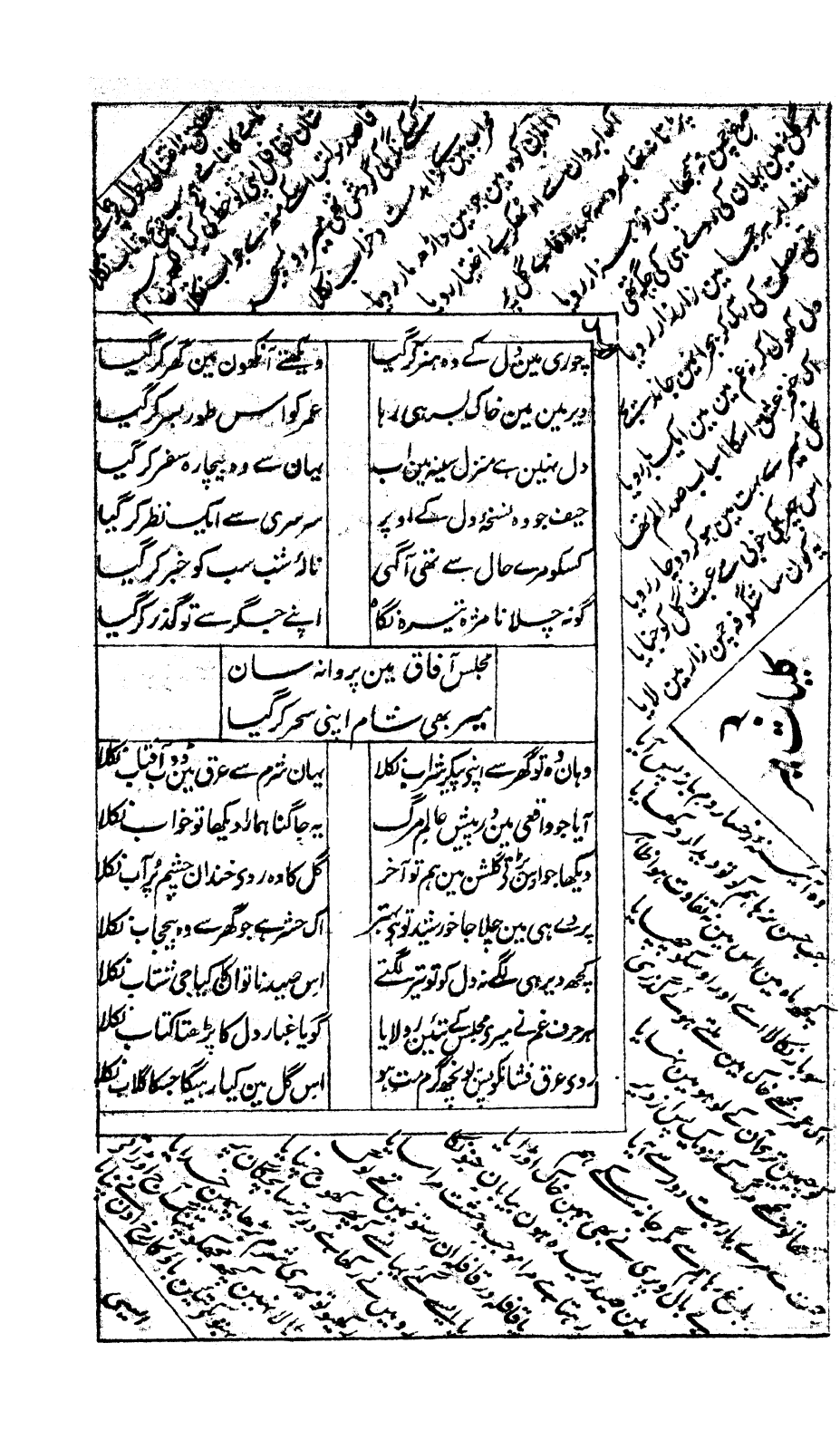
پایا نہ دل بہایا ہو اسیل اشک کا
میں پنجۂ مژہ سے سمندر پلو چکا

ہر صبح حادثے سے یہ کہتا ہے آسمان
اے جام خون میر کو گر منھ وہ دھو چکا

دیر و حرم سے گذرے اب دل ہے گھر ہمارا
ہو ختم اس بلے پر سیر و سفر ہمارا

پلکوں سے تیرے ہم کو کیا چشم داشت یعنی
ان برچھیوں نے بانٹا باہم جگر ہمارا

دنیا و دیں کے جانب میلان ہو تو کہیے
کیا جانیے کہ اس بن دل ہے کدھر ہمارا



کلیات ۲۰

چوری مین دل کے وہ ہنر کر گیا
دیکھتے آنکھون مین گھر کر گیا

دیر مین مین خاک بسر ہی رہا
عمر کو اس طور بسر کر گیا

دل نہین ہے منزل سینہ مین اب
یہان سے وہ بیچارہ سفر کر گیا

حیف جو وہ نسخۂ دل کے اوپر
سرسری سے ایک نظر کر گیا

کسکو مرے حال سے تھی آگہی
نالۂ شب سب کو خبر کر گیا

گونہ چلانا مژہ تیرہ نگاہ
اپنے جگر سے تو گذر کر گیا

مجلس آفاق مین پروانہ سان
میر بھی شام اپنی سحر کر گیا

وہان وہ تو گھر سے اپنے پیکر شراب نکلا
یہان شرم سے عرق مین دو آفتاب نکلا

آیا جو واقعی مین درپیش عالم مرگ
یہ جاگنا ہمارا دیکھا تو خواب نکلا

دیکھا جو اس روش کے گلشن مین ہم تو آخر
گل کا وہ روے خندان چشم پر آب نکلا

پردے ہی مین چلا جا خورشید تو ہی بہتر
اک حشر ہے جو گھر سے وہ بیحجاب نکلا

کچھ دیر ہی لگے نہ دل کو تو تیر لگتے
اس صید ناتوان کا کیا جی شتاب نکلا

ہر حرف غم نے میری مجلس کے بیچ رولایا
گویا غبار دل کا پڑھتا کتاب نکلا

روے عرق فشان کو اپنی لیے پھرے ہو
اس گل مین کیا رہیگا جسکا گلاب نکلا

ایسی پیتا ہے مہر سے ملتا ہے کوئی
دل میر کو بھاری تھا جو پتھر سے لگایا

دل جو زیر غبار اکثر تھا
کچھ مزاج اندنون مکدر تھا

اوسپہ تکیہ کیا تو تھا لیکن
رات دن ہم تھے اور بستر تھا

سرسری تم جہان سے گذرے
ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا

دل کی کچھ قدر کرتے رہیو تم
یہ ہمارا بھی نازپرور تھا

بعد ایک عمر جو ہوا معلوم
دل اوس آئینہ رو کا پتھر تھا

بار سجدہ ادا کیا تہ تیغ
کب سے یہ بوجھ میرے سر پر تھا

کیوں نہ ابر سیہ سفید ہوا
جب تلک عہد دیدۂ کر تھا

اب خرابا ہوا جہان آباد
ورنہ ہر یک قدم پہ یاں گھر تھا

قطعہ

بے زری کا نکر گلہ غافل
رہ تسلی کہ یوں مقدر تھا

لاکھ منعم جہان بیں گذرے
وقت رحلت کے کس کے زر تھا

صاحبِ جاہ و شوکتِ اقبال
اک از انجملہ اب سکندر تھا

تھی یہ سب کائنات زیر نگیں
ساتھ سو رو ملخ سا لشکر تھا

بین اس خراب دل سے گھر ویران ہو گیا
اس بستی میں یہ ایک ہی گھر کوئی آباد تھا

بون ان کا تو پیا ہے سان سے ہجار
ان خون گرفتگان پہ احسان ہے ہجار

ہم مر مٹے ہیں سن کو تم اجاڑ کرکے کہتے
کیا کوچہ کوچہ پھرتا عنوان ہے ہجار

کہتے ہیں جیدگی کی جیتا ہے کیا نہ دھوکی
دیوان شعر گویا دیوان ہے ہجار

ماہیت دو عالم کھائی ہے ٹھوکریں سب
یک قطرہ خون پر دل کا طوفان ہے ہجار

کیا خاندان کا اپنے بخشے کمیں تقدس
روح القدس یکا دلی دربان ہے ہجار

کہتا ہے کام وہ دل جو عقل میں نہ آوے
نادان ہے ہجار

گھر کا بیشتر کہتا ہے
بجز ازیں دل کی بیچارگی فریاد
کس سے کیجیے ستم ملک اپنی

کون دردِ دل غریباں زار
تم ہی فریاد رس ہو ہم کو ہے

ہم خاکی سے عالم کو جلا ہے ورنہ
آئینہ تھا گر قابل پیدا نہ تھا

دھوپ

دھوپ مین جلتی ہین غریب الوطنی کی لاشین
تیرے کوچے مین مگر سایۂ دیوار نہ تھا

صد گلستان ایک بال تھی اوسکی جنبش تک
طائر جان قفس تن کا گرفتار نہ تھا

حیف سمجھا ہو نہ وہ قاتل نادان ورنہ
بے گنہ مارنے قابل یہ گنہگار نہ تھا

عشق کا جذب ہوا باعث سود اور نہ
یوسف مصر زلیخا کا خریدار نہ تھا

نرم تر موم سے بھی ہم کو کوئی دیتی قضا
سنگ چھاتی کا تو یہ دل ہمین دلدار نہ تھا

رات حیران ہون کچھ جب ہی مجھے لگ گئی میر
درد پنہان تھے بہت پر لب اظہار نہ تھا

جی اپنا ہین نے تیرے لیے خوار ہو دیا
آخر کو جستجو نے تری مجھکو کھو دیا

بیطاقتی سکون نہین رکھتی ہمنشین
رونے نے سر گھڑی کے مجھے تو ڈبو دیا

ای ابر اس چمن مین نہو گا گل امید
یان تخم پاس تک مین بھر کے ڈبو دیا

پوچھا جو مین نے درد محبت سے میر کو
رکھ ہاتھ اون نے دیپہ ٹک ایک اپنے رو دیا

خط نکہ پہ آئے جانان خوبی چلا دیگا
ناچار عاشقون کو رخصت کے پان دیگا

سارے رئیس اعضا ہین معرض تلف مین
یہ عشق ہمجا باکس کو امان دیگا

پائے پر آبلے سے مین گم شدہ گیا ہون
ہر خار بادیے کا میرا نشان دیگا

کھلا نشے مین جو پگڑی کا پیچ اوسکے میر
سمند ناز پہ ایک اور تازیانہ ہوا

کیا مون تھے کہ یان بھی آ رسیدہ تھا
رو آشیان طائر رنگ پریدہ تھا

قاصد جو وان سے آیا تو شرمندہ مین ہوا
بیچارہ گریہ ناک گریبان دریدہ تھا

اک وقت ہم کو تھا سر گریہ دشت مین
جو خار خشک تھا سو وہ طوفان سیدہ تھا

جس صید گاہ عشق مین یارو نکا جی گیا
مرگ اُس شکار گہ کا شکار رسیدہ تھا

مت پوچھ کسطرح سے کٹی رات ہجر کی
ہر نالہ میری جان کو تیغ کشیدہ تھا

حاصل نپوچھ گلشن مشہد کا بوالہوس
یان پھل ہر اک درخت کا حلق بریدہ تھا

دل بیقرار گریۂ خونین تھا رات میر
آیا نظر تو بسمل درخون طپیدہ تھا

کثرت داغ سے دل ننگ گلستان نہوا
میرا دلخواہ جو کچھ تھا وہ کبھو یان نہوا

جی تو ایسے کیو صدمے کیو تحمل کیسکن
حیف یہ ہو کہ تنک تو بھی پشیمان نہوا

آدمی کب کے کہ سرمایۂ دو رنج نہوئے
کون آتشک مرا منبع طوفان نہوا

قطعہ

گو توجہ سے زمانے کی جہانمین مجھکو
جاہ و ثروت کا میسر سر و سامان نہوا

سرسبز ملک ہند مین ایسا ہوا کہ میر
یہ ریختہ لکھا ہوا تیرا دکن گیا

لخت جگر تو اپنے یک لخت رو چکا تھا
استک فقط کا چمکا آنکھو نسے لگ رہا تھا

دامن مین آج دیکھا پھر لخت مین نے آیا
ٹکڑا کوئی جگر کا پلکو مین رہ گیا تھا

اس قید جیسے مین چھوٹا جنونکی دولت
ورنہ گلا یہ میرا جون طوق مین پھنسا تھا

مشت نمک کی خاطر اسواسطے ہون حیران
گل زخم دل نہایت دلکو مرے لگا تھا

اہ گرد باد مت دے ہرآن عرض وحشت
مین بھی کسو زمانیمین اسکام مین بلا تھا

بن کچھ کہو سنا ہو عالم سے مین لے کیا کیا
پر تونے یہ نجانا اے بیوفا کہ کیا تھا

روتی ہو شمع اتنا ہر شب کہ کچھ نہ پوچھو
مین سوز دل کو اپنے مجلس مین کیون کہا تھا

قطعہ

سرمار کر ہوا تھا مین خاک اس گلی مین
یسنے پہ مجکو اُسکا مذکور نقش پا تھا

سوبخت تیرہ سے ہون پایا یے صبا مین
ابرن کیواسطے کیا خاک مین ملا تھا

قطعہ

یہ سرگذشت میری فسانہ جو ہوئی ہے
مذکور اُسکا اُسکے کوچے مین جا بجا تھا

سنکر کسی نے وہ بھی کہنے لگا تھا کچھ کچھ
بیدرد کتنے لوے ہان اوسکو کیا ہوا تھا

غلط

غلط ہو عشق میں اے ہوا و ہوس اندیشہ راحت کا
رواج اس ملک میں ہے درد و داغ و رنج و کلفت کا

زمین یک صفحہ تصویر بیتابی ہے ماتا ہی
یہ مجلس جب سے ہے اچھا نہیں کچھ رنگ صحبت کا

جہاں جلوے سے اس محبوب کے یکسر لبالب ہے
نظر پیدا کر اول پھر تماشا دیکھ قدرت کا

ہنوز آوارۂ لیلیٰ ہے جان فتنہ مجنوں کی
موئے پر بھی رہا ہوتا نہیں وابستہ الفت کا

حریف بیگدر ہے صبر و زہ کل کی صحبت میں
نیاز و ناز کا جھگڑا اگر تھا ایک جرأت کا

نگاہ یاس بھی اس صید لاغر پر غنیمت ہے
نہایت تنگ ہے وہ صید بسمل وقت فرصت کا

خرابی دلکی اس حد ہو کہ یہ سمجھا نہیں جاتا
کہ آبادی بھی یاں تھی یا کہ ویرانہ تھا مدت کا

نگاہ مست نے اوسکے بنائی خانقہ سارا
پڑا ہے ہر طرف اب تک کارخانہ زہد و طاعت کا

قدم تک دیکھکر رکھ میر سر دل سے نکالیگا
پلک ہے شوخ تر کانٹا ہے صحرائے محبت کا

جو اس شور سے میر روتا رہے گا
تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا

ہیں دریوانہ الا ہجان سے چلا ہون
جسے ابر ہر سال روتا رہے گا

مجھے کام رونے سے اکثر ہے ناصح
تو کب تک مرے منہ کو دھوتا رہیگا

بسا اوگر یہ آنکھین ترے کیا نہین ہین
کہان تک جہان کو ڈبوتا رہے گا

مرے دل نے وہ نالہ پیدا کیا ہے
جرس کے بھی جو ہوش کھوتا رہے گا

مرا رنگ اڑ گیا جسوقت سنگ محتسب آگے
بغل سے گر پڑا مینا و ساغر چور ہو پھوٹا

مرا وعدہ ہی پہونچا تیرو آنیکے وعدہ تک
ہوا مین ہوتے سیتجا رہا اے شوخ تو جھوٹا

کف جانان سے کیا امکان ہائی میر کوئی ہو
اچنبھا ہی جو اوسکے ہاتھ سے رنگ حنا چھوٹا

برقع اٹھا تھا رخ سے مرے بدگمان کا
دیکھا تو اور رنگ ہی سارے جہان کا

مت مانیو کہ ہوگا یہ بیدرد اہل دین
گر آوے شیخ پہن کے جامہ قرآن کا

خوبی کو اوسکے چہرہ کی کیا پہونچے آفتاب
ہے اسمین اور اوس مین فرق زمین آسمان کا

آبلہ ہو وہ جو ہو وے خریدار گل رخان
اس دیس مین صریح ہے نقصان جان کا

کچھ اور گاتے ہین جو رقیب اوسکے روبرو
دشمن ہین میری جان کے یہ جی ہے تان کا

تسکین اوسکی تب ہوئی جب مجھ پہ چپ لگی
مت پوچھ کچھ سلوک مری بدزبان کا

قطعہ

یان بلبل اور گل پہ تو عبرت سے آنکھ کھول
گلگشت سرسری نہین اس گلستان کا

گل یادگار چہرۂ خوبان ہے بے خبر
مرغ چمن نشان ہے کسو خوش زبان کا

تو برسو نہین کہے ہو ملونگا مین میر سے
یان کچھ کا کچھ ہے حال ابھی اوس جوان کا

قطعہ

ہو گیا دل مرا تبرک جب
درد نے قطعۂ پیام کیا

دلّی کے کج کلاہ لڑکون نے
کام عشاق کا تمام کیا

کوئی عاشق نظر نہین آتا
ٹوپی والون نے قتلِ عام کیا

عشق خوبان کو میر مین اپنا
قبلہ و کعبہ و امام کیا

رات پیاسا تھا میرے لوہو کا
ہون دوانہ ترے سگِ کو کا

شعلۂ آہ جون تون اب مجکو
فکر ہے اپنے ہر بنِ مو کا

ہے مرے یار کے مسون کا رشک
کشتہ ہون سبزہ لبِ جو کا

بوسہ دینا مجھے نہ کر موقوف
ہے وظیفہ یہی دعا گو کا

شورِ قلقل کی ہوتی تھی مانع
ریش قاضی پہ رات مین تھو کا

عطر آگین ہے بادِ صبح مگر
کھل گیا پیچ زلفِ خوشبو کا

ایک دو ہو تو سحر چشم کہون
کارخانہ ہے وان تو جادو کا

قطعہ

میر ہر چند مین نے چاہا لیک
نہ چھپا عشق طفلِ بدخو کا

کہان تھا تو اسطور آئینے میرے
گلی مین ترے کل تماشا ہوا تھا

گریبانسے تب ہاتھ اوٹھایا تھا مین نے
مرے اور دامانِ صحرا ہوا تھا

نسے طالع اے میر اون نے یہ پوچھا
کہان تھا تو اب تک تجھے کیا ہوا تھا

آہ کی مین دل خیران وخفا کو سونپا
مین نے یہ غنچہ تصویر صبا کو سونپا

تیر کو چے مین مری خاک بھی پامال ہوئی
تھا بیدرد مجھے جن نے وفا کو سونپا

اب تو جاتا ہی ہے کعبے کو تو بتخانے سے
جلد پھر پھیو اے میر خدا کو سونپا

گلہ نہین ہے ہمین اپنی جان گدازی کا
جگر پہ زخم ہوا اوسکی زبان درازی کا

سمندِ نازنے اوسکی جہان کیا پامال
وہی ہوا ب بھی اُسے شوق تز کتازی کا

ستم ہین قہر ہین لونڈے شراب خانیکے
اتار لیتے ہین عمامہ ہر نماز یکا

الٹ پلٹ مری آہ سحر کی کیا ہے کم
اگر خیال تمھین ہو وی یزہ بازیکا

بتاؤ ہمسے کوئی آن تمسے کیا بگڑی
نہین ہے تم کو سلیقہ زمانہ سازیکا

خدا کو کام تو سونپے ہین مین نے سب لیکن
رہے ہو خوف مجھو وانکی بے نیازی کا

چلو ہو راہ موافق کسے مخالف کی
طریق چھوڑ دیا ہمنے دل نوازی کا

سب گئے ہوش و صبر و تاب و توان
دل سے ایک داغ ہی جدا نہوا

ظلم و جور و جفا ستم بیداد
عشق مین تیرے ہم پہ کیا نہوا

ہم تو ناکام ہی جہان مین رہے
یان کبھی اپنا مدعا نہوا

میر افسوس وہ کہ جو کوئی
اوسکے دروازے کا گدا نہوا

یار عجب طرح نگہ کر گیا
دیکھنا وہ دل مین جگہ کر گیا

تنگ قبائی کا سمان یار کی
پیرہن غنچہ کو نہ کر گیا

جاتا ہو اس بزم سے آیا تو کیا
کوئی گھڑی سی گو کہ تو رہکر گیا

وصف خط و خال مین خوبان کے میر
نامۂ اعمال سیہ کر گیا

آہ سحر نے سوز دل کو مٹا دیا
اس یار نے ہمین تو دیا سا بجھا دیا

سمجھی نہ باد صبح کہ آکر اوٹھا دیا
اس فتنۂ زمانے کو ناحق جگا دیا

پوشیدہ راز عشق چلا جائے تھا سو آج
بیطاقتی نے دل کی وہ پردہ اوٹھا دیا

اس موج خیز دہر مین ہم کو فضا نہ آہ
پانی کے بلبلے کیطرح سے مٹا دیا

تھی آگ اوسکی تیغ کی ہم کو سو عشق نے
دونون کو سعر کے مین گلے سے ملا دیا

غزل ۵۰

اب وہ نہین کہ آنکھین تھین پر آب و رو بشب
اک وقت رو لیا تھا ہمین بھی خیال سا
اوسکے لیئے نہ پھرتے تھے ہم خاک چھانتے
قدرت تو دیکھ عشق کی مجھسے ضعیف کو
سجدہ اُس آستان کا نہین یون ہوا نصیب
اب سم بط اوٹھ ہی گئی ورنہ پیش ازین

پیکار کر رہی ہے آنکھ سے خون نابرو بشب
آتے تھے آنکھ سے چلو سیلاب رو بشب
رہتا تھا پاس وہ دُر نایاب رو بشب
رکھتا ہے شاد بے خور و بیخواب رو بشب
رگڑا ہے سر میانہ محراب رو بشب
بیٹھے ہی رہتے تھے ہم جواب رو بشب

دل کسکے رو و موسے لگایا ہے میرنے
پاتے ہین اُس جوان کو بیتاب رو بشب

رویا کیے ہین غم سو ترے ہم تمام شب
بکنے سے دل کے آج بچا ہون تو اب جیا
یہ اتصال تا بتک جگر سوز کا کہان

پڑتی رہی ہے روز سی شبنم تمام شب
چھاتی ہی ہین ہا ہو مرا دم تمام شب
رونی ہو یون تو شمع بھی کم کم تمام شب

قطعہ

گذرا کسی جہا نمین خوشی سے تمام دن
کسکی گئی زمانہ مین ہیچم تمام شب

شکوہ عبث ہے میر کہ کرتے ہین سارے دن
یا دل کا حال رہتا ہے درہم تمام شب

آئے کنعان سے باد مصر لے
نہ گئے تا بکلبۂ یعقوب

بن عصا شیخ یک قدم نہ رکھے
راہ چلتا نہیں یہ خر بے چوب

اسلیے عشق مین نے چھوڑا تھا
تو بھی کہنے لگا بڑا کیا خوب

بی ہوے تو لہو پیا ہون مین
مختسب آنکھون پر ہے کچھ آشوب

میر شاعر بھی روز کوئی تھا
دیکھتے ہو نہ بات کا اسلوب

ردیف تا

روز نہ ملون یار سے یا شب ہو ملاقات
کیا فکر کریں کس کو سو دھب ہو ملاقات

نی بخت کی یاری ہو نہ کچھ جذب ہے کامل
وہ آپ ہی ملی تو ملے پھر جب ہو ملاقات

دو رہین کردن نالہ و فریاد کہان تک
یکبار تو اُس شوخ سے یارب ہو ملاقات

جاتی ہے غشی بھی کبھو آتی ہین بخود بھی
کچھ لطف اوٹھے باری اگر اب ہو ملاقات

وحشت ہے بہت میر کو مل آیئے چل کر
کیا جانیے پھر یانسے گئے کب ہو ملاقات

سب ہوئی تدبیر پر تدبیر ہو جانان سمیت
تیر تو نکلا مری سینے سے لیکن جان سمیت

سنگ ہو جاوے گا عرصہ خفتگان خاک پر
گر ہمین رہزن سے پیادل تا لان سمیت

پیرِ زلفوں نہیں منہ چھپا کے پوچھا
اب ہوئی میر کس قدر رات

جیتا ہو نہیں ہو جسے آزارِ محبت
مایوس ہو نہیں بھی کہ ہوں بیمارِ محبت

امکان نہیں جی ہو جو قید سے آزاد
مر جائیے بنہی چھوٹے گرفتارِ محبت

تقصیر خوبانکی نہ جلاد کا کچھ جرم
تھا دشمنِ جانی مرا اقرارِ محبت

ہر جنس کے خوبان ملے بازارِ جہاں میں
لیکن نہ ملا کوئی خریدارِ محبت

اس راز کو رکھ جی ہی میں تا جی ہی بچے تیرا
زنہار جو کرتا ہو تو اظہارِ محبت

بر نقشِ قدم تیرے سر نیچے ہیں عاشق
ٹک سیر تو کر آج تو بازارِ محبت

کچھ مست ہیں ہم دیدۂ پر خون جگر سے
آیا یہی ہے ساغر سرشارِ محبت

بیکار مزہ عشق میں تو رو دینے سے ہر گز
یہ گر یہی ہی ہے آبِ رخِ کارِ محبت

مجھ سا ہی ہو مجنوں سو یہ کب مانی ہے غافل
ہر گز نہیں اے میر سزاوارِ محبت

جیمیں ہے یاد رخ و زلف سیہ فام سبت
رونا آتا ہے مجھے ہر سحر و شام سبت

دست حیتا دتلک بھی نہ میں پہنچا جیتا
بیقراری نے لیا مجھکو تہ دام سبت

ایک دو چشمک ادھر گردشِ ساغر کہ کدام
سر چڑھی رہتی ہو یہ گردشِ ایام سبت

واشد ہوئی دلکو فقیر وںکے بھی ملے — کھلتی نہین گرہ یہ کسو کی دعا سے آج
جیتے ہین اعتبار نہین ورنہ ہمنشین — ہم چاہتے ہین موت تو اپنی آج
ساقی ٹک ایک موسم گل کیطرف تو دیکھ — ٹپکا پڑے ہے رنگ چمن مین ہوا سے آج

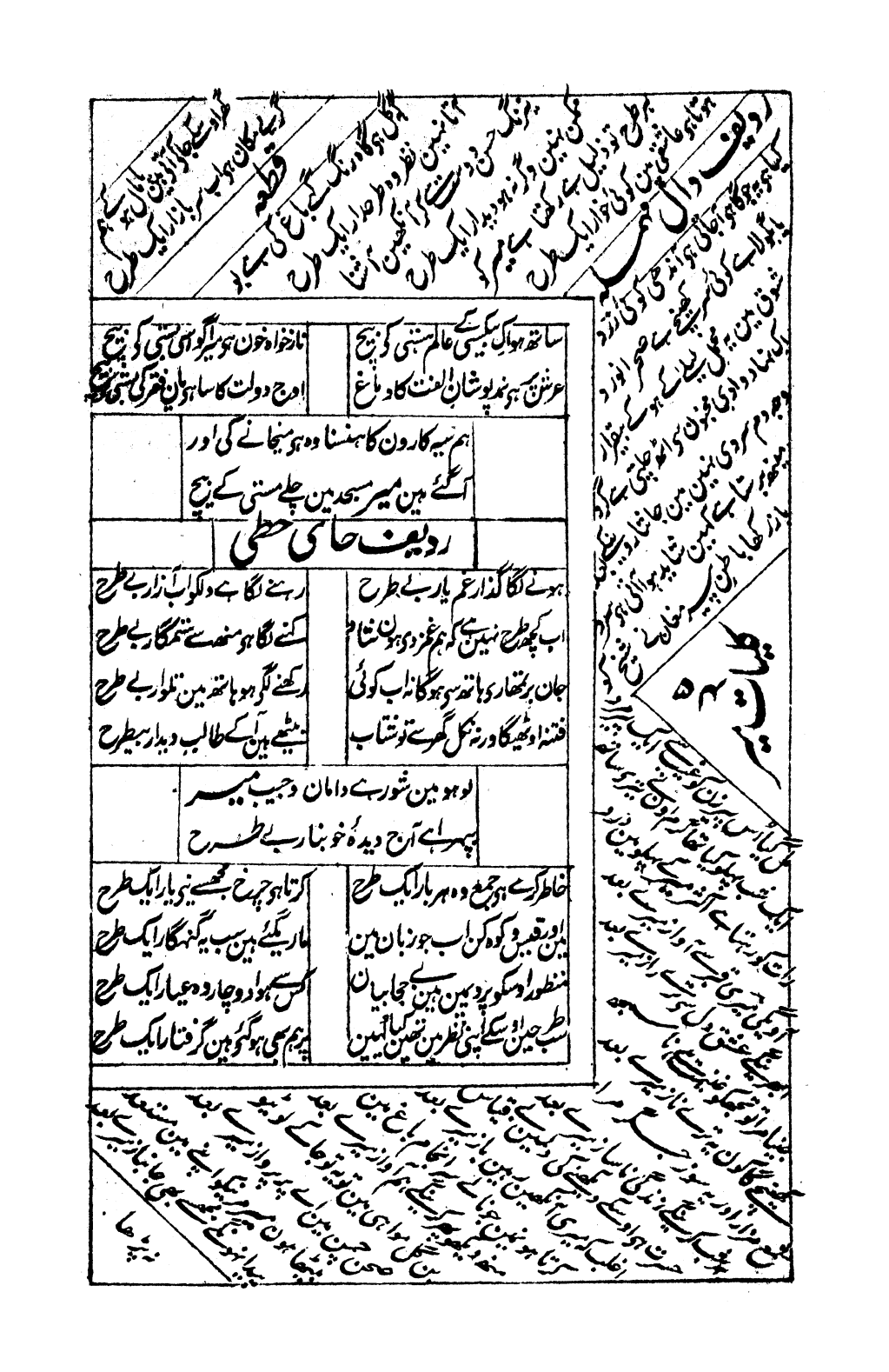
تھا جی مین اس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے میر
پر کچھ کہا گیا نہ غم دل حیا سے آج

ردیف جیم فارسی

کانشل اٹھین ہم بھی گنہگار وںکے بیچ — ہون جو رحمت کی سزاوار وںکے بیچ
جی سدا ان ابرون ہی مین رہا — کی بسر ہم عمر تلوار وں کے بیچ
چشم ہو تو آئینہ خانہ ہے دہر — منھ نظر آتا ہے دیوار وںکے بیچ
ہین عناصر کی یہ صورت بازیان — شعبدہ کیا کیا ہین ان چار وںکے بیچ
جسے نکلا ہے تو یہ جنس حسن — پڑ گئی ہے دھوم بازار وںکے بیچ
عاشقی و بیکسی و رفتگی — جی رہا کب ایسے آزار وںکے بیچ
جو سر شک دس ماہ بن جھمکے ہے شب — وہ چمک کا ہیکو ہے تار وںکے بیچ
او سکے آتشناک رخسار وں بغیر — لوٹیے یون کبتک انگار وںکے بیچ
بیٹھنا غیر ونمین کب ہے ننگ یار — پھول گل مجاتی ہین خار وںکے بیچ

قطعہ

تا بطاقت کو وہ رخصت ہوا مرنے کی



ردیف واو کے

قطعہ

ردیف حاے حطی

غزلیات میر ۵۴

نہ پڑھا خط کو یا پڑھا قاصد
آخر کار کیا کہا قاصد

کوئی پہونچا نہ خط مرا اُس تک
میرے طالع ہین نارسا قاصد

سر نوشت زبون سے زر ہو خاک
راہ کھوٹی نکر تو جا قاصد

گر پڑا خط تو تجھ پہ حرف نہین
یہ بھی میرا ہی تھا لکھا قاصد

یہ تو رونا ہمیشہ ہے مجھکو
پھر کبھو پھر کبھو بھلا قاصد

اب غرض خامشی ہی بہتر ہے
کیا کہون تجھسے ماجرا قاصد

شب کتابت کے وقت گریے مین
جو لکھا خط سو بہ گیا قاصد

کہنہ قصہ لکھا کرون تا کے
بھیجا کب تک کرون نیا قاصد

ہے طلسمات اوسکا کوچہ تو
جو گیا سو وہین رہا قاصد

باد پر ہے برات جسکا جواب
اوسکو گذرے ہین سالہا قاصد

نامہ میر کو اُڑاتا ہے
کاغذ باد گرگیا قاصد

ہون رگذر مین تیرے ہر نقش پا ہو شاہد
اوڑتی ہو خاک میری باد صبا ہے شاہد

طوف حرم مین بھی بھولا نہ تجھکو ہرگز
آتا تھا یاد تو ہی میرا خدا ہے شاہد

خونریزی اجانب باطن مرا نہین ہے
وقت سحر ہے شاہد دست دعا ہے شاہد

مونداں کھین سفر عدم کا کر — بس ہے دیکھا نہ عالم ایجاد
فکر تعمیر مین نہ رہ منعم — زندگانی کی کچھ بھی ہے بنیاد
خاک بھی سر پہ ڈالنے کو نہین — کس خرابے مین ہم ہوے آباد
سنتے ہو تک سنو کہ پھر مجھ بعد — نہ سنوگے یہ نالہ و فریاد
لگتی ہے کچھ سموم سی تو نسیم — خاک کس دل جلے کی دی برباد
بھولا چاہے غم بتان مین جی — غرض آتا ہے پھر خدا ہی یاد
ترے قید نفس کا کیا شکوہ — نالے اپنے سے اپنی سی فریاد
ہر طرف ہین اسیر ہم آواز — باغ ہے گھر ترا تو اے صیاد
ہم کو مرنا یہ ہے کہ کب ہو کہین — اپنی قید حیات سے آزاد
ایسا وہ شوخ ہے کہ اوٹھتی صبح — جانا سو جائے اوسکے ہے معتاد
نہین صورت پذیر نقش اوسکا — یون ہو تصدیع کھینچے ہے بہزاد

قطعہ

خوب ہے خاک سی بزرگون کی — چاہنا تو مرے تئین امداد
نامراد ہوئی ہو جسپہ پروانہ — وہ جلاتا پھرے چراغ مراد
پر مروت کہان کی ہے اے میر — تو ہی مجھ دل جلے کو کر ارشاد

مین منع میر تجھکو کرتا نہ تھا ہمیشہ
کھولی نہ جان تونے دل کو لگا لگا کر

نہو ہرزہ در اتنا خموشی لے جرس بہتر
نہین اس قافلے مین اہل دل ضبط نفس بہتر

نہو ناہی بھلا تھا سامنے اُس چشم گریانکے
نظر اے ابر تر آپ ہی نہ آویگا برس بہتر

سدا ہو خار ہا غبان گل کا جان مانع
سمجھ اے عندلیب اُس باغ سے کنج قفس بہتر

بڑا ہو استخوان لیکن نہ سمجھے تو تو کیا کرلے
شہادتگاہ مین ہے بیدل سب اپنی دسترس بہتر

سیہ کرو نگا گلشن دو دسے باغبان بھی
جلا آتش مین تیرے آشیانکے خار و خس بہتر

کیا داغونسے رشک باغ اسی صد فرین الفت
یہ سینہ ہم کو بھی ایسا ہی تھا در کار بس بہتر

قدم تیرے چھوئی تھی جنسے بت ہاتھ ہی سر ہے
مرے حق مین نہونا ہی تھا ننگ و ننگ بہتر

عبث پوچھے ہو مجھسے میر مین صحرا کو جاتا ہون
خرابی ہے یہ دل رکھا ہے جو تو نے تو بس بہتر

آشوب دیکھ چشم تری سر رہی ہین جوڑ
پلکونکے صف سے بھر گئین منھ کو موڑ موڑ

لاکھون جتن کیے نہو ضبط گریہ لیک
سنتے ہی نام آنکھ سے آنسو گرے کروڑ

زخم درون سے میرے نہ تک بیخبر رہو
اب ضبط گریہ تجھ ادھر ہی کو سب نچوڑ

گرمی سے تیرے تن کی پر دا ہو کیا ہمین
برسون ہی ہے جان کے کے کی یان مروڑ

گداز عاشقی کا میر کے شب ذکر آیا تھا
جو دیکھا شمع مجلس کو تو پانی ہو گئی گھل کر

کر رحم تک کبتک ستم مجھپر جفا کا راستقدر — ایک سینہ خنجر سیکڑون یکجان و آزار استقدر
بھاگ مری صورت سے وہ عاشق ہین اُسکی تنگ پر — مین اُسکا خواہان یان فلک و مجھسے بیزار استقدر
منزل پہونچنا اکطرف صبر و توی ہی سکون — یکقدم مین آبلے پھر راہ پر خار استقدر
ہے جای ہولون مین ترے اور گذر بے وفا — کر رحم تک اپنا و پر مت ہو دل آزار استقدر
گر تشنگی ہووی تو کیا عالم سے ہم کو فائدہ — یہ بے فضا ہو اک قفس ہم ہین گرفتار استقدر

قطعہ

غیر و بغل گیری تری عید و رہے بھاگنا — ہم یار یون غمزدے خوش ہوئین اغیار استقدر

طاقت نہین ہے بات کی کہتا تھا نعرہ مارنے
کیا جانتا تھا میر ہو جاویگا بیمار اس قدر

قیامت تھا اُس خشمگین پر — کہ تلوارین چلین ابرو کی چین پر
نہ دیکھا آخر اُس آئینہ رو کو — نظر سے بھی نگاہ واپسین پر
گئے دن عجز و نالیکے کہ اب ہے — دماغ نالہ چرخ ہفتمین پر
ہوا ہے ہاتھ گلدستہ ہمارا — کہ داغ خون بہتے ہے آستین پر

قطعہ

کہان تک اپنی رسوائی کا رونا — کبھو جو آنکھ کے آگے نہین آتا
نظر بازی نہین ہمارے دین پر — خدا جانے کہ کیا خواہش ہماری دل کو

پر افشانی قفس ہی کی ہے بس — کبھو واپس چمن قابل نہین یار

ہر سحر ایک چلی تو ہے تو نسیم
اے سیہ مست نازنک ہشیار
شاخ شانے ہزار نکلین گے
جو گیا او سکی زلف کا اک تار

قطعہ

واجب القتل اسقدر تو ہون
کہ مجھے دیکھکر کہے ہے پکار
یہ تو آیا نہ سامنے میرے
لاؤ میرے میان سے تلوار

قطعہ

آ زیارت کو قبر عاشق پر
اک طرحکا ہے یان بھی جوش بہار
نکلے ہو میری خاک سے نرگس
یعنے ابتک ہے حسرت دیدار

قطعہ

میر صاحب زمانہ نازک ہے
دونون ہاتھون سے تھامئے دستار
سہل سی زندگی یہ کام کئے
اپنے اوپر نہ کیجیے دشوار
چار دن کا ہے مجملہ یہ سب
سب سے رکھئے سلوک ہے ناچار
کوئی ایسا گناہ اور نہین
یہ کہ کیجے ستم کسی پر یار

قطعہ

وان جہان خاک کے برابر ہے
قدر ہفت آسمان ظلم شعار

یارب جلب مین کوئی کب تلک پھرے
تسکین دیکے بیٹھ رہون پاؤن گاڑ کر

منظور ہو نہ پاس ہمارا تو حیف ہے
آؤ مین لخ دور سے ہم تجھکو تاڑ کر

غالب کرے قوت دل اس ضعیف کو
تنگے کو جو دکھاوے ہے پل مین پھاڑ کر

نکلینگے کام دل کے نہ کچھ اہل رئیس سے
کچھ ڈھیر کرچلین ہین بے آگے اکھاڑ کر

اسی فن کے پہلوانون سے کشتی رہی ہے میر
بہتون کو ہم نے زیر کیا ہے پچھاڑ کر

مرتے ہین تیرے نرگس بیمار دیکھکر
جاتے ہین جی سے کسقدر آزار دیکھکر

افسوس وے کہ منتظر اک عمر تک رہے
پھر مر گئے ترے نہین یکبار دیکھکر

ناخواندہ خط شوق لگو چاک کرنے تو
قاصد تو کیون تک کہ جفا کار دیکھکر

کوئی جو دم بھا ہو سو آنکھون مین ہے پھر اب
کر یونک ایک وعدہ دیدار دیکھکر

دیکھین جدھر وہ رشک پری پیش چشم ہے
حیران رہ گئے ہین یہ اسرار دیکھکر

جاتا ہے آسمان لئے کوچے سے یار کے
آتا ہو جی بھر اور و دیوار دیکھکر

تیرے خرام ناز پہ جاتے ہین جی چلے
رکھ تک قدم زمین پہ ستمگار دیکھکر

طالع نے چشم پوشی کی یا تک کہ ہمنشین
چھپتا ہو مجھکو دور سے اب یار دیکھکر

جی مین تھا اُس سے ملتے تو کیا کیا نہ کہئے میر

قطعہ

ایکو نکی کھال کھینچی ایکون کو دار کھینچا
اسرار عاشقی کا پچتاے یار کمکر
طاعت کوئی کرے ہے جبار آکے جھوٹے
اگر ہو سکے تو زاہد اسوقت مین گنہ کر

کیون تو نے آخر آخر اسوقت منہ دکھایا
دی جان میر نے جو حسرت سے اک نگہ کر

شیخی کا اب کمال ہے کچھ اور
حال ہی اور فال ہے کچھ اور
وعدے برسون کے کتنے دیکھے ہین
دم مین عاشق کا حال ہے کچھ اور
سہل مت بوجھ یہ طلسم جہان
ہر جگہ یان خیال ہے کچھ اور
تو رگ جان سمجھتے ہو گی نسیم
اوسکے گیسو کا بال ہے کچھ اور
نہ ملین گو کہ ہجر مین مرجائین
عاشقون کا وصال ہے کچھ اور
کوزہ پشتی پہ شیخ کے مت جاؤ
اوس پہ بھی احتمال ہے کچھ اور
یاسمین اوسمین بڑی تفاوت ہے
آبنک کی چال ڈھال ہے کچھ اور

میر تلوار چلتی ہے تو چلے
خوش خرامون کی چال ہے کچھ اور

جو دل اپنا ہوا تھا زخمی چور
ضبط گریہ سے پڑ گئے ناسور
صبح اُس سرو مہر کے آگے
قرص خورشید ہو گیا کافور

مشت خاک اپنی جو پامال ہر یاں پہ نجا
سر کو کھینچے گا فلک تک یہ غبار آخر کار

چشم وا دیکھے اُس باغ مین کیجو نرگس
آنکھ سے جاتی رہیگی یہ بہار آخر کار

اولِ کار محبت تو بہت سہل ہے میر
جی سے جاتا ہے ولے صبر و قرار آخر کار

خط مین کیا ہے سمان پسینے پر
موتی گویا جڑے ہین مینے پر

کوئی ہوتا ہے دل طپش سے بُرا
ایک دم کے لہو نہ پینے پر

وے سے میری شکستین الجھی ہین
سنگ باران ہے آب گینے پر

چاک سینے سے کھل گئے یان کے
یکبار فو کم ہوا ہے سینے پر

جور و لبسر سے کیا ہون آزردہ
میر اس چار دن کے جینے پر

ہم بھی پھرتے ہین یک چشم لیکر
دستۂ داغ و فوج غم لیکر

دست کش نالہ پیش رو گریہ
آہ چلتی ہے یان علم لیکر

مرگ اک ماندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلین گے دم لیکر

اُسکے اوپر کہ دل سے نھا نزدیک
غم دوری چلے ہین ہم لیکر

بارہا صید گہ سے اُسکے گئے
داغ یاس آہ سرد م لیکر

جھمکے دکھا کے باعث ہنگامہ ہی رہے — پر گھر سے در پہ آئے نہ تم بات مان کر
کہتے نہ تھے کہ جان سے جاتے رہینگے ہم — اچھا نہین ہی آنہ ہمین امتحان کر
کم کو جو ہم ہوئے تو ستم کچھ نہو گیا — اچھی نہین یہ بات مت اتنی زبان کر
ہم وہی ہین سنکے خون سے تری سب راہ ہو گل — مت کر خراب ہمکو تو اور و نہین بان کر
تا کشتہ وفا جانے مجھے تمام خلق — تربت پہ میری خون سے یہ نشان کر
نماز و عتاب و خشم کہان تک اٹھایئے — یارب کبھو تو ہمپہ اسے مہربان کر

انسانے مادمن کے تئین میر کتلک
چل اب سو وین منھ پہ ڈوپٹے تان کر

آزار دیکھے کیا کیا اُن پلکون سے اٹک کر — جی لیگئے ہین کانٹے دلمین کھٹک کھٹک کر
سرو قد رو دونون پھر آپ مین نہ آئے — گلزار مین چلا تھا وہ شوخ لٹک لٹک کر
کب آنکھ کھول دیکھا تیرے تئین میر ہائے — ناچار مر گئے ہم سر کو پٹک پٹک کر
حاصل بجز کدورت اس خاکدان سے کیا ہے — خوش وہ کہ اٹھ گئے ہین ایمان چھٹک چھٹک کر
یہ مشت خاک یعنی ان ہی ہے رو کش — ورنہ اٹھائی کن نے اس سامنکی ٹک کر
دل کام چاہتا ہے لب وسکے گیسون سے — وان گئے ہین کتنے برسون ٹک ٹک کر
ٹک منھ سے وسکو دی شب قمع کر گیا تھا — جاتی رہی نظر سے مہتاب سی چھٹک کر

مرگیا مین مرے باقی ہین آثار ہنوز
ترہین سب سر کے لہو سے در و دیوار ہنوز

دل بھی پُر داغ چمن ہے پر آسے کیا کہیے
جی سو جاتی ہی نہین حسرت دیدار ہنوز

بہ گئی عمر ہوے ابر بہاری کو ولے
لہو برسا ہے ہین دیدۂ خونبار ہنوز

بدنہ لیجائیو پوچھون ہون تجھی فصد طبیب
یہ ہوا کوئی بھی اس درد کا بیمار ہنوز

بار ہا چل چکی تلوار تری چار چوٹ شوخ
تو نہین چھوڑتا اس طرز کی رفتار ہنوز

ایکدن بال فشان ٹک ہوئی تھی خوش ہو کر
ہین غم دل کی اسیری مین گرفتار ہنوز

کوئی تو آبلہ پا دشت جنون سو گذرا
ڈوبا ہی جاے ہے لو ہو مین سر خار ہنوز

منتظر قتل کے وعدے کا ہون اپنے یعنی
جیتا مرنے کو رہا ہے یہ گنہگار ہنوز

اڑ گئے خاک ہو کتنے ہی ترے کوچے سے
باز آتے نہین پر تیرے ہوادار ہنوز

قطعہ

ایک بھی خم کی جا جسکے نہ تن کہنہ مین
کوئی دیتا ہی سنا دیسی کو آزار ہنوز

ٹک تو انصاف کر اے دشمن جان عاشق
میان سو نکلی پڑے ہے تری تلوار ہنوز

قطعہ

میر کو ضعف مین تن بکھ کہا کچھ کہیے
ہے تجھے کوئی گھڑی قوت گفتار ہنوز

ابھی اک دم مین زبان چلتی ہے جاتی ہے
درد دل کیون نہین کرتا ہی تو اظہار ہنوز

حیران ہون میر نزع مین اب کیا کرون بھلا
احوال دل بہت ہے مجھے فرصت اک نفس

کیونکہ نکلا جائے جگر غم سے مجھ سبیل کے پاس
آگ دو بی جاتی ہو کشتی مری ساحل کے پاس

ہو پریشان دشت مین کسکا غبار ناتوان
گرد کچھ گستاخ آتی ہی چلی محمل کے پاس

گرم ہوگا حشر کو ہنگامۂ دعوی بہت
کانسکے مجکو نہ لیجاوین مری قاتل کے پاس

دور اس سے جون ہو دل پر بلا ہو مضطرب
اسطرح تڑپا نہین جاتا کبوتر بسمل کے پاس

بوی خون آتی ہے بادِ صبحگاہی سے مجھے
نکلی ہو میر دشاید ہو کسی گھایل کے پاس

آہ نالے مت کیا کر اس قدر بیتاب ہو
اسکی تمکش میر ظالم ہے جگر بھی دل کے پاس

مرگیا بین ملا نہ یار افسوس
ہاے افسوس صد ہزار افسوس

ہم تو ملتے تھے جب! ہا ہا ہا
نرہا وہ بھی روزگار افسوس

یون گنواتا ہے دل کوئی مجھکو
یہی آتا ہے بار بار افسوس

قتل گر تو ہمین کریگا خوشی
یہ توقع تھی تجھسے یار افسوس

رخصتِ میر باغ ٹک نہوئی
یون ہی جاتی رہی بہار افسوس

خوب بد عہد تو نہ مل لیکن
میرے تیرے تھا یہ قرار افسوس

قطعہ

کل بلبل نے باغ مین دل ہاتھ سے دیا
اک سادہ گل فروش کا آکر کلیجہ پیوند ہوگیا
جاتا ہے ہائے نگاہ سے جون تو پھر
آج اس نخچیر گاہ جگر مین پیادہ پوش

قطعہ

شب اس بن دل کو فتنہ گو داغ کر روز
تھا مجھ پر شعلہ خانہ ہم سے کیا کیا کرتا رہا
آئی صدا کہ یاد کر دود رفتگان
بالا سے خرمن ہی پہ یہ جا برق کا گرا

شیخ ہو دشمن ن رقاص — کیون نہ القاص لا یحب الرقاص

سالمین ربہاری تجھسے اکبار ہی فیض — چشم نم دیدہ عاشق کی سدا جاری ہی فیض

سب سے آئینہ نظر رکھتے ہین خوبان اختلاط — ہوتی ہین یہ لوگ بھی کتنے پریشان اختلاط

تنگ آیا ہو نہین تنگ تنگ تو شی سے ترے — اس تن نازک سے یہ جا کو چسپان اختلاط

غیر مجھکو جو کہتے ہین محفوظ — تجھسے ملتے ہین رہتے ہین محفوظ

مست روشن ہو کہ شب مجلس ہین آتی ہی شمع — اس بھبھو کی کو بیٹھا دیکھ جلجاتی ہی شمع

شیخ سیج خوب ہی بہشت کا باغ — جائینگے گر وفا کرے گا دماغ

ہم اور تیرے گلے سے سفر دروغ در دروغ — کہان دماغ ہمین اسقدر دروغ دروغ

تم اور ہمسے محبت تمھین خلاف خلاف — ہم اور الفت خوب گر در دروغ در دروغ

خط اغلط کر رہین تمسے ہم تنک غافل — تم اور پوچھو ہماری خبر دروغ در دروغ

فروغ کچھ نہین دعوی کو صبح صادق کے — شب فراق کو کہتے ہین سحر دروغ در دروغ

کسو کے کہنے سے مت بدگمان ہو میرے تو
وہ اور اوسکو کسو پر نظر دروغ در دروغ

ردیف فا

آجکل کا ہیکو بتلاتو ہو گستاخی معاف — راستی یہ ہے کہ وعدے ہین تمھارے سب خلاف

نہ سمجھا گیا اُس کیا دیکھکر
اُٹھا تھا مری چشم تر کیطرف

ٹپکتا ہے پلکون سے خون متصل
نہین دیکھتے ہم جگر کیطرف

مناسب نہین حال عاشق سے صبر
رکھے ہے یہ دارو ضرر کیطرف

کسی منزل و لکشن دہر مین
نہین میل خاطر سفر کیطرف

مرگ جان کب آتی ہے آنکھو نہین میر
گئے ہین مزاج اُس کمر کی طرف

ردیف قاف

درد ہے جو رہے بلا ہے عشق
شیخ کیا جانے تو کہ کیا ہے عشق

تو سنو وے تو نظم کل اٹھ جاے
سچے ہین شاعران خدا ہے عشق

ردیف کاف تازی

بے چین مجھکو چاہتا ہر دم ہی سر خاک
چھاتی پہ بعد مرگ بھی دل ہی ہے زیر خاک

آسودگی جو چاہو تو مرنے پہ دل کو رکھ
آشفتگی طبع بہت کم ہے زیر خاک

تنہا تو اپنی گور مین رہنے پہ بعد مرگ
مت اضطراب کر تو کہ عالم ہے زیر خاک

رویا تھا مندرج مین مین اُسی یاد کر بہت
اب تک مری ہر ایک مژہ نم ہے زیر خاک

کیا آسمان پہ پھینکے کوئی میر آپ کو
جانا جہان سو سب کو مسلم ہے زیر خاک

خط آئے پہ ہو دن ہو سیہ تم سے ہمارا
جاتا نہیں اندھیر یہ سر کار سے اب تک

نکلا تھا کہیں وہ گلِ نازک شبِ مہ میں
سو کو فت نہیں جاتی ہے خمسار سے اب تک

دیکھا تھا کہیں ساتھ ترے قد کا چمن میں
ہیں میر جی آوارہ پریوار سے اب تک

میرِ گم کردہ چمن زمزمہ پرواز ہے ایک
جسکے لبِ دلم سے تا گوشِ آواز ہے ایک

کچھ ہوا ہی مرغِ قفس لطف نجا وے اُسے
نوحہ یا نالہ سرا ایک بات کا انداز ہے ایک

ناتوانی سے نہیں بال فشانی کا دماغ
ورنہ تا باغِ قفس سے مری پرواز ہے ایک

گوشِ کو ہوش کی تک کھولکے سُن شورِ جہان
سبکی آواز کے پردے میں سخن ساز ہے ایک

چاہے جس شکل سے تمثال صفت اسمیں در آ
عالمِ آئینے کے مانند درِ باز ہے ایک

بالیں پہ میرے آویگا تو گھر سے جبتک
گر جاؤنگا سفر ہی میں دنیا سے تب تلک

اتنا دنوں ورد سے طپش کرے کا دل میں
یہ مجملہ تمام ہی ہے آج شب تلک

نقاش کیونکہ کھینچ چکا تو شبیہ یار
کھینچوں ہوں ایک نازہی سکا بن اب تلک

شب کو نہ اور قصہ مری جان کا دراز
القصہ اب کہا کروں تجھسے میں کب تلک

باقی یہ داستان ہو اور کل کی رات ہی
گر جان میری میر نہ آپہو نچو لب تلک

ردیف کاف فارسی

یہی دردِ جدائی ہو جو اِس شب — تو آتا ہے جگر مژگان کے تر تک
دکھائی دینگے ہم میت کے رنگون — اگر رہ جائینگے جیتے سحر تک

کہان پھر شور ینگون جب گیا میر
یہ ہنگامہ ہے اُس ہی نوحہ گر تک

دست پامالے وقت بسمل تک — ہاتھ پہونچا نہ پائے قاتل تک
کعبہ پہونچا تو کیا ہوا اے شیخ — سعی کر تک پہونچ کسی دل تک
در پے محمل و سکے جیسے جرس — مین بھی نالان ہون ساتھ منزل تک
بجھ گئے ہم چراغ سے باہر — کیہو اے باد شمع محفل تک

نہ گیا میر اپنی کشتی سے
ایک بھی تختہ پارہ ساحل تک

جاتے ہین بے خرابی کو سیل آسمانتلک — طوفان ہو میری اشک ندامت سے ہا تلک
تنایدکہ دیوے رخصت گلشن ہون تقریر — میر قفس کو لیچلو تو باغبان تلک
قید قفس سے چھوٹ کے دیکھا جلا ہوا — پہونچے نہ ہونے کا تنکے ہم آشیان تلک
اتنا ہون ناتوان کہ در دل سراب گلہ — آتا ہو ایک عمر مین میری زبان تلک
مین ترک عشق کرکے ہوا گوشہ گیر میر — ہوتا پھرون خراب جہا نمین کہان تلک

ردیف لام

ریختہ

مقدور تک شراب سے رکھ انکھڑیون مین رنگ
یہ چشمک پیالہ ہے ساقی ہوای گل

دیکھ سینہ داغ سوز شب چمن ہے بیان
بلبل ستم ہوا نہ جو تونے بھی کھای گل

بلبل ہزار جی سے خریدار اُسکی ہے
اے گلفروش کر یو سمجھکر بہای گل

نکلا ہو ایسی خاک سے کس سادہ رو کی یہ
قابل درود بھیجنے کے ہے صفای گل

بار سر شک سرخ کی داغونسی رات کو
بستر پر اپنے سوتے تھے بھی ہم بچھای گل

ای عندلیب صلح کرین جنگ ہو چکی
اے زبان دراز تو سب کچھ سوای گل

گلچین سمجھ کے چنیو کہ گلشن مین میر کے
لخت جگر پڑے ہین نہین برگہای گل

گل کی جفا بھی جانی دیکھی وفای بلبل
یکشب پر پڑھین گلشن مین جا بجای بلبل

کر سیر جذب الفت گلچین نے گل چمن مین
توڑا تھا شاخ گل کو نکلی صدای بلبل

کھٹکے ہین خار ہوکر ہر شب دل چمن مین
آتی لب و دہن پر یہ نالہای بلبل

یکرنگیو نکی راہین ملوکر کے مر گیا ہے
گلمین برنگین نہین ہین نقش پای بلبل

آئی بہار و گلشن گل سے بھرا ہے لیکن
ہر گوشہ چمن مین خالی ہی جای بلبل

پیغام بیخبر ہی سنتی نہین ہین جو بان
پہونچی نہ گوش گل تک فریادہای بلبل

یہ لخراش نالہ ہر شب کے میر تیرے
کر دینگے بیٹنک ہی سنتور نوای بلبل

ردیف میم

شرط یہ ہے کہ رو دینگے کل — صبحگاہ اوٹھتے ہی عالم کو ڈبو دینگے کل
آج آوارہ ہوے بال سیران قفس — بے گل و باغ و خیابان نہو دینگے کل

وعدۂ وصل رہا ہے شب آیندہ پہ میر — بخت خوابیدہ جو ٹک جاگتے سو دینگے کل

مسند ہے اختلاط کا بازار آج کل — لگتا نہیں ہو دل کا خریدار آجکل
اس مہلت دو روزہ میں خطرے ہزار ہیں — اچھا ہو رہ سکو جو خبردار آجکل
او باشوں رہگی گھر تجھے پانی لگے ہیں روز — مارا پڑے گا کوئی طلبگار آجکل
ملنے کی رات داخل ایام کیا نہیں — برسوں ہوئی کہاں تئیں ہی مار آجکل
گلزار ہو رہی ہے ہر دم سے کوئی یار — ایک رنگ پر ہی دیدۂ خونبار آجکل
تا شام اپنا کام کھنچے کیونکہ دیکھیے — پڑتی نہیں ہو جیکو جفا کار آجکل
کہتے تلک تو سنتے ہیں ویرانہ و خراب — آباد ہے سو خانۂ غمخوار آجکل
ٹھوکر دلوں کو لگتی لگے ہے خرام میں — لاویگی اک بلا تری رفتار آجکل
ایسا ہی مغبچو نہیں جو آتا ہو شیخ جی — تو چار ہو ہیں جبہ و دستار آجکل
حیران ہیں چال کی تدبیر ہیں نہیں — ہر اک کو شہر میں ہے یہ آزار آجکل
اچھا نہیں ہے میر کا احوال اندنوں — غالب کہ ہو چکے گا یہ بیمار آجکل

رنگ شکستہ میرے لطف بھی نہیں ہے
ایک گھڑی رات کو تو یاں بھی سحر کرو تم

تھی چشم داشت مجھکو اے دلبران یہ تم سے
دلکو مرے اوڑا کر آنکھوں نہیں گھر کرو تم

اس بزم خوش کی محرم نا آشنا ہیں سارے
کسکو کہوں کہ واں تک میری خبر کرو تم

بے پیچ و تاب بس راہ وصال ہجران
ان دو ہی منزلوں نہیں سو سو سفر کرو تم

یہ ظلم ہے تو ہم بھی اس زندگی سے گذرے
سوگند ہے تمھیں اب جو در گذر کرو تم

رہے سخن کہاں تک غیر و نکی اور آخر
ہم بھی تو آدمی ہیں ٹک منہ ادھر کرو

قطعہ

ہو عاشقو نہیں ان سکے تم کو میر صاحب
گردون کو اپنی موسے بار یک تر کرو تم

کیا لطف ہے دگر نہ جسدم وہ تیغ کھینچے
سینہ سپر کریں ہم قطع نظر کرو تم

جانا کہ شغل رکھتے ہو تیر و کمان سو تم
پر مل چلا کرو بھی کسو خستہ جان سے تم

ہم اپنی چاک جیب کو سی رہتے یا نہیں
پھاٹے میں پاؤں دینے کو آئی کہاں سے تم

ہے دیکھتی ہیں خوب تو وہ بات ہے نہیں
کیا کیا دگر نہ کہتے تھے اپنی زبان سے تم

تنگی بھی تم ٹھہرنے کہیں دیکھتے ہیں تنگ
چشم و فا رکھو نہ خسان جہان سے تم

جاؤ نہ دل سے غفلت نہیں ہے جا یہی
پچھتاؤ گے اوٹھو گے اگر اس مکان سے تم

کب آگے کوئی مرتا تھا کسی پر
جہان مین کر گئے رسم وفا ہم
تعارف کیا رہا اہل چمن سے
ہوئے اک عمر کے پیچھے رہا ہم

موا جسکے لیے او سکو نہ دیکھا
نہ سمجھے میر کا کچھ مدعا ہم

اگر راہ مین او سکے رکھا ہے گام
گئے گذرے خضر علیہ السلام
دہن یار کا دیکھ چپ لگ گئی
سخن یان ہوا ختم حاصل کلام
مجھے دیکھ منہ پر پریشان کی زلف
غرض یہ کہ جاتو ہوئی اب تو شام
سر شام سے رہتی ہین کاہشین
ہمین شوق اُس ماہ کا ہے تمام

قطعہ

قیامت ہی یان چشم و دل سے رہی
چلے بس تو وان جا کے کریے قیام
مدیکھے جہان کوئی آنکھون کی اور
نہ لیوے کوئی جس جگہ دل کا نام

جہان میر زیر و زبر ہو گیا
خرامان ہوا تھا وہ محشر تمام

گرچہ آوارہ جون صبا ہین ہم
ایک لگ چلنے مین بلا ہین ہم
کام کیا آتے ہینگے معلومات
یہ تو سمجھے ہے نہ کہ کیا ہین ہم

ردیف نون

بیکلی بیخودی کچھ آج نہیں — ایک مدت سے وہ مزاج نہیں
زرد اگر یہ ہے تو مجھے بس ہے — اب دوا کی کچھ احتیاج نہیں
ہمنے اپنی سی کی بہت لیکن — مرض عشق کا علاج نہیں

شہر خوبی کو خوب دیکھا میر
جنس دل کا کہیں رواج نہیں

وحشت میں ہر اک بلا گوارا کی ہے — مجنوں کی مخیتں سب میں خاکی میں ملاؤں
ہمسر کبھو بلایا تو برسوں تک ولایا — اسکی ستم ظریفی کسکے تئیں دکھاؤں
فریادی ہوں تو پھکے لوہو مری ہنسے — نالے کو بلبلوں کے خاطر میں بھی نہ لاؤں
پوچھو نہ دلکے غم کو ایسا نہو دی یاران — مانند روضہ خوان کے مجلس کے رولاؤں
یکدم تو چونک بھی پڑ شور و فغان سے میرے — اے بخت خفتہ کبتک تیرے تئیں جگاؤں
از خویش رفتہ ہردم فکر وصال میں ہوں — کتنا میں کھویا جاؤں یارب کہ تجکو پاؤں
عریان تنی کی شوخی وحشت میں کیا بلا تھی — تہ گردکی نہ بیٹھی تا تن کے تئیں چھپاؤں
اگلی خطوں نے میرے مطلق اثر نہ بخشا — قاصد کی بدے ابکی جادو مگر چلاؤں
دل تشنگی نے مارا مجھکو گمان مژدہ دی — اک قطرہ آب تا میں اس آگ کو جلاؤں

قطعہ

عیش و خوشی ہے جیب مین ہنگو یہ وہ کہان
لذت جو ہے جوانی کی رنج و عنا مین
دین عمر خضر موسم پیر مین تو نہ لے
مزا ہے اس سے خوب ہی عہد شباب مین

قطعہ

آنکلے تھے جو حضرت میر اسطرف کہین
مین نے کیا سوال یا دونکی جنا مین
حضرت سنو تو مین بھی تعلق کرون کہین
فرمانے لاگے رو کے یہ ادسکی جا مین

تو جان لیک بجھسے بھی آئی جو کل تھے یان
ہین آج صرف خاک جہان خراب ہین

غزلیات میر ۷۵

لے روی و زلف یار ہو نیسے کام یان
دامن ہو منہ پہ ابر بنمط صبح و شام یان
آوارہ ہے جہانمین ہمارا سا کرو
عشقا کے طور زیست ہی اپنی نبام یان
وصف دہن سو اسکے نہ آگے قلم لاگے
یعنی کیا ہو خامہ نے ختم کلام یان
غالب یہ ہو کہ موسم خط و ان قریب ہے
آنے لگا ہے متصل اسکا پیام یان
ست کھا فریب عجز عزیزان حال کا
پنہان کیے ہین خاکمین یارون دم یا ن
کوئی ہوا نہ دست بسر شہر حسن مین
شاید نہین ہے رسم جواب سلام یان
ناکام رہنے ہی کا تمھین غم ہو آج میر
بہتون کے کام ہو گئے ہین کل تمام یان

عشق آتش بھی جو دیوے تو نہ دم مارین ہم
شمع تصویر ہین خاموش جلا کرتے ہین

جائی ہو نہ مرض دل تو نہین اسکا علاج
اپنے مقدور تلک ہم تو دوا کرتے ہین

اُسکے کوچہین نہ کر شور قیامت کا دگر
شیخ یان ایسے تو ہنگامے ہوا کرتے ہین

بے بسی سے تو تری بزم مین ہم بہرے بنے
نیک و بد کوئی کہے بیٹھے سنا کرتے ہین

رخصت جنبش لب عشق کی حیرت سے نہین
مدتین گذری کہ ہم چپ ہی رہا کرتے ہین

تو پری شیشے سے نازک ہی نہ کر دعوی مہر
دل ہین پتھر کے انھونکے جو وفا کرتے ہین

تجھسے لگ جا کے یہ یون جاتے ہین مجھسے حیف
دیدہ و دل نے بخا نا کہ دغا کرتے ہین

فرصت خواب نہین ذکر تبا نہین ہم کو
رات دن رام کہانی سے کہا کرتی ہین

مجلس عالمین موزون حرکت شیخ کی دیکھ
غیر شرعی بھی دم رقص مزا کرتے ہین

یہ زمانہ نہین ایسا کہ کوئی زیست کرے
چاہتے ہین جو بُرا اپنا بھلا کرتے ہین

محض ناکارہ بھی مت جان ہمین تو کہ کہین
ایسے ناکام بھی بیکار پھرا کرتے ہین

تجھ بن اس جان مصیبت زدہ غمدیدہ پہ ہم
کچھ نہین کرتے تو افسوس کیا کرتے ہین

کیا کہین میر جی ہم تمسے معاش اپنی غرض
غم کو کھایا کرے ہین لوہو پیا کرتے ہین

ستو جب ظلم و ستم و جور و جفا ہون
ہر چند کہ چلتا ہون پہ سرگرم وفا ہون

جو اُسکے اور کو جانا ملے تو ہم بھی ضعف — ہزار سجدے ہر اک گام سر براہ کرین
ہوائے میکدہ یہ ہو تو فوت وقت ہے ظلم — نماز چھوڑ دین اب کوئی دن گناہ کرین
ہمیشہ کون تکلف ہے خوب دیون کا — گذار نازسے ادھر بھی گاہ گاہ کرین
اگر ادھینگے اسی حال سے تو کہیو تو — جو روز حشر تجھی کو نہ عذر خواہ کرین
بڑی بلا ہین ستم کشتہ محبت ہم — جو تیغ برسے تو سر کو نہ کچھ پناہ کرین

اگرچہ سہل ہین پر دیدنی ہین ہم بھی میر
ادھر کو یار تامل سے گر نگاہ کرین

راضی ہون گو کہ بعد رصد سال و ماہ دیکھون — اکثر نہین تو تجھکو مین گاہ گاہ دیکھون
جی انتظار کش ہے آنکھون مین ہگلدر پر — آجا نظر کہ کبتک مین تیری راہ دیکھون
آنکھین جو کھل رہی ہین مرنیکے بعد میری — حسرت پہ تھی کہ اُسکو مین اک نگاہ دیکھون
یہ دل وہ جا ہے جسمین دیکھا تھا تجھکو بسنے — کن آنکھونسے اب اُجڑا اس گھر کو آہ دیکھون
دیکھون تو چاند اب کا گدرے ہے مجھکو کیسا — دل ہے کہ تیرے منھ پر بے مہر و ماہ دیکھون
چشم و دل و جگر یہ سارے ہوئے پریشان — کس کس کی تیرے غم مین حالت تباہ دیکھون
آنکھین تو تونے دی ہین اے جرم بخش عالم — کیا تیری رحمت آگے اپنے گناہ دیکھون

قطعہ

ماتم کے ہون ہین پہ حزن تو کیا عجب
ہوتا ہے نیل چرخ کے اس سبز کشت مین

مسرت ہم ہین آنکھونکے دیکھے سے یار کے
کب یہ نشہ ہو دختر رز تجھ پشت مین

نامے کو چاک کر کہ کرے نامہ بر کو قتل
کیا یہ لکھا تھا میر مری سرنوشت مین

قطعہ

اس دادکو تو تک اک سیر کر انصاف کرو
وہ برا ہیگا بھلا دوستو یا مین ہی ہون

مین یہ کہتا تھا کہ دل جن نے لیا کون ہے وہ
یہ بیک بول اٹھا اسطرف آمین ہی ہون

جب کہا مین نے کہ تو ہی ہو تو پھر کہنے لگا
کیا کریگا تو مرا دیکھون تو جا مین ہی ہون

سنتے ہی ہنسکے ٹک کی سوچو کیا تو ہی تھا
جن نے شب وہ کہ سب حوال کہا مین ہی ہون

میر آوارۂ عالم جو سنا ہے تو نے
خاک آلودہ وہ اے باد صبا مین ہی ہون

کہاں کے سمع و پروانے گئے مر — بہت آتش بجان تھے اس چمن مین
کہاں عاجز سخن قادر سخن ہون — ہمین ہو شبہ یارون کے سخن مین

گذار عشق مین یہ بھی کیا میر
بھی دھوکا سا ہے اب پیرہن مین

جسکے لیے اپنی تو یون جان نکلتی ہے — اس راہ مین وے جیسے انجان نکلتی ہین
کیا تیر ستم اُسکے سینے مین بھی ٹوٹے تھے — جس زخم کو چیرون ہون پیکان نکلتے ہین
مت سہل ہمین جانو پھرتا ہے فلک برسون — تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہین
تسکا ہے قماش اپنا گودڑ پھرے ہین سارے — دیکھو نہ جو لوگون کے دیوان نکلتے ہین

قطعہ

گہ لوہو ٹپکتا ہے گہ لخت دل آنکھون سے — یا ٹکڑے جگر ہی کے ہر آن نکلتے ہین
کریے تو گلہ کس سے جیسی تھی ہمین خواہش — اب ایسے ہی پاپنے ارمان نکلتے ہین

قطعہ

جاگہ سے بھی جاتے ہو منھ سے بھی خشن ہو کر — دو حرف نہین ہین جو شایان نکلتے ہین
سودا ہے یہ کیا تو جو گی کے سی پھیری ہے — پر سونے مین کچھ اید ہم آن نکلتے ہین

ان آئینہ رویون کے کیا میر بھی عاشق ہین

ہنگامۂ قیامت تازہ نہیں جو ہوگا
ہم سطر لکھ کے کتنے آشوب کر چکے ہیں

رنگ پریدہ قاصد بادِ سحر کبوتر
کس کس کے ہم حوالے مکتوب کر چکے ہیں

منکا نہیں یا ہو کیا ایسے نثار کریے
آگے ہی ہم تو گھر کو جاروب کر چکے ہیں

کیا جانیے کہ کیا ہے اے میرؔ وجہ ضد کی
سو بار ہم تو اوسکو محجوب کر چکے ہیں

جو حیدری نہیں لے ایماں ہے نہیں
ہو گر شریف کہہ مسلماں ہے نہیں

وہ ترک صید پیشہ مرا قصد کیا کرے
دبلے پنے سے تن میں مریجاں ہے نہیں

خال و خط ایسے فتنے نگاہیں یہ آفتیں
کچھ اک بلا وہ زلف پریشاں سے نہیں

ہیں جزو خاک ہم تو غبارِ ضعیف سے
سر کھینچنے کا ہم کنے سامان سے نہیں

دیکھی ہو جسنے صورتِ دلکش وہ ایک آن
پھر صبر اُس سے ہو سکے امکان سے نہیں

خورشید و ماہ و گل سبھی ادھر ہی ہیں دیکھ
اس چہرہ کا اک آئینہ حیران سے نہیں

یکساں ہو تیرے آگے جو دل اور آرسی
کیا خوب پشت کی تجھے پہچان ہے نہیں

سجدہ اُس آستانکا نہ جسکی ہو اے نصیب
وہ اپنے اعتقاد میں انسان ہے نہیں

کیا تجھکو بھی جنوں تھا کہ جامے میں تیرے میرؔ
سب کچھ بچا ہے ایک گریبان سے نہیں

کچھ کچھ سمجھتا ہون جو نہ کہتا تھا مین نہین
آشفتہ طبع میر کو پایا اگر کہین

سو کل ملا مجھے وہ بیابان کی بہت کو
جاتا تھا اضطراب وہ سارا ادھر کہین

لگ چل کے مین برنگ صبا یون کہا
کاہ خان و مان خراب تو بھی ہے مگر کہین

آشفتہ جا بجا جو پھرے ہے تو دوست مین
جاگیر نہین ہے شہر مین تجھکو مگر کہین

خون بستہ اپنی کھول مزہ پوچھنا بھی گر
رکھ ٹک تو اپنے حال کو مد نظر کہین

آسودگی سے جس کو کرے کون سوخت
جانی ہو نفع کوئی بھی جی کا ضرر کہین

موتی سے تیرے اشک ہین غلطان کسو طرف
یاقوت کیسے ٹکڑے ہین لخت جگر کہین

تا کے یہ دشت گردی کہان تک یہ خستگی
اس زندگی سے کچھ تجھے حاصل بھی کر کہین

کہنے لگا وہ ہونگے پر آشفتہ یک بیک
مسکن کیا ہے دہر مین مجھسا بشر کہین

آوارہ گو نگا ننگ ہی صحرا تھا تیرا میر
مت کہیو ایسی بات تو بارد گر کہین

تعیین جا کو بھول گیا ہون پہ یہ ہے یاد
کہتا تھا ایک روز یہ اہل نظر کہین

بیٹھے اگر پہ نقش ترا تو بھی دل اٹھا
کرتا ہو جائے باش کوئی رہگذر کہین

کتنے ہی آ کے لے گئے سر پر خیال میر
ایسے گئے کہ کچھ نہین اونکا اثر کہین

اب کچھ ہمارے حال پہ تم کو نظر نہین
یعنی تمھاری ہیچ سے آنکھین نہین رہین

نہ تنگ کر اسے اے فلکِ روزگار کہ میں
دل اس ستم کے لیے مستعار لایا ہوں

پھر اختیار رہے آگے تر یہ ہے مجبور
کہ دل کو تجھ تئیں بے اختیار لایا ہوں

یہ جی جو میرے گلے کا ہے ہار تو ہی لے
ترے گلے کے لیے میں یہ ہار لایا ہوں

جلا نہ اوٹھکے دہیں پھپکے پھپکے پھر تو میر
ابھی تو اُسکی گلی سے پکار لایا ہوں

عجائبوں سے کہ لیلیٰ بیوفا یہاں دیکھیں
بھلا ہو اکہ تری سب بُرائیاں دیکھیں

تری گلی سے سہالے کشندۂ عالم
ہزاروں آدھوئے چارپائیاں دیکھیں

گیا نظر سے جو وہ گرم طفل آتش باز
ہم اپنے چہرہ و پیہ اوڑتی ہوائیاں دیکھیں

ترے وصال کے ہم شوق میں ہو آوارہ
عزیز دوست سبھوں کی جدائیاں دیکھیں

ہمیشہ مائل آئینہ ہے بختے پایا
جو دیکھیں ہمنہ بھی تو خود نمائیاں دیکھیں

شہان کہ کحل جواہر تھے خاک پا جنکے
اونھیں کی آنکھوں میں پھرتی سلائیاں دیکھیں

ہنسی نہ اپنی تو اوس جنگجو سے ہرگز میر
لڑائیں جیسے ہم آنکھیں لڑائیاں دیکھیں

خوش قد ان جب سوار ہوتے ہیں
سرو قمری شکار ہوتے ہیں

تیرے بالوں کے وصف میں میرے
شعر سب پیچدار ہوتے ہیں

ریزۂ الماس باشد نمک ہے کیا بڑا
جو مین اپنی ایسی زخمِ سینہ کو مرہم کرون

گرچہ کس گنتی مین ہون پر ایکدم مجھ تک تو آ
یا ادھر ہون یا ادھر کبتک شمار دم کرون

بہت سر سوا ہوا مین اب نہین مقدور کچھ
وہ طرح ڈھونڈھون ہون جسمین ربط تجھسے کم کرون

گو دھوان اوٹھے لگا دل سے مرے پر پیچ و تاب
میر اس پر قطع ربط خم در خم کرون

کیا مین نے روکر فشار گریبان
رگِ ابر تھا تار تار گریبان

کہین مست چالاک ناخن نہ لاگے
کہ سینہ ہے قرب و جوار گریبان

نشان اشک خونی کو ارتے چلے ہین
خزان ہو چلی ہے بہار گریبان

جنون تیری منت ہو مجھ پر کہ تو نے
نہ رکھا مرے سر پہ بار گریبان

زیارت کرون دل سے خستہ جگر کی
کہان ہو گی یارب مزار گریبان

کہین جا یہ دور دامن بھی جلدی
کہ آخر ہوا روزگار گریبان

پھر دن میر عریان نہ دامن کا غم ہو
نہ باقی رہے خار خار گریبان

بارہا وعدون کی راتین آئیان
طالعون نے صبح کر دکھلائیان

عشق مین ایذائین سب سے پائیان
رہ گئے آنسو تو آنکھین آئیان

لایا ہے مرا شوق مجھے پردے سے باہر
ورنہ وہی خلوتی راز نہان ہون

جلوہ ہو مجھی سے لب دریائے سخن پر
صد رنگ مری موج ہی مین طبع روان ہون

پنجہ ہو مرا پنجۂ خورشید مین ہر صبح
شانہ صفت سایہ وزلف بتان ہون

دیکھا ہو مجھے جن نے سو دیوانہ ہے میرا
عاشقتگی طبع جہان ہون

تکلیف نہ کر آہ مجھے جنبش لب کی
صد سخن آغشتہ بخون زیر زبان ہون

ہون زرد غم تازہ نہالان چمن سے
داغ خزان دیدہ مین برگ خزان ہون

رکھتی ہو مجھے خواہش دل بلکہ پریشان
ہو کے پنہان سو وقت خدا جانے کہان ہون

اک ہم نہین مش مرے ہستی مو ہو
اسپر بھی تری خاطر نازک پہ گران ہون

خوش باشی و منزہ و تقدس تھی مجھے میر
اسباب پڑے یون کہ کئی روز سے یان ہون

اب آنکھو مین خون دمبدم دیکھتے ہین
نہ پوچھو جو کچھ رنگ ہم دیکھتے ہین

جب اختیاری یہی ہے تو قاصد
ہمین آکے اسکے قدم دیکھتے ہین

گہو داغ رہتا ہے دل گہ جگر خون
ان آنکھو نے کیا کیا ستم دیکھتے ہین

اگر جان آنکھو مین اس بن ہے پرہم
ابھی اور بھی کوئی دم دیکھتے ہین

لکھین حال کیا اوسکو حیرت سے ہو تم
گئے کاغذ و گہ قلم دیکھتے ہین

اے عدم ہونیوالے تم تو چلو ہم بھی اب کوئی دم کو آتے ہین
ایک کہتا ہو نہین تو سنہ پہ رقیب تیری پستی سے سوستاتے ہین

دیدہ و دل شتاب گم ہون میر
سر پہ آفت ہمیشہ لاتے ہین

آتا ہو دلمین چال بدا پنا بھلا کہون پھر پی آپ سوچ کے کہتا ہون کیا کہون
پروانہ پھر نہ شمع کی خاطر جلا کرے گر رسم ہین یہ اپنا ترا ماجرا کہون
مت کر خرام سر پہ اوٹھائیگا خلق کو بیٹھا اگر گلی مین ترا نقش پا کہون
دل اور باعث ایذا و نور عین کسکے تئین بُرا کہون کسکو بھلا کہون
آوے سموم جاے صبا باغ سے سدا گر شمہ اپنے سوز جگر کا مین جا کہون

جاتا ہون میر دشت جنون کو مین اب یہ کہ
مجنون کہین ملے تو تری بھی دعا کہون

مرے آگے نہ شاعر نام پاوین قیامت کو مگر عرصے مین آوین
پری سمجھے تجھے وہم و گمان سے کہانتک اور ہم اب دل جلاوین
مزاج اپنا عنود از بس بڑھا ہے ترے غم مین کسی خاطر مین لاوین
پھرے ہی شیخ مجلس ہی مین قصاں ادھر آنکلے تو ہم بھی بجاوین

قطعہ

نہ پایا وہ تو کیا ہم نے جہان بھی
چلے جاتے ہین دنیا سے جاوین
نہ ہو آگاہ تو تو اسے جان للہ کہ
چلا مت اور سے ہم رہ جاوین

زمین چھٹ جاے یا پھٹ جاے ہم تو
شمال سا شہر گر فرغانہ حال اپنا ہون
تقاضا سنج کو جاتا ہون ہو سے بار دم
ترنگ سنج کو جاتا ہون ہو سے بار دم
لہو کی پیاسی علی الاتصال اپنا ہون
اگر چہ شہ ہون سب مین مگر جہان مین ایک
بزرگ سے فرق انفعال اپنا ہون
مری نمود نے مجھ کو کیا ہے بار بار
بین فرش پا کی طرح پامال اپنا ہون
ہوئی ہے زندگی دشوار مشکل آسان کہ
پھرون چلون فقیرون بین دلال اپنا ہون
ترا ہی وہم کہے تا توان ہے جاے
وگرنہ مین نہین اب اک خیال اپنا ہون
بلا ہوئی ہے مری گو کہ طبع روشن میر
ہون آفتاب ولیکن زوال اپنا ہون

کہا کہ دیکھ کے طور کو کوئی ہرگز نہ رہا کہ سر کرتی
تم بھی تو ایک رات سوئے طور کو گئے
کس رشک سے وہی ہین شرارت کی یاتان
لطف رہا کیا وہ صفحہ و خط کا کہ ہر ورق
دل ہی مین خون ہو کے رہا کہ نکتہ دانان
ہر گز وہ کشتی ہی کی نہ آئی مین چلی گئین
ہر چند ہم نے ناخدا کو یاد کیا کیا
بے طپان ہی بھی نامہربانان
تلوار کے تلے ہی گیا کہ انبساط
ہر ہر گرہ کے کان مین اپنی جوانیان
گالی

گالی سوائے مجھسے سخن مت کیا کرو
اچھی لگی ہین مجکو تری بدزبانیان

غیرون سے کہی سخن کیطرف گوش یار تھے
اس حرف ناشنوے ہماری نمایان

یہ بیقراریان نہ کہو اُن نے دیکھ یان
جان کا ہیان ہماری بہت سہل جانیان

مارا مجھے بھی ساتھ غیرو ہین ان نے میر
کیا خاک مین ملائین مری جانفشانیان

نا ہونگے نہ خرقہ طامات کے تئین
حسن قبول کیا ہو مناجات کے تئین

کیفیتین اٹھتی ہین یہ کب خانقاہ مین
بدنام کر رکھا ہے خرابات کے تئین

اور یہ خرام نازسے خوبانکی ہمنشین
ٹھوکر سے یہ اٹھاتے ہین آفات کے تئین

ہم جانتے ہین یا کہ دل آشفتہ زدہ
کہیے سو کس سے عشق کے حالات کے تئین

خوبی کو اُسکی ساعد سیمین کی دیکھکر
صورت گرون نے کھینچہ رکھا بات کے تئین

انتی بھی حرف ناشنوی غیر کے لیے
رکھ کان تک سنا بھی کرو بات کے تئین

سیدھو یا چار ہو اس جادفا سے تم تو
کب عاشقی مین پوچھتے ہین ذات کے تئین

حرف کے بے سلوک ہم اب تیری دیکھکر
کرتے ہین یاد پہلے ملاقات کے تئین

آنکھون نے میر صاحب وقبلہ درم کیا
حضرت بکا کیا نہ کرو رات کے تئین

شکوہ کرون ہون محبت کا اسے غضب ہے بتان — مجھ پہ خدا نخواستہ تم سے تو کچھ گلا نہین

نالے کیا نہ کر سنا تو جو مرے پہ عندلیب — بات مین باتشیے ہے مین نے تجھے کہا نہین

چشم سفید و اشک سرخ آہ دل حزین سے یان — شیشہ نہین ہے مے نہین ابر نہین ہوا نہین

اک غمزہ ہو ساوگی تمپہ بلاے جان ہو تو — عشوہ کرشمہ کچھ نہین آن نہین ادا نہین

اب وے ہوے ملک عشق تجربہ کی ہو مین بت — کر کے دوا ے درد دل کوئی پھر جیا نہین

ہووے زمانہ کچھ سے کچھ چھوٹے ہو دل لگا مرا — شوخ کسی ہو آئین تجھسے تو مین جدا نہین

ناز بتان او ٹھا چکا دیر کو میر ترک کر
کعبے مین جا کے بیٹھ میان تیرے مگر خدا نہین

تجھ عشق مین تو مرنے کو طیار بہت ہین — یہ جرم ہو تو ایسے گنہگار بہت ہین

اک زخم کو مین ریزہ الماس سے چیرا — دل پر ابھی جراحت نوکار بہت ہین

کچھ انکھڑیان ہین اسکی نہین اک بلا کہ بس — دل زینہار دیکھ جنودار بہت ہین

بیگانہ خو رقیب سے وسواس کچھ نہ کر — فرماوے تک بانسے تو پھر یار بہت ہین

کوئی تو زمزمہ کرے میر آسادلخراش
یون تو قفس مین اور گرفتار بہت ہین

خوبرو سب کی جان ہوتے ہین — آرزوے جہان ہوتے ہین

قفے گہنگار ہین ہین کہ جنھین کہتے ہین
عاشق زار چمن مرغ گرفتار چمن

خون ٹپکے ہے پڑا نوک سو ہر یک کے ہنوز
کس ستمدیدہ کے مژگان ہین یہ خار چمن

باغبان ہمسے خشونت سے نہ پیش آیا کر
عاقبت نالہ کشان بھی تو ہین درکار چمن

کم نہین ہو دل پر داغ بھی اے مرغ اسیر
گل ہین کیا ہے جو ہوا ہو تو طلبگار چمن

گل پر اسی تم پڑی اوس خزانمین کہ نسیم
سرد ہی ہو گئی وان گرمی بازار چمن

کیا جزا ٹھہرتی ہو دیکھیے کل حشر کو میر
داغ ہر ایک مرے دلپہ ہو خوندار چمن

بزم مین جو ترا ظہور نہین
شمع روشن کے منھ پہ نور نہین

کتنی باتین بنا کے لاؤن ایک
یاد رہتی تری حضور نہین

قطعہ

فکر ست کہ ہلدے جینے کا
تیرے نزدیک کچھ یہ دور نہین

پھر جینگے جو تجھ سا ہے جان بخش
ایسا جینا ہمین ضرور نہین

عام ہے یار کی تجلی میر
خاص موسے و کوہ طور نہین

دہن پہ تیرے گرد کا کیہ نکرا فر نہین
ہم دل جلونکی خاک جہانمین کدھر نہین

عجب ہو دل میں عشا عرہ بھی میں اس فن کا عاشق ہون
کہے بے دھڑکے پھری مجلس میں اسرار کتھا میں
کہ خوبان بھی بہت اپنے تئیں عیار کہتے ہین

سگ کو میر میں اس شیرحق کا ہون کہ جسکو سب
بنی کا خویش و بھائی حیدر کرار کہتے ہین

ایک پرواز کو بھی رخصت صیاد نہین
ورنہ یہ کنج قفس بیضۂ فولاد نہین

شیخ عربت تو تہ خاک بھی پہونچی ہم
مفت ہی سیر کہ یہ عالم ایجاد نہین

دل سے چھوڑونگی صیاد سے اپنے لیکن
ضعف سے میرے تئین طاقت فریاد نہین

کیون ہو مسعود بھلی کہو تو سمجھ لین شیخ
یہ فتح خوار مرے قابل ارشاد نہین

کیا کہون میر فراموش کیا اُن نے تجھے
مین تو تقریب بھی کی پر تو اسے یاد نہین

آجائین ملنظر جو کوئی دم بہت ہے یان
مہلت ہمین لسبان شرکم بہت ہے یان

یک لحظہ سینہ کوبی سو فرصت ہمین نہین
یعنی کہ دل کے جانیکا ماتم بہت ہے یان

حاصل ہو کیا سوائے نرائیکے دہر مین
اوٹھ آسمان تلے سے کہ شبنم بہت ہے یان

مائل بغیر ہونا تجھ ابرو کا عیب ہے
تجھی زور یہ کمان و کمنم جم بہت ہے یان

ہم رہروان راہ فنا دیر رہ چکے
وقفہ بسان صبح کوئی دم بہت ہے یان

مجلس مین تیرے ہم کو جب غیر خوش ملے ہو
ہم بیچ اپنے اُسکے دیوار دیکھتے ہین

بیطاقتی نے ہم کو چار و نظر فسے کھویا
تصدیع گھر مین بیٹھے ناچار دیکھتے ہین

منصور کی حقیقت تم نے سنی ہی ہوگی
حق جو کہے اوسکو یان در دیکھتے ہین

شکوہ کرون تو کس سے کیا شیخ و کیا برہمن
ناز اُس بلاے جان کے سب ہار دیکھتے ہین

ناوک ہے میرے اُسکے دل بستگی تھی مجکو
پیکان جگر سے میرے دشوار کھینچتے ہین

سمجھا تنگ اپنی نو سود و زیان کو مین
اما نا کیا خدا کی طرح ان بتان کو مین

لاوین گے بھی بعد مرے میری لاش پر
پھر کہہ رکھا ہو اپنی ہر اک مہربان کو مین

گردش فلک کی کیا ہو جو دو قسم مین ہے
دیتا رہونگا چرخ مدام آسمان کو مین

جی جاوے تو قبول ترا غم نہ جایو
رکھنا نپٹ عزیز ہون اس میہمان کو مین

عاشق ہے یا مریض ہے پوچھو تو میرے
پاتا ہون زرد روز بروز اس جوان کو مین

کرنا لکشی کیا تہین اوقات گذارین
فریاد کرین کس سے کہان جاکے پکارین

ہر دم کا بگڑنا تو اب چھوٹتا ہے اُسسے
شاید کسی ناکام کا بھی کام سنوارین

دلمین جو کبھو جوش غم اوٹھتا ہو تو نادر
آنکھون سے چلے جاتے ہین دریا کی سی دھارین

بُرا کہنا بھی میرا خوش نہ آنا اُسکو تو ور نہ
تسلی دل ناشاد ہوتا ایک گالی مین

مرے استاد کو فردوس مین اعلیٰ ہے جا گہ
پڑھایا کچھ نہ غیر از عشق مجھکو خرد سالیمن

نگاہ چشم چشم بتان پر مت نظر رکھنا
ملا ہے ہر مدیل اس شراب پر تکالی مین

شراب خون مین تر ہے پول لبریز ہتا ہے
بھرے ہین سنگریزے مہ نے اس مینا ے خالی مین

خلاف آن اور خوبان کے سدا یہ جی مین رہتا ہو
یہی تو میرا اک خوبی ہے معشوق خیالی مین

آہ اور اشک ہے سدا ہی یہان
روز برسات کی ہوا ہے یہان

جس جگہ ہو ز مین تفتہ سمجھ
کہ کوئی دل جلا گڑا ہے یہان

گو کدورت سے وہ نہ دیوے رو
آرسی کی طرح صفا ہے یہان

رند مفلس جگر مین آہ نہین
جان محزون ہو اور کیا ہے یہان

قطعہ

کیسے کیسے ملکان ہین ستمرے
ایک زان جملہ کربلا ہے یہان

اک سسکتا ہے ایک مرتا ہے
ہر طرف ظلم ہو رہا ہے یہان

صد تمنا شہید ہین یکجا
سینہ کوبی ہے تعزیا ہے یہان

دیپنی ہے غرض یہ صحبت شوخ
روز و شب طرفہ ماجرا ہے یہان

کب تک اس تنگنا میں کھینچے رنج — یا نسے یارب ہی تو نکال ہمیں
ترک سبزان شہر کرلے اب — بس بہت کرچکے نہال ہمیں

وجہ کیا ہے کہ میر منھ پہ ترے
نظر آتا ہے کچھ ملال ہمیں

نہ کیونکہ شیخ توکل کو اختیار کریں — زمانہ ہووے مساعد تو روزگار کریں
گیا وہ زمزمہ صبح فصل گل بلبل — دعا نہ پہونچے چمن تک ہم اب بیزار کریں
تمام صید سر تیر جمع ہیں لیکن — نصیب اُسکے کہ جسکو ترا شکار کریں
تسلی تو ہو دل بیقرار خوباں سے — یہ کاش ملنے نہ ملنے کا کچھ قرار کریں
ہمیں تو تنگ میں شرمندہ آکے تُو نے کیا — رہا ہوا ایک متی جی سو کیا نثار کریں
رہی سہی بھی گئی عمر تیرے پیچھے یار — یہ کہہ کہ آہ ترک تک انتظار کریں
کریں ہیں حادثے ہر روز دار آخر تو — سنان آہ دل شب کی ہم بھی یار کریں
یہ قتل غیر ہے کیا کام ہمنشیناں آج — جو دشمنی نہ کرے وہ تو اوسکو یار کریں

ہوا ہوں خاک رہ اسواسطے کہ خوبان میر
گذار گور پہ میری بھی ایک بار کریں

یہ غلط کہ میں جو چاہوں قدح شراب تجھ بن — نہ گلے سے میرے اترا کبھو قطرۂ لب تجھ بن

کہانتک یہ تکلیف مالایطاق ۔۔۔ ہوئین مدعون ناز برداریان
خط و کاکل و زلف و انداز و ناز ۔۔۔ ہوئین دام رہ صید گرفتاریان
کیا درد و غم نے مجھے ناامید ۔۔۔ کہ مجنون کو لے ہی تھین بیماریان
تری آشنائی سے ہی حد ہوئی ۔۔۔ بہت کی تھین دنیا مین ہم یاریان



نہ بھائی ہماری تو قدرت نہین
کھنچین میر تجھسے ہی بے خواریان

دن نہین رات نہین صبح نہین شام نہین ۔۔۔ وقت ملنے کا مگر داخل ایام نہین
مثل عنقا مجھے تم دور سے ڈھونڈو ورنہ ۔۔۔ ننگ ہستی ہون مری جا کے بھر نام نہین
خط راہ وفا بالک بہت دور کھینچا ۔۔۔ عمر گذری کہ ہمہ نامہ و پیغام نہین
راز پوشی محبت کے تئین چاہیے ضبط ۔۔۔ سو تو بیتابی دل بن مجھے آرام نہین

بیقراری جو کوئی دیکھے ہے سو کہتا ہے
کچھ تو ہی میر کہ اکدم تجھے آرام نہین

کیا ظلم کیا تعدی کیا جور کیا جفائین ۔۔۔ اس چرخ نے کیان ہین ہمسے بہت ادائین
دیکھا کہان وہ نسخہ اک روگ مین بسایا ۔۔۔ جی بھر کبھی نہ پینا بہتیری کی دوائین
اک ننگ گل ہے رہتیان یون نہین کیا ہے ۔۔۔ اس گلشن جہانین ہین مخلف ہوائین

کرون کیون کہ انکار عشق آہ مین | یہ رونا بھلا کیا ہے گر کچھ نہین
کمر اوسکی رشک رگ جان ہے میر
غرض اوس سے باریک تر کچھ نہین

نالۂ قید قفس سے چھوٹ اب یکدم نہین | گوش گل سے لگتے تھے جاتے سو وہ موسم نہین
ہم پکھینچی تیغ تو غیرون کو لگ لگنے نہ دے | وہ اگر ہوینگے اوسکے درمیان تو ہم نہین

بت برہمن کوئی نامحرم نہین اللہ کا
ہے حرم مین شیخ لیکن میر وہ محرم نہین

تری تیغ ابرو و تیغ و تیر تو جسم مین دونون | ہوئی ہین دل جگر بھی سات ستم مین دونون
نہ کچھ کاغذ مین ہے نے قلم کو درد نالون کا | لکھون کیا عشق کے حالات نامحرم ہین یہ دونون
لہو آنکھون سے بہتے وقت رکھ لیتا ہون ہاتھون کو | جراحت ہین اگر وہ دونون نہ محرم ہین دونون
کسی چشمہ پہ دریا کے دیا اوپر نظر رکھئے | ہمارے دیدۂ نمدیدہ کیا کچھ کم ہین یہ دونون
ادا جان بخش اوسکے مار ہی رکھتے ہین عاشق کو | اگرچہ آب حیوان ہین ولیکن سم ہین دونون
نہین ابرو ہی مائل جھک ہی تیغ بھی ادھر | ہمارے کشت و خون مین متفق باہم ہین یہ دونون
کھلے سینہ کے داغون پر ٹھہرتے ہین کچھ آنسو | چمن مین مہر و زری کی گل و شبنم ہین یہ دونون
کبھی دل رکنے لگتا ہے جگر گاہ تڑپتا ہے | غم ہجر انہین چھاتی کے ہمارے ہم ہین یہ دونون

دیدۂ و دل عذاب ہین دونون
جن کا کچھ بھی جواب ہین دونون
آگے دریا تھے دیدۂ تر میر
اب جو دیکھو سراب ہین دونون

ردیف واو

حال جگر کیا نہ صبا سے کہا | ہم نے بہت اپنے پریشان کو
دونا کیا جی تو جو ہم نے کہا | کوہ و بیابان سے کہا کان کو
کیا ہی کہا ہے کہ ہمارے لیے | کوہ و بیابان سے کہا کان کو
کیا ہی کہا ہے کہ ہمارے لیے | کوہ و بیابان سے کہا کان کو

ہولے ابر مین گری نہین جو تو نہو ساقی
دم افسردہ کر مے مجمد شبنمات باران کو

جلین مین کب کے مژگان آنسو ونکی گرمجوشی سے
اثر آب چشم کی جوشش نے آتش دی نیستان کو

غرور نازنے آنکھین نہ کھولین اُس جفا جو نے
ملا پانون تلے جبتک نہ چشم صد غزالان کو

نہ سی چشم طمع خوان فلک خام دستی سے
کہ جام خون دے ہر بہر ہر سحر یہ اپنے مہمان کو

بنونا واقف شادی اگر ہم بزم عشرت مین
دہان زخم دل سمجھے جو دیکھا رو خندان کو

نہین یہ تاب وان مجنونکی دل کی بیقراری نے
کیا ہے مضطرب ہر ذرۂ گرد بیابان کو

کسکے واسطے رسوائی عالم ہو چہین رکھ
کہ مارا جاوے جو ظاہر کرے اس راز پنہان کو

گری پڑتی ہو بجلی ہی نجھی سے خرمن گل پر
تاک کی ہنس ہیرے نے پر کہ دیکھے تیرے دندان کو

غرور ناز قاتل کو لیے جاتا ہے کوئی پوچھے
چلا تو سونپ کر کسکے تئین اس صید بیجان کو

وہ تخم سوختہ تھے ہم کہ سرسبزی انکی حاصل
ملایا خاک مین دانہ غلط حسرت سے دہقان کو

ہوا ہون غنچہ پژمردہ آخر فصل کا تجھ بن
ندی بہار حسرت کشتہ سر در گریبان کو

غم اندوہ و بیتابی الم بیطاقتی حرمان
کہون اے ہمنشین تا چند غم ہائے فراوان کو

بہت روئے جو ہم یہ آستین رکھ منہ پہ اے بجلی
نہ چشم کم سے دیکھا اس ستمگار چشم گریان کو

مزاج اس وقت ہو اک مطلع تازہ پہ کچھ مائل
کہ بے فکر سخن بنتی نہین ہر گز سخندان کو

بیہوشی سی آتی ہے تجھے اُسکی گلی مین
گر ہو سکے اے میر تو اُس راہ نہ جاتو

خط لکھکے کوئی سادہ نہ اُسکو ملول ہو
ہمتو ہون بدگمان جو قاصد رسول ہو

چاہون تو بھر کے کوئی اُٹھالون ابھی تمھین
کیسے ہی بھاری ہو مرے آگے تو پھول ہو

سرمہ جو نور بخشے ہو آنکھون کی خلق کی
شاید کی راہ یار کی ہے خاک دھول ہو

جاوین نثار ہونیکو ہم کس بساط پر
اک نیمجان رکھین ہین سو وہ بھی قبول ہو

ہم ان دنونمین لگ نہین پڑتے ہین صبح شام
ورنہ دعا کرین تو جو چاہین حصول ہو

دل لیکو لونڈی دل کی کب کا بچا گئی
اب انسو کھائی پی ہوئی شے کیا وصول ہو

ناکام اس لیے ہو کہ چاہو ہو سب کچھ آج
تم بھی تو میر صاحب قبلہ عجول ہو

کہتے ہو اعتماد ہے ہم کو
ہان کہو اعتماد ہے ہم کو

شوق ہی شوق ہے نہین معلوم
اُسے کیا دل نہاد ہے ہم کو

خط سے نکلے ہے بیوفائی حسن
اس قدر تو سواد ہے ہم کو

آہ کس ڈھب سے روئیے کم کم
شوق حد سے زیاد ہے ہم کو

شیخ پیر مغان کی خدمت مین
دل سے اک اعتقاد ہے ہم کو

گر تک کرہ رہیگی سینے دل کے مانند
ہم دورماندگان کی منزل سان گراں ہو
مسند نشین ہو گر عرصہ ہی تنگ اُس پہ
تا چند کوچہ گردی جیسے صبا زمین پر
گر ذوق سیر ہو تو آوارہ اِس چمن مین
یہ جان تو کبھو ایک آوارہ دست بردل
کیا ہو حباب سان یان دیکھ اپنی آنکھون
از خویش رفتہ بزم رہتے ہین ہم جو اس بن
پتھر سے توڑ ڈالون آئینے کو ابھی مین
اُس تیغ زن سو کہیو قاصد مری طرف سے
ہمسایہ اِس چمن کے کتنے شکستہ پر ہین

اہو شک شمع رخسار پر روان ہو
یا ہو صدا جرس کی یا گرد کاروان ہو
آسودہ وہ کسو کا کیا خاک آستان ہو
اہو آہ صبحگاہی آشوب آسمان ہو
مانند عندلیب گم کردہ آشیان ہو
خاک چمن کے اوپر برگ خزان جہان ہو
گر پیرہن مین میرے میرا تجھے گمان ہو
کہتے ہین لوگ اکثر اسوقت تم کہان ہو
گر دے خوبصورت تیرا نہ درمیان ہو
اتنک بھی بیجان ہون گر قصد استحان ہو
اتنے یہ کہ شاید یان یاد گلستان ہو

میرا و سو جان کر تو بے شبہہ ملیو رہ پر
صحرا مین خوشہ مو بیٹھا کوئی جوان ہو

گو چپ بیٹھے ہو پر دیکھو
آ رزو ہے کہ تم ادھر دیکھو
عشق کیا کیا ہمین دکھاتا ہے
آہ تم بھی تو اک نظر دیکھو

غزلیات میر

گر سایہ ترا تو دل مضطرب تو میر
آرام کر چکا ترے مشتِ غبار کو

اچھی لگی ہو تجھ بن گلگشت باغ کسکو
صحبت رکھی گلو نسے اتنا دماغ کسکو

بے سوز داغ دل پر گر بھی چلے بجا ہے
اچھا لگے ہو اپنا گھر بے چراغ کسکو

صد چشم داغ و آہین دیدہ مرے ہین وہ ہون
دکھلا رہا ہے لالہ تو اپنا داغ کسکو

گلچین عیش ہوتے ہم بھی چمن مین جا کر
آہ و فغان سے اپنے لیکن فراغ کسکو

اُسکی بلا سے جو ہم اے میر گم بھی ہو وین
ہم سے غریب کا ہو فکر سراغ کسکو

دن گذرتا ہے مجھے فکر ہی مین تا کیا ہو
رات جاتی ہو اسی غم مین کہ فردا کیا ہو

سب ہین دیدے کے مشتاق پر ایسے غافل
حشر برپا ہو کہ فتنہ اوٹھے آیا کیا ہو

خاک حسرت زدگان پر کو گذر دو اس
اِن ستم کشتون سے اب عرض تمنا کیا ہو

گر بہت آدمی تو آنکھو مین مری پھیکی لگے
جن نے دیکھا ہو تجھے محوِ تماشا کیا ہو

شوق جاتا ہی ہمین یار کے کوچے کو لیے
جانے معلوم ہو کیا جانیے اُسجا کیا ہو

ایک رونا ہے نہین آہ و غم و نالہ درد
ہجر مین زندگی کرینگے نہین کیا کیا ہو

خاک مین لوٹون کہ لوہو مین نہاؤن نہیں میر

نزدیک تر ہے سینے کے رکھ اپنے قلب کو
وہ دل ہی کیمیا ہے جو گرم گداز ہو

ہو فرق ہی مین خبر نہ کرار زر وے وصل
مل بیٹھے جو اسے تو شکوہ دراز ہو

جون تون کی اُسکی چاہ کا پردا کیا ہے مین
اے چشم گریہ ناک نہ افشاے راز ہو

جن چشم بسملی نہ مندی آویگی نظر
جو آنکھ میری خونی کے چہرے پہ مار ہو

ہمسے یہ خیر عجز کچھو کچھ بیا نہ میر
خوش حال وہ فقیر کہ جو بے نیاز ہو

نالہ اگر مرا سبب شور و شر نہو
پھر مر بھی جائے تو کسو کو خبر نہو

دل پر ہوا سو آہ کے صدمے سے ہو چکا
ڈرتا ہون یہ کباب کہین ٹکڑے جگر نہو

برچھی سی پار عرش کے گذرے نہ عاقبت
آہ سحر مین میری کہانتک اثر نہو

سمجھا ہون تیری آنکھ چھپائیسے خوش نگاہ
مد نظر یہ ہے کہ کسی کی نظر نہو

قطعہ

کھینچے ہو دل کو زلف سے گاہے نگہ سو گاہ
حیران نہووے کوئی تو اس طرز پر نہو

سودل سے بھی نہ کام چلے اُسکے عشق مین
اک دل رکھو نہین تو کدھر ہو کدھر نہو

قطعہ

جس راہ ہو کے آج مین پہونچا ہون تجھ تلک
کافر کا بھی گذر اُسی ادھر نہو

وہی جانے جو جیا کشتہ وفا رکھتا ہو
اور رسوائی کا اندیشہ جدا رکھتا ہو

کام یارے جو جذب رسا رکھتا ہو
یا کوئی آئینہ سا دست دعا رکھتا ہو

عشق کو نفع نہ بینائی کرے ہے شنکیب
کرے تدبیر جو درد دوا رکھتا ہو

مین نے آئینہ صفت ورنہ کیا بند غرض
اُسکو شکل ہو جو آنکھو مین حیا رکھتا ہو

ہائے اس زخمی شمشیر محبت کا جگر
درد کو اپنے جو ناچار چھپا رکھتا ہو

اُسکے تشبیہ دیتے ہین یہ شاعر لیک
سب کچھ اُس فن آگے جو مزار رکھتا ہو

آدمی ہے پہلے قدم سر ہی کا جانا رہیش
دیکھنا ہو جو رہ عشق مین پار رکھتا ہو

پہلے تو حال کے کہنے سے بھلی خاموشی
کہیے اُس سے جو کوئی اپنا کمار رکھتا ہو

کیا کرے وصل سے یا وہ دل آزردہ جو
زخم ہے یار کا چھاتی پہ لگا رکھتا ہو

قطعہ

کب تلک سکی اسیران بلاخانہ خراب
ظلم کی تازہ جو ہر روز بنا رکھتا ہو

ایکدم کھولکے نافونکے کمند فونکے تئین
مدتون تک دل عاشق کو لگا رکھتا ہو

گل ہو مہتاب ہو آئینہ ہو خورشید ہو میر
اپنا محبوب وہی ہے جو ادا رکھتا ہو

مت پوچھ کچھ اپنی باتین کہیو تو تکوندا مت ہو
قد قامت پہ کچھ ہو تمھارا لیکن قد قیامت ہو

سایۂ گل مین لب جو پہ گلابی رکھو
ہاتھ مین جام کو لو آپ کو بدنام کرو

آہ تا چند رہو خانقہ و مسجد مین
ایک تو صبح گلستان مین بھی شام کرو

رات تو ساری گئی ہنستے پریشان گوئی
میر جی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو

کون کہتا ہے نہ غیرون پہ تم امداد کرو
ہم فراموش ہوؤن کو بھی کبھو یاد کرو

بین یہان مجھسے وفا پیشہ نہ بیداد کرو
نہ کرو ایسا کہ پھر یہ تئین یاد کرو

ایسے ہم پیشہ کہان ہوتے ہین اے غمزدگان
مرگ مجنون پہ کرو ہو ماتم فرہاد کرو

اے اسیران تہ دام نہ تڑپو اتنا
تا نہ بدنام کہین جنگل صیاد کرو

گو کہ حیرانی دیدار ہے اے آہ سرشک
کوئی روشن کرو آنکھین کوئی دلشاد کرو

کیا ہوا ہے ابھی تو ہستی ہی کو بھولے ہو
آخر کار رفتن کو تمک اک یاد کرو

اول عشق ہی مین میر جی تم رونے لگے
خاک ابھی منھ کو ملو نالہ و فریاد کرو

دل صاف ہو تو جلوہ گہ یار کیون نہو
آئینہ ہو تو قابل دیدار کیون نہو

عالم تمام اسکا گرفتار کیون نہو
وہ ناز پیشہ ایک ہے عیار کیون نہو

مستغنیانہ تو جو کرے پہلی ہے سکوت
عاشق کو فکر عاقبت کار کیون نہو

صورت تو تری صفحۂ خاطر پہ نقش ہے
ظاہر میں اب ہزار تو مستور کیوں نہو

صافی شست سے ہو غرض مشق تیر سے
سینہ کسو کا خانۂ زنبور کیوں نہو

مجنون جو دشت گرد تھا ہم شہر گرد ہیں
آوارگی ہماری بھی مذکور کیوں نہو

تلوار کھینچتا ہے وہ اکثر نشے کے بیچ
زخمی جو اوسکے ہاتھ کا ہو چور کیوں نہو

خالی نہیں غزل کوئی دیوان میں مرے
افسانۂ عشق کا ہے یہ مشہور کیوں نہو

مجکو تو یہ قبول ہوا عشق ہیں کہ میر
پاس اوسکے جب گیا تو کہا دور کیوں نہو

ہر دم وہ شوخ دست بشمشیر کیوں نہو
کچھ جینے کی ہوا یسی ہی تقصیر کیوں نہو

اب تو جگر کو جینے بلا کا ہدف کیا
انداز اس نگاہ کا پھر تیر کیوں نہو

جاتا تو ہے کہیں کو تو لے کارواں مصر
کنعان ہی کی طرف کو یہ شبگیر کیوں نہو

حیران ہیں اسقدر کہ اگر اب کی چاہیے
پھر منھ ترا نہ دیکھیے تصویر کیوں نہو

تو نے تو رفتہ رفتہ کیا ہم کو تنگ خلق
وحشت دلا کہاں تئیں نخچیر کیوں نہو

جون گل کسو شگفتہ طبیعت کا ہوں نشاں
غنچہ بھی کوئی خاطر دلگیر کیوں نہو

ہووے ہزار وحشت اسے تو بھی یار ہے
اغیار تیرے ساتھ جو ہوں میر کیوں نہو

قید حیات قید کوئی سخت ہے کہ روز
مرتے ہین اسکی گرفتار ایک دو

کس کس ادا سے اوسکو ہوے نظر بیان ہر ایک شب
جی دے ہین اسکی چشم کے بیمار ایک دو

تو تو دو چار ہو کے کیا کب کا یہان ہنوز
گذرین ہین اپنی جان سے چار ایک دو

ابرو ے تیغ زن کی تمھاری تو کیا چلی
کردی ہے جسکا لاگتی ہے وار ایک دو

تک چشم ہین بھی سر سے کا دبالہ کھینچتے
اس مست کے بھی ہاتھ مین تلوار ایک دو

کیا کیا عزیز دوست ملے میر خاک مین
کچھ اس گلی مین ہم سے نہین خوار ایک دو

۱۰۳

حال ہم میر کا لے اہل وفا مت پوچھو
اس ستم گشتہ پہ جو گذری جفا مت پوچھو

صبح سے اور بھی پاتا ہون اسے اشتام سخت
کام کرتی ہے جو کچھ میری دعا مت پوچھو

استخوان توڑی مری اسکی گلی کے سگ نے
جس خرابی سے مین واں رات رہا مت پوچھو

ہوش صبر و خرد و دین و حواس دل و تاب
اسکے آتے ہی مین کیا کیا نہ گیا مت پوچھو

اشتعال اک کی محبت نے کہ درست پھنکا
شہر دل کیا کہون کس جور جلا مت پوچھو

وقت قتل آرزو دل جو لگے پوچھنے لوگ
بین اشارت کی ادھر ان نے کہا مت پوچھو

خوار و زار انھین نے میر کو خواہ آپ مرا
جانے دو یار جو ہونا تھا ہوا مت پوچھو

لب پہ تھیون مرزہ پیہم دنگرین ایک پاس
دن گیا ہجر کا جس ڈھنگ سے شب پوچھو

میر صاحب نئی یہ طرز ہوا سکی تو کہون
موجب آزردگی کا وجہ غضب مت پوچھو

فرصت نین تنگ بھی کہین اضطراب کو
کیا آفت آگئی مرے اس دلکی تاب کو

میری ہی چشم تر کی کرامت ہے یہ سب
پھرتا نہاور نہ ابر تو محتاج آپ کو

گذری ہو شب خیال مین خوبان کے جاگتے
آنکھین لگا کے اونسے مین ترسون ہون خواب کو

خط آگیا پر اُسکا نہ فال نکم ہوا
قاصد مرا خراب پھرے بے جواب کو

نیندین جب سے دیکھے ہین ساقی خمار کی
پیتا ہون رکھ کے آنکھون پہ جام شراب کو

اتو لقاب منھ پہ لے ظالم کہ شب ہوئی
شرمندہ سارے دن تو کیا آفتاب کو

کہنے سے میر اور بھی ہوتا ہے مضطرب
سمجھاؤن کب تک اس دل خانہ خراب کو

کیا ہو اگر بدنامی حالت بتاہی بھی نہو
عشق کیسا جسمین اتنی رسیاہی بھی نہو

لطف کیا آزردہ ہو کر آپ سے ملنے کی بیچ
ٹک تری جانب سے جبتک عذر خواہی بھی نہو

چاہتا ہو جی کہ ہم تم ایک جا تنہا ملین
ناز بیجا بھی نہو اے کم نگاہی بھی نہو

مجمع نرکان ہو کوئی دیکھیو جا کر کہین
جسکا مین کشتہ ہون اُسمین سپاہی بھی نہو

تسے کو چہ مین بیخبر عاشقون کے خار مژہ کا نہین
جو تو گھر سے کبھو نکلے تو رکھیو پاؤن آہستہ

مرے آگے نہین ہنستا تو اگر صلح کرنا ہون
بھلا مین دون تو دور یا تبسم کر تو آہستہ

تعجب ہی مجھے یہ سرو کو آزاد کہتے ہین
سراپا دل کی صورت جسکی ہووہ کیا دار ہے

تری گلگشت کے خاطر بنا ہی باغ داغون سے
پر طاؤس سینہ ہے تمامی دست گلدستہ

بجا ہے گر فلک پر فخر سے پھینکے کلاہ اپنی
کہے جو اس زمین مین میر یک مصراع برجستہ

ہم ہین مجروح ماجرا ہے یہ
وہ نمک چھڑکے ہے مزا ہے یہ

آگ تھے ابتدائے عشق مین ہم
اب جو ہین خاک انتہا ہے یہ

بود آدم نمود شبنم ہے
ایک دو دم مین پھر ہوا ہے یہ

شکر اوسکی جفا کا ہو نہ سکا
دل سے اپنے ہمین گلا ہے یہ

شور سے اپنے حشر ہے پردہ
یون نہین جانتا کہ کیا ہے یہ

بس ہوا ناز ہو چکا اغماض
ہر گھڑی ہم سے کیا ادا ہے یہ

نقشین اوٹھتی ہین آج یارونکی
آن بیٹھو تو خوش نما ہے یہ

دیکھ بیدم مجھے لگا کہنے
ہے تو مردہ سا پر بلا ہے یہ

مین تو چپ ہون وہ ہونٹھ ہلتے ہین
کیا کہون ریجھنے کی جا ہے یہ

قطعہ

نام مین خستہ و آوارہ بدنام مری
ایک عالم نے غرض مجھکو کہا کیا کچھ

طرفہ صحبت ہو کہ سنتا ہین تو ایک مری
واسطے تیرے سنا ہین نے سنا کیا کچھ

حسرت وصل و غم ہجر و خیال رخ دوست
مر گیا ہین پہ مرے جی مین رہا کیا کیا کچھ

درد دل زخم جگر کلفت غم داغ فراق
آہ عالم سے مرے ساتھ چلا کیا کیا کچھ

چشم نمناک و دل پر جگر صد پارہ
دولت عشق سے ہم پاس تھا کیا کیا کچھ

تجھکو کیا کہتے مگر ڈرتے سے زمانے کے یان
خاک کن کن کی ہوئی صرف بنا کیا کیا کچھ

قطعہ

قبلہ و کعبہ خداوند و ملاذ و مشفق
مضطرب ہو کے اُسے مین نے لکھا کیا کیا کچھ

پر کہون کیا رقم شوق کی اپنی تاثیر
ہر سر حرف پہ وہ کہنے لگا کیا کیا کچھ

ایک محروم چلے میر ہمین عالم سے
ورنہ عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ

جی چاہے مل کسو سے یا سب سے توجہ دارہ
پر ہو سکے تو پیارے تمکنت سے کام آشارہ

کل بے تکلفی مین لطف اُس بدو نکا دیکھا
سکلا نہ پر قبا سے وہ گل بہ سیر اٹھپارہ

عاشق غیور جی دے اور اسطرف نہ دیکھے
وہ آنکھ جو چھپاوے تو بھی ٹک تھپکارہ

کیا کیا نہ رہے ہین تم نے بچا ہین | اچھا رجایا اے مہربان آہ
گذری ہے دیکھین کیونکر ہماری | اس بیوفا سے لے رسم لے راہ

قطعہ

تھی خواہش دل رکھنا حمائل | گردنمین اسکے ہرگاہ و بیگاہ
اسپر کہ تھا وہ شہ رگ سے اقرب | ہرگز نہ پہونچا یہ دست کوتاہ

قطعہ

ہے ماسوا کیا جو میرے کہئے | آگاہ ساری اسے ہین آگاہ
جلوے ہین اُسکے شانین ہین اُسکی | کیا روز کیا خور کیا رات کیا ماہ

ظاہر کہ باطن اول کہ آخر
اللہ اللہ اللہ اللہ

جو ہوشیار ہو سو آج ہو شراب زدہ | زنین بیسکدہ یکدست ہیگی آب زدہ
بنی پہ کیونکی ملی تو ہو یا ہمین سمجھین | ہم اضطراب زدہ اور تو حجاب زدہ
کرے ہو جسکو ملاحظہ جہان وہ مین ہی ہون | اجل رسیدہ جفا دیدہ اضطراب زدہ
جدا ہو رخ سے ترے زلف مین تو کیون لجائے | پناہ لیتے ہین سائے کی آفتاب زدہ

لگا نہ ایک بھی میرا اُسکی ہیت ابرو کو

بیکلی اُسکی نہ ظاہر تھی جو نوائے بلبل
دم کش میر ہوئی اس گفتار کے ساتھ

کہتے ہین اڑ بھی گئے جل پر پروانے
کچھ سنی سوختگان تم خبر پروانہ

سعی اتنی یہ ضروری ہوا اٹھی بزم سلک
اب جگر تفتگی بے اثر پروانہ

کس گنہ کا ہے پس از مرگ یہ عذر جانسوز
پانوں پر شمع کے پاتے ہین سر پروانہ

آپڑا آگ مین اے شمع پہین سے تو سمجھ
کس قدر داغ ہوا تھا جگر پروانہ

بزم دنیا کی تو دلسوزی سنی ہو گی میر
کسطرح شام ہوئی یان سحر پروانہ

ردیف یای تحتانی

دلکو تسکین نہین اشک دمادم سے بھی
اس مہ مین نہین گہٹی ہے برکت غم سو بھی

ہمنشین کیا کہون اس شب سے تا بامین
صبح عید اپنی ہو بدتر شب ماتم سے بھی

کاش یہان المناک نکل جاوے تو
ابتو دیکھا نہین جاتا یہ ستم ہمسے بھی

آخر کار محبت مین نہ نکلا کچھ کام
سینہ چاک و دل پر درد مژدہ سے بھی

آہ عبث سے تا چند کہون جی کی بات
عشق کا راز تو کہتے نہین محرم سے بھی

دوڑے ہے کوچہ مین اے غیرت فردوس ترے
کام گذر رہا ہے مرا گریہ آدم سے بھی

چھوٹا شاکب ہے اسیر خوش زبان
جیتے جی اپنی رہائی ہو چکی

آگے ہو مسجد کے نکلے اوسکی راہ
شیخ سے اب پارسائی ہو چکی

درمیان ایسا نہیں اب آئینہ
میرے اوسکے اب صفائی ہو چکی

ایک بوسہ مانگتے لڑنے لگے
اتنے ہی مین آشنائی ہو چکی

بیچ مین ہم ہین نہو تو لطف کیا
رحم کر اب بیوفائی ہو چکی

آج پھر تھا بے حمیت میر وان
کل لڑائی سے لڑائی ہو چکی

گلگشت کی ہوس تھی سو تو بگیر آئے
آئے جو ہم چمن مین ہو کر اسیر آئے

فرصت مین کیفیت کے کیا در دل سنو گے
آئے تو تم ولیکن وقت اخیر آئے

دلی مین اب کی آکر اُن یارون کو نہ دیکھا
کچھ وے گئے شتابی کچھ ہم بھی دیر آئے

کیا خوبی اس چمن کی موقوف ہے کسو پر
کل کر گئے عدم کو مکھڑے نظر آئے

شکوہ نہین جو اُسکو پروا نہ ہو ہماری
دروانے جسکے ہمسے کتنے فقیر آئے

عمر دراز کیونکر مختار خضر ہے یان
ایک آدھ دین ہم تو جینے سے سیر آئے

نزدیک تھی قفس مین پرواز روح اپنی
غنچے ہو گلبنون پر جب ہم صفیر آئے

یون بیٹھے بیٹھے ناگہ گردن لگے ہلانے
سر شیخ جی کے گویا مجلس مین پیر آئے

کمان یہ قامت و کش کمان پاکیزگی ایسی
ملے ہین ہم بہت گلزار کے نازک نہالونسے

ہدف سکا ہوئی مدت ہوئی سینے کو پر اتپاتک
گھٹا نکلے ہو لخت دل مرا تیر و نکے بھالونسے

ہوا پیرانہ سر عاشق ہوا زاہد مضحکہ سب کا
کہن سالی مین ملتا ہے کوئی بھی خورد سالونسے

رگِ گل کو کوئی کہتا ہے کوئی اے میر مو اسکو
کمر اس شوخ کی بندھتی نہین اُن خوش خیالونسے

گئے جی سے چھوٹے بتون کی جفا سے
یہی بات ہم چاہتے تھے خدا سے

وہ اپنی ہی خوبی سے رہتا ہے نازان
مرو یا جیو کوئی اوسکی بلا سے

کوئی ہمسے کھلتے ہین بند اس قبا کے
یہ عقدے کھلینگے کسو کی دعا سے

پشیمان توبہ سے ہوگا عدم مین
کہ غافل چلا شیخ لطفِ ہوا سے

نہ رکھی مری خاک بھی اس گلی مین
کہ دورت مجھے ہے نہایت صبا سے

جگر سوئے مژگان کھنچا جاے ہے کچھ
مگر دیدۂ تر ہین لوہو کے پیاسے

اگر چشم ہے تو وہی عین حق ہے
تعصب بتجھے ہے عجب ماسوا سے

طبیب بسک عقل ہرگز نہ سمجھا
ہوا درد عشق آہ دونا دوا سے

ٹک اے مدعی چشم انصاف وا کر
کہ بیٹھے ہین یہ قانیے کس ادا سے

نہ شکوہ شکایت نہ حرف حکایت

شست تو کا اُسکے پانی جمع ہو کر مینا — اور منہ دھونیکے چھینٹوں سے ستارے دیکھیے

رہ گئے سوتے کو سوتے کاروان جاتا رہا
ہم تو میر اس رہ کے خوابیدہ ہین یا سدھ لیجیے

چشم آئینہ وار روتھی کسو کی — نظر اس طرف بھی کبھو تھی کسو کی
سحر پائے گل بیجو دی ہمکو آئی — کہ اس شست پیما نین بو تھی کسو کی
یہ گرشتہ جبتک رہا اس چمن مین — برنگ صبا جستجو تھی کسو کی
نہ ٹھہری تمک اک جان برلب رسیدہ — ہمین مدعا گفتگو تھی کسو کی
جلایا شب اک شعلۂ دل نے ہم کو — کہ اُس تند سرکش مین خو تھی کسو کی
نہ تھے تجھسے نازک میانان گلشن — بہت تو کمر جیسے مو تھی کسو کی

دم مرگ دشوار دی جان اُن نے
مگر میر کو آرزو تھی کسو کی

کس طور رہین کوئی فریبندہ لبھائے — آخر ہین تری آنکھون کے دیکھنے والے
سو ظلم اوٹھائے تو کبھو دور سے دیکھا — ہرگز نہ ہوا یہ کہ ہین پاس بلائے
اُس شوخ کی سرنیزہ پلک ہین کہ وہ کانٹا — گڑ جاے اگر آنکھ مین سر دل سے نکالے
عشق آنکھ ہے جو بار کو اپنے دم فرتن — کرتے نہین غیرت سے خدا کے بھی حوالے

جہان سے تو رخصتِ اقامت کو باندھ
یہ منزل نہیں بے خبر راہ ہے
نہ شرمندہ کر اپنے منھ سے مجھے
کہا میں نے یہ کب کہ تو ماہ ہے

یہ وہ کارواں گاہ دلکش ہے میر
کہ پھر یاں سے حسرت ہی ہمراہ ہے

ڈھب ہیں تیرے باغ میں گل کے
بو گئی کچھ دماغ میں گل کے
جائے رونق دیا کرے ہے عشق
خون بلبل چراغ میں گل کے
دل تسلی نہیں صبا ورنہ
جلوہ سب ہینگے داغ میں گل کے
اس حدیقے کے عیش پر مت جا
مے نہیں ہے ایاغ میں گل کے

سیر کر میر اس چمن کی شتاب
ہے خزاں بھی سراغ میں گل کے

عشق میں بے خوف و خطر چاہیے
جان کے دینے کو جگر چاہیے
قابلِ آغوش ستمدیدگاں
اشک سا پاکیزہ گہر چاہیے
حال یہ پہونچا ہے کہ اب ضعف سے
اوٹھنے تلک ایک پہر چاہیے
کم ہے شناسائے زر داغ دل
اُسکے پرکھنے کو نظر چاہیے
عشق کے آثار میں اے بوالہوس
داغ دل دست لبر چاہیے

گریہ ہر وقت کا نہیں بے ہیچ
دل مین کوئی غم نہانی ہے

خاک تھی موج زن جہانمین اور
ہم کو دھوکا یہ تھا کہ پانی ہے

ہم قفس زاد قید ہین ورنہ
تا چمن ایک پرفشانی ہے

اُسکی شمشیر تیز ہے ہمدم
مر رہین گے جو زندگانی ہے

غم و رنج و الم نکو یان پے
سب تمھاری ہی مہربانی ہے

یان ہوئے میر تم برابر خاک
واں وہی ناز و سرگرانی ہے

قیامت ہین یہ چسپان جانے والے
گلو نہین جنکے خاطر خرقے والے

وہ کالا چور ہے خالِ رُخِ یار
کہ سو آنکھو نہین دل ہو تو چرالے

نہین اٹھتا دلِ محزون کا ماتم
خدا ہی اِس مصیبت سے نکالے

کہانتک دور بیٹھے بیٹھے کہئے
کبھو تو پاس بھی ہمکو بلالے

دلا بازی نہ کر ان گیسوؤن سے
نہین آسان کھلانے سانپ کالے

طپش نے دل جگر کی مار ڈالا
بغل مین دشمن اپنے ہمنے پالے

مگر پھر گل آئے کاش یک چند
ابھی زخمِ جگر سارے ہین آلے

کسے قید قفس مین یاد گل کی
پڑے ہین اب تو جینے ہی کے لالے

تازگی کو عشق مین کیا دخل ہوا ہے ابوالہوس
یان صعوبت کھینچنے کو جیسمین طاقت چاہیے

تنگ مت ہو ابتدائے عاشقی مین اسقدر
اخیریت ہو میر صاحب دل سلامت چاہیے

بے یار شہر دل کا ویران ہو رہا ہے
دکھلائی دے جہانتک میدان ہو رہا ہے

اس منزل جہانکے باشندے رفتنی ہین
ہر یک کے ہان سفر کا سامان ہو رہا ہے

اچھا لگا ہو شاید آنکھو نمین یار اپنے
آئینہ دیکھکر کچھ حیران ہو رہا ہے

کل دیکھکر چمن مین تجھکو کھلا ہوا ہے
یعنے ہزار جی سے قربان ہو رہا ہے

حال زبون اپنا پوشیدہ کچھ نہ تھا تو
سستانہ تھا کہ یہ صید بیجان ہو رہا ہے

ظالم ادھر کی سدھ لے جون شمع صبحگاہے
ایک دھ دم کا عاشق مہمان ہو رہا ہے

قربان گہ محبت وہ چاہے جسمین ہر سو
دشوار جان دینا آسان ہو رہا ہے

ہر شب گلی مین اوسکی روتی تو رہتے ہم تو
اک روز میر صاحب طوفان ہو رہا ہے

آہ میری زبان پر آئی
یہ بلا آسمان پر آئی

عالم جان سے تو نہین آیا
ایک آفت جہان پر آئی

پیری آفت ہے پھر نہ تھا گویا
یہ بلا جس جہان پر آئی

جیتے ہیں جبتلک ہم آنکھیں بھی روبرو ہیں
دیکھیں تو جو رخوبان کبتک رو آرکھیں گے

اب چاند بھی لگا ہے تیرے سے جلوے کرنے
شب ہائے چند بے تجھکو چھپا رکھینگے

مژگان و چشم و ابرو سب ہیں ستم کے مائل
ان آفتوں سے دل ہم کیونکر بچا رکھینگے

دیوان میر صاحب ہر تک کے ہیں بغل میں
دو چار شعر ان کے ہم بھی لکھا کرینگے

تجھسے دوچار ہوگا جو کوئی راہ جائے
پھر عمر چاہے گی یہ اُسکو بچا آئے

گر دلکی بیقراری ہوتی یہی جواب ہے
تو ہم ستم رسیدہ کاہیکو جینے پائے

وہ دن گئے کہ اٹھکر جاتے تھے اُس گلی میں
اب سعی چاہیے ہے بالین سے سر اوٹھائے

کب تھی ہمیں تمنا اے ضعف یہ کہ تڑپیں
پر زیر تیغ اسکی ہم تک تو سر ہلائے

گر جانتے کہ یوں ہی برباد جائینگے تو
کاہیکو خاک میں ہم اپنے تئیں ملائے

شاید کہ خون دلکا پہونچا ہے وقت آخر
تھم جاتے ہیں کچھ آنسو اتو نکو آتے آتے

اس سمت کو پلٹتی تیری نگہ تو ساقی
حال خراب مجلس ہم شیخ کو دکھاتے

جی دیتا دلہی سے بہتر تھا صد مراتب
اے کاش جان دیتے ہم بھی نہ دل لگاتے

شب کوتہ اور قصہ ان کا دراز ورنہ
احوال میر صاحب ہم تجھکو سب سناتے

پھر سے اب یار ہوا چاہیے — طبعی ناچار ہوا چاہیے
جسکے تئیں ڈھونڈھوں ہوں سب میں ہے — کس کے طلبگار ہوا چاہیے
تاکہ وہ تک آن کے پوچھے کبھو — اسلیے بیمار ہوا چاہیے
زلف کسی کی ہو کہ ہو خال خط — دل کو گرفتار ہوا چاہیے
تیغ بلند اُسکی ہوئی بوالہوس — مرنے کو طیار ہوا چاہیے
مصطبۂ بیخودی ہے یہ جہان — جلد خبردار ہوا چاہیے
مول ہے بازار کا ہستی کے یہ — دل کے خریدار ہوا چاہیے
کچھ نہیں خورشید صفت سرکشی — سایۂ دیوار ہوا چاہیے
کرنہ تعلق کہ یہ منزل نہیں — آہ سبکبار ہوا چاہیے

گو سفری اب نہیں ظاہر میں میر
عاقبت کار ہوا چاہیے

یاں سرکشان جو صاحب تاج و لوا ہوئے — پامال ہو گئے تو نہ جانا کہ کیا ہوئے
دیکھی نہ ایک چشمک گل بھی چمن میں آہ — ہم آخر بہار قفس سے رہا ہوئے
پچتاؤ گے بہت جو گئے ہم جہان سے — آدم کی قدر ہوتی ہے ظاہر جدا ہوئے
بجھ بن داغ صحبت اہل چمن نہ تھا — گل وا ہوئے ہزار دلے ہم نہ وا ہوئے

گمان ہین آدمی عالم مین پیدا | خدائی صدقے کی انسان پر سے

تفنگ اوسکی چلی آواز پر لیک
گئی ہے میر کو لے کان پر سے

خوب ہی اے ابر یک سب آ دو باہم روئیے | پر نہ اتنا بھی کہ ڈوبے شہر کم کم روئیے
وقت خوش دیکھا نہ اکدم سے زیادہ دہر مین | خندۂ صبح چمن پر مثل شبنم روئیے
شادی و غم مین جہانکی ایک سے دس کا ہو فرق | عید کے دن ہنسئے تو دس دن محرم روئیے
دیکھا ماتم خانۂ عالم کو ہم مانند ابر | ہر جگہ پر جیمین یون آباد ماتم روئیے
ہو جدا فردوس سے یعنی گلی سے یار کے | مدتون تک کھینچئے غم مثل آدم روئیے
اب سے یون کریے مقرر اٹھیے جب اکسار سے | وادی مجنون پہ بھی اے ابر اکدم روئیے

عشق مین تقریب گریہ کو نہین درکار میر
ایک مدت صبر ہی کا رکھئے ماتم روئیے

نیلا نہین پھر تجھے استبا ہے | دو دو جگر سے میری پیچھت سب سیاہ ہے
ابر و ہوا رو بادہ سبھو نہین ہے اتفاق | ساقی جو تو بھی مل چلے تو واہ واہ ہے
مے سے ایسی آنکھین ہماری نہین لگین | احوال پر ہمارے تمھین کب نگاہ ہے
کس کس طرح سے ہاتھ نچاتا ہو وعظ مین | دیکھا جو شیخ شہر عجب دستگاہ ہے

گئے دست و پا گم جو میر آگیا
وفا پیشہ مجلس اُسے پا گئی

یکہ کشادہ روئی پر چین نہین جبین بھی
ہم چھوڑین اور اُسکی کاش اُسکو ہو دے کین بھی

آنسو تو پیرہن کے دامن پو پنچے ہو وقت گریہ
ہنسے نرکھی منہ پر لے ابر آستین بھی

کرتا نہین عبث تو پارہ گلو فغان سے
گذری ہی پار دل کے اک نالہ حزین بھی

ہون احضار مین مین آئینہ دشتاب
جاتا ہو ور نہ غافل پھر دم تو واپسین بھی

سینے سے تیر اُسکا جی کو تو لیتا نکلا
پر ساتھون ساتھ اُسکے نکلی ایک آہ ذرین بھی

ہر شب تری گلی مین عالم کی جان جاہے
آگے ہوے ابتک ایسا ستم کہین بھی

شوخی جلوہ اُسکی بستگین کیونکی بخشے
آئینہ نہین ہونکے جو ہو بھی پھر نہین بھی

گیسو سے کچھ نہین ہو سنبل کے آفت اسکا
ہین برق خرمن گل رخسار آتشین بھی

تکلیف نالہ مت کر اے ہمدرد دل کہ ہونگے
رنجیدہ راہ چلتے آزردہ ہمنشین بھی

کس کس کا داغ دیکھین یارب غم بتا نہین
رخصت طلب ہو جان بھی ایمان اور دین بھی

زیر فلک جہان تلک آسودہ میر ہوتے
ایسا نظر نہ آیا یک قطعہ زمین بھی

گئی چھانون اُس تیغ کی سر سے جب کی
جلے دھوپ مین یان تلک ہم کہ بنکی

جوشِ دل ہو ہم دیدۂ گریان ہوئے
کتنے ابر اشک ہو ئے جمع کہ طوفان ہوئے

کیا چھپیں شہر محبت مین تری خانہ خراب
گھر کے گھر انکے ہین اس بستی مین ویران ہوئے

کسنے لی رخصتِ پرواز پس از مرگِ ستم
مشت پر باغ مین آتے ہین پریشان ہوئے

سبزہ و لالہ و گل ابر و ہوا مے دے
ساقی ہم توبہ کے کر بیٹھے پشیمان ہوئے

دعوئی خوش ذہنی گرچہ اسو تھا لیکن
دیکھکر منھ کو ترے گل کے تئین کان ہوئے

جام خون بن نہین ملتا ہو ہمین صبحکو اب
جب سے اس چرخ سیہ کاسہ فہمان ہوئے

اپنے جی ہی نے نہ چاہا کہ پئین آب حیات
یون تو ہم میر اسی چشمے پہ بیجان ہوئے

خبر نہ تھی تجھے کیا میر دل کی طاقت کی
نگاہ چشم ادھر تونے کی قیامت کی

انھونین جو کہ ترے محو سجدہ رہتے ہین
نہین ہو قدر ہزارون برس عبادت کی

اٹھائی رنگ سمجھ تمنے بات کے کہتے
وفا و مہر جو تھی رسم ایک مدت کی

رکھین امید رہائی اسیر کاکل و زلف
مری تو باتین ہین زنجیر صرف الفت کی

ہے کوئی خرابات چھوڑ مسجد مین
ہوا منائی اگر شیخ نے کرامت کی

سوال مین نے جو انجام زندگی سو کیا
قد خمیدہ نے سوے زمین اشارت کی

نہ میر قدر کی اُس سنگدل نخچیری کچھو

ان دنون نکلے ہے آغشتہ بخون راتون کو
دھن ہے نالی کو کسو دل مین اثر کرنیکی

عشق مین تیرے گذرتی نہین بن سر پٹکے
صورت اک یہ ہی ہو اب عمر بسر کرنیکی

کاروانی ہے جہان عمر عزیز اپنی میر
رہ ہے درپیش سدا اسکو سفر کرنیکی

۱

لگوائے پتھر اور بُرا بھی کہا کئے
تمنے حقوق دوستی کے سب ادا کئے

کھینچا تھا آہ شعلہ فشان نے جگر سو سر
برسون تئین بڑے ہوئے جنگل جلا کئے

غنچے نے سارے طرز ہمارے ہی اخذ کئے
ہم جو چمن مین برسون گرفتہ رہا کئے

تدبیر عشق مین بھی نہ کرتے قصور یار
جو اس مرض مین ہوتے بھلے ہم دوا کئے

جون نے تیری کشتی کے لب سے رہی فغان
ہر چند بند بند بھی او سکے جدا کئے

کیا صرف دلنشین ہو مرا جیسے خط مدام
اغیار روسیاہ ترے منھ لگا کئے

پھر شام آشیانہ کبھو نکلے گلرخان
ہر صبح اسسے برسون تئین ہم ملا کئے

بے عیب ذات ہیگی خدا ہی کی اے بتان
تم لوگ خوبرو کیے یا بے وفا کئے

اب خاک سی اوڑے ہے منھا و پر و گرنہ میر
اس چشم گریناک سے دریا بہا کئے

برقع کو اُٹھا چہرے سے وہ بت اگر آوے
اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آوے

صنائع ہین سب خوار از انجملہ ہونہین بھی ہو عیب بڑا اُسمین جسے کچھ ہنر آوے

قطعہ

ای وہ کہ تو بیٹھا ہے سرِ راہ پہ زنہار کہیو جو کبھو پیر ملا کش ادھر آوے
مت دشت محبت مین قدم رکھ کہ خضر کو ہر گام پہ اُس رہ مین سفر سے حذر آوے

کردن جو آہ زمین و زمان جل جاوے سپہر نیلی کا یہ سائبان جل جاوے
وہی آگ دل کو محبت نے جب سے جلتا ہون مین جسطرح کسو کا خانمان جل جاوے
دوا پذیر نہین اے طبیب تپ غم کی بدن مین تاب ہو تو استخوان جل جاوے
نہ آوے سوز جگر منہ پہ شمع ساں یکبار بیان کرنیسے آگے زبان جل جاوے
ہمارے نالے بھی آتش ہی کے ہین پر کالے سنے تو بلبل نالان کی جان جل جاوے
ہزار حیف کہ دل خار و خس سے باندھو کوئی خزان مین برق گرے آشیان جل جاوے
متاع سینہ سب آتش ہے فایدہ سب کا خیال یہ ہے مبادا دکان جل جاوے
نہ پوچھ کچھ لب ترسا بچے کی کیفیت کہون تو دختر رز کی دکان جل جاوے

نہ بول میرے مظلوم عشق ہے وہ غریب مبادا آہ کرے سب جہان جل جاوے

اپنا شمار پوچھو تو مہربان وفا ہے
پر اسکے جیمین ہمسے کیا جانے کہ کیا ہے

بالین پہ میرے آ کر تک دیکھ شوق دیدار
سارے بدن کا جی اب آنکھو نمین آ رہا ہے

بے اسکے رگ کے مرکے گرے عشق مین تو
کرتے ہین آہ جنبک تب تک ہو کچھ ہوا ہے

شکوہ ہے دونکا یہ بیگانگی سے میری
مژگان تر و گر نہ آنکھو نمین آشنا ہے

مت کر زمین دل مین تخم امید ضایع
بوٹا جو یان اوگا ہے سو اگتے ہی جلا ہے

شرمندہ ہوتی ہینگے خورشید و ماہ دونون
خوبی نے منھ کی تیرے ظالم قران کیا ہے

اے شمع بزم عاشق روشن ہے یہ کہ تجھ بن
آنکھو نمین میرے عالم تاریک ہو گیا ہے

جیتے ہی جی تلک ہین سارے علانی سو تو
عاشق ترا مجرد فارغ ہی ہو چکا ہے

صد سحر و یک رقیمہ خط میر جی کا دیکھا
قاصد نہین چلا ہے جادو ہے گر چلا ہے

الم سے یان تئین مین مشق ناتوانی کی
کہ میر بیجان نے تن پر مرے گرانی کی

چمن کا نام سنا تھا ولے نہ دیکھا ہائے
جہانمین ہمنے قفس ہی مین زندگانی کی

علانی خوب مری خونمین خاک بسمل گاہ
یہ تھوڑی فتنون مین مجھ پہ سخت جانی کی

پلنگ ہو نمین ترے اختلاط سے پیری
قسم ہے اپنی تجھے اس گئی جوانی کی

چلا ہو کھینچے تصویر میر بت کی آج
خدا کے واسطے صورت تو دیکھو مانی کی

ہر اشک مرا ہے دُرِ شہوار سے بہتر
ہر لختِ جگر رشکِ عقیقِ یمنی ہے

پکڑی ہے پٹ میر طپش اور جگر میں
شاید کہ مرے جی ہی پر اب آن بنی ہے

اب کر کے فراموش تو ناشاد کرو گے
پر ہم جو نہ ہونگے تو بہت یاد کرو گے

زنہار اگر خستہ دلاں بیستوں جاؤ
اک پاس ہنرمندی فرہاد کرو گے

غیروں پہ اگر کھینچو گے شمشیر تو خوباں
اک اور مری جاں پہ بیداد کرو گے

قطعہ

جاگہ نہیں یاں دیکھئے جس پر نہ کڑی ہو
کچھ شور سے شر پر تو مجھے یاد کرو گے

اس دشت میں اے رہروِ ناں ہر قدم اوپر
مانند جرس نالہ و فریاد کرو گے

اگر دیکھو گے تم طرزِ کلام اوسکے نظر کر
اے اہلِ سخن میر کو اُستاد کرو گے

خوش سرانجام تھے وے جلد جو ہشیار ہوئے
ہم تو اے ہمنفساں دیر خبردار ہوئے

جنس دل دونوں جہان جسکے بہا بھی اسکا
یک نگہ مول ہوا تم نہ خریدار ہوئے

عشق وہ ہے کہ جو تھی جلوتی منزل قدسں
وے بھی رسوائی سر کوچہ و بازار ہوئے

سیر گلزار مبارک ہو صبا کو ہم تو
ایک پرواز نہ کی تھی کہ گرفتار ہوئے

ترکھو کان نظم شاعران حال پر اتنی
چلو ٹک میر سے پوچھو کہ وہ موتی پروتا ہے

ہمتو اُسکے ظلم سے ہمدم چلے
رہ سکے ہے وہ تو رویان ہم چلے

ٹوٹے جون لالہ ستان سے ایک پھول
ہم نے یا نسے داغ ایک عالم چلے

جنبش ابرو تو وان رہتی نہین
کب تلک تلواریان ہمدم چلے

تم جگر کے آیا آخر ہو گئے
اشک خونی کچھ مژہ پر چم چلے

دیکھیے بخت زبون کیا کیا دکھائے
تم تو خوبان ہم سے ہو برہم چلے

بھاگے گئے پر بیٹھے تھے گویا غزال
تیری آنکھین دیکھتے ہی رم چلے

مجھ سے نا شایستہ کیا دیکھا کہ میر
آتے آتے کچھ جو آنسو تھم چلے

غیر کو بھی دیکھ کیا طاقت ہوئے یا رہے
اس گئے کے کرکے دلبر ہی صید حرم کو مارا ہے

باغ کو تجھ بن اے پھائین آتش دی ہو ہمارن نے
ہر غنچہ اخگر ہو ہمکو ہر گل ایک انگارا ہے

حب تجھ بن لگتا ہو تڑپ جاوے ہو نکلا ہاتھون سے
ہو جو گرہ سینے مین اُسکو دل کہو یا پارا ہے

راہ حدیث جو تک بھی نکلی کون نکھاوے ہمکو پھر
روے سخن پر کسکو دے وہ شوخ بڑا عیارا ہے

کام اُسکا ہو خون فشانی ہر دم تیری قدمین
چشم کو میری آکر دیکھ اب لوہو کا فوارا ہے

ایک دم تھی نمود بود اپنی
یا سفیدی کی یا اخیر ہوئے

یعنے مانندِ صبح دنیا میں
ہم جو پیدا ہوئے سو پیر ہوئے

مت مل اہلِ دول کے لڑ کوں سے
میر جی ان سے مل فقیر ہوئے

نوحہ تیری ہی وحیرت مری آنکھوں پہ کیا کم ہے
جو میں ہر یک مزہ دیکھوں یہ تو ہے کہ یہ ہم ہے

کری ہو مو پریشان غم وفا تو تعزیہ تو نے
حیا کر حق صحبت کی کہ ان سیکس کا ماتم ہے

دورنگی دہر کی پیدا ہوا یا نسے دل اٹھا اپنا
کسو کے گھر میں شادی ہو کہیں ہنگامۂ غم ہے

کہیں آشفتگان سے میر مقصد ہووے ہو حاصل
جو زلفیں اُسکی درہم ہیں مرا بھی کام برہم ہے

جب کہ پہلوے یار او ٹھتا ہے
در وبے اختیار اٹھتا ہے

ابتلک بھی مزار مجنوں سے
ناتوان اک غبار اٹھتا ہے

ہے بگولا غبار کس کا میر
کہ جو ہو بیقرار او ٹھتا ہے

کیا ہے مرورِ وانکا کوئی مائل ایک ہے
سیکڑوں ہم خون کرفتہ ہیں و قاتل ایک ہے

راہ سب کو ہو خدا سے جان اگر پہونچا ہو تو
ہو طریقے مختلف کتنے ہی منزل ایک ہے

لا علاجی ہی جو رہتی ہو مجھے آوارگی
کیجئے کیا میر صاحب بندگی بیچارگی

کیسی کیسی صحبتیں آنکھوں کے آگے سو گئیں
دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا یکبارگی

روے گل پر روز شب کس شوق سے ہنتا ہو ماں
رخنۂ دیوار ہے یا دیدۂ نظارگی

اشک خونیں آنکھ میں بھر لائے پی جاتا ہوں میں
محتسب کھتا ہے مجھ پر تہمت میخوارگی

مت فریب سادگی کھا ان سیہ چشموں کا میر
انکی آنکھوں سے ٹپکتی ہے بڑی عیارگی

مشکل ہے ہو نار و کشش خار کی جھلک سے
ہم تو بشر ہیں اس جا پر جلتے ہیں ملک کے

مرتا ہے کیوں تو ناحق یاری برادری پر
دنیا کے سارے ناتے ہیں جیتے جی فلک کے

کہتے ہیں گو زمیں بھی ہیں تین و زبھاری
جائیں کدھر الٰہی مارے ہوئے فلک کے

لاتے نہیں نظر میں غلطاتئی گہر کو
ہم معتقد ہیں اپنے آنسو ہی کے ڈھلک کے

کل اک مژہ پنجوڑی طوفان نوح آیا
فکر فشار میں ہوں میر آج ہر پلک کے

گیسو سے اسکی میں نے کیوں آنکھ جا لگائی
جو اپنے اچھے جی کو ایسی بلا لگائی

تھا دل جو پکا پھوڑا بیماریٔ الم سے
دکھتا گیا دو چندان جوں جوں دوا لگائی

ذوق جراحت اسکا کسکو نہیں ہے لیکن
بخت اسکی جسکے ان نے تیغ جفا لگائی

کیا خراب تغافل نے اوسکی ورنہ میر
ہر ایک بات پہ دشنام و سنگ تھا آگے

تجھ بن خراب و خستہ زبون خوار ہو گئے
کیا آرزو تھی ہم کو کہ بیمار ہو گئے

خوبی بخت دیکھ کہ خوبان بے وفا
بے ہیچ میرے درپے آزار ہو گئے

ہمنے بھی سیر کی تھی چمن کی پر اے نسیم
اوٹھتے ہی آشیان سے گرفتار ہو گئے

وہ تو گلے لگا ہوا سوتا تھا خواب میں
بخت اپنے سو گئے کہ جو بیدار ہو گئے

اپنی یگانگی ہی کیا کرتے ہیں بیان
اغیار رو سیاہ بہت یار ہو گئے

لائی تھی شیخون پر بھی خرابی تری نگاہ
بیطالعی سے اپنی وہ ہشیار ہو گئے

کیسے ہیں وے کہ جیتے ہیں صد سال ہمتو میر
اس چار دن کی زیست میں بیزار ہو گئے

تنگ آئے ہیں دل اس جی سے اٹھا بیٹھینگے
بھوکوں مرتے ہیں کچھ اور بھی کھا بیٹھینگے

اب کی بگڑیگی اگر اُنسے تو اس شہر سے جا
کسو ویرانے میں تکیہ ہی بنا بیٹھینگے

معرکہ گرم تو ٹک ہونے دو خونریزی کا
پہلے تلوار کے نیچے ہمیں جا بیٹھینگے

ہوگا ایسا بھی کوئی روز کہ محلس سے کنھو
ہمتو ایک آدھ گھڑی اوٹھ کے خدا بیٹھینگے

جا نہ اظہار محبت پہ ہو سنا کون کی
وقت کے وقت پہ سب منھ کو چھپا بیٹھینگے

واشد کچھ آگے آہ سے ہوتی تھی دلکو تسکین
اقلیم عاشقی کی ہوا اب بگڑ گئی

گرمی نے دلکے ہجر مین اوسکے جلا دیا
شاید کہ احتیاط سے یہ تپ بگڑ گئی

خط نے نکل کے نقش دلونکے اٹھا دیئے
صورت ہوتنکی اچھی جو تھی سب بگڑ گئی

باہم سلوک تھا تو اوٹھاتے تھے بزم گرم
کاہے کو میر کوئی دبے جب بگڑ گئی

جب دنے بیٹھتا ہون تب کیا کسر رہے ہی
رومال دو دو دن تک جون تر رہے ہے

آہ سحر کی میری برچھی کے وسوسے سے
خورشید کے منھ اوپر اکثر پپڑ رہے ہے

آگہ تو رہے اُسکی طرز دورہ و روش سے
آنیکی اوسکے لیکن کسکو خبر رہے ہے

ان روزون اتنی غفلت اچھی نہین اُدھر سے
اب اضطراب ہمکو دو دو پہر رہے ہے

آبحیات کی سی ساری روش ہو اُسکی
پر جب وہ اٹھ چلے ہو ایک آدھ مر رہے ہو

تلوار اب لگا ہی بیڈول پاس رکھتے
خون آجکل کسو کا وہ شوخ کر رہے ہو

ڈرسے کبھو جو آتے دیکھا ہی مینے اُسکو
تب سے اُدھر ہی اکثر میری نظر رہے ہے

آخر کمان تلک ہم اک روز ہو چکینگے
برسون کے وعدۂ شب ہر صبح پر رہے ہو

میر اب بہار آئی صحرا مین چل جنو کر
کوئی بھی فصل گل مین نادان گھر رہے ہو

تیری گلی سے بچکر کیون ہر دمہ نہ نکلین
ہر کوئی جانتا ہو اس راہ مین خطر ہے

وے دن گئے کہ آنسو روتے تھے میر لہو تو
آنکھون مین لخت دل ہے یا پارۂ جگر ہے

شب شمع پر پتنگ کے آنے کو عشق ہی
اس دل جلے کی تاب کے لانیکو عشق ہے

سر مار مار سنگ سے مردہ نہ جی اٹھا
فرہاد کے جہان سے جانیکو عشق ہے

اٹھیو سمجھ کے جاے کہ مانند گرد باد
آوارگی سے تیرے زمانیکو عشق ہے

بس اے سپہر سعی تیرے تو روز و شب
یان غم ستانے کوہے جلانیکو عشق ہے

بیٹھی جو تیغ یار تو سب تجھکو کھا گئی
اے سینہ تیرے زخم اوٹھانیکو عشق ہے

اکدم مین تو نے پھونکدیا دو جہان کو
اے عشق تیرے آگ لگانیکو عشق ہے

سودا ہو تب ہو میر کو تو کریے کچھ علاج
اس تیرے دیکھنے کی دوا نیکو عشق ہے

کچھ موج ہوا پیچان اے میر نظر آئی
شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی

دلی کے نہ تھے کوچے اوراق مصور تھے
جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی

مغرور رہت تھے ہم آنسو کے سرایت پر
سو صبح کے ہونیکو تاثیر نظر آئی

گل بار کرے بیگا اسباب سفر شاید
غنچہ کیطرح بلبل دلگیر نظر آئی

اب جان جسم خاک سے تنگ آ گئی بہت — کب تک اس نوکری مٹی کو ڈھوئیے

آلودہ اُس گلی کے جو ہوں خاک سے تو میر
آب حیات سے بھی نہ دے پانو دھوئیے

شب گئے تھے باغ میں ہم ظلم کے مارے ہوئے — جان کو اپنی گل مہتاب نگاری ہوئے

گور پر میری پس از مدت قدم رنجہ کیا — خاک میں مجھکو ملا کر مہربان یارے ہوئے

آستینیں رکھتے رکھتے دیدۂ خونبار پر — حلق تسمل کیطرح لوہو کو فوارے ہوئے

وعدے ہیں سارے خلاف و حرف ہیں یکسر فریب — تم لڑکپن میں کہاں ایسے عیارے ہوئے

پھرتے پھرتے عاقبت آنکھیں ہماری مند گئیں — سو گئے بیہوش تھو ہم راہ کے مارے ہوئے

پیار کرنیکا جو خوبان ہمپہ رکھتے ہیں گناہ — اُنسے بھی تو پوچھتے تم اے نیکون پیارے ہوئے

تم جو ہمسے مل چلے ٹک شک سب کے نیلگے — مہربان جیتے تھے اپنے مدعی سارے ہوئے

آج سیر خون پر اصرار ہر دم ہو تھمیں — آؤ ہو کیا جائیے تم کسکے سنگارے ہوئے

لیتے کروٹ ہل گئے جو کان کے موتی ترے — شرم سے سر گریبان صبح کے تارے ہوئے

استخوان ہی رہ گئے تھے یاں دم خونریز میر
دانتے پڑ کر نیچے اُس شوخ کے آرے ہوئے

کرے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے ۴ زمین سخت ہو آسمان دور ہے

دل اپنا تمنا سے تو معمور ہے
کمیں چوکسی ہے ادھر دور ہے
وہی بیقراری ہے دل کو کہ جو
نہ دیکھا کہ لو ہو خطر بار ہو
تک گرم تو سنگ نالہ کرے
نہان اس میں بھی شعلہ طور ہے
بہت سعی کرتے ہم رہے پر
بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے

غزل ۱۳۰

اب میری تو ہچکی بھی نزدیک ہی بیٹھے
پر یہ ہے کہ وہ شوخ ذرا دور ہی بیٹھے
اپنی تو یہ دل الفت ہم چکے ہی بہتیرا
آزردہ و خجلی مجلس کا نہ کچھ بیٹھے
ہر چند کہ ہم بیٹھے ہیں پر بیٹھے ہیں ایسے
جوں نقش دیوار سو ہے ہیں ہی بیٹھے
ہر خط کے خیال اسکے ہے کاتب تقدیر
سر پر ہی ہمارے ہے جو مقدور ہی بیٹھے
پیکان خدنگ اسکا ہے پیوست جگر میں
ہم زخم کھا کر ہیں ہی رنجور ہی بیٹھے
ہر چند کہ ہم بیٹھے ہیں پر بیٹھے ہیں ایسے
جوں نقش دیوار سو ہے ہیں ہی بیٹھے
ہر چند کہ ہم بیٹھے ہیں پر بیٹھے ہیں ایسے
جوں نقش دیوار سو ہے ہیں ہی بیٹھے

کہانتک ناز برداری کروں شام غریبانکی
جنون ان شورشون پر ہاتھ کی چاپا کیان نکلے

کہین گر دو سفر سے جلد بھی صبح وطن نکلے
مین صنانسن ہون اگر ثابت بدن سے پیرہن نکلے

حرم مین میر جنابت پرستی پر ہے تو مائل
خدا ہی ہو تو اتنا بتکدے مین برہمن نکلے

قصہ کرا متحان ہے پیارے
اب تلک نیم جان ہے پیارے

سجدہ کرنے مین سر کٹے ہے جہان
سو ترا آستان ہے پیارے

گفتگو ریختے مین ہم سے نہ کر
یہ ہماری زبان ہے پیارے

کام مین قتل کے مرے تن دے
ابتلک مجھ مین جان ہے پیارے

چھوڑ جاتے ہین دلکو تیرے پاس
یہ ہمارا نشان ہے پیارے

شکلین کیا کیا کہان ہین جنکی خاک
یہ وہی آسمان ہے پیارے

قطعہ

جا چکا دل تو یہ یقینی ہے
کیا اب اسکا بیان ہو پیارے

پر تبسم کے کرنے سے تیرے
گنج لب پر گمان ہے پیارے

میر عمداً بھی کوئی مرتا ہے
جان ہے تو جہان ہے پیارے

گوشۂ چشم تبان یا گنج لب اسوقت مین — خاکمین ہو تو دل اپنے کا ٹھکانا کیجئے
سیکھے غیرونکے وہان چھپ چھپکے عالم تیرپھیر — سارے عالم مین ہمارے تئین نشانا کیجئے
رفتہ رفتہ قاصد و نکو رفتگی اس سے ہوئی — جی مین ہے ابکی مقرر اسکو اپنا کیجئے
بیکلی ہو آنکھو نسے گر وہ کدورت جاے اشک — تا کجا تیری گلی مین خاک چھانا کیجئے

آبشار آنے لگے آنسو کی پلکو نسے تو میر
کب تلک یہ آب چادر منھ پہ تانا کیجئے

مہوشان پوچھین نہ تک ہجر اممین گر مرجائیے — اب کہو اس شہر نا پرسا نسے کیدھر جائیے
کام دل کا کچھ ٹھکانا ہی نہین کیونکر بنے — آئے تا چند و نا امید پھر کر جائیے
مضطرب اس آستانے اٹھ کے کچھ پایا نہ زر — سر دھر رہا ہو کیا جو پھر اب اسکی در پر جائیے
بعد طوف قیس ہو جی زایر فرہاد بھی — دشت سے اٹھیے تو کو ہو نہین مقرر جائیے

شوق تھا جو یار کے کوچے ہمین لایا تھا میر
پا نو نہین طاقت کہان اتنی کہ اب گھر جائیے

غالب کہ یہ دل خستہ شب ہجر مین مرجائے — یہ رات نہین وہ جو کہانی مین گذر جائے
ہو طرفہ مفتن نگہ اُس آئینہ رو کی — اک ہلمین کرے سیکڑون خون اور کر جائے
نہ بتکدہ ہے منزل مقصود نہ کعبہ — جو کوئی تلاشی ہو ترا آہ کدھر جائے

تو ہے بیچارہ گدا میر ترا کیا مذکور
مل گئے خاکیں یاں صاحب افسر کتنے

تو گلے ملتا نہیں ہمسے تو کیسی خرمی
عید آئی یاں ہمارے میں جامہ ماتمی

جی بھر رہتا ہوا اب آٹھوں پہر تند ابر
سیکڑوں طوفان بغل میں ہے یہ مژگان ماتمی

حشر کو زیر و زبر ہوگا جہان سچ ہووے
ہو قیامت شیخ جی اُسکا رگہ کی برہمی

تجھ سوا محبوب آتش طبع اے ساقی نہیں
ہو پرستار و نمیں تیری گر پری ہو آدمی

سامنے ہو جائیں اے ظالم تو دونوں ہیں برے
وہ دم شمشیر تیرا یہ ہماری بیدمی

اُس قیامت جلوہ سے بہتر ہے ہمسے جی اٹھیں
مر گئے تو مر گئے ہم اُسکی کیا ہوگی کمی

کچھ پریشانی سے ہو سنبل کی جو الجھے ہے میر
یک پہن برہم کرے زلفوں کی اُسکی درہمی

آہ جسوقت سر اٹھاتی ہے | م | عرش پر برچھیاں چلاتی ہے
ناز بردار لب ہو جاں جب سے | | تیرے خط کی خبر کو پاتی ہے
اے شب ہجر راست کہہ تجھکو | م | بات کچھ صبح کی بھی آتی ہے

چشم بد دور چشم تر اے میر
آنکھیں طوفان کو دکھاتی ہے

مجھ سا بیتاب ہووے جب کوئی — بیقراری کو جانے تب کوئی
ہان خدا مغفرت کرے اُسکو — صبر مرحوم تھا عجب کوئی
جان دے گو مسیح پر اس سے — بات کہتے ہین تیری کب کوئی
بعد میرے ہی ہو گیا سنسان — سونے پایا تھا ورنہ کب کوئی
اُسکے کوچہ مین حشر تھی مجھ تک — آہ و نالہ کرے نہ اب کوئی

قطعہ

کہ تلفظ طرب کا سنکے کہے — شخص ہوگا کہین طرب کوئی

اور محزون بھی ہم سے تھے ولے
میر سا ہو سکے ہے کب کوئی

تڑپنا بھی دیکھا نہ بسمل کا اپنے — مین کشتہ ہون انداز قاتل کا اپنے
نہ پوچھو کہ احوال ناگفتہ بہ ہے — مصیبت کے مارے ہوئے دل کا اپنے
دل زخم خوردہ کی اور آگ لگائے — مداوا کیا خوب گھایل کا اپنے
تلک ابرو کو میر طرف کیجے مائل — کبھو دل بھی رکھ لیجے مائل کا اپنے
ہوا دفتر قیس آخر ابھی یان — سخن ہے جنون کے اوائل کا اپنے
بنائین رکھین مین نے عالم مین کیا کیا — ہون بندہ خیالات باطل کا اپنے

رات گذری ہو مجھی نزع مین روتے روتے
آنکھین پھر جائینگی اب صبح کو ہوتے ہوتے

کھولکر آنکھ اوڑا دید جہان کا غافل
خواب ہو جائیگا پھر جاگنا سوتے سوتے

جم گیا خون کف قاتل پہ ترا میر زبس
اُن نے رو رو دیا کل ہاتھ کو دھوتے دھوتے

یعقوب کے نہ کلبۂ احزان تلک گئے
سو کاروان مصر سے کنعان تلک گئے

بادِ نسیم ضعف سے کل ہم اسیر بھی
سنا بٹے مین جی کے گلستان تلک گئے

رہنے نہ دینگے دشت مین مجنونکو چین سے
گر ہم جنون کے مارے بیابان تلک گئے

گو موسم شباب کہان گل کسے دماغ
بلبل وہ چہچہے انھین یاران تلک گئے

کچھ آبلے دئے تھے رہ آوردِ عشق نے
سو رفتہ رفتہ خار مغیلان تلک گئے

پھاڑا تھا جیب پی کے مئی شوق مین نے میر
مستانہ چاک لوٹنے دامان تلک گئے

جن جن کو تھا یہ عشق کا آزار مر گئے
اکثر ہمارے ساتھ کے بیمار مر گئے

ہوتا نہین ہے اُس لبِ نوخط پہ کوئی سبز
عیسےٰ و خضر کیا سبھی یکبار مر گئے

یون کانون کان گل نے نجا ناچمن مین آہ
سر کو پٹک کے ہم پسِ دیوار مر گئے

صد کاروان وفا سو کوئی پوچھتا نہین
گویا متاعِ دل کے خریدار مر گئے

کہانتک غیر جاسوسی کے لیئے کو لگا آوے — الٰہی اس بلائے ناگہان پر بھی بلا آوے
رُکا جاتا ہو جی اندر ہی اندر آج گرمی سے — بلائے چاک ہی ہو جاوے سینہ تک آ آوے
ترا آنا ہی اب مرکوز ہے ہم کو دم آخر — یہ جی صدقے کیا تھا پھر نہ آوے تین یا آوے
یہ سیر آمد و رفت دیار عشق تازہ ہے — ہنسے وہ جائے میری اور رونا یون چلا آوے
اسیری نے چمن سے میری دل گرمی کو دھو ڈالا — وگرنہ برق جا کر آشیان میرا جلا آوے
امید رحم اُنسے سخت نافہمی ہو عاشق کی — یہ بت سنگین دلی اپنی نچھوڑین گر خدا آوے
یہ فن عشق ہو آوے اسی طینت مین جسکی ہو — تو زاہد پیر نابالغ ہو بے تہ تجھکو کیا آوے
ہمارے دلمین آنیسے تکلف ہو غم کیجائے — یہ دولت خانہ ہے اُسکا وہ جب چاہے چلا آوے

برنگ بوے غنچہ عمر ایک ہی رنگ مین گذری
میسر میر صاحب گر دل بیمار عا آوے

گو ننگ اسکو آوے ہو عاشق کو نام سے — ہو میر کام میرے تئین اپنے کام سے
دُر دصفر ہو خوب پئین حسین صاف سے — کیا میکشون کو اول ماہ صیام سے

پڑھتے نہین نماز جنازے پر اوسکے میر
دل مین غبار جسکے ہو خاک امام سے

اچنبھا ہو اگر چپکا رہون مجھپر عتاب آوے — وگر قصہ کہون اپنا تو سنتے اُسکو خواب آوے

صید افگنو نسے ملنے کی تدبیر کرینگے
اس دل کے تئین پیش پیش کرینگے

فریاد اسیران محبت نہین بے ہیچ
یہ نالے کسو دلمین بھی تاثیر کرینگے

دیوانگی کی شور شین کھلائینگی بلبل
آتی ہو بہار اب ہمین زنجیر کرینگے

وا اس سے سر حرف تو گو کہ یہ سر ہو جائے
ہم خلق برید ہی سے تقریر کرینگے

رسوائی عاشق سے تسلی نہین جو بان
مرجاویگا تو نعش کو تشہیر کرینگے

یارب وہ بھی دن ہوئیگا جو مصر سے چلکر
کنعان کیطرف قافلہ شبگیر کرینگے

شب دیکھی ہو زلف اسکی بجز دلم سیری
کیا یار ایسی خواب کی تعبیر کرینگے

غصے مین تو ہوویگی توجہ تری ایدھر
ہر کام مین ہم جان کے تقصیر کرینگے

نکلا نہ مناجاتیون سے کام کچھ اپنا
اب کوئی حزا باتی جوان پیر کرینگے

بازیچہ نہین میر کے احوال کا لکھنا
اس قصے کو ہم کرتے ہی تحریر کرینگے

دل کیطرف کچھ آہ سے دل کا لگاؤ ہی
تک آپ بھی تو آؤ یہان زور باؤ ہی

اٹھتا نہین ہو ہاتھ ترا تیغ جور سے
ناحق کشتی کمان تئین یہ کیا سجاؤ ہے

باغ نظر ہے چشم کی منتظر سیب یہان
تک ٹھہر و یان تو جا تو کہ کیسا دکھاؤ ہے

تقریب ہمنے ڈالی ہو اوجو کی اب
جوبن پڑی ہو تک تو ہمارا ہی داؤ ہی

رہے جاں لگا ایک سا تو رجوع کرے کہیں بھلا
سو تو یہ کبھو ہمہ داغ ہو کبھو نیم سو کباب ہے

کہیئے گا کہو تمہیں لوگ کیا یہی آسی ہیں تمہ سلہ
نہ کسو کی تم کو ہو ٹک حیا نہ ہمارے منہ سو حجاب ہے

چلو میکدہ میں بسر کریں کہ رہی ہے کچھ رکعت و میں
لب تو انکا کباب ہو دم آب انکا شراب ہے

نہیں کھلتیں آنکھیں تمہاری ایک کہ مآل پر بھی نظر کرو
یہ جو دم کی سی نمود ہے اسے خوب دیکھو تو خواب ہے

گئو وقت آوے ہیں ہاتھ کب ہوئے ہو نکو گو تو احراب سے
تجھے کرنا ہو وے سو کر تو اب کہ یہ عمر برق شتاب ہے

کبھو لطف سے نہ سخن کیا کبھو بات کہ نہ لگا لیا
یہی لحظہ لحظہ خطاب ہو وہی لمحہ لمحہ عتاب ہے

تو جہان کے بحر عمیق میں سر بر ہونہ بلند کر
کہ یہ بحر وزہ جو بود ہے کسو موج پر کا حباب ہے

رکھو آرزو مے خام کی گرد گفتگو جام کی
کہ سیاہ کاروان حشر میں یہ حساب ہے یہ کتاب ہے

میر شور سنکے جو لوگوں نے کیا پوچھا تو کہو کیا
جسے کہتے ہیں صاحبو یہ وہی تو خانہ خراب ہے

سینہ ہو چاک جگر پارہ ہے دل لب خوں ہے
تس پہ یہ جان لب آمدہ بھی محزوں ہے

اسی آنکھوں کو ملاجی میں رہے کیونکر بات
چشم اعجاز مژہ سحر نگہ افسوں ہے

کبھو اس دشت سے اوٹھتا ہو جو ایک ابر تنک
گرد مناک پریشان شدۂ مجنوں ہے

آہ یہ رسم وفا ہووے پر افتاد کہیں
اس ستم پر بھی مرا دل اسی ممنون ہے

کیونکہ بے بادہ لب جو یہ چمن میں یہ رہے
عکس گل آب میں تکلیف مے گلگوں ہے

وہی چالا کیان ہاتھ ہی تھین دل تھین
اب گریبانہین مرے رہ گئے ہین تار کئی

خوف تنہائی نہین کر تو جہانسے تو سفر
ہر جگہ راہ عدم مین ملینگے یار کئی

اضطراب و قلق و ضعف مین کیسطور جیون
جان واحد ہے مری اور ہین آزار کئی

کیون نہ خستہ بھلا مین کہ ستم کے تیرے
تیر ہین پار کئی وار ہین سو فار کئی

اپنے کوچے مین نکلو تو سنبھالے دامن
یادگار مژہ میر وہان خار کئی

ہمسایہ چمن پہ نپٹ راز کون ہے
نالان و مضطرب پس دیوار کون ہے

مژگان بھی پھر گئین تری بیمار چشم دیکھ
دکھ درد مین سولے خدایار کون ہے

نالے جو آج سنتے ہین سو ہین جگر خراش
کیا جانتے قفس مین گرفتار کون ہے

آیا نہ آشیانہ بلبل مین کام بھی
مجھسا تو خار باغ نہین بیکار کون ہے

بازار دہر مین ہے عبث میر عرض حسن
یان ایسی جنس کا تو خریدار کون ہے

مجھ سوز لعبد مرگ سے آگاہ کون ہے
شمع مزار میر بجز آہ کون ہے

بیکس ہون مضطرب ہون مسافر ہون بیوطن
دوری راہ بن مرے ہمراہ کون ہے

لبریز جسکے حسن سے مسجد ہے اور دیر
ایسا بتونکے بیچ وہ اللہ کون ہے

کیا

دل کسطرح نہ کھینچین اشعار ریختہ
اب بخش کیا ہے میر نے اس عیب پیشہ کو

آوارہ تھی چمن مین دو چار کو دیکھا
انجام کار بلبل دیکھا ہم اپنی آنکھون

دلکش ہماری طرز سخن کی ہے آج کل
پہلے تھی غزل کی آخر کو مدار کبھی

سب یار جا چکے تھے آئے ہم نظر
دلکش یہ منزل آخر دیکھا تو زاد نکلی

آوارہ

آوارہ میر شاید واں خاک ہو گیا ہے
یک گرد اوٹھ چلی ہے گاہ اوسکی رہگذر سے

وعدہ وعید پیارے کچھ تو قرار ہووے
دلکی معاملت ہو کیا کوئی خوار ہووے

فتراک سے نہ باندھے دیکھے نہ توڑ پٹا
کس آرزو پہ کوئی تیرا شکار ہووے

از بسکہ پیا ہو مین تیرے غم مین گلرو
تربت سے میری شاید خشت بہار ہووے

مین مست مر گیا ہون کرنا عجب نہ ساقی
گر سنگ شیشہ میرا سنگ مزار ہووے

اے غیر میر تجھکو گر جو نیان نہ مارے
سید نہووے پھر تو کوئی چمار ہووے

رہی نہ پختگی عالم مین دور خامی ہے
ہزار حیف کمینون کا چرخ حامی ہے

نہ اٹھ تو گھرت اگر جاتا ہی ہون مشہور
لگین جو بیٹھا ہو گر کر تو کیسا نامی ہے

ہوئی ہین فکرین پریشان میر یارون کی
حواس خمسہ کرے جمع سو نظامی ہے

انجام دل غم کش کوئی عشق مین کیا جانے
کیا جانے کیا ہو گا آخر کو خدا جانے

واں آرسی ہو وہ ہو یان سنگ ہو چھاتی ہو
گذرے ہو جو کچھ ہم پر سو اسکی بلا جانے

ناصح کو خبر کیا ہے لذت سے غم دل کی
ہو حق بطرف اوسکے چکھے تو مزا جانے

نالۂ عجز نقش الفت ہے | رنج و محنت کمال راحت ہے
عشق بھی گریۂ ندامت ہے | ورنہ عاشق کو چشم خفت ہے
تا دم مرگ غم خوشی کا نہیں | دل آزردہ گر سلامت ہے
دل نا رسو پھر جدھر چاہے | ہر طرف کو چۂ جراحت ہے
رونا آتا ہے دمبدم شاید | کسو حسرت کی دلسے رخصت ہے
فتنے رہتے ہیں اُسکے سائے میں | قد و قامت ترا قیامت ہے
نہ تجھے رحم نے اسے ٹک صبر | دلیہ میرے عجب مصیبت ہے

قطعہ

تو تو نادان ہے بپٹ ناصح | کب موثر تری نصیحت ہے
دل پہ جب میرے آکے بیٹھا ہے | کہ مجھے خوش دلی اذیت ہے
رنج و محنت سے باز کیونکہ رہوں | وقت جاتا ہے تو حسرت ہے
کیا ہے پھر کوئی دم کو کیا جانو | دم غنیمت بیان جو فرصت ہے

قطعہ

تیرا شکوہ مجھے نہ میرا تجھے | چاہیے یوں جو فی الحقیقت ہے
تجھکو مسجد ہے مجھکو میخانہ | واعظا اپنی اپنی قسمت ہے

میری پرسش تری طبع اگر آویگی
صورت حال تجھے آپھی نظر آویگی

محو اُسکا نہین ایسا کہ جو چلتے گانشتاب
اُسکے بیخود کی بہت دیر خبر آویگی

کتنے پیغام چمن کو ہین سو دلمین مین گرہ
کسو دن ہم تئین بھی باد سحر آویگی

ابر مت گور غریبان پہ برس غافل آہ
ان دل آزردونکے جیمین بھی لہر آویگی

میر مین جیتو نہین آؤنگا اسی دن جسدن
دل نہ تڑپیگا مرا چشم نہ بھر آویگی

نماز چمن وہی ہو بلبل سے گو خزان ہے
ٹہنی جو زرد بھی ہو سو شاخ زعفران ہے

گر اس چمن مین و بھی اک ہی لب و دہان ہے
لیکن سخن کا تجھسے غنچے کو منھ کہان ہے

ہنگام جلوہ اُسکے مشکل ہے ٹھہر رہنا
چتون ہو دلکی آفت چشمک بلا جان ہے

پتھر سے توڑنیکے قابل ہے آرسی تو
پر کیا کرین کہ پیارے منھ تیرا درمیان ہے

باغ و بہار ہے وہ مین کشت زعفران ہون
جو لطف اک ادھر ہے تو یان بھی اک سمان ہے

ہر چند ضبط کرکے چھپتا ہے عشق کوئی
گذرے ہے دلپہ جو کچھ چہرے ہی سے عیان ہے

اس فن کو کوئی بے تہ کیا ہو مرے معارض
اول تو مین سند ہون پھر میری یہ زبان ہے

عالم مین آب و گل کا ٹھہرا و کسطرح ہو
گر خاک ہی اڑتی ہو اور آب ہی روان ہے

چرچا رہیگا اسکا تا حشر میکشا نمین
خونریز یہی ہماری رنگین داستان ہے

اس شکل آفتاب کو دیکھے تو شرم سے
ماہ فلک نہ شہر مین منہ کو دکھا سکے

قطعہ

کیا دلفریب جاے ہو آفاق ہمنشین
دو دن کو یان جو آے سو برسون بجا سکے
مشہر ہے اسپہ مردن دشوار رفتگان
یعنی جہان سے دل کو نہ آسان اٹھا سکے

بد لونگا اس غزل کے بھی مین قافیے کو میر
پھر فکر کو نہ عہد سے اُسکے برآ سکے

کیا غم مین ویسے خاک فتادہ سے ہو سکے
دامن پکڑ کے یار کا جو ٹک نرو سکے
ہم ساری ساری رات رہے گریہ ناک لیک
مانند شمع داغ جگر کا نہ دھو سکے
رونا تو ابر کا سا نہین یار جانتے
اتنا تو روے کہ جہان کو ڈبو سکے
برسون ہی منتظر سر راہ پر ہمین ہوے
اس قسم کا تو صبر کسو سے نہو سکے

رہتی ہے ساری رات مرے دم سے چہل پہیر
نالہ ہے تو کوئی محلے مین سو سکے

آتش کے شعلہ سے ہمارے گذر گئے
بس اک تپ فراق کہ گرمی مین مر گئے
منزل نہ کر جہان کو کہ ہمسے سفر ہے آہ
جن کا کیا سراغ سنا وہ گذر گئے
مشت نمک سے بھی تو کبھو یاد کر ہمین
اب داغ کھاتے کھاتے فلک جی کو بھر گئے

کلیات میر

شب خواب کا لباس ہے عریان تنی ہیں ہم | جب سوئیے تو چادر مہتاب تانیے

قطعہ

اپنا یہ اعتقاد ہے تجھ جستجو میں یار | لے اس سر سے اس سر خاک چھانیے
پھر یا نصیب ہی ہو طالع کی یاوری | مر جائیں ہم تو اسپہ بھی ہم کو نہ جانیے

لوٹے ہے خاک و خون میں غیروں کے ساتھ میر
ایسے تو نیم کشتہ کو ان میں نہ سانیے

مرے اس گ کے مر جانیے و غافل ہے کیا جانے | گذرنا جانے آسان بہت مشکل ہے کیا جانے
کوئی سر سنگ سے مارو کسی کا دل پسیں دم ہو | وہ آئینے میں اپنے ناز پر مائل ہے کیا جانے
نظر مطلق نہیں ہجر انمیں اسکو حال زیر سے | مرا دل اسکے غم میں گویا اسکا دل ہے کیا جانے
جنونی خبطی دیوانہ سڑی کوئی عشق کو سمجھو | فلاطو نے نہیں یاں بحث و غافل ہے کیا جانے
ترا پتلا نقش پا کو پر جاتے ہی اک مجنوں | بیابا نمیں وہ لیلے کا کدھر محمل ہے کیا جانے
پڑھا یا اسکو مہتر اکہ مت لڑا زدل سنہ کر | یہ طفل اشک کو دیکھا تو قلزم ہے کیا جانے

طرف ہونا مرا مشکل ہے میر اس شعر کے فن سے
یونہیں سودا کبھو ہوتا ہے سو جاہل ہے کیا جانے

کیا کروں شرح خستہ جانی کی | میں نے مر مر کے زندگانی کی

روز آتے ہین نسبت عشقی موقوف — عمر بھر ایک ملاقات چلی جاتی ہے
خرقہ مندیل و ردا مست لیے جاتے ہین — شیخ کی ساری کرامات چلی جاتی ہے

قطعہ

ہے مؤذن جو بڑا مرغ مصلے اسکے — مستو نسے نوک ہی کی بات چلی جاتی ہے
ہر سحر دے ہے آزار سے آشان ہے — مکر و طامات کی اک گھات چلی جاتی ہے
پانوان رکھا نہین مسجد سے دم آخر بھی — مرنے پر آیا ہے پر لات چلی جاتی ہے

ایک ہم ہی سے تفاوت ہے سلو کو نہین میر
یون تو اور ون کی مدارات چلی جاتی ہے

منصف جو تو ہے لب تئین یہ کھا ہلایئے — کیا کیجے میری جان اگر مر نجایئے
اظہار راز عشق کیے بن ہو نہ اشک — اس طفل نا سمجھ کو کہان تک پڑھایئے
تمنے جو اپنے دل سے بھلایا ہمین تو کیا — اپنے تئین تو دیسے ہمارے بھلایئے
فکر معاش یعنی غم زیست تا بکے — مرجایئے کہین کہ تک آرام پایئے
جاتے ہین کیسی لیے دلمین حسرتین — تک دیکھنے کو جان بلبون کے بھی آیئے
لوٹون ہون جیسے خاک چمن پر ہمین سے اسیر — گل کو بھی میری خاک پہ دہنین لٹایئے

پہونچا تو ہوگا سمع مبارک مین حال میر

دل وین ہوش و صبر سب ہی گئے | آگے آگے تمہارے آنے کے
کب تو سوتا تھا گھر مرے آکر | جاگے طالع غریب خانے کے

قطعہ

تیر و تلوار و سیل یک جا ہین | سارے اسباب مار جانے کے
مژہ ابرو گلے سے لپٹے ہین | کشتہ ہین اپنے دل لگانے کے

ملا غیر سے جا جفا کیا نکالی | اوگت لیکے آخر ادا کیا نکالی
طبیبون نے تجویز کی مرگ عاشق | مناسب مرض کی دوا کیا نکالی
نہین اُس گذرگہ سے آتی ادھر سب | نئی راہ کوئی صبا کیا نکالی
دلا اسکے گیسو سے کیون اگ چلا تو | یہ اک اپنے جی کی بلا کیا نکالی
رجھا ہی دیا آہ رے قدردانی | وفا کی ہمارے جزا کیا نکالی
دم صبح جون آفتاب آج ظالم | نکلتے ہی تیغ جفا کیا نکالی

لگے دربدر میر چلانے پھرنے
گدا تو ہوئے پر صدا کیا نکالی

کم فرصتی گل جو کہین کوئی نمانے | ایسے گئے ایام بہاران کہ نجانے

کل صبح ہی مستی مین سر راہ نہ آیا
یان مرا شیشۂ دل چور ہوا ہے

کیا سوجھے اُسے جسکی ہو یوسف ہی نظر مین
یعقوب بجا آنکھونمین معذور ہوا ہے

پرشور ہے عشق معنی پیران کے
یہ کاسۂ سر کاسہ طنبور ہوا ہے

تلوار لیے پھرنا تو اب اُسکا سنا مین
نزدیک مرے کب یہ سر دور ہوا ہے

خورشید کے محشر مین طپش ہوگی کہانتک
کیا ساتھ مرے داغونکا محشور ہوا ہے

اے رشک سحر بزم مین بے منہ پہ نقاب اپنے
اک شمع کا چہرہ ہے سو یہ نور ہوا ہے

اُس شوق کو ٹک دیکھ کہ چشم نگران ہے
جو زخم جگر کا مرے ناسور ہوا ہے

چل قلم غم کی رقم کوئی حکایت کیجے
ہر سر حرف پہ فریاد نہایت کیجے

گو کہ خاک قدم پر ترے لوٹے ہیمن
اپنا شیوہ ہو نہین یہ کہ شکایت کیجے

ہم جگر سوختہ تکی جیمن جو آوے تو ابھی
درد دل ہو کے فلک تجھ مین سرایت کیجے

عشق مین آپ سے گذری نہ ہماری تو مگر
عوض جور و جفا ہم پہ عنایت کیجے

مت چلا عشق کی رہ کہ کسے ہو یان خضر
آپ ہی گمراہ ہین ہم کسکو ہدایت کیجے

کسکے کہنے کو ہے تاثیر کہ اگ میر ہی سے
رمز و ایما و اشارات و کنایت کیجے

تری بن دیکھے مین مکدر ہون
آنکھون پر اب غبار رہتا ہے

جبر یہ ہے کہ تیری خاطر دل
روز بے اختیار رہتا ہے

دل کو مت بھول جانا میرے بعد
مجھے یہ یادگار رہتا ہے

دور مین چشم مست کے تیرے
فتنہ بھی ہوشیار رہتا ہے

بسکہ تیرا ہوا بلا گردان
سر کو میرے دوار رہتا ہے

ہر گھڑی رنجش ایسی با تو نمین
کوئی اخلاص و پیار رہتا ہے

تجھ بن آئے ہین تنگ جینے سے
مرنے کا انتظار رہتا ہے

دل کو گو ہاتھ مین رکھو اب تم
کوئی یہ بیقرار رہتا ہے

غیرت کھا فریب خلق اوسکا
کوئی دم مین وہ مار رہتا ہے

دلبر و دل چراتے ہو دیکھو
یون کہین اعتبار رہتا ہے

کیون نہووے عزیز دلما میر
کسکے کوچے مین خوار رہتا ہے

آج کل بیقرار رہین ہم بھی
بیٹھ جا چلتے ہار رہین ہم بھی

آئینہ کچھ ہین آئینہ کچھ ہین
تختۂ روزگار رہین ہم بھی

مرغ گریہ نہ کر تو اے ناصح
اسمین بے اختیار رہین ہم بھی

چھوڑ مت نقد وقت نسیہ پہ — آج جو کچھ ہے سو کہان کل ہے
بند ہو تجھسے یہ کھلا نہ کبھو — دل ہے یا خانۂ مقفل ہے
سینہ چاکی بھی کام رکھتی ہے — یہی کر جب تلک معطّل ہے

قطعہ

ابکی ہاتھو نمین شوق کے رکھتی تیرے — دامن بادیہ کا آنچل ہے
ٹک گریبانہین سر کو ڈال کے دیکھ — دل بھی کیا لق و دق جنگل ہے

قطعہ

ہجر باعث ہے بدگمانی کا — غیرت عشق ہے تو کب کل ہے

مرگیا کوہکن اسی غم مین
آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل ہے

جانگداز اتنی کہان آواز عود و چنگ ہی — دلکے سے نالونکا ان پردونمین کچھ ننگ ہی
رو و خال و زلف ہین سنبل و سبزہ و گل — آنکھین ہون تو یہ چمن آئینہ نیرنگ ہے
بیستون کھودے لیے کیا آخر ہوے کار عشق — بعد ازان اے کوہکن سر ہے ترا اور سنگ ہے
آہ ان خوش قامتونکو کیونکہ روکین لائیے — جنکے ہاتھو نسے قیامت پر بھی عرصہ تنگ ہی
عشق مین وہ گھر ہے اپنا جسمین سے خونین ایک — ناخلف سارے قبیلہ کا ہمارے ننگ ہے

فقیرانہ آئے صدا کر چلے — میان خوش رہو ہم دعا کر چلے
جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم — سو اس عہد کو اب وفا کر چلے
شفا اپنی تقدیر ہی مین نہ تھی — کہ مقدور تک تو دوا کر چلے
وہ کیا چیز ہے آہ جسکے لیے — ہر اک چیز سے دل اوٹھا کر چلے
کوئی نا امیدانہ کرتے نگاہ — سو تم ہمسے منھ بھی چھپا کر چلے
بہت آرزو تھی گلی کی تری — سو یانسے لہو مین نہا کر چلے
دکھائی دیے یون کہ بیخود کیا — ہمین آپ سے بھی جدا کر چلے

قطعہ

جبین سجدہ کرتے ہی کرتے گئی — حق بندگی ہم ادا کر چلے
پرستش کی یا تک کہ اے بت تجھے — نظر مین سبھونکی خدا کر چلے

قطعہ

جھڑے پھول جس رنگ گلبن سے یون — چمن مین جہان کے ہم آکر چلے
نہ دیکھا غم دوستان شکر ہے — ہمین داغ اپنا دکھا کر چلے

قطعہ

گئی عمر در بند فکر غزل — سو اس فن کو ایسا بُرا کر چلے

خوب تھے وے دن کہ ہم تیرے گرفتار نہیں تھے
غم دوں نہ دہ گیوں ظلم کے مار و نہیں تھے

دشمنی جانی ہوا تو ہمسے غیر و نکے لیے
اک سمان سا ہو گیا وہ بھی کہ ہم یا و نہیں تھے

مت تعجب سے گذر قمری ہماری خاک پر
ہم بھی اک سرو روان کے نازبردار نہیں تھے

مر گئے لیکن نہ دیکھا تو نے اودھر آنکھ اٹھا
آہ کیا کیا لوگ ظالم تیرے بیمار و نہیں تھے

گرچہ جرم عشق غیرون پر بھی ثابت تھا و لے
قتل کرنا تھا ہمین ہم ہی گنہگار و نہیں تھے

اک رہا مژگان کی صف مین ایک کے ٹکڑے ہوئے
دل جگر جو میر دونون اپنے غمخوار و نہین تھے

بغیر دل کہ یہ قیمت ہو سارے عالم کی
کسو سے کام نہین رکھتی جنس آدم کی

کوئی ہو محرم شوخی ترا تو مین پوچھون
کہ بزم عیش جہان کیا سمجھ کے برہم کی

ہمین تو باغ کی تکلیف سے معاف رکھو
کہ سیر و گشت نہین رسم اہل ماتم کی

تنک تو لطف سے کچھ کہ کہ جان لب پہ ہمین
رہی ہے بات مری جان لب کوئی دم کی

گذرنے کو تو کج و راج اپنی گذری ہے
بجا جو ان نے بہت کی تو کچھ ستم کی

گھڑی ہین درد و الم مین فراق کے ایسے
کہ صبح عید بھی یان شام ہے محرم کی

قفس مین میر نہین جوش داغ سینے پر
ہوس نکالی ہے ہم نے بھی گل کے موسم کی

بعد ایک عمر کہین تم کو جو تنہا پایا
ڈرتے ڈرتے ہی کچھ احوال سنایا ہمنے

یان فقط ریختہ ہی کہنے نہ آئے تھے ہم
چار دن یہ بھی تماشا سا دکھایا ہمنے

بارے کل مین جا مرغ چمن سے مل کر
خوبی گل کا مزا خوب اوڑایا ہمنے

تازگی داغ کی ہر شام کو ہے ہیچ نہین
آہ کیا جانے دیا کس کا بجھایا ہمنے

دشت و کہسار مین سر مارکے چندے تجھ بن
قیس و فرہاد کو بھی پھر یاد دلایا ہمنے

پیکلی سے دل بیتاب کی مر گذرے تھے
سو تہ خاک بھی آرام اوٹھایا ہمنے

یہ ستم تازہ ہوا اور کہ پائیز مین میر
دل خس و خار سے ناچار لگایا ہم نے

ظالم کہین تو مل کبھو دار و پے ہوئے
پھرتے ہین ہم بھی ہاتھ مین سر کو لئے ہوئے

آوے گے ہوش مین تو ٹک اک سدھ بھی لیجیو
اتنو نشے مین جاتے ہو زخمی کئے ہوئے

جی ڈوبتا ہے اس گھر ترکی یاد مین
پایان کار عشق مین ہم مر چکے ہوئے

سی چاک دل کہ چشم سے ناصح ہو تھے
ہوتا ہے کیا ہمارے گریبان سے ہوئے

کافر ہوئے بتو نکی محبت مین میر جی
مسجد مین آج آئے تھے قشقہ دئے ہوئے

غم سے یہ آہ مین نے نکالی نجات کی
سجدہ اس آستان کا کیا پھر وفات کی

جہان کی مسلح تمام حیرت نہیں ہے تسپر نگہ کی فرصت

نظر پڑیگی بسانِ بسمل کبھو جو مژگان کو وا کروگے

اخیر الفت یہی نہیں ہے کہ جل کے آخر ہوئے پتنگے

ہوا جو یاں کی یہ ہے تو یارو غبار ہوکر اوڑا کروگے

بلا ہے ایسا طپیدنِ دل کہ صبر اس پر ہے سخت مشکل

دماغ اتنا کہاں رہیگا کہ دست بر دل رہا کروگے

عدم میں ہم کو یہ غم رہیگا کہ اور دن پر اب ستم رہے گا

مقیمِ تولت ہے ستانے ہی کے کسو پہ آخر جفا کروگے

اگرچہ اب تو جفا ہو لیکن موئے گئے پر کبھو ہمارے

جو یاد ہم کو کروگے پیارے تو ہاتھ اپنے ملا کروگے

سحر کو محراب تیغ قاتل کبھو جو یارو اُدھر ہو مائل

تو ایک سجدہ بسانِ بسمل میر طرف سے ادا کروگے

غمِ محبت سے میر صاحب بہ تنگ ہو نہیں فقیر ہو تم
جو وقت ہوگا کبھو مساعد تو میرے حق میں دعا کروگے

کس حسن سے کہو نہیں اُسکی خوش اختری
اس ماہرو کے آگے کیا تاب مشتری

قطعہ

رکھتا نہ خاقِ پیان جو بادے بجائے مل
سیراب اس جہان کی ربر و پیو نہ سر سکی
تشنہ بجائے اشک لب پر ہیں یک عرق ہی
مت پوچھ جو ان نے ہمیں چھوڑا کیا نہ کی
پیچھے سے کل اس چمن میں جو آدمی گئی
سرو چمن کے طالعوں نے شور شین یاد کی
پیچھے تو ایک اب ہی نظا رکا ہمارا لیکن
مجنوں کے دل سے داغ سیہ تا نہ ہو گئی
تربت پہ داغ سوختہ اپنے کی ہے یہی
یہ درد تو موافق ہوا نہیں مگر اب
کچھ بنا ہے تازہ اس چیخ چیخ کی
خوبان بہاری خوبی تا چند نقل کریے
ہم سے خط خطوں کی کیا خوب دل لگی
ہے جو میر اور کرفار اس چیخ میں نہیں
ان خاص میں ہوئی ہے کوہ ہری کی
بلبل کو بوسے باغ بھلی ہے

بلبل کی دماغ نکلی ہے
دن کو پس کہ چراغ نکلی ہے
بیچارا سا رہا نکلی ہے
ابرو پس کہ چراغ نکلی ہے

قطعہ

ہے جشن جوانی کی خال کو باد
حاضر مری خاطر داغ داغ نکلے
اشکِ گلی کی زمین تشنہ
دل جلوں کا ایاغ نکلے
بادیہ میں رکے دماغ نکلے
ہو خاک جسے پیل دوان شہ
در پیچ چرخ جہاں کا سر ہے

روز شمار مین بھی مناسب ہے گر کوئی
تو لے حساب کچھ نہ کر آخر حساب ہے

اُس شہر دل کو تو بھی جو دیکھے تو اب کہے
کیا جانئے کہ بستی یہ کب کی خراب ہے

منھ پر لئے نقاب تو لے ماہ کیا چھپے
آشوب شہر حسن ترا آفتاب ہے

کس شنگ گل کی باغ مین زلف سیہ کھلی
موج ہوا مین آج یہ پیچ و تاب ہے

کیا دل مجھے بہشت مین لیجائیگا بھلا
جسکے سبب یہ جان پہ میری عذاب ہے

سُن کان کھول کر کہ تنک جلد آنکھ
غافل یہ زندگانی فسانا ہے خواب ہے

رہ آشنائے لطف حقیقت کے بحر کا
ہر رشک لف و چشم جو موج حباب ہے

آتش ہے سوز سینہ ہمارا مگر کہ میر
نالے سے عاشقون کے کبوتر کباب ہے

کیا کیا بیٹھے بگڑ بگڑ تم پر ہم سے بنائے گئے

چپکے باتین اوٹھائے گئے سر گاڑے وہین آئے گئے

اوٹھی نقاب جہانسے یارب جسے تکلیف پیچ مین ہے

جب نکلے اُس راہ سے ہو کر منھ تم ہمسے چھپائے گئے

کب کب تم نے پیچ نہین مانی جھوٹی باتین غیرونکی

تم ہم کو یونہین جلائے گئے وے تم کو وہین لگائے گئے

ہو گا ستم و جور سے تیرے ہی کمایا
دو شخص جہان شکوۂ ایام کرینگے

آمیزش بیجا ہے تجھے جن سے ہمیشہ
وے لوگ ہی آخر تجھے بدنام کرینگے

نالون سے مرے رات کے غافل نہ رہا کر
اک روز یہی دلمین ترے کام کرینگے

اگر دل ہے یہی مضطرب الحال تو اے میر
ہم زیر زمین بھی بہت آرام کرینگے

نظر مین آوے گا جب جی کا کھونا
ملے گا نیند بھر تب مجکو سونا

مرا خون تجھ پہ ثابت ہی کریگا
کنارے بیٹھکر ہاتھون کو دھونا

وصیت میر نے مجھکو یہی کی
کہ سب کچھ ہوتا تو عاشق نہو نا

اُس آستان داغ سے مین زر لیا کیا

گلدستہ دستہ جسکو چراغی دیا گیا

کیا بعد مرگ یاد کرون گا وفا تجھے

سہتا رہا جفائین مین جنتک جیا کیا

اب وہ جگر طپش سے تڑپتا ہے تشنہ لب
مدت تلک جو میر کا لوہو پیا کیا

دیوان دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر ذی حیات کا تو سبب ہے، جو حیات کا
نکلے ہے جی ہی اسکے لئے کائنات کا

گھرے ہو زلف اس رخ عالم فروز پر
ورنہ بتاؤ ہووے نہ دن اور رات کا

در پردہ دو ہی معنی مفہوم ہنون اگر
صورت نہ بگڑی کام فلک کی ثبات کا

ہیں حیل خاک سے اجزائے نو خطان
کیا سہل ہے زمین سے نکلنا نبات کا

مستہلک اسکے عشق کے جانتے ہیں قدر مرگ
عیسے و خضر کو ہے مزا کب وفات کا

اشجار خامہ ہووین خامہ و آب سیہ بجائے
لکھنا نہ تو بھی ہو سکے اسکی صفات کا

اسکے فروغ حسن سے چمکے ہے سب میں نور
شمع حرم ہو یا کہ دیا سومنات کا

رکھنا

رکھتا قدم پہ اسکے قدم کب ملک سے ہو
مخلوق آدمی نہ ہوا ایسی چال کا

شخصیت ایسی کسکی تھی ختم رسل کے بعد
تھا مشورت شریک حق لایزال کا

توڑا تھون کو دوش نبی پر قدم کو رکھ
چھوڑا نہ نام کعبے مین کفر و ضلال کا

ماہ خدا مین اوٹی دوا اپنے بھی تئین
یہ جود منہ تو دیکھو کسو آشمال کا

نسبت نہ بندگی کی ہوئی جسکی ان درست
رونا تجھے ہی حشر مین اسکے ہی حال کا

فکر نجات میسر کو کیا مع خوان ہو وہ
اولاد کا علی کے محمد کے آل کا

لذت سے نہین خالی جانوں کا کھانا
کب حفر و سیحان کے مرنے کا مزا جانا

ہم جاہ و حشم یانکا کیا کہیے کہ کیا جانا
خاتم کو سلیمان کی انگشتری یا جانا

یہ بھی ہی ادا کوئی خورشید نمط پیارے
منھ صبح دکھا جانا پھر شام چھپا جانا

کب بندگی میری سی بندہ کریگا کوئی
جانے ہی خدا اسکو مین تجھکو خدا جانا

تھا نا دہبت سکو دانست پہ اپنی بھی
آخر وہ بر انکلا ہم جسکو بھلا جانا

گردن کشی کیا حاصل مانند بگولے کے
اس دشت مین سر گاڑے جون سیل چلا جانا

اس گریہ خونین کا ہو ضبط تو بہتر ہی
اچھا نہین چہرے پر لہو کا بہا جانا

یہ نقش دلون پر سے جانیکا نہین اسکو
عاشق کے حقوق آگر حق بھی مٹا جانا

شاید کباب کر کر کھایا کبوتروں نے
نامہ اوڑا پھرے ہی اسکی گلی مین پرسا

وحشی مزاج ازبس مایوس بادیہ ہین
انکے جنون مین جنگل اپنا ہوا ہی گھر سا

جس ہاتھ مین رہا کی اسکی کمر ہمیشہ
اس ہاتھ مارنے کا سر پر بندھا ہی رسا

سب پیچ کی یہ باتین ہین شاعرون کی ورنہ
باریک اور نازک ہوتا ہی اس کمر سا

طرز نگاہ اسکی دل لیگئی سبھون کے
کیا سوسن و برہمن کیا گبر اور ترسا

تم واقف طریق ہر جا قتی نہین ہو
یان راہ دو قدم ہی اب دور کا سفر سا

کچھ بھی معاش ہی پہ کی ان نے ایک چشمک
جب مدتون ہمارا جی دیکھنے کو ترسا

لک ترک عشق کرکے لاغر بہت ہوے ہم
آدھا نہین رہا ہی اب جسم رنج فرسا

واعظ کو یہ چلن ہی شاید کہ ذہن سے
رہتا ہی حوض ہی مین اکثر پڑا مگر سا

آنداز سے ہی پیدا اب کچھ شبہ ہی اسکو
گو میر پوچھتا سر و پا ظاہر ہے بیخبر سا

تیغ ستم ہی اسکی مرا سر جدا ہوا
شکر خدا کہ حق محبت ادا ہوا

قاصد کو دیکے خط نہین کچھ بھیجنا ضرور
جاتا ہی ہاتھ جی ہی ہمارا چلا ہوا

وہ تو نہین کہ اشک تجھے ہی نہ آنکھ سے
نکلے ہی کوئی لخت دل اب جلا ہوا

حیران رنگ باغ جہان تھا بہت سکا
تصویر کی کلی کی طرح دل نہ وا ہوا

جانی نہ قدر اس گہر شب چراغ کی
تھی صبح جان دینے میں ہمسے کجھونہ کی
گرمی چراغ کی سی نہیں وہ مزاج میں
وہ آگ ہو رہا ہی خدا جانے غیر نے
اتنا کہا تھا فرش تری رہ کے ہم ہوں کاش
اب گھٹتے گھٹتے جان میں طاقت نہیں رہی
تکلی نگاہ کرنے دم اپنا بھی ہر گھڑی
کی چشم تو نے بار کہ کھولا در ستم

دل بیزۂ حذف کیطرح میں اٹھا دیا
جب تیغ وہ بلند ہوئی سر جھکا دیا
اب دل مردگی سے ہوں جیسے بجھا دیا
میر بیطرف سے اسکے تئیں کیا لگا دیا
سو تو نے ارے مارنے اگر بچھا دیا
ٹک لگ چلی صبا کہ دیا سا بڑھا دیا
کڑھنے نے دکھے جی کو ہمارے کھپا دیا
کس مدعی خلق نے تجھکو جگا دیا

کیا کیا زیان میر نے کھینچے ہیں عشق میں
دل ہاتھ سے دیا ہی جدا سر جدا دیا

بستوں کے آگے تھا یہی آزار عشق کا
بے پر وگی بھی پاؤں کا ہوتا ہی لازمہ
دندانی سیکڑوں میرے آگے سا ہوے
خوابان مرگ میں ہی ہوا ہوں گر نیا
سنتے نے جو سر کو کٹایا تو کیا ہوا

جتیا رہا ہی کوئی بھی بیمار عشق کا
کھلتا ہی ہر زبان پہ اسرار عشق کا
چھوٹا نہ میں ہی تھا جو نہنگار عشق کا
جی بیچ ہی پھرے ہی خریدار عشق کا
ہر سر کہیں ہوا ہی سزاوار عشق کا

قطعہ

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک راہرو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں
اک عمر چاہیے کہ گوارا ہو نیش عشق
رکھتا نہیں ہوں طاقت زخم جگر کو میں

قطعہ

ان دنوں میں نے عشق کا کیا کیا تماشا دیکھا
کبھی دیکھا کسی کو کبھی خود کو رسوا دیکھا
کبھی دیکھا کسی کو کبھی خود کو رسوا دیکھا
کبھی دیکھا کسی کو کبھی خود کو رسوا دیکھا

کرتے ہی نہیں ترک بتاں طور جفا کا
شاید ہمیں دکھلاویں گے دیدار خدا کا

ہی ابکی جاور شفقی جوش سے گل کے
میخانے کے ہان دیکھیے یہ رنگ ہوا کا

بہتیری گرہ جنس کلا لونکی پڑی ہی
کیا ذکر ہی واعظ کے مصلی و ردا کا

مرجائیگا باتونمیں کوئی غمزدہ یوں ہی
ہر لحظہ نہ ممتحن ارباب وفا کا

تدبیر تھی تسکین کے لیے لوگونکی ورنہ
معلوم تھا مدت سی ہمیں نفع دوا کا

ہاتھ آئینہ رویوں سے اٹھا بیٹھیں وہ نیکو
بالعکس اثر پاتے تھے ہم اپنی دعا کا

آنکھ اسکی نہیں آئینہ کے سامنے ہوتی
حیرت زدہ ہوں یارکی میں شرم و حیا کا

برسوں سے تو یوں ہی کہ گھٹا جب اٹھی آئی
تب دیدۂ تر سے بھی ہوا ایک جھڑا کا

آنکھ اس سے نہیں اٹھنی کی صاحب نظر وں کی
جس خاک پہ ہوگا اثر اسکی کف پا کا

شلوار کے سائے ہی میں کاٹے ہی تو اے میر
کس دل زدہ کو ہوئے ہی یہ ذوق فنا کا

رہتا ہی ہڈیوں سے سر جو ہا لگا
کچھ درد عاشقی کا اسے بھی مزا لگا

غافل نہ سوز عشق سی رہ پھر کباب کا
گر لا بجھ اس آگ کا تک دلکو جا لگا

دیکھا ہمیں جہان وہ جہان آگ ہو گیا
بھڑکا رکھا ہی لوگون نے اسکو لگا لگا

مہلت تنک بھی ہو تو سخن کچھ اثر کرے
میں اٹھ گیا کہ غیر ترے کانون آ لگا

ہم پلہ اپنا کون ہی اس رشک کے بیچ
کس کے ترازو یار کا تیر نگہ ہوا

ایسا فقیر ہونا بھلا کیا ضرور تھا
دونون جہانین میر عبث رو سیہ ہوا

ذکور میری سوختگی کا جو چل پڑا
مجلس مین سن سپید یکایک اوچھل پڑا

پہونچے ہی کوئی اس تن نازک کے لطف کو
گل کو چمن مین جاوے سے اپنے کچل پڑا

مین جو کہا اک اک سے لگے ہی دلکے بیچ
کہنے لگا کہ یون ہی کوئی من توچل پڑا

بل کیون نہ کھائیے کہ دگا رہتے ہی تو ران
ہالو نین اوپیچ مین پگڑی کے بل پڑا

تھے اختلال اگرچہ مزاجون نہین اب کے نیک
ملنے مین اس ملک کے مہابت خلل پڑا

رہتا نہین ہی آنکھ سے آنسو ترے لیے
دیکھی جو اچھی شے تو یہ لڑکا مچل پڑا

سر اسکے پانون سے نہین اٹھتے ستم ہی میر
گر خوش غلاف تجھ سے اسکا گل پڑا

دل نرھ اضطراب سے سیماب سا ہوا
چہرہ تمام زرد زر ناب سا ہوا

شاید جگر گداختہ یک لخت ہو گیا
کچھ آب دیدہ رات سے خونناب سا ہوا

دی دن گئے کہ اشک سے پیڑھا کا وسا کیا
اب رونے لگ گئے ہین تو تالاب سا ہوا

اک دن کیا تھا یار نے غمزہ سے بلند
فتنہ سے سر جو ہی چکا آپ سا ہوا

ظرفہ آتش خیز سنگستان ہی دل | ستبس یاں سے ہی شعلہ طور کا

قطعہ

مر گئے پر خاک ہی سب کبر و ناز | مت جھکو سرگو کسو مغرور کا
ٹھیکرے کو قدر ہی اسکو نہیں | ٹوٹے جب کاسہ سر فغفور کا

قطعہ

ہو کھڑا وہ تو پری سی ہی کھڑی | منھ کھلے تو جیسے چہرہ حور کا
دیکھ اُسے کیونکر ملک بھیچک کرے | آنکھ کے آگے یہ تنکا نور کا

چشم بینے سے کبھو رہتی نہیں
کچھ علاج اے میر اس ناسور کا

نظر میں طور رکھ اس کم نما کا | بھروسا کیا ہی ہمدم بیوفا کا
گلوں کے پیرہن ہیں چاک سارے | کھلا تھا کیا کہیں بند اس قبا کا
پرستش اب اسی بت کی ہی ہر سو | رہا ہوگا کوئی بندہ خدا کا
بلا ہیں قاہر انداز اسکو آنکھیں | کیا یکہ جنازہ جسکو تاکا
بجا ہی عمر سے اب ایک حسرت | کیا وہ شور سرکان در پا کا
مداوا خاطروں سے تھا دگرنہ | ہدایت مرتبہ تھا انتہا کا

قطعہ

بھاگو دور صوفی خانقہ سے | یہ تو پاس ہے ابر و ہوا کا
بھاگو دور میکدہ سے | یہ تو پاس ہے ابر و ہوا کا

قطعہ

کمین پیشہ ہے اپنا شکار کا | آتش ہوں میں شکار ہوں اپنا
اس زلف سے کمر کا شکار | ہوں میں شکار ہوں اپنا
پاؤں پڑ جب پھرا کیا | ہوں میں شکار ہوں اپنا

قطعہ

مت کہو ناصح برا کرتا ہی وہ | کیا کرے ناچار ہی بیمار ہی
کیا کرے ناچار ہی بیمار ہی | کیا کرے ناچار ہی بیمار ہی

کیا کہوں آوے کہاں ہیں کیا نہیں
کون سی ہے جا جہاں ہیں کیا نہیں
جنون سے مرے میں ہے اثر نہیں
ہمارا نالہ جا سکا اور چل گیا
کہیں ہیں کہیں ہیں اور ہیں کہیں
ہزار جیو کہ ہے ایک مضمحل دل
تو کوئی زور کہ نسخہ ہے کارگر نہیں
کہ طبع عشق میں ہرگز خرد نہیں
خدا کی اور ہے بندہ کی اور ہے
ہے خوب دیکھو تو میں عشق اس کے
غلط ہے وہم عشق اس کے
جو کوئی خیال ملنے کا اسکے
جا جا کے پوچھ سے میرے
خیال میں جانے وہ بھی جو
فقیر دوستا تو میری نفس
پھرا تا دور اس نے مجھ
ہلا کر پاس نے مجھ
ہوئے

ہوئی اس کو سارے کام ضائع نا لیکی سے
کوئی دن اور تاب ہجر دل لاتا تو کیا ہوتا

دل اہل ہمارے زیر لب کچھ کچھ کہا سا ہے
جو وہ بے رحم بھی کچھ منہ سے فرماتا تو کیا ہوتا

کسے بے غیر کے وہ تو لہ بیٹھا دو بن یار ہنسے
لیے جاتا اگر نک چاہ کا نا تا تو کیا ہوتا

کبھی سرگرم بازی ہم سے اس کا جان بھی آجاتا
ہمیں بکھیڑ اگر وہ اور بہلاتا تو کیا ہوتا

گئے ہے میر کو کل قتل کرنے اسکے در پہ سے
جو وہ بھی گھر سے باہر اپنے نکل آتا تو کیا ہوتا

مین غش کیا جو خط لے ادھر نامہ بر چلا
یعنی کہ فرط شوق سے جی بھی ادھر چلا

سدھ لے گئی سی بھی کوئی زلف مشکبو
گیسو کے پیچ دار جو منھ پر بکھر چلا

لڑکا ہی تھا نہ قاتل ناکردہ خون ہنوز
کپڑے گلے کے سارے مرے خون مین بھر چلا

اے مایۂ حیات گیا جس کنے سے تو
آفت رسیدہ پھر وہ کوئی دم مین مر چلا

طیاری اب کہ لات کمین ہنے کی سی ہے
کس خانماں خراب کے اوسہ تو گھر چلا

دیکھو گے کوئی گوشہ نشین ہو چکا غریب
تیر شہ اس ابرو کمان کا اگر چلا

بے مہر ہا بہار مین ساری ہزار حیف
لطف ہوا مین شیخ بہت بیخبر چلا

قطعہ

تجھ سے بکلف اسکا چلا جا ہی رہی
کل راہ مین ملا تھا سو منھ پھیر کر چلا

بلبل کو سوا پاس گل پھولونکی دوکان پر
اس مزرع کے بھی خرمن پہ کیا شوق مجھے تھا

بیدرد دل قدم تیرا پڑتا تھا لڑکپن مین
رونا ہمین اول ہی اس تیری حمین کا تھا

مرغان قفس سارے تسبیح مین تھی گل کے
ہر چند کہ ہر اک کا ڈھلکا ہوا منکا تھا

سب سطح ہے پانی کا آئینہ کا سا تختہ
دریا مین کہین شاید نکلس اسکے بدن کا تھا

خوگر نہین ہم یون سے کچھ ریختہ کہنے سے
معشوق جو اپنا تھا باشندہ دکن کا تھا

پھولون تہین تم جسدم سبح نکلے تھے اک جا
اس دن سے تمھین دیکھے یاد آمھا گل کا تھا

رہ میری طرف یانہ جاتا تھا چلا روتا
ہر گام گلا لب پر یاران وطن کا تھا

یہ وش ہے دلبر فلکی نہ کسو سے سازگار کرتا
کوئی خاک سے ہو یکساں وہی دنکو نار کرتا

کوئی عاشق بتا کبھی کرے نقل کیا معیشت
انھین ناز کرنے سہنا انھین جی نثار کرنا

رہین بند میری آنکھین شب و روز ضعف ہی مین
نہو مجھے میسر کبھو چشم ہا ز کرنا

یہ بھی طرفہ ماجرا ہے کہ اسی کو چاہتا ہون
تجھے چاہیئے ہے جیسے بت اعتبار کرنا

نہین کچھ ہاتو لڑکا تجھے پر ضرور ہے اب
ہوس اور عاشقی مین ٹک اک امتیاز کرنا

کوئی عاشقونکی پیٹ انھون نے اٹھائی بھی ہے
انھین بات ہو جو تھوڑی اسے بھی درکنار کرنا

یہی میر کھینچے قشقہ درو دیر پر تھے ساجد
نہین اعتماد قابل انھون کا خمار کرنا

بے صبر کہ نہ ہوش ہے نہ عقل ہو نہ دین
آتا ہے اسکے پاس سے عاشق لٹا ہوا

اٹھتا ہے میرے دل سے کبھو جوش سا تو پھر
جاتا ہے دونوں آنکھوں سے دریا بہا ہوا

جوں صید نیم کشتہ تڑپتا ہے ایک سا
کیا جانے کہ دل کو مرے کیا ملا ہوا

خط آئے پر جو گردہ پر کار مل چلا
مین سادگی سے جانا کہ اب آشنا ہوا

ہم تو لگے کنارے ہوئے غیر ہمکنار
ایکونکی عید ایکونکے گھر مین دہا ہوا

جوں برق ہنستے مجھکو نہ دیکھا کسو نے آہ
پایا تو ابر سا کہین روتا کھڑا ہوا

جس شعر پر سماع تھا کل خانقاہ مین
وہ آج مین سنا تو ہے میرا کہا ہوا

پایا مجھے رقیب نے آ اُسکی زیر تیغ
دلخواہ ہارے مدعی کا مدعا ہوا

بیمار مرگ سا تو نہین روز اب بتر
دیکھا تھا ہم نے میر کو کچھ تو بھلا ہوا

کل دل آوردہ گلستان سے گذر ہمنے کیا
گل لگے کہنے کہ منھ نہ اُدھر ہمنے کیا

کر گئے خواب سے بیدار تمھین صبح کے یار
بید ماغ اتنے جو ہو ہم پہ مگر ہمنے کیا

سیدھی تلوار کے منھ پر تے ہم آ چلے
کیا کرین اس دل خستہ کو سپر ہمنے کیا

نیچہ ہاتھ مین مستی سے لہو سی آنکھین
سچ تری دیکھکے اے شوخ حذر ہمنے کیا

پانو کے نیچے کی مٹی بھی نہوگی ہم سے
کیا کہین عمر کو اسطرح بسر ہمنے کیا

تسکین دل ہوتب کہ کبھو آگیا بھی ہو
برسون سے اسکا آنا یہی صبح پر رہا

اس لف و رخ کو چھوڑے مجھے مدتین ہوئین
لیکن مرا نہ گریہ یہ شام و سحر رہا

رہتے تو تھے مکان پہ دلے آپ بین تھے
اس بن ہمین ہمیشہ وطن مین سفر رہا

اب چھیڑ یہ رکھی ہو کہ پوچھے ہے بار بار
کچھ وجہ بھی کہ آپ کا منھ ہو اوتر رہا

اکدم مین عیب کہ مرے سر پہ پھر گیا
جو آب تیغ برسون تری تا کمر رہا

کاہے کو مین نے میر کو چھیڑا کہ اُن نے آج
یہ درد دل کہا کہ مجھے درد سر رہا

دل دفعتہ جنون کا مہیا سا ہو گیا
دیکھی کہان وہ زلف کہ سودا سا ہو گیا

ٹک جوش سا اٹھا تھا مری دیدۂ تر کو
دیکھا تو ایک پل ہی مین دریا سا ہو گیا

بے رونقی باغ ہو جنگل سے بھی بری
گل سوکھ تیرے ہجر مین کانٹا سا ہو گیا

جلوہ ترا تھا جب تئین باغ و بہار تھا
اب دلکو دیکھتے ہین تو صحرا سا ہو گیا

کل تک تو ہم وے ہنسے چلے آئے تھے ہمین
مرنا بھی میر جی کا تماشا سا ہو گیا

دلکے وا شد کے لیے کل باغ مین ٹک گیا
سُن گلہ بلبل سے گل کا اور بھی جی رک گیا

عشق کی سورش نے دلمین کچھ نچھوڑا کیا کہین
لگ اٹھی یہ آگ ناگاہی کہ گھر سب بھک گیا

چاہیے جیتے گذرے اس کا نام
منھ مین جبتک زبان ہے گویا

سر بسر کین ہے لیک وہ پرکار
دیکھو تو مہربان ہے گویا

حیرت روے گل سے مرغ چمن
چپ ہے یون ہیزبان ہے گویا

مسجد ایسی بھری بھری کب ہے
میکدہ اک جہان ہے گویا

جاے ہے شور سے فلک کیطرف
نالۂ صبح بان ہے گویا

بسکہ ہین اس غزل مین شعر بلند
یہ زمین آسمان ہے گویا

وہی شور مزاج شیب مین ہے
میرا تبک جوان ہے گویا

ان سختیون مین کسکا میلان خاطر تھا
بالین کی جاے ہر شب یان سنگ سر تھا

اُن ابرو و مژہ سے کب میرا جیمن رہتا
تیغ و سنان کے منھ پر اکثر مرا جگر تھا

ان خوبصورتون کا کچھ لطف کم ہی مجھپر
یکعمر ورنہ اس جا پر یون ہی کا گذر تھا

تیشے سے کوہکن کے کیا طرفہ کام نکلا
اپنے تو ناخون مین اس طور کا ہنر تھا

عصمت کو اپنی دان تو تے ملک پھرے ہو
نغزش ہوئی جو مجھسے کیا عیب مین بشر تھا

کل ہم وہ دونون یکجا ناگاہ ہو گئے تھے
وہ جیسے برق خاطف مین جیسے اپنے گھر تھا

ہوش اڑ گئے سبھون کے شور سحر سے اسکے
مرغ چمن اگرچہ اک شت بال و پر تھا

بالفعل تو ہی فاصد محو اس خط و گیسو کا
تک چیتے تو ہم پوچھیں کیا بیخبر آیا

تابوت پہ بھی میرے پتھر پڑے لیجاتے
اس نخل ہیں ماتم کے کیا خوب ثمر آیا

ہو حق بطرف اسکے یوں جسکے گیا ہو تو
سچ ایسی تری دیکھی ہمکو بھی خطر آیا

کیا کہیے کہ پتھر سے سر مارتے ہم گذرے
یوں اپنا زمانا تو بن یار بسر آیا

صنعت گریاں ہمنے کیں سیکڑوں ان لیکن
جسے کہو وہ ملتا ایسا نہ ہنر آتا

درہی کے تئیں تکتے پتھرا گئیں آنکھیں تو
وہ ظالم سنگیں دل کب میر کے گھر آیا

یار ہے میر کا مگر گل سا
کہ سحر نالہ کش ہے بلبل سا

یاں کوئی اپنی جان دود شوار
واں وہی ہے سو ہے تسلسل سا

دو دل کو ہمارے ٹک دیکھو
یہ بھی پر پیچ اب ہے کاکل سا

شوق ان اسکے لمبے بالوں کا
یاں چلا جائے ہے تسلسل سا

کب تھی جرأت رقیب کی اتنی
تم نے بھی کچھ کیا تغافل سا

ایک نگہ ایک چشمک ایک سخن
اسمیں بھی تم کو ہے تامل سا

بارے مستوں نے ہوشیاری کی
دے کے کچھ مخلصب کا منھ جھلسا

شرم آتی ہے پہونچتے اودھر
خط ہوا شوق سے ترسل سا

ہم جانا اختلاط اس طفل بازیگوش کا — گرم بازی آگیا تو ہم کو بھی بہلا گیا
کیا کروں ناچار ہوں مرنیکو اب رہوں — دلکی روز و شب کی بیتابی سے جی گھبرا گیا
جی کوئی لگتا ہے اُسکے اٹھ گئے پر یا عبث — گل نے بہتیرا کہا ہمسے نہ ٹک ٹھہرا گیا
ہوگئے تحلیل سب اعضا مری پاکر گداز — رفتہ رفتہ ہجر کا اندوہ مجھکو کھا گیا

یوں تو کہتا تھا کوئی ویسے کو باندھے ہو گلے
پر وہ پھندنا سا جو آیا میر بھی پھندا لگا گیا

دل عشق مین خون دیکھا آنکھونکو کیا دیکھا — پیغمبر کنعان نے دیکھا نہ کہ کیا دیکھا
مجروح ہے سب سینہ نسپر ہے نمک پاشی — آنکھون کے لڑانیکا ہم خوب مزا دیکھا
یکبار بھی آنکھ اپنی اُسپر نہ پڑی مرتے — سو مرتبہ بالین سے ہم سر کو اٹھا دیکھا
کاہش کا مری اب یہ کیا تجھکو تعجب ہے — بیماری دل والا کوئی بھی بھلا دیکھا
آنکھین گئین پھر تجھبن کیا آیا نہ عزیزو بیچ — پر تونے مروت سے ٹک اونکو نہ جا دیکھا
جی دیتے ہین مرنے پر سب شہر محبت مین — کچھ ساری خدائی سے یہ طور نیا دیکھا

کہ دل کو گنوایا ہے یا رنج اٹھایا ہے
اے میر تجھے ہمنے کچھ آج خفا دیکھا

ناگہ جو وہ صنم ستم ایجاد آگیا — دیکھے سے طور اسکے خدایا دا آگیا

دل نے خون ہو عشق خوبان میں بھی کیا پے ہین رنگ
چہرہ نکو غازہ ہوا ہونٹھو نکلا رنگ پان ہوا

تم جو کل اس راہ نکلے برق سے ہنستے گئے
ابر کو دیکھو کہ جب آیا ادھر گریان ہوا

جی سے جانا بن گیا اُس بن ہمن پل مارتے
کام تو مشکل نظر آتا تھا پر آسان ہوا

جب سے ناموس جنون گردن بندھا ہوتب سے میر
جیب جان وابستہ زنجیر تا دامان ہوا

آیا ہے ابر جب کا قبلہ سے تیرا نیرا
مستی کے ذوق مین ہین آنکھین بہت سی چیرا

خجلت سے اُن لبونکے پانی ہو چلے ہین
قند و نبات کا بھی نکلا ہے خوب شیرا

مجنون نے حوصلے سے دیوانگی نہین کی
جاگہ سے اپنے جانا اپنا نہین وہ نیرا

اُس راہزن سے ملکر دل کیونکر گھونہ بیٹھین
انداز و ناز اوچکے غمزہ اوٹھائی گیرا

کیا کم ہے ہولناکی صحرائے عاشقی کی
شیرونکو اس جگہ پر ہوتا ہے قشقیرا

آئینے کو بھی دیکھو پر ٹک ادھر بھی دیکھو
حیران چشم عاشق دیکھے ہے جیسے ہیرا

نیت پہ سب بنا ہے یاں مدرک بڑی تھی
پیر مغان ہوا سو اسکا بنا خطیرا

ہمراہ خون تا ٹک ہونٹک پانو نکے چھو سے
ایسا گناہ مجھسے وہ کیا ہوا کبیرا

غیرت سے میر صاحب سب جذب ہو گئے تھے
نکلا نہ بوند لو ہو سینہ جوان کا چیرا

وہ آتش کا مجھے پر کباب سرگرم جفا — تا رہے تلوار و نگلے ان نے بہتوں کو اتو کیا
ہاتھ پر رکھ ہاتھ اب وہ دو قدم چلتا نہین — جن نے بالش خواب کا برسون مرا بار دیا

پھول نرگس کا لیے بھو چک کھڑا تھا رہ مین
کسکی چشم پر فسون نے میر کو جادو کیا

عاشق ترے لاکھون ہوے مجھسا نہ پھر پیدا ہوا — تجھ پر کوئی اے کام جان دیکھا نہ یون مرتا ہوا
مدت ہوئی الفت گئی برسون ہے ہو طاقت گئی — دل مضطرب ایسا نہ تھا کیا جانیے اب کیا ہو
کل صبح سیر باغ مین دل اور میرا رک گیا — بلبل نہ بولا منھ سے کچھ گل ٹک مجھسے وا ہوا
وہ دن گئے جو یان کبھو اٹھتا تھا دل جی سے سوا — اب لگ گئے روئے جہان پل مارتے دریا ہوا
کتنون کے دل بچان ہوے کتنے نہ جانا کیا ہوے — چلنے مین اسکے دو قدم ہنگامہ اک برپا ہوا
مستی مین لغزش ہو گئی مقدور رکھا چاہیے — اے اہل مسجد اسطرف آیا ہون مین بہکا ہوا
جون حسن ہے اک فتنہ گر تون عشق بھی ہے پر دہ در — وہ شہرہ عالم ہوا مین خلق مین سودا ہوا
فرہاد و مجنون دن گیے ہم اور وانھی لون چلے — اس چار ضے سے چاہ کے وہ کونسا اچھا ہوا

یان صرف خط ہے درمیان یا گیسوؤن کا ہے بیان
کیا میر صاحب کے تئین پھر اندنون سودا ہوا

تمام روز جو کل مین پیے شراب پھرا — لیان جام لیے دیدہ پر آب پھرا

قطعہ

دل جگر دھرہ نیا اپھرے کچھ بنا یا
کیے کوشش کی بہت کر کر سوانگ یان بنا یا
دو دن تک ہوسے ہم تلکمان بنا یا
دو چار انھین دیکھ کھ مین نشان بنا یا
اس

قطعات

اُس کام و جان و دل نے عالم کا جان مارا
زلفونکی درہمی سے برہم جہان مارا

بلبل کا آتشین دم دلکو لگا ہمارے
ایسا کنھوں نے جیسے چھاتی مین ہان مارا

خون کچھ نہ تھا ہمارا مر کو زخاطر اُسکو
لڈاک ہمین بھی یون درمیان مارا

سرچشمۂ حسن کا وہ آیا نظر نہ مجھکو
اس راہزن نے غافل کیا کاروان مارا

صبر و حواس و دانش سب عشق کی زبونین
مین کا وشِ مژہ سے عالم چھان مارا

کیا خون کا مزا ہی اے عشق تجھکو لازم
ایک یک دم مین تو نے سو سو جوان مارا

ہم عاجز و نپا گر یون کوہ غم گرا ہے
جیسے زمین کے اوپر ایک آسمان مارا

کب جی بچے ہے یارو خوش رو و مہ وبتان سے
گر صبح بچ گیا تو پھر شام آن مارا

کہتے نہ تھے کہ صاحب اتنا کڑھا نہ کریے
اس غم نے میر تمکو جی سے ندان مارا

یہ میر ستم کشتہ کسو وقت جوان تھا
اندازِ سخن کا سبب شور و فغان تھا

جادو کی پری پرچہ ابیات تھا اُسکا
منھ تکیے غزل پڑھیے عجب سحر بیان تھا

جس راہ سے وہ دل زدہ دلی سے نکلتا
ساتھ اُسکے قیامت کا سا ہنگامہ روان تھا

افسردہ نہ تھا ایسا کہ جو آب زدہ خاک
آندھی تھی بلا تھی کوئی آشوب جہان تھا

کس مرتبہ تھی حسرت دیدار مرے ساتھ
جو پھول مری خاک سے نکلا نگران تھا

کیا کہون بیتابی شب ہے کہ ناچار سن نہیر
دل مرے سینے مین دو دو ہاتھ اچھلکر رہ گیا

کیا ہمین کو یار کے تیغے نے کما کردم کیا
ایسے سبتیرونکو یہ اژدر نگل کر رہ گیا

دو قدم ساتھ اس حفا جو کے چلا جاتا ہی جی
بوالہوس عیار تھا دیکھا نہ ٹل کر رہ گیا

آنکھ کچھ اپنی ہی اسکے سامنے ہوتی نہین
جن نے وہ خوخوار و ہیچ دیکھی دل کر رہ گیا

ایک ڈھیری راکھ کی بھی صبح جائے میر پر
برسون سے جلتا تھا شاید رات جل کر رہ گیا

طریق خوب ہی آپسمین آشنائی کا
نہ پیش آوے اگر مرحلہ جدائی کا

ہوا ہی کنج قفس ہی کی بی پر مین خوب
کہ پر کی سال تلک لطف تھا رہائی کا

نہین مین دیر و حرم اتو یہ حقیقت ہے
دماغ کسکو ہی ہر در کی جبہ سائی کا

نہ پوچھ مندی لگا نیکی خوبیان اپنی
جگر ہے خستہ ترے پنجۂ حنائی کا

نہین جہانمین کسطرف گفتگو دسی
یہ ایک قطرۂ خون ہی طرف خدائی کا

کسو پہاڑ مین جو کوہ کن سراب مارین
خیال ہم کو بھی ہی بخت آزمائی کا

بجا رہا نہ دل شیخ شور محشر سے
جگر بھی چاہے ہی کچھ تھا منا ادائی کا

رکھا ہے باز ہمین در بدر کے پھرنیسے
سر و پہ اپنی ہے احسان شکستہ پائی کا

ملا کہین تو دکھا وینگے عشق کا جنگل
بہت ہی خضر کو عزہ ہے رہنمائی کا

تھا لطف زیست جنبوے آب نہین میر
مدت ہوئی کہ ہمنے جینے سے ہاتھ اٹھایا

مہندی لگی تھی تیرے پاؤن مین کیا پیارے
ہنگام خون عاشق سر پر جو تو نہ آیا

یہ پیروی کسی کا ہیکو ہو سکے ہے
رکھتا ہو داغ ہیکو قامت کا اسکے سایا

دیکھی نہ پیش جاتے ہر گز خرد وری مین
دانستہ باؤلا ہم اپنے نہین بنایا

کہتی تھی بیدماغی اک شور ماؤمن مین
آنکھون کے مندگئے پر آرام سا تو پایا

گل پھول سے بھی تو جو لیتا ہے منھ کو پھیرے
کھڑ ہیے کسکے تونے اے میر دل لگایا

نکتہ مشتاق دیا رہے اپنا
شاعری تو شعار ہے اپنا

بیخودی لیگئی کہان ہم کو
دیر سے انتظار ہے اپنا

روتے پھرتے ہین ساری ساری رات
اب یہی روزگار ہے اپنا

دیکے دل ہم جو ہو گئے مجبور
اس مین کیا اختیار ہے اپنا

کچھ نہین ہم مثال عنقا لیک
شہر شہر اشتہار ہے اپنا

جسکو تم آسمان کہتے ہو
سو دلون کا غبار ہے اپنا

صرفہ آزار میر مین نہ کرو
خستہ اپنا ہے زار ہے اپنا

ہے کہ تجھی کو جانتے ہین | جاتا نہین احتراز تیرا
مل جنسے شراب تو پیے ہے | کہ دیتے ہین وہ ہی راز تیرا
کچھ عشق و ہوس مین فرق بھی کر | کیدھر ہے وہ امتیاز تیرا

کہتے نہ تھے میر مت کڑھا کر
دل ہو نہ گیا گداز تیرا

منھ لگا ہی کرے ہو جس تس کا | حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا
شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہون | دل ہوا ہے چراغ مفلس کا
تھے بُرے مغبچے کے تیور لیک | شیخ مینخانے سے بھلا کھسکا
داغ آنکھین ہی کھل رہین ہین سب | ہا تھ دستہ ہوا ہے نرگس کا

قطعہ

بحر کم ظرف ہے بسان حباب | کاسہ لیس اب ہوا ہے تو جس کا
فیض اے ابر چشم تر سے اٹھاؤ | آج دامن وسیع ہے اس کا

تاب کس کو جو حال میر سنے
حال ہی اور کچھ ہے مجلس کا

آنسو مری آنکھون مین ہر دم جو نہ آجاتا | تو کام مرا اچھا پردے مین چلا جاتا

واں سے نو نامہ بر کو ہی کب کا جواب صاف
ٹپکا کرے ہو زہر ہی صرف اُس نگاہ سے

مین سادگی سے لاگو ہون خط کے جواب کا
وہ چشم گھر ہے غصہ ناز و عتاب کا

لایق تھا ریجھنے ہی کے مصراع قدیار
مین معتقد ہون میر ترے انتخاب کا

خندۂ دندان نما کرتا جو وہ کافر گیا
گوہر تر جون سرشک آنکھون سے کر گر گیا

کیا گذر کوئی محبت مین نہی ہو کھیل ہے
پانون رکھا جسنے ٹک اُدھر پھر لگا سر گیا

کیا کوئی زیر فلک دنچا کرے فرق غرور
ایک پتھر حادثے کا لگا سر پر گیا

بیزہ بازان مژہ مین دل کی حالت کیا کہون
ایک نا کسبی سپاہی دیکھنو نہین گھر گیا

بعد مدت اسطرف لایا تھا اسکو جذب عشق
بخت کی برگشتگی سے آتے آتے پھر گیا

تیز دست اتنا نہین وہ ظلم مین اب فرق ہے
یعنی لوہا تھا کڑا اتیغ ستم کا گر گیا

سخت ہم کو میر کے مرجانے کا افسوس ہے
تمنے دل پتھر کیا وہ جان سے آخر گیا

اس بد زبان نے حرف سخن آہ کب کیا
چپکے ہی چپکے اُن نے ہمین جان لب کیا

طاقت سے میرے دل کی خبر تجھکو کیا نہ تھی
ظالم نگاہ چشم ادھر کی غضب کیا

یکسان کیا نہین ہے ہمین خاکرہ سے آج
ایسا ہی کچھ سلوک کیا اُن نے سب کیا

جب رات سر پٹکنے نے تاثیر کچھ نکی
ناچار میر منڈکری سی مار سو رہا

لعل پر لب دل مرا مائل ہوا
اُس لبِ خاموش کا قایل ہوا

لڑ گئیں آنکھیں اٹھالی دل نے چوٹ
یہ تماشائی عبث گھایل ہوا

نا شکیبی سے گئی ناموس فقر
عاقبت بوسے کا میں سایل ہوا

ایک تھے ہم وے ہوئے دہ سے اگر
اپنا ہونا بیچ میں حایل ہوا

میر ہم کس ذیل میں دیکھ اُسکی آنکھ
ہوش اہل قدس کا زائل ہوا

کوئی فقیر یہ لے کاشکے دعا کرتا
کہ مجھکو اُسکی گلی کا خدا گدا کرتا

کبھو جو آن کے ہمسے بھی تو ملا کرتا
تو تیرے جیمیں مخالف نہ اتنی جا کرتا

چمن میں پھول گل اکی ہزار رنگ کھلے
دماغ کاشکے اپنا بھی ٹک فا کرتا

فقیر بستی میں تھا تو ترا زیاں کیا تھا
کبھو جو آن نکلتا کوئی صدا کرتا

علاج عشق نے ایسا کیا نہ تھا اسکا
جو کوئی اور بھی مجنون کی کچھ دوا کرتا

قدم کے چھونے سے تا دیر گے مجھے ہوئی
کبھو وہ یاں تو مرے ہاتھ بھی لگا ہوتا

بدی نتیجہ ہے نیکی کا اس زمانے میں
بھلا کسوسے جو کرتا تو تو بُرا کرتا

عجب کیا جو اس زلف کا سایہ دار
پھرے راتون کو بھی پریدا رسا

نہین میر مستانہ صحبت کا باب
مصاحب کر و کوئی ہشیار سا

حیران ہو لحظہ لحظہ طرز عجب عجب کا
جو رفتہ محبت واقف ہوا سکے ڈھب کا

کہتے ہین کوئی صورت بن معنی یان نہین ہے
یہ وجہ ہے کہ عارف منھ دیکھتا ہو سب کا

نسبت درست جسکی اس رو سے پاتے
ہو درہم اور برہم حال سکے روز و شب کا

افسوس ہے نہین تو انصاف دست و رشتہ
شایان لطف و شمن شایستہ ہین عضب کا

سودائی ایک عالم اسکا بنا پھرے ہے
ہر چند عر لتی ہے وہ خال کنج لب کا

منھ سکے منھ کے اوپر شام و سحر کھون ہون
اب ہاتھ سے دیا ہے سر رشتہ ہین ادب کا

کیا آجکل سے اُسکی یہ بے تو جہی ہے
منھ اُن نے اسطرف سے پھیرا ہو میر کب کا

سیکڑون بیکسون کا جان گیا
پر یہ تیرا نہ امتحان گیا

وائے احوال اس جفا کش کا
عاشق اپنا جسے وہ جان گیا

داغ حرمان ہو خاک مین بھی ساتھ
جی گیا پر نہ یہ نشان گیا

کل نہ آنے مین ایک یان تیرے
آج سو سو طرف گمان گیا

قطعہ

اب ہو گئے فلک پہ وہ بھی
خوش ہین برون خاکدان ہو کر

کون جی سے جا سکے اسیر
ہے یہ مقام تنگ جہان گیر

سوز درون سے نامہ کباب و رق ہوا
پہنچا جو تا جہ تو اگر گذ ہوا

دل مین رہا نہ کچھ کہ کہین ہی کہی ہوا
دو دل تمام شاد نشد ہوا

کس درد مند عشق کو یارب خلق ہوا
اس نور ورق مین تو تر اک سبق ہوا

بیٹھا جو بیچ مین تو شعلہ کمان ہوا
محل مین کہان وہ طور کا شعلہ کمان ہوا

دل نے جگر کی ادا نثار ہوئے
سیر دیکھی جگہ نہین کو سہل

روح القدس کو مرغ بلند آشیان ہوا
ہیچ ہیچ مین وہ مرغ بلند آشیان ہوا

جس نے کیا خیال کہ یہ آسمان ہوا

کیا کم تھا شعلۂ شوق کا شعلے سو طور کے
پتھر بھی دان کے جل گئے جا کر جہان گرا

ڈوبا خیال چاہ زنخدان مین اسکے میر
دانستہ کیون کنوئین مین بھلا یہ جوان گرا

آتے ہی آتے تیرے یہ ناکام ہو چکا
وان کام ہی رہا تجھے یان کام ہو چکا

موسم گیا وہ ترک محبت کا ناصحا
مین اب تو خاص و عام مین بدنام ہو چکا

یا خط چلے ہی آتے تھے یا حرف ہی نہین
شاید کہ سادگی کا وہ ہنگام ہو چکا

تا آشنا و حرف تھا وہ شوخ جب نہ تھے
ہمسے تو ترک نامہ و پیغام ہو چکا

تڑپے ہو جب کہ سینے مین اچھلے ہو دو دو ہاتھ
گر دل یہی ہے میر تو آرام ہو چکا

سنبل تمہارے گیسوؤنکے غم مین لٹ گیا
ابرو کی تیغ دیکھ مہ عید کٹ گیا

عالم مین جانکے مجھکو تنزہ تھا اب تو مین
آلودگی جسم سے پانی مین اٹ گیا

ظلم و جفا و جور پر اصرار اس قدر
ہٹ دیکھ دیکھ تیری دل اپنا بھی ہٹ گیا

اب وہ سمان نہین ہے کہ وہ کام جان خلق
مغموم ہم کو دیکھ کے دوڑا لپٹ گیا

وشوار ہمسے ہینگے جو بیڈھب بھی ہو جیب
بیطور یون سے اسکے دل اپنا پھٹ گیا

درمان و جیب دونون ہوئے ٹکڑے ایک جا
ابکی یہ کام ہاتھ سے میرے سمٹ گیا

کچھ زرد زرد چہرہ کچھ لاغری بدن مین
کیا عشق مین ہوا ہے اے میر حال تیرا

فردا آتا نہین نظر ہے اسکے امیرون کا
اگرچہ آسمان تک شور جاوے ہم فقیرون کا

تبسم سحر ہے جب پان سے لب سرخ ہون اسکے
دلون مین کام کر جاتا ہے یان جادو کے تیرون کا

سرکتا اسکے دربان پاس سے ہو شب کو بھی مشکل
سر زنجیر زیر سر رکھے ہے ہم اسیرون کا

گئے بتون کے سر لڑتون نے جو یہ باندھنون باندھے
شہید اک مین نہین ان باندھنو کے سرخ چیرون کا

قفس کے چاک سے دیکھون ہون نہین تو تنگ آتا ہون
چمن مین غنچہ ہوتا گلون پر ہم صفیرون کا

ہمارے دیکھتے زیر نگین تھا ملک سب جن کے
کوئی اب نام بھی لیتا نہین ان ملک گیرون کا

دل پر کو توان پلکون ہی نے سب چھان مارا تھا
کیا میر اُن نے خالی یون ہی ترکش اپنے تیرون کا

ہوئین سوئیان جسکی لیے چھوٹا دیار اپنا
ہوا وہ بے مروت بیوفا ہرگز نہ یار اپنا

خدا جانے ہمین اس بیخودی نے کسطرف پھینکا
کہ مدت ہوگئی ہم کھینچتے ہین انتظار اپنا

ذلیل اُسکی گلی مین ہون تو ہون آدمی کیسے
کہ بخشی اس جگہ ہووے کہان ہو اعتبار اپنا

اگرچہ خاک اڑائی دیدۂ تر نے بیابان کی
ولے نکلا نہ خاطرخواہ سو نیمے غبار اپنا

کیا بد وضع لوگون نے جو دیکھا رات کو تلے
ہوا صحبت مین ان لڑکون کی ضائع روزگار اپنا

اتفاق ایسے پڑے ہم تو منافق ٹھہرے
چرخ ناساز نے غیروں سے یارا کیا

ایسے آزار اٹھانیکا ہمیں کب تھا دماغ
کوفت نے دلکی تو جینے سے بھی بیزار کیا

جی ہی جانے سے ہیں عشق کے مشہور ہوئے
کیا کیا ہمنے کہ اس راز کو اظہار کیا

دیکھیے اس ماہ کو جو کتنے مہینے گذرے
بڑھگئی کاہش دل ایسی کہ بیمار کیا

نالۂ بلبل بیدل ہے پریشان کیا
موسم گل نے مگر رخت سفر یار کیا

میر اے کاش زبان بند رکھا کرتے ہم
صبح کے بولنے نے ہم کو گرفتار کیا

شب رفتہ میں اُسکے در پر گیا
سگِ یار آدم گری کر گیا

شکستہ دل عشق کی جان گیا
نظر پھیری تو نے تو وہ مر گیا

ہوئے یار کیا کیا خراب اُس بغیر
وہ کس خانہ آباد کے گھر گیا

کشندہ تمھارا ہے ناکردہ خون
مجھے دیکھکر مختصر ڈر گیا

بہت رفتہ رہتے ہو تم اسکے اب
مزاج آپ کا میر کیسا پھر گیا

بیطاقتی میں تو تو اے میر مریگا
ایسی طپش سے دلکی کوئی جگر رہیگا

کیا ہے جو راہ دلکی طے کرنے گئے ہم
جوں نقش پا ہمارا تا دیر اثر رہیگا

ٹپکتے پلکوں سے رو مال جس گھڑی سرکا
طرف ہوا نہ کبھو ابر دیدۂ تر کا

کبھو تو دیر میں ہونمیں کبھو ہوں کعبہ میں
کمان کمان لیے پھرتا ہے شوق اس در کا

غم فراق سے پھر سوکھ کر ہوا کانٹا
بچھا جو پھول اٹھا کوئی اسکے بستر کا

اسیر جرگے میں ہو جاؤں نہیں تو ہو جاؤں
وگرنہ قصد ہو کس کو شکار لاغر کا

نہیں کہ جلتے سے خوگر میں آگ میں ہے عیش
محیط میں تو تلف ہوتا ہے سمندر کا

قریب خط کا نکلنا ہو سو خط موقوف
غبار دور ہو کس طور میرے دلبر کا

بتا کے کعبے کا رستہ اُسے بھلا دوں آہ
نشان جو پوچھے کوئی مجھ سے یار کے گھر کا

کسو سے مل چلے ٹک تو ہے بت دُر
سلوک کا ہے کو شیوہ ہے اُس ستمگر کا

شکستہ پائی و لب بستگی پر اب کی بجا
چمن میں سور مرا ابتلک بھی ہے پر کا

تلاش دل نہیں کام آتی اُس رنج میں گئے
کہ چاہ میں تو ہے مرنا پڑا شناور کا

پھرے ہے خاک ملے منھ پہ یا نمد پہنے
یہ آئینہ ہے نظر کردہ کس قلندر کا

نہ ترک عشق جو کرتا تو میر کیا کرتا
جفاکشی نہیں ہے کام نازپرور کا

حلقہ ہوئی وہ زلف کمان کو چھپا رکھا
طاق بلند پر اسے سب نے اٹھا رکھا

اس مہ سے دلکی لاگ وہی متصل رہی
گو چرخ نے بصورت ظاہر جدا رکھا

یہی جیس دل کی گران قدر تھی
ولے جب تلک تو خریدار تھا

بہت روئے ہم شبنم و گل کو دیکھ
کہ چسپاں ہمین بھی کہین پیار تھا

مجھے اہ دل چاک کیا شانہ کیا
کسو زلف سے کچھ سروکار تھا

گیا میریان سے گزرتے جو یاد
کہو گے کہ مسکین عجب یار تھا

دل گیا مفت اور دکھ پایا
ہو کے عاشق بہت ہین پچتایا

مر گیا تس پہ سنگسار کیا
نخل ماتم مرا یہ پھل پایا

یہ شب ہجر سر کرے ہے پری
ہو سفیدی کا جس جگہ سایا

صحن بین میرے اے گل مہتاب
کیون شگوفہ تو کھلنے کا لایا

چاکہ کر سینہ دل مین پھینک دیا
کھینچے ایذا ہمیشہ کس کی بلا

تمکو جیتا رکھے خدا اے بتان
مر گئے ہم تو کرتے کرتے وفا

سب گئے ہوش و صبر و تاب و توان
دل سے اک داغ ہی جدا نہوا

اٹھ گیا میرے جو یا لین سے
پھر مری جان مجھ مین کچھ نہ رہا

جادو کرتے ہین ایک نگاہ کے بیچ — ہائے رے چشم دلبران کی ادا
بات کہتے ہین گالیان دے ہے — سنتے ہو میرے بدزبان کی ادا
دل چلے جاے ہین خرام کے ساتھ — دیکھی چلنے مین ان بتان کی ادا

خاک مین مل کے میر ہم سمجھے
بے ادائی تھی آسمان کی ادا

رہا ہین تو عزت کا اعزاز کرتا — چلا عشق خواری کو ممتاز کرتا
سنوتا ہین حسرت ہین محتاج گریہ — جو کچھ آنسوؤن کو پس انداز کرتا
نہ ٹھہرا مرے پاس دل ورنہ اب تک — اُسے ایسا ہی ہین تو جانباز کرتا
جو جانو کہ در پر ہے ایسا وہ دشمن — تو کاہے کو الفت سو ہین ساز کرتا
تو نمکین سے کچھ نہ بولا وگرنہ — مسیحا صنم ترک اعجاز کرتا
گلو گیر ہی ہو گئی یا وہ گوئی — رہا ہین خموشی کو آواز کرتا

زیارت گہ کبک تو ہو بلا سے
تک آ میر کی خاک پر ناز کرتا

عید آیندہ تک رہیگا گلا — ہو چکی عید تو گلے نہ ملا
ڈوبا لوہو مین دیکھنا سرخار — حیف کوئی بھی آبلہ نہ چلا

رکھتا تھا ہاتھ مین سر رشتہ بہت سے کا
رو گیا دیکھ رفو چاک مرے سینے کا

الجھش لو ہے میرا جو نو چھوٹ گئی
کس سے یہ قاعدہ سیکھا ہو لو ہونے کا

اسمین حیران ہون کس کس کا گلا تجھسے کرون
بدگمانی کا تغافل ترے کینے کا

میر کی نبض پہ رکھا ہاتھ لگا کہنے طبیب
آج کی رات یہ بیمار نہین جینے کا

عشق سے دل یہ تازہ داغ جلا
اس سینہ خانہ مین چراغ جلا

میر کی گرمی تم سے اچرج ہے
کس سے ملتا ہے یہ دماغ جلا

ردیف باے

اندوہ سے ہوئی نہ رہائی تمام شب
مجھ دل زدہ کو نیند نہ آئی تمام شب

جب مین شروع قصہ کیا آنکھین کھولدین
یعنے تھی مجھکو چشم نمائی تمام شب

چشمک چلی گئی تھی ستارونکی صبح تک
کی آسمان نے دیدہ درائی تمام شب

بخت سیہ نے دیر مین کل یاوری سو کی
تھی دشمنون سے سیکے لڑائی تمام شب

تنہی ہی گذری وعدے کی شب وہ نہ آ پھرا
ایذا عجب طرح کی اٹھائی تمام شب

سناٹے سے دلسے گذھا ئین سو کہان
بلبل نے گو کہ نالہ سرائی تمام شب

اب تشنگان عشق کے ہین کام کے یہ لعل
کیا آب کو جو روئیے عشق یمن ہین آب

تب قیس جنگلون کے تئین آگ دے گیا
ہم بھر چلے ہین دیدۂ پُر سار سے بنین آب

سُن سوز دل کو میر کے بہت روئی رات شمع
پیرون بزم لائے ہین بھر بھر لگن ہین آب

دیکھو تو کس روانی سے کہتے ہین شعر میر
دُر سے ہزار چندے انکے سخن ہین آب

جیسا مزاج آگے تھا میر سو کب ہے اب
ہر روز دل کو سوز ہے ہر شب تب ہے اب

سدھ کچھ سنبھالتے ہی وہ مغرور ہو گیا
ہر آن بیدماغی و ہر دم غضب ہے اب

دور ایسے اسکی آہ عجب حالین ہین لوگ
کچھ بھی جو پاس وہ نہ کرے تو عجب ہے اب

طاقت کی جس سے تاب جفا تھی سو ہو چکی
تھوڑی سی کوفت ہین بھی بہت سا تعب ہے اب

دریا چلا ہے آج تو بوس و کنار کا
گرچی جلا دے کوئی دوا نا تو ڈھب ہے اب

جان بخیشان جو پیشتر از خط کیا کئے
انھین لبون سے خلق خدا جان لب ہے اب

رنجش کی جا گئے تو ہوتی بھی تھی کوئی
روپوش ہمسے یار جو ہے سو سبب ہے اب

ذی جاہ وہ اسی ہے نہ مجھکو ہے وہ دماغ
جانا مرا ادھر کو بشرط طلب ہے اب

جاتا ہون دن کو ملنے تو کہتا ہے دن کو میر
جو شب کو جاے تو کہے ہو کہ شب ہے اب

گذرے ہے میر لوٹنے دن رات آگ میں
ہے سوز دلسے زندگی اپنی ہمیں عذاب

جو کہو تم سو ہے بجا صاحب
ہم بُرے ہی سہی بھلا صاحب

سادہ ذہنی میں نکتہ چیں تھے ہم
اب تو ہیں حرف آشنا صاحب

نہ دیا رحم تک بتوں کیا کم ہے
کیا کیا ہائے یہ خدا صاحب

بندگی ایک اپنی کیا کم ہے
اور کچھ تم سے کیجے صاحب

مرا فرہاد ہے منھ تمھارا ہی
کچھ غضب تو نہیں ہوا صاحب

خط کے پھٹنے کا تم سے کیا شکوہ
اپنے طالع کا یہ لکھا صاحب

پھر گئیں آنکھیں تم نہ آن پھرے
دیکھا تم کو بھی واہ وا صاحب

شوقِ رخ یا دلب غم دیدار
جی میں کیا کیا مرے رہا صاحب

بھول جانا نہیں غلام کا جواب
یاد خاطر رہے مرا صاحب

کسنے سن شعر میر یہ نہ کہا
کہیو پھر ہائے کیا کہا صاحب

عجب صحبت ہی کیونکر صبح اپنی شام کرتے اب
جہاں تک آن بیٹھے ہم کہا آرام کرتے اب

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن کم نکلے

قیامت جی پہ ہے دیدار کو نک عام کرتے اب

قطعہ

بلا شوخ ہو ہوا اندیشہ انجام کرتے اب
چلو تو ہو ہوا اندیشہ انجام کرتے اب

ہمت کی یاضعیم کوئی دن رہا خدا کا نام کرتے اب
وظیفہ کوئی دن رہا خدا کا نام کرتے اب

زبان خامہ کی بہتے ہزار دن انشا کرتے ہیں
حقیقت اپنے دلکی آہ کیا ارقام کرتے اب

کہاں تک کام نامہ اس خط سے نامہ کرتے اب
اگر دلدار یاں آوے تو اپنا کام کرتے اب

فسانہ شیخ و شاخ و شاخ اس نہال حسن کا ہے
کہاں تک میر یہ بحث و نوا ناتمام کرتے اب

بلبل بیتاب پایا ہیں آفتاب نیا
رخسار تیرے پایا ہیں آفتاب نیا

ابھی ہیں کو اُن کے آخر خراب نیا
ہر چند بلا کش ہم تھے ایک تیرے

بیٹھے قفس میں جا کر ہم ہوئے ہیں خانماں برباد
جی جانے کی خفت سے گلچیں ہوئے ہیں خانماں برباد

ان بن ہی سب ہیں اس کی لگی ہی سے ہیں خراب
ہیں ہی سے سب ہیں اس کی لگی ہی سے ہیں خراب

قطعہ

بلبل بغل میں ظالم میناب بادہ ناب
تو بھی تو قسط ہو ہم بہ ہیں ساقی

کی ہیں ایکی کیاں اس نے ہم چشم ہیں
بیتاب ہو ہو اس سے ہم چشم ہیں

کیا لعل لب کو تیرے اے یم چشم ہیں
بیتاب ہو ہو اس سے ہم چشم ہیں

ردیف تا

جاتا ہے صدقے اپنے جو لحظہ لحظہ کردار
اس کا حسن سے پیش دیکھا ہے بار بار

جنس وفا اگرچہ ہمیشہ ہی کم رہی
پر اس قدر کہ مطلق کوئی نہیں خریدار

ہوتی ہے بند کوئی تو پلکوں سے تر پلک
تھی چشم پر دسے گا یہ کیا کیا ہے خونبار

گفتگو

گفتگو ناپدنے ہو نہ ہے غیبت نہ گلہ
خانقہ کی سی نہیں بات خرابات کی بات

سنکے آواز سگِ یار ہوے ہم خاموش
بولتے واں ہیں جہاں ہوے وساوس باقی

منھ ادھر اور سخن زیر لبی غیر کے ساتھ
اس فریبندہ کی گفتنی ہو گھات کی بات

اسلیے شیخ ہو چکا کپڑے شہر میں شور
ہم سمجھتے نہیں یہ شادی ممات کی بات

یہ کس آشفتہ کی جمعیت دل تھی منظور
بال بکھرے ترے منھ پر کمیں ہیں اتکی بات

گفتگو وصفو نسے اس ماہ کے گرہے اے میر
کاہش افزا ہے کرون اُسکی اگر ذات کی بات

ہم تمسے چشم رکھتے تھے دلداریان بہت
سو التفات کم ہے دل آزاریان بہت

دیکھیں تو کیا دکھائے یہ افراط اشتیاق
لگتی ہیں تیری آنکھیں ہمیں شایدیان بہت

جبتک ملے سی جائیں تبھیں اٹھ سکین
کرنے لگے ہو اب تو ستمگاریان بہت

آزار میں تو عشق کے جاتا ہے بھول جی
یوں ہوئیں تبھیں تو یاد مجھے یاریان بہت

شکوہ خراب ہونے کا کیا چاہتے ہیں میر
ایسی تو اے عزیز ہیں یاں خواریان بہت

یاد ایامی کہ ہنگامہ رہا کرتا تھا رات
شور شر سے میرے اک فتنہ رہا کرتا تھا رات

کام کیا تھا جیب و دامن سے مجھے پیش از جنون
سینچاکی اپنی میں بیٹھا کیا کرتا تھا رات

ہو کسکی صورت آنکر اصوات و اعظا — کب آدمی کی جنس کرے ہی پکار بات
آہو کو اسکی چشم سخن گو سے مت ملا — شہر سے کرسکے ہی کہیں بھی گنوار بات
یون بارگل سوا لکی جھکے ہین نہال باغ — جھک جھک کے جیسے کرتے ہین دو چار بار بات
آزردہ دل کو حرف پہ لانیکا لطف کیا — کرتی ہو خونچکان مری لب سے گذار بات
مرجان کوئی کہے ہے کوئی ان لبونکو لعل — کچھ رفتہ رفتہ پاہی رہیگی قرار بات

یون چپکے چپکے میر تلف ہوگا کب تلک
کچھ ہووے بھڑکر اس سے بھی کرایکبار بات

ہوتی ہی گرچہ کہنے سے یار و پرائی بات — پر ہمسے تو تمھی نہ کبھو منھ پر آئی بات
جانے نہ تجھکو جو یہ تصنع تو اُس سے کر — تسپر بھی تو چھپی نہین رہتی بنائی بات
لگ کر تدرو رنگئے دیوار باغ سے — رفتار کی جو تیری صبا نے چلائی بات
کہتے تھے اُس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے لیک — وہ آگیا تو سامنے اُسکے نہ آئی بات
اتو ہوئی ہین ہم بھی تر ہے دھب سے آشنا — واں تو نے کچھ کہا کہ دھرے پائی بات
بلبل کے بولنے مین سب انداز ہین مرے — پوشیدہ کب رہی ہی کسیکی اڑائی بات
بھڑکا تھا رات دیکھکے وہ شعلہ خو مجھے — کچھ وسیہ رقیب نے شاید لگائی بات
عالم سیاہ خانہ ہی کسکا کہ روز و شب — یہ شور ہے کہ دیتی نہین کچھ سنائی بات

کیا سبب ہو اب مکان پر جو کوئی پاتا نہیں
میر صاحب آگے تو رہتے تھے اپنے گھر بہت

ملامت گر نہ مجھ کو کر ملامت
جلے کو اور تو اتنا جلامت

گلے مل عید قربان کو سبھوں کے
ہمارا آہ تم کاٹو گلامت

ترے نا آشنائی کے ہیں بندے
نہ وہ اب ربط نے صاحب سلامت

بہت رونے نے رسوا کر دکھایا
نہ چاہت کی چھپی ہمسے علامت

کبھو تلوار وہ کھینچے ہے اے میر
لڑی ہی قسمت تو سر کو ٹک ہلامت

ردیف جیم فارسی

آگ سا تو جو ہوا اے گل تر آن کے بیچ
صبح کی باد نے کیا پھونک دیا کاہ کے بیچ

ہم نہ کہتے تھے کہیں لف کہیں رخ نہ دکھا
اک خلاف آیا نہ ہندو نہ مسلمان کے بیچ

باوجود ملکیت نہ ملک میں پایا
وہ تقدس کہ جو ہے حضرت انسان کے بیچ

پاسباں ہے ترے کیا دور جو ہو ساز رقیب
ہو نہ اک طرحکی نسبت سگ دربان کے بیچ

جیسی عزت مرے دیوانگی امیر و من ہوئی
ویسی ہی انکی بھی ہوگی مرے دیوان کے بیچ

ساتھ ہی اس سر عریانکی یہ وحشت کرنا
پگڑی الجھی ہے مری اب تو بیابان کے بیچ

قطعہ

قطعہ

بلبل خموش و لالہ و گل دونوں سرخ و زرد
تمساد محو بیکلی اک نسترن کے بیچ

کل ہم بھی سیر باغ میں تھے ساتھ یار کے
دیکھا تو اور رنگ ہی سارے چمن کے بیچ

قطعہ

یا ساتھ غیر کے ہمیں ویسی بات چیت
سو سو طرح کے لطف ہیں اک اک سخن کے بیچ

یا پاس میر لگتی ہے جب ایسی آن کر
گویا زبان نہیں ہے تمہارے دہن کے بیچ

فرہاد و قیس و میر یہ آدارگان عشق
بو نہیں گئی ہے سب کے ہی منکی من کے بیچ

بوٹھ ہر چند نہیں یار کی گفتار کے بیچ
دیر لیکن ہے قیامت ابھی دیدار کے بیچ

کسکی خوبی کے طلبگار نہیں جوت بلتان
خرقے بکنے کو چلے آتے ہیں بازار کے بیچ

خضر و عیسے کے تئیں نام کو جیتا سن لو
جان ہو ورنہ کب اسکی کسو بیمار کے بیچ

اگلے کیا بیچ تھا رے نہ تھی پس عاشق کو
بال جو اور گھر سنے لگے دستار کے بیچ

عشق ہے جسکو ترا اُس تو رکھ دل کو جمع
زندگی کی نہیں امید اس آزار کے بیچ

ہم بھی اک ترک وفا ہی کریں گے کیا کریے
جنس یہ بکتی نہیں آپ کی سرکار کے بیچ

دیدنی دشت جنوں ہو کہ پھپھولے پا کے
بیں نے سوتی سے پرو رکھیں ہیں خار کے بیچ

ردیف خا

کرتے تو ہو ستم پہ نہیں ہے کے حواس — کچھ اور ہو گئے جو کسو خستہ جا نکی طرح

نقشہ الٰہی دل کا مرے کون لے گیا — کہتے ہیں سارے عرش میں اُس مکا نکی طرح

مرغ چمن نے زور دلایا سبھو نکے تئیں — میری غزل پڑھی شب اک وضعو انکی طرح

لگ کر گلے سے اُسکے بہت میں گلا گیا — ملتے تھے سرو باغ میں کچھ جو انکی طرح

جو کچھ نہیں تو بلبلی سے ہو پھول پڑ گیا — ڈالی چمن میں ہمنے اگر آشیا نکی طرح

یہ باتیں رنگ رنگ ہماری ہے ورنہ میر
آجاتی ہو گلی میں کبھو اس دہا نکی طرح

دور گردوں سے ہوئی کچھ اور مینجانکی طرح — پھر نہ آوین کیونکہ آنکھین میری پہچا نکی طرح

آنکلتا ہے کبھو ہنستا تو ہو باغ و بہار — اُسکی آمد ہین ہے ساری فصل گل آنکی طرح

چشمک انجم مین اتنی دلکشی آگے نہ تھی — سیکھ لی تارون نے اُسکی آنکھ جھپکا نکی طرح

ہم گرفتارون سے وحشت ہی کرے وہ غزال — کوئی تو بتلاؤ اُسکے دام مین لانیکی طرح

ایکدن دیکھا جو آتے بید کو تو کہہ اوٹھا — اس شجر مین کتنی ہو اس سیدھے دیوانکی طرح

آج کچھ شہر وفا کی کیا خبر آئی ہے نئی — عشق نے مدت سے یان ڈالی ہو ویرانکی طرح

پیچ سا کچھ ہو کہ زلف و خط سے ویسا ہو بناؤ — ہو دل صد چاک مین بھی ورنہ سب شانکی طرح

کسطرح جیسے گذر جاتی ہین آنکھین موند کر — دیدنی ہو دردمندون کی بھی مرجانکی طرح

ردیف دال

ریختہ

بیان نازسے کیا دیکھتا نہیں ہے ۔۔۔ کج اس چمن مین ٹھہری گلی کلاہ تا چند
جب مہ ادھر سے نکلا جاتا وہ گھر سے نکلا ۔۔۔ رکھتا ہے داغ دیکھین یہ اشتباہ تا چند

ایدا بھی کھینچ چکے جو ہفتے عشرے کی ہو
اسطرح مرتے رہیے اے میر تا چند

تجھ بن اے نو بہار کے مانند ۔۔۔ چاک ہے دل انار کے مانند
پہونچی شاید جگر تک آتش عشق ۔۔۔ اشک ہین سب شرار کے مانند
کر دماغ اسکی رہ سے اٹھنے کا ۔۔۔ بیٹھے اب ہم غبار کے مانند
کوئی نکلے کلی تو لالہ کی ۔۔۔ اس دل داغدار کے مانند
سرو کو دیکھ عش کیا ہمنے ۔۔۔ تھا چمن مین وہ یار کے مانند
ہار کر شب گلے پڑے اسکے ۔۔۔ ہم بھی پھولونکے ہار کے مانند
برق پڑتی بہت ولے نہ ہوئی ۔۔۔ اس دل بیقرار کے مانند

قطعہ

اُن نے کھینچی تھی صید گہ مین تیغ ۔۔۔ برق ابر بہار کے مانند
اُسکے گھوڑے کے آگے سے نہ ٹلے ۔۔۔ ہم بھی دبلے شکار کے مانند
زخم کھا بیٹھیو جگر پر مت ۔۔۔ تو بھی مجھ دل فگار کے مانند

اسیر میر نہوتے اگر زبان رہتی
ہوئی ہماری یہ خوش خوانی سحر صیاد

لڑکے پھرآے ڈر گئے شاید
بگڑے تھے کچھ سنور گئے شاید

سب پریشان دلی مین شب گذری
بال اُسکے بکھر گئے شاید

کچھ خبر ہوتی تو نہوتے خبر
صوفیان بے خبر گئے شاید

ہین مکان وسرا و جا خالی
یار سب کوچ کر گئے شاید

آنکھ آئینہ رو چھپاتے ہین
دل کو لیکر مکر گئے شاید

لو ہوا آنکھو نمین اب نہین آتا
زخم اب دل کے بھر گئے شاید

اب کہین جنگلو نمین ملتے نہین
حضرتِ خضر مر گئے شاید

بیکلی بھی قفس مین ہے دشوار
کام سے بال و پر گئے شاید

شور بازار سے نہین اٹھتا
رات کو میر گھر گئے شاید

بنی تھی مجھ اک اُس سے مدت کے بعد
سو پھر بگڑی پہلی ہی صحبت کے بعد

جدائی کے حالات مین کیا کہون
قیامت تھی اک ایک ساعت کے بعد

موا کوہکن بے ستون کھود کر
یہ راحت ہوئی ایسی محنت کے بعد

کیا سر جھکا رہے ہو میر اس غزل کو سنکر
بارے نظر کرو تک اے مہربان مین پر

کیا کیا نہ ہمنے کھینچے آزار تیری خاطر
اب ہو گئے ہین آخر بیمار تیری خاطر

غیرون کی بیدماغی بیتابی چھاتی داغی
یہ سب ستم اٹھائے اے یار تیری خاطر

کیا جانیے کہ ہو تو کیا جنس متیں قیمت
جانے ہین پکڑے جامی بازار تیری خاطر

اکبار تو نے آکر خاطر نہ رکھی میری
مین جی سے اپنے گذرا سو بار تیری خاطر

مین کیا کہ آہ کافر دین کے اکابرون نے
قشقے لگائے پہنے زنار تیری خاطر

گو دل دھسک ہی جاوے آنکھین بل اوجھل اوجھل
سب اوپچ پنچ کی ہے ہموار تیری خاطر

اک آن تیری آئی ادھر جھکے پنائی
سو سو مین مین نے کھینچی تلوار تیری خاطر

کیا چیز ہو تو پیارے مفلس ہین داغ تیرے
پیسے لیے پھرین ہین زردار تیری خاطر

مجھسے دو چار ہونا پھر آہ بن نہ آیا
دی جان میر جی نے ناچار تیری خاطر

اے صبا گر شہر کے لوگون مین ہو تیرا گذار
کہیو ہم صحرا نوردون کا تمامی حال زار

خاک دہلی سے جدا ہم کو کیا یکبارگی
آسمان کو تھی کدورت سو نکالا یون غبار

منصب جلیل غزلخوانی تھا سو تو ہو اسیر
شاعری زاغ و زغن کا کیون ہو دماغ شعار

خط لکھا بات یہ کہتے تھے نہ بھولینگے تجھے
آوینگے گھر یار کے تیری خبر کو بار بار

جب گیا مین یاد سے تب کسکا گھر کاہکا پاس
اغربین صد آفرین اے مردمان وزگار

اب بیابان دربیان ہی مرا شور و فغان
گو چمن مین خوش کی تمنی میری جانے نہ

ہی مثل مشہور یہ عمر سفر کوتاہ ہے
طالع برگشتہ بھی کرتے ہین اب امداد کار

آگ پر افشانی مین بھی ہی یہ وطن گلزار سا
سامعونگی چھاتیان نالونسے ہوینگی انگار

منہ پر آوینگے سخن آلودہ خون جگر
کیون کہ یاران زمان سے چاک ہوں جوش

لب سے لیکر تا سخن ہین خوبچکان تنکو ہی
لیک ہو اظہار ہر نا کس سے اپنا ننگ و عار

چپ بھلے گو تلخکامی کھینچیے ایمین تیری
بیت بختی طبع نازک پر ہو اپنی ناگوار

آج سے کچھ بیجابی جو رکن مردم نہین
اسنے اہل دل سدا کھینچے ہین رنج بیشمار

کام کے جو لوگ صاحب فن ہین سو محسود ہین
بے تہی کرتے رہینگے حاسدان نابکار

بس قلم رکھ ہاتھ سے جانے بھی دے حرف میر
کاہ کے چاہے نہین کمسار ہوتے بے وقار

آغشتہ خون دل سے سخن تھے زبان پر
رکھے نہ تمنے کان تک اس داستان پر

کچھ ہو رہیگا عشق و ہوسمین بھی امتیاز
آیا ہے اب مزاج ترا امتحان پر

بے دلبری کے فن و فریب اتنی عمر مین
جھنجھلاہٹ اب تو آوے ہے اسکیمیان پر

آئینے کی مشہور پریشان نظرے ہے — تو سادہ ہے ایسوں کو نہ دیدار دیا کر
سو بار کہا غیر سے صحبت نہیں اچھی — اس حیف کو مجلس میں نہ تو ہار دیا کر
کیوں آنکھوں میں سردی کا تو دبالہ رکھے ہے — مت ہاتھ میں ان مستوں کے تلوار دیا کر

کچھ خوب نہیں اتنا ستانا بھی کسو کا
ہے میر فقیر اسکو نہ آزار دیا کر

طاقت نہیں ہو جانیں کڑھنا اور نقب کی — بے لطفیاں کرو ہو یہ تیسرا غضب ہے اور
ہر چند چپ ہوں لیک مرا حال ہے عجب — احوال پرسی تو نہ کرے تو عجب ہے اور
آنکھ اسکی اُسطرح سے نہیں پڑتی ٹک ادھر — اب خوب دیکھتے ہیں تو چتون بگاڑ دھب ہے اور
کیا کہیے حال دل کا جدائی کی رات میں — گذری ہے کب کہانی کہی یہ شب ہے اور
دل لیچکے دکھا کے رخ خوب کو تبھی — اب منھ چھپا جو بیٹھے یہ حسن طلب ہے اور
اس دل لگے کے روگ کو نسبت مرض سے کیا — اپنا یہ جلنے رہنا ہے کچھ اور ڈب ہے اور
طور اگلے تیرے ملتے نہیں اسطرح سے ٹک — وہ اور کچھ تھا ہمسے پیارے یہ اب ہے اور
کیا بات تیری اے ہمہ عیاری و فریب — آنکھیں کہیں ہیں اور سخن زیر لب ہے اور

اسباب مرگ کے تو مہیا ہیں سارے میر
شاید کہ زندگانی کا اپنی سبب ہے اور

مرے پہ جان دیتے ہین وارفتگان عشق
ہے میر راہ و رسم وفا اور کچھ اور

چمکی جو چب سے برق سحر گلستان کی اور
جی لگ گیا ہو خار و خس آشیان کی اور

وہ کیا دل لگی ہو فنا مین کہ رفتگان
منھ کھو کے بھی سدھارے کبھو پھر جہان کی اور

رنگ سخن تو دیکھ کہ جیرت سے باغ مین
رہ جاتے ہینگے دیکھکے گل اس دہان کی اور

آنکھین سی کھل ہی جائینگی جو مر گیا کوئی
دیکھا نہ کر غضب سے کسو خستہ جان کی اور

کیا بیخبر ہے رفتن رنگین عمر سے
جوبے چمن مین دیکھ تک آب و ہوا کی اور

یان تاب سعی کسکو مگر جذب عشق کا
لاوے اسیکو کھینچ کسو ناتوان کی اور

یارب ہو کیا مزا سخن تلخ یار مین
رہتے ہین کان سب کے اسی بدزبان کی اور

یا دل وہ دیدہ تھی جگہ یا کہ تجھ بغیر
اب دیکھتا نہین ہے کوئی اس مکان کی اور

آیا کسے تکدر خاطر ہے زیر خاک
جاتا ہے اکثر اتبو غبار آسمان کی اور

کیا حال ہو گیا ہے ترے غم مین میر کا
دیکھا گیا نہ ہمسے تو نک اس جوان کی اور

نئے طور سیکھے نکالے ڈھب اور
مگر اور تھے تب ہوئے ہو اب اور

ادا کچھ ہے انداز کچھ ناز کچھ
تہ دل ہے کچھ اور زیر لب ہے اور

غزلیات میر

دیکھی اک استخوانِ دلکی اس گلستان مین
کھلے پانی ہزارون غنچۂ دلگیر بھی آخر

سرکارِ آہ کتابخانہ وکاغذ سوہون رکھے
لکھے ہی انتہا احوال کی تحریر بھی آخر

پھرے ہی باؤلا سا پیچھے ان شہری عزالونکے
بیابان مرگ ہوگا اس چلن سے میر بھی آخر

رہجاؤن چپ نہ کیونکے براجیمین ان کر
آؤ بھلا کبھو تو سوجاؤ زبان کر

کہتے ہین چلتے وقت ملاقات ہو ضرور
جاتی ہین ہم بھی جانسے ٹک دیکھو آن کر

کیا لطف تھا کہ میکدہ کی پشتِ بام پر
سوتے تھے مست چادرِ مہتاب تان کر

آیا نہ چل کے یان تئین وہ باعثِ حیات
مارا ہوان نے جان سے ہم کو تو جان کر

ایسی ہو تیر موست ہو خونریز یہ مین تو پھر
رکھوگے تیغ جوڑ کی یک چندیان کر

یہ بیمروتی کہ نگہہ کا مضائقہ
اتنا تو میر یجان نہ مجھسے سیان کر

رنگین گور کرنی شہیدونکی رسم ہے
تو بھی ہماری خاک پہ خون کے نشان کر

رکھتا تھا وقت قتل مرا تیا زبان سے
سو خاک مین ملایا مجھے سب مین سان کر

تم تیغ جور کھینچ کے کیا سوچ مین گئے
مرنا ہے اپنا جیمین ہم آئے ہین ٹھان کر

وہ دن گئے کہ طاقتِ دل کا تھا اعتماد
اب یون کھڑے کھڑے نہ مرا امتحان کر

اُس گوہرِ مراد کو پایا نہ ہمنے میر
پایاب کار رہ گئے یون خاک چھان کر

ردیف زای

اس غزل مین ردیف نہین نام صاحب غزل کا ہوتو

ردیف ن

عاشق کے اسکو گریۂ خونین کا درد کیا — آنسو نہین ہے آنکھ سے جسکے گرا ہنوز
کیا جانے وہ کہ گذری ہے یار و نکو چہ کیا — مطلق کسو سے اسکا نہین دل لگا ہنوز
برسون مین نامہ بر سے مرا نام جو سنا — کہنے لگا کہ زندہ ہے وہ ننگ کیا ہنوز
گھگھیاتے رات کاٹین یا چیخین تو بھٹ کہین — ناواقف قبول ہے لیکن دعا ہنوز
کیا کیا کرے ہے حجتین قاصد سے لیکے خط — حالانکہ پڑھا نہین حرف آشنا ہنوز
سو بار ایکدم مین گیا ڈوب ڈوب جی — پر بحر غم کی پائی نہ کچھ انتہا ہنوز
خط سے بیوفائی حسن اسکے آئینہ — ہم سادگی سے کہتے ہین چشم وفا ہنوز
سو عقدہ فرط شوق ہی مین پڑ گیا لگویان — وان نیند اس قبا کے نہین ہوتے وا ہنوز

یان میر ہم تو پہنچ گئے مرگ کے قریب
وان دلبر و نکو ہے وہی قصد جفا ہنوز

ہو میرے لو مورنے کا آثار سا ہنوز — کوچہ کوئی کوئی ہے چمن زار سا ہنوز
کبتک کھنچے گی صبح قیامت کی شام کو — عرصہ مین ہون کھڑا ہون گنہگار سا ہنوز
مدت ہوئی کہ خون جگر مین نہین ولے — جاتا ہے آنسوؤن کا چلا تار سا ہنوز
سایہ سا آگیا تھا نظر اسکا ایک دن — مبہوت مین پھرون ہون پریدار سا ہنوز
برسونسے گل چمن نے نکالے رنگ رنگ — نکلا نہین ہے ایک رخ یار سا ہنوز

خندہ و چشمک حرف و سخن زیر لبی
کیسے جوانیٔ و افسون ہو دلدار کے پاس

داغ ہونا نظر آتا ہو دلون کا آخر
یہ جو اک خال پڑا ہے ترے رخسار کی پاس

خط نمودار ہوئے اور بھی دل ٹوٹ گئے
یہ بلا نکلی نئی زلف شکن والے کے پاس

درگلزار پہ جانیکے نصیب اپنے کہان
یونہین ہی مریگا قفس کی کبھو ہوا رپا سکے

کیا رکھا کرتے ہو آئینے سے صحبت ہر دم
ٹک کبھو بیٹھو کسی طالب دیدار کے پاس

دلکو یون لیتے ہو کھٹکا نہین ہونے پاتا
تربیت پائی ہو تمنے کسی عیار کے پاس

مورچہ جیسے لگے تنگ شکر کو آکر
خط نمودار ہے یون لعل شکر بار کے پاس

جسطرح کفر بندھا ہو گلے اسلام کہان
یون تو تسبیح بھی ہم رکھتے ہین زنار کے پاس

ہم نہ کہتے تھے نہ مل مغبچون سے اے زاہد
ابھی تسبیح دھری تھی تری ستار کے پاس

نارسائی بھی نوشتی کی میرے دور پھینچے
اتنی مدت مین نہ پہونچا کوئی خط یار کے پاس

اختلاط ایک تمھین میرہی غم کش سے نہین
جب زنب یون تو نظر آتے ہو دو چار کے پاس

عزت نہین ہے دلکی کچھ اس دلربا کے پاس
رہتی ہو آرسی ہی دھری خودنما کے پاس

پھرون شبونکو غم مین تری جاگتے رہے
ہوا نہین جگر سوگرے بیوفا کے پاس

راہ روش کھین ہین جدا درد مند عشق
زنہار یہ کھڑے نہین ہوتے دوا کے پاس

شش جہت اب تو تنگ ہے ہم پر	اس سے ہوتے نہ ہم دوچار اے کاش
مرتے بھی تو ترے ہی کوچے مین	ملتے یان جائے گور دار اے کاش
ان لبونکی گلی سے دل ہے بھرا	چل پڑی بات پیش یار اے کاش

بے اجل میر اب پڑا مرنا
عشق کرتے نہ اختیار اے کاش

کیا کہیے کیا رکھین ہین ہم تجھسے یار خواہش	ایک جان وصد تمنا یک دل ہزار خواہش
لے ہاتھ مین قفس تک آف صیاد چل چمن تک	مدت سے ہے ہمین بھی سیر بہار خواہش
نے کچھ گنہ ہے دل کا نے جرم چشم اسمین	رکھتی ہے ہمکو اتنا بے اختیار خواہش
حالانکہ عمر ساری مایوس گذری بیپر	کیا کیا رکھین ہین اُسکے امیدوار خواہش
غیرت سے دوستی کی کسکس سے ہو جے دشمن	رکھتا ہے یار ہی کی سارا دیار خواہش
ہم ہو رہ زیکو نکر خالی ہون آرزو سے	شیوہ بھی تمنا فن دشعار خواہش
اٹھتی ہے موج ہر یک آغوش ہی کیصورت	دریا کو ہے یہ کسکا بوس و کنار خواہش
صد رنگ جلوہ گر ہے ہر جادہ غیرت گل	عاشق کی ایک پاوے کیونکر قرار خواہش
یکبار گی آبرو سے اُس سے امید دل کی	اظہار کرتے کب تک یون بار بار خواہش
کرتے ہین سب تمنا پر میر جی نہ اتنی	رکھے گی یار تم کو پایان کار خواہش

قصد حج ہے تو شیخ کو نے چل
کعبے جانے کو یہ خبر ہے شرط

قلب یعنی کہ دل عجب زر ہے
اُسکے نظارے کو نظر ہے شرط

حق کے دینے کو چاہیے ہے کیا
یاں نہ اسباب نے ہنر ہے شرط

دل کا دینا ہے سہل کیا اے میر
عاشقی کرنے کو جگر ہے شرط

کرتے نہیں ہیں اُس سے ہنا کچھ ہم اختلاط
ہوتا تھا اگلے لوگو نہیں بھی باہم اختلاط

ٹک گرم ہیں ملوں تو مجھی سے ملے خنک
اوروں سے تو وہی ہو اُسے ہر دم اختلاط

ایسا ہو کہ شیخ و خاد بوے ہمنشین
ابلیس سے کرے ہو کوئی آدم اختلاط

بیگانگی مجھی سے چلی جاتی ہے خصوص
رکھتا ہو یوں تو یا سے یک عالم اختلاط

کس طور اتفاق پڑے صحبت اُس سے دیر
ہے میر بیدماغ و قیامت کم اختلاط

ردیف عین

تیرے ہوتے شام کو گر بزم میں آجا ے شمع
ہو خجل ایسی کہ منھ اپنا پھر دکھلا ے شمع

کیا جلے جاتے ہیں تجھ پر دیے سے دیکھتے
گریہی یا نکا ہو ڈھب تو حیف محفل والے شمع

کس کے تئیں ہوتا ہو قطع زندگانی یہ کشوق
سر کٹانا ہو گلی میں جمع ہیں گھاے شمع

آخر گلے کا سے پردہ اٹھیگا کیا
مقدور تک تو چھاتی کے ہمنے چھپا دیا داغ

دلکی گرہ ہین غنچہ لالہ کے رنگ میر
سو زورون سے کچھ نہین ہوا سوائے داغ

ردیف ف

میلان دل ہو زلف سیہ فام کیطرف
جاتا ہو صید آپ سے اس دام کی طرف

دل اپنا عدل داد محشر سے جمع ہے
کرتا ہو کون عاشق بدنام کی طرف

اس پہلوے نگار کو بستر سے کام کیا
مدت ہوئی کہ چھوٹے ہو آرام کی طرف

یک شب نظر پڑا تھا کہین تو سواد بام
رہتی ہو کون چشم تری بام کی طرف

آنکھین جھپونکی زلف و رخ یار سے لگین
وے دیکھتے نہین سحر و شام کی طرف

جون چشم یار بزم مین اگلا پڑا ہو آج
تک دیکھ شیخ مو کی بھرے جام کیطرف

خار اتنگاف و سینہ خراش ایک سی نہین
لیکن نظر نہین ہے تجھے کام کی طرف

دل پک رہا ہو بین جنکو انھین سے ہمین ہے شوق
میلان طبع کب ہے کسو خام کی طرف

دیکھی ہے جب سے اُس بُت کافر کی شکل میر
جاتا نہین ہے جی تنک اسلام کی طرف

ردیف قاف

میر جی زرد ہوتے جاتے ہو
کیا کہین تمنے بھی کیا ہے عشق

ردیف کاف

دیکھی تھی تیرے کانکے موتی کی ایک جھمک
جاتی نہین ہے اشک کے رخسار کی دھمک

یارب شیقاق نکلتا ہے چال سے
ملتے پھرے ہین خاک مین کسکے لیے فلک

طاقت ہو جسکو دلمین وہ دو چار دن رہے
ہم ناتوان عشق تمھارے کہان تلک

برسون ہوے کہ جان سے جاتی نہین خلش
ٹک بان گئے تھے آگے مرے وہ پھر پلک

آتے نہ ہاتھ میر کے میت پر کل نماز
تابوت پر تھی اسکے نپٹ کثرتِ ملک

صورت اپنی اب نہین ہے یار کو منظور ٹک
پاس جاتا ہون تو کہتا ہے کہ بیٹھو دور ٹک

حال میرا شہر مین کہتے رہینگے لوگ دیر
اس فسانے کے نہین ہونگے تو زود مشہور ٹک

پشت پا مارے ہین شاہی پر گدا ہی کو عشق
دیکھو تم یان کا خدا کے واسطے دستور ٹک

چاہنے کا مجھ سے بے قدرت کا کیا ہے انتظار
عشق کرنے کو کسو کے چاہیے مقدور ٹک

حق تو سب کچھ تھا ہی ناحق جان دی کس واسطے
حوصلے سے بات کرتا کاشکے منصور ٹک

منکر حسن بتان کیونکر ہو اے شیخ میر
حق ہی اسکے آگے وہ آنکھون سے ہو مستور ٹک

خاک پر ہے سدا جبین نیاز — اور کوئی ہو جبہ سا کیا خاک

تربت میر پر چلے تم دیر
اتنی مدت میں وان رہا کیا خاک

آجکل سے کچھ نہ طوفان اہی چشم گریہ ناک — موج زن برسو نسو ہو دریا ہی چشم گریہ ناک
یون نرود تو نرود ورنہ رود پیاسے — ہر قدم اس دشت میں پیدا ہی چشم گریہ ناک
دلسے آگے ٹک قدم رکھو تو پھر بھی دلبرو — سیر قابل دیدنی اک جا ہی چشم گریہ خاک
بے گداز دل نہیں امکان روانا اسقدر — تہ کو پہونچو خوب تو پردے ہی چشم گریہ ناک
سوچنا اپنا کرے کچھ ابر تو ہی مصلحت — جوش غم سے جیسے نابینا ہی چشم گریہ ناک
سبز ہی رو نیسے میرے گوشہ گوشہ دشت کا — باعث آبادی صحرا ہے چشم گریہ ناک

وے حنائی پا مری آنکھون ہی میں پھرتے ہی میر
یعنی ہر دم اُسکی زیر پا ہے چشم گریہ ناک

سو خونچکان گلی میں لب سے مری بان تک — جی رہ گیا ہے ظالم اب رحم کر کماں تک
ملنے میں میرے گاہی تک تن دیا نہ اُس نے — حاضر رہا ہوں میں تو اپنی طرف سے جان تک
ہر چند میں نے سر پر اُسکی رہ کی خاک ڈالی — لیکن نہ پہونچیں آنکھیں اس آستان تک
ان ڈیونکا حلیا کوئی ہمسے پوچھو — لاتا نہیں سمجھ وہ اب میری استخوان تک

تو ہم میں و رآپ میں مت دو کسی کو دخل ۔ ہوتے ہیں فتنہ ساز بہی درمیان کے لوگ
مرتے ہیں اسکے واسطے پون تو بہت و لے ۔ کم آشنا ہین طور سے اس کام جان کے لوگ
پتی کو اس چمن کے نہین دیکھتے ہین گرم ۔ جو محرم روش ہین کچھ اُس بدگمان کے لوگ
بت چیز کیا کہ جسکو خدا مانتے ہین سب ۔ خوش اعتقاد کتنے ہین ہندوستان کے لوگ
فردوس کو بھی آنکھ اٹھا دیکھتے نہین ۔ کس درجہ بیر چشم ہین کوئی تبان کے لوگ
کیا سہل جیسے ہاتھ اٹھا بیٹھتے ہین ہائے ۔ یہ عشق پیشگان ہین آہی کمان کے لوگ

منہ تکتے ہی رہے ہین سدا مجلسون کے بیچ
گویا کہ میر محو ہین میری زبان کے لوگ

کیا عشق خانہ سوز کے لمین چھپی ہوئی آگ ۔ اک سارے تن بدن مین مرے بھڑک ہی ہے آگ
گلشن بھرا ہے لالہ و گل سے اگرچہ سب ۔ پر اُس بغیر اپنے تو بھائین لگی ہوئی آگ
پانو نہین پڑ گئے ہین پھپھولے مرے تمام ۔ ہر گام راہ عشق مین گویا دبی ہوئی آگ
جل جل کے سب عمارت دل خاک ہو گئی ۔ کیسے نگر کو آہ محبت دی ہے آگ
اب گرم و سرد دہر سے یکسان نہین ہے حال ۔ پانی ہو دل ہمارا کبھی تو کبھی ہو آگ
کیونکر نہ طبع آتشین اُسکی ہمین جلائے ۔ ہم مشت خس کا حکم رکھین پر پری ہے آگ
کب لگ سکے ہے عشق جہان سوز کو ہوس ۔ ماہی کی زیست آب سمندر کا جی ہوئی آگ

میر تقی میر

روز اول ہی سے عشق کی بازی جان پر ہے
کیا اجل سے کرے کوئی آگے جگر کا لخت
جب سے پہنچا ہے ہماری گود مین اتبوبری ہوا ہے
رفتہ رفتہ عمر ساری ہی گئی ہے آہ و زاری
اب ہمیشہ جلتی ہی رہتی ہین چھاتیان
ہے آہ و نالہ کا ہیش فزا
دل سے تا حلق ہلا کر رونی بھی ہے آگ
ہے آگ
ہے آگ

اس بروکمان پر جو قربان ہین ہم
ہین کو نشانا بناتے ہین لوگ
نہ سویا کوئی شور سب سے مرے
قیامت اذیت اٹھاتے ہین لوگ

اُن آنکھونکے بیمار ہین میر ہم
بجا دیکھنے ہم کو آتے ہین لوگ

ردیف لام

مار بھی آسان ہے دشنام سہل
یار اگر ہے اہل تو ہے کام سہل
جون نگین ہین گے جگر کا دی بہت
کیا نکلتا ہے کسو کا نام سہل
جان دی یارون نے تب آنکھین لگین
کسنے پایا آہ یان آرام سہل
مدعی ہو چشم شوخ یار کا
کیا نگاہو نہین ہوا بادام سہل

تمنے دیکھا ہو گا بچپن میر کا
ہم کو تو آیا نظر وہ خام سہل

پوشیدہ کیا ہے ہی قدرت نما ہو دل
دیکھے ز بیستو نہین روزآزما ہے دل
ہے تیرہ یہ بیابان گرد و غبار سے سب
دیوانہ کب دکھائے بے رہنما ہے دل
اندوہ غم سے اکثر رہتا ہو نہین مکدر
کیا خاک ہین ملی ہی میری صفا ہو دل
پیش آوے کوئی صورت سنھ موڑتا نہین وے
آئینہ سان جبھین ہی کچھ آشنا ہو دل

غنیمت جان فرصت آج کے دن
سحر کیا جانے کیا ہو سب ہے حائل

اگرچہ ہم نہیں ملنے کے لائق
کسو طرح تو ہمسے بھی بھلا مل

لیا زاہد نے جام بادہ کف پر
بحمد اللہ کھلا عقدہ انامل

وہی پہونچے تو پہونچے آب ہم تک
نہ یاں طالع رسا نے جذب کامل

ہوا دل عشق کی سختی سے ویران
ملائم چاہیے تھا یاں کا عامل

پس از مدت سفر سے آئے ہیں میر
گئیں وہ اگلی باتیں تو ہے جاہل

ردیف میم

کچھ نہ پوچھو بہک رہے ہیں ہم
عشق کی مے سے چھک رہے ہیں ہم

سوکھ غم سے ہوئے ہیں کانٹا سے
پر دلونمیں کھٹک رہے ہیں ہم

وقفۂ مرگ اب ضروری ہے
عمر طے کرتے تھک رہے ہیں ہم

کیونکہ گرد علاقہ بیٹھ سکے
دامن دل جھٹک رہے ہیں ہم

کون پہونچے ہے بات کی تہ کو
ایک مدت سے بک رہے ہیں ہم

اُسنے دینے کہا تھا بوسۂ لب
اُس سخن پر اٹک رہے ہیں ہم

نقش پا سے رہی ہیں کھل آنکھیں
کسکی یوں راہ تک رہے ہیں ہم

سرون پر ہاتھ کبھی تیغ پر کبھو اُسکا — کچھ ایک قسم نہین میرے آشنا کی قسم

جدال دیر کی رہیان سنین کہان تک میر
اٹھو حرم کو چلو اب تجھین خدا کی قسم

اب سو کھی ہی جاتی ہے سب کشت ہوس ظالم — اے ابر تر آ کر تک دھر بھی برس ظالم

صیاد بہار اپکی سب ٹوٹنگا کیا مین مین — تک باغ تلک لے چل میرا بھی قفس ظالم

کس طور کوئی تجھسے مقصود کرے حاصل — ذی رحم ترا جی مین نے دلمین ترس ظالم

کیون سر چڑھے ناحق ہم جب سینا ہونکے — مت بیچ مین پگڑیکے بالونکو گھرس ظالم

جون پرمین وفا تھا جون برق تو ہنستا تھا — صحبت نرہی یون ہی ایک آدھ برس ظالم

کیا کھوئی ہوئی کہلیان کرم حکایت ہے — چل راہ مین کچھ کہنا مانند جرس ظالم

مطلق نہین گنجایش اب حوصلے مین اپنے — ازار کوئی کھینچے یون کب تئین بس ظالم

سرشتہ ہستی کو ہم دیکھکے ہاتھون سے — کچھ ٹوٹے ہی جاتی ہین اب تار نفس ظالم

تا چند رہیگا تو یون داغ غم اس مہ کا
چھاتی تو گئی تیری اے میر جھلس ظالم

محرم سے کسو در دہون کا شکے اب ہم — بیوجہ غضب ہیگا پوچھین جو سبب ہم

تدبیرین کرین اپنی تن زار و زبون کی — افراط سے اندوہ کی ہون آپ مین جب ہم

کچھ ہند ہی مین میر نہین لوگ جیب چاک
ہو میرے ریختون کا دوا ذکر تمام

بخت سیہ کی نقل کرین کس سے چال ہم
مہندی لگی قدم سے ہوی پائمال ہم

کیونکر تری چمن مین ہون اتنون ڈھال ہم
یان پھول سونگھ سونگھ کے ہین ہیچ مال ہم

یا ہر گلی مین سیکڑون جن جا ملیح تھے
یا زلف و خط کو دیکھتے ہین خال خال ہم

گذری ہو جی مین گہ وہ ہن گاہ وہ کمر
کیا جانین لوگ کہتے ہین کیا کیا خیال ہم

جاتی نہین اٹھائی یہ اب سر گرانیان
مقدور تک تو اپنی گئے ٹال ٹال ہم

لوہو کہان ہو گریہ خونین سے تن کے بیچ
کرتے ہین منہ کو اپنے طمانچون لہو لال ہم

وہ تو ہی ہو کہ مرتے ہین سب تیرے طور پر
حور و پری کو جان کے کب ہین وبال ہم

گذری ہے بیکسی جدائی دلونپہ شاق
منہ نوچ نوچ لے ہین حلی الاتصال ہم

منظور سجدہ ہو ہمین اس آفتاب کا
ظاہر مین یون کرین ہین نا رزدال ہم

ظاہر ہوا تھین بھی ہمارے دم اور ہوش
آئے نہ پھر تمہارے گئے تک بحال ہم

مطلق جہانین رہنے کو جی چاہتا نہین
اب تم بغیر اتنے ہوئے ہین وبال ہم

نقصان ہو گا اسمین تو ظاہر کہان تلک
ہو دینگے جس زمانیکے صاحب کمال ہم

تھا کب گمان میلیگا وہ دامن سوار میر
کل راہ جاتے مفت ہوئے پایمال ہم

بھوئیں آنکھیں لہو سے رہتے لگین | یہ رنگ پنا دیکھا مروت سے ہم

نہ مل میرا بکی امیرون سے تو
ہوئے ہین فقیرا نکی دولت سے ہم

کبتک رہینگے پہلو لگائے زمین سے ہم | یہ رو داب کہینگے کسو شانہ مین سے ہم
تلوارین کتنی کھائی ہین سجدہ مین سطرح | فریادی ہونگے ملکے لہو کو جبین سے ہم
فتراک تک یہ سر جو نہ پہونچا تو یا نصیب | مدت لگے ہے ترے دامان زمین سے ہم
ہوتا ہو شوق وصل کا انکار سے زیاد | کب تجھسے دل اٹھاتے ہین تیری نہین سے ہم
چھا جو پسند ستی کرے نور ماہ پر | دیکھے عجب سفیدہ ترے آستین سے ہم
یہ شوق صید ہونیکا دیکھو کہ آپ کو | دکھلا یا صیدگہ مین سیاروہین سے ہم
تکلیف درد دل کی نہ کر تنگ پوچھنے لوگ | یہ بات روز کہتے رہے ہمنشین سے ہم
اڑتی ہو خاک شہر کی گلیو نہین اب ہجان | سونا لیا ہے گو دمین بھر کر دہین سے ہم

آوارہ گردی اپنی کھینچی میر طول پر
اب چاہینگے دعا کسو عزلت نشین سے ہم

ردیف نون

ندعی مجھکو کھڑے صاف سُناتے ہین | جبکہ تم سنتے ہو بیٹھے اسے کیا کہتے ہین

کوئی بجلی کا ٹکڑا اب تلک | پڑا ہوگا ہمارے آشیانہ مین

پھرے ہے چھانتا ہی خاک اے میر
ہوس کیا ہے مزاج آسمان مین

نہین تجال لعل دلربا مین | گہر پہونچا ہم آب بقا مین
غریبانہ کوئی شب روز گریان | ہمیشہ کون رہتا ہے سرا مین
اٹھاتے ہاتھ کہون نومید ہوکر | اگر پاتے اثر کچھ ہم دعا مین
کہے ہے ہر کوئی اللہ میرا | عجب نسبت ہی بندہ مین خدا مین
ہتھیلی مین لگائی آسے مہندی | بھری لوہو مین بہتیرون کی جا مین
ادھر جانیکو امدہے تو ہو لیکن | سبکپائی سی ہے باد صبا مین
بلاتہ دار بجہ عشق نکلا | نہ ہمنے انتہا کی ابتدا مین
ملے برسون وہی بیگانہ ہے وہ | ہنرہے یہ ہماری آشنا مین

اگرچہ خشک ہین جیسے پر کاہ
اڑے ہین میر جی لیکن ہوا مین

مرد گئے نظر کرتے کے برہنہ تن مین | کپڑے اتارے اول جب پہونچے ہم کفن مین
گل پھول سے کب اس بن لگتی ہین اپنی آنکھین | لائی بہار ہم کو زور آوری چمن مین

فردوس ہو نصیب پدر آدمی تھا خوب
ولکو دیا نہ اسنے کسو خوش پسر کے تئیں

تک دلکی بیقرار ہیں جی جاتی ہیں چلے
ہر دم طپش سہا ہے میرے جگر کے تئیں

تم دلسے جو گئے سو خرابی بہت رہی
پھر بھی بسا وُ آ کے اُس اجڑے نگر کے تئیں

اللہ ری نازکی نہیں آتی حیا لہیں
کس کسطرح سے باندھتے ہیں اس کمر کے تئیں

حالت یہ ہو کہ بیخبری دم بدم ہے یاں
وہ ابتلک بھی آتے نہیں ٹک خبر کے تئیں

مدت ہوئی کہ اپنی خبر کچھ ہمیں نہیں
کیا جانیے کہ میر گئے ہم کدھر کے تئیں

کیا کہوں دل بخود تو دیر میں آتا ہو نہیں
پھر جو یاد آتا ہو وہ چسکا سا رہجاتا ہو نہیں

داغ ہوں کیونکر نہ میں دو ریش یا رو جب نہ تب
کوئی یا پوشوں ہی میں وہ شعلہ چھپا تا ہو نہیں

ہجر میں اُس طفل بازی کوش کے رہتا ہوں جب
جا کے لڑکوں میں تک اپنے دل کو بہلاتا ہو نہیں

ہوں گرسنہ چشم میں پیر خوبان کا بہت
دیکھنے پر انکے تلوار میں کھڑا کھاتا ہو نہیں

آب سب تا ہوں پا گر آپ کو جیسے حباب
یعنی اس تنگ عدم ہی سے نتر اتا ہو نہیں

ایک جا کب کب ٹھہرنے دے ہو مجھکو روزگار
کیوں تم اکتائے ہو اتنا آجکل جاتا ہو نہیں

ہو کمال عشق پر بیطاقتی دلکی دلیل
جلوۂ دیدار کی تاب کب لاتا ہو نہیں

آسمان معلوم ہوتا ہو درے کچھ آگیا
دور سے آہ کیسا کیسا گھبراتا ہو نہیں

بیٹھنے سے کسو دل صاف کی حسرت تو چرہے — خوب سیر کر کے تماشا تو اتر پانی مین

آتش عشق نے راون کو جلا کر مارا — گرچہ لنکا سا تھا اُس دیو کا گھر پانی مین

جوشش اشک سے مین دل بھی گیا سینے سے — کچھ نہ معلوم ہوا ہائے اثر پانی مین

بردباری ہی مین کچھ قدر رہو گو جی ہو فنا — عود پھر لکڑی ہو ڈوبی نہ اگر پانی مین

چشم تر ہی مین ہے کاش وہ روئے خوشرنگ — پھول رہتا ہو بہت تازہ و تر پانی مین

رووں تو آتش دل شمع نمط بجھتی نہین — مجھکو لیجا کے ڈبو دیوین مگر پانی مین

گریۂ زار نہین بیتابی دل طرفہ نہین — سیکڑون کرتے ہین پیراک ہنر پانی مین

ہر گل جون گذر آب سے آتے ہین جلے — رونے وہ نہین سیر سے لخت جگر پانی مین

محو کر آپ کو یون ہستی مین اُسکے جیسے — بوند پانی کی نہین آتی نظر پانی مین

وہ گہر آنکھ سے جاوے تو سمجھے آنسو میر
اتنا رویا ہون کہ ہون تا بہ کمر پانی مین

جوشش اشک سے ہون آٹھ پہر پانی مین — گرچہ ہوتے ہین بہت خوف و خطر پانی مین

ضبط گریے نے جلایا ہی ورنہ سارا — دل اچنبھا ہو کہ ہے سوختہ تر پانی مین

آب شمشیر قیامت ہے برندہ اسکے — یہ گوارا نہین پاتی ہین ہر پانی مین

طبع دریا جو ہو آشفتہ تو پھر طوفان ہے — آہ بالون کو پر افشندہ نہ کر پانی مین

دل پریشانی مجھی سے دہر بھیر کے گل کے رنگ
آپکو جون غنچہ کیونکر آہ مین یکجا کرون

ایک چشمک ہی چلی جاتی ہو گل کی میرے یار
یعنی بازار جنون مین جاؤن کچھ سودا کرون

خوار تو آخر کیا ہے گلیو مین تو نے مجھے
تو سہی اے عشق جو تجکو بھی مین رسوا کرون

خاک اڑاتا اشک افشان آن نکلو مین تو پھر
دشت کو دریا کرون بستی کے تئین صحرا کرون

کہیے جانیے نہین کچھ شیخ مجکو اتنا شوق
چال وہ بتلا کہ مین ڈلین کسو کے جا کرون

اب کی ہمت صرف کر جو اس سے جی اچٹے مرا
پھر دعا لے میر مت کریو اگر ایسا کرون

کیا کوفتین اٹھائین ہجر انکی درد و غم مین
تڑپا ہزار نوبت دل ایک ایک دم مین

گو قیس منھ کو نوچے فرہاد سر کو پیٹے
یہ کیا عجب ہو ایسے ہوتے ہین لوگ ہم مین

اہل نظر کسو کو ہوتی ہے مہر میت
آنکھون کے اندھے ہم تو مدت رہے حرم مین

کلفت مین گذری ساری مدت تو زندگی کی
آسودگی کا منھ اب دیکھین گے ہم عدم مین

کرتے ہین میر ملکر واعظ سے جس دم کا
کیا یہ بھی آگئے ہین اس پوچ گو کی دم مین

عشق مین جی کو صبر و تاب کہان
اس سے آنکھین لگین تو خواب کہان

بیکلی دل ہی کے تماشا تھی
برق ہین ایسے اضطراب کہان

دیکھے ہین کیا کیا ڈھلکتے اشک میر
بیٹھے موتی سے پروتے عشق مین

کرتے ہین جو کہ جیمین ٹھانتے ہین
خوبرو کسکی بات مانتے ہین

مین تو خوبان کو جانتا ہی ہون
پر مجھے یہ بھی خوب جانتے ہین

جا ہین اُس گلی مین گر رہنا
ضعف و بے طاقتی بہانے ہین

پوچھ اہل طرب سے شوق اپنا
وے ہی جانے جو خاک چھانتے ہین

ابتو افسردگی ہی ہے ہر آن
دے نہ ہم ہین نہ وے زمانے ہین

قیس و فرہاد کے وہ عشق کے شور
اب مرے عہد مین فسانے ہین

دل پریشان تمھین تو خوش دیکھ لوگ
عشق مین جنکے جی ٹھکانے ہین

مشک و سنبل کمان و زلف کمان
شاعرون کے یہ شاخسانے ہین

عشق کرتے ہین اُس پہ پیروسے
میر صاحب بھی کیا دیوانے ہین

آپ اُس جنس کے ہین ہم بھی خریدار وہین
پگڑی جائے کبھی جسکے لیے بازار وہین

باغ فردوس کا ہو رشک وہ کوچہ لیکن
آدمی ایک نہین اُسکے ہوادار وہین

ایک کے بھی وہ بُرے حال مین آیا نہ کبھو
لوگ اچھے تھے بہت یار کی بیمار وہین

اس طنطنے سے بلا کہ بجا دل نہیں رہے
اس گوش کے گھر سے دم آئے ہیں ناک میں

ابکی جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے
دامن کی چاک اور گریباں کی چاک میں

کیسے لطافت اس تن نازک کی میر کیا
شاید یہ لطف ہوگا کسو جان پاک میں

محل نشیں ہیں کتنے خدام یار میں یہاں
لیلیٰ کا ایک ناقہ سو کس قطار میں یہاں

سن شور کل قفس میں دل داغ سب ہوا
کیا پھول گل کھلے ہیں ابکی بہار میں یہاں

کب وحشی ہو میری روحیں ابر تجھ سے
دریا بھرے ہیں ایک ایک داغ کے تار میں یہاں

تم تو گئے دکھا کر اک بر کے سے جھمکے
آیا بہت تفاوت صبر و قرار میں یہاں

ہم مر گئے ولیکن سوز دروں وہی ہے
اک آگ لگ اٹھی ہے کنج مزار میں یہاں

ہجراں ہر گھڑی ہے سو سو برس تعب سے
روز شمار یارو ہو کس شمار میں یہاں

جن راتوں میر ہم کو رونے کا شغل تھا
رہتا تھا بحر اعظم سو تو کنار میں یہاں

آج ہمارے گھر آیا تو کیا ہو یاں جی نثار کریں
الا کھینچ بغل میں تجھکو دیر تلک ہم پیار کریں

خاک ہوئے برباد ہوئے پامال ہوئے سب محو ہوئے
اور شہادت عشق کی کیسے ہم ہموار کریں

رو رو خ رونا ہر دم کا شاہد و جب ایسا ہوں
چاہت کا انصاف کرو تم کیونکر ہم انکار کریں

کیا کیا تامل اس فکر مین گیا گھل
بجھا نہ آپکو مین کیا جانیے کہ کیا ہون
ہوتا ہو گرم کیا تو اے آفتاب خوبی
ایک آدھ دم مین مین تو شبنم مط ہوا ہون
پیرہے جھکے جھکے پہونچا ہون خاک تک مین
وہ سرکشی کہان ہی اب تو بہت دبا ہون

مجکو بلا ہے وحشت اے میر دور اس سے
جا گہہ سے جب اٹھا ہون آشوب سا اٹھا ہون

کو چمین تیرے میر کا مطلق اثر نہین
کیا جانیے کدھر کو گیا کچھ خبر نہین
ب عاشقی کے بیچ ستم دیکھتا ہی لطف
مرجانا آنکھین موندکے یہ کچھ ہنر نہین
کب شب ہوئی زمامین جو پھر ہو نہ روز
کیا اے شب فراق تجھی کو سحر نہین
ہرچند ہمکو مستوفسے صحبت رہی ہو لیک
دامن ہمارا ابر کے مانند تر نہین
گلگشت اپنے طور پہ سو تو خوب یان
شایستہ پریدن گلزار پر نہین
کیا ہو جی حرف زن گذرد وستی سرآہ
خط لیگیا کہ راہ مین پھر نامہ بر نہین
آنکھین تمام خلق کی رہتی ہین اُسکی اور
مطلق کسو کو حال پہ میرے نظر نہین
کہتے ہین سب کہ خون ہی ہوتا ہو اشک چشم
زانو تو گر بکا ہے یہی تو جگر نہین

جاکر شراب خانے مین رہتا نہین تو پھر
یہ کیا کہ میر جمعہ ہی کی رات گھر نہین

ان دلبرونکی آنکھ نہین جائے اعتماد
جبتک ہین یہ چاہیے پیش نظر ہین

فردا کی فکر آج نہین مقتضائے عقل
کل کی بھی دیکھ لینگے کل ہم اگر ہین

تیغ و تبر رکھا نہ کر و پاس میر کے
ایسا نہو کہ آپ کو ضائع دہی کر رہین

دلکو لکھون ہون آہ وہ کیا مدعا لکھون
دیوانون کو حرف لکھون تبلا لکھون

کیا کیا لقب ہین شوق کے عالم مین یار کے
کعبہ لکھون کہ قبلہ اسے یا خدا لکھون

حیران ہو میرے حال مین کہنے لگا طبیب
اس دردمند عشق کی مین کیا دوا لکھون

وحشت نے دونکو نامہ لکھون ہون نہ کسطرح
مجنون کو اسکے حاشیے پر مین دعا لکھون

کچھ روبرو ہوئے پہ جو سمجھے تو سمجھے میر
جی کے الجھنے کا اسے کیا ماجرا لکھون

جیسے ہو اسکی ابروے خمدار درمیان
رہتی ہو میرے خلق کی تلوار درمیان

برپا ہوا ہجوم سے یک حشر تازہ وان
آیا جہان کہین قدم یار درمیان

اس کام جانہین ہم مین ہوا ہے حجاب چشم
سو بار اس سے فتنے جہا مین اٹھے دلے

کیا کہیے آہ جیکو قیامت ہے انتظار
آتا نہ کاش وعدہ دیدار درمیان

تم تو پھر اب نیلو پھر کہ چلے ہو کل لیکن
بیکل ایسا ہی رہا شب تو یہ بیمار کہان

دلکی خواہش ہو کسی کو تو کہی دلکی نہین
اب یہی جنس بہت ہو پہ خریدار کہان

خاکیان چھاتے ہین کیون پھرو لیے
ایسا پہونچے ہو بہم بھر کوئی غمخوار کہان

دم زدن مصلحت وقت نہین اے ہمدم
جیہین کیا کیا ہے مرے پر اب اظہار کہان

شیخ کے آنے ہی کی دیر ہے میخانہ نہین پھر
سبحہ سجادہ کہان جبہ و دستار کہان

ہمسے ناکس تو بہت پھرتے ہین جی دیتے ولے
زخم تیغ اُسکے اُٹھانیکا سزاوار کہان

تو نے بھی گردیخ سرخ نکلا خط سبز
باغ شاداب جہانمین گل بیخار کہان

جنسنے عقل کی سرشتے کیے گم سارے
اب جو ڈھونڈھو تو گریبانمین کوئی تار کہان

گو کہ گردن ہین یان کوئی لہو مین بیٹھے
ہاتھ اٹھاتا ہے جفاسے وہ ستمگار کہان

ڈوبا لہو مین پڑا تھا ہمگی پیکر میر
یہ نہ جانا کہ لگی ظلم کی تلوار کہان

اے مجھسے تجکو سو ملے مجھسا نپایا ایک مین
سو سو کہین تو نے مجھے منہپر نہ لایا ایک مین

عالم کی مین نے سیر کی مجکو جو خوش آیا سو تو
سب سے رہا محفوظ تو تجکو نہ بھایا ایک مین

یہ جوش غم ہوتے بھی مین یون برتر رہتے بھی مین
چشم جہان آشوب دریا بہایا ایک مین

تھا سب کو دعوے عشق کا لیکن نہ ٹھہرا کوئی بھی
دانستہ اپنی جانسے دلکو اٹھایا ایک مین

گہ نسیم صبا ہے گاہ سموم
سو رہے ترک شیخ کالیکن
اس چمن میں ہوائیں کیا کیا ہیں
چپکے چپکے دعائیں کیا کیا ہیں

منتظر دیدۂ قصہ دل اے میر
شہر تن میں بھی جائیں کیا کیا ہیں

فراق آنکھ لگنے کی جا ہے نہیں
گلہ عشق کا بد و خلقت سے ہے
محبت جہان کی تہا ن ہو چکی
دکھایا کیے یار اُس رخ کا سطح
وہ کیا کچھ نہیں حسن کے شہر میں
چمن محو اُس قد خوش کا ہے سب

پلک سے پلک آشنا ہے نہیں
ہم دل کو کچھ انتہا ہے نہیں
کچھ اس روگ کی بھی دوا ہے نہیں
کہیں آرسی کو حیا ہے نہیں
نہیں ہے تو رسم وفا ہے نہیں
گل تر کی آب و ہوا ہے نہیں

نہیں دیر اگر میر کعبہ تو ہے
ہمارا کوئی کیا خدا ہے نہیں

دل لیکے کیسے کیسے جھگڑے چکا دیے ہیں
گھبرانے لگتی یاں ہیں کہ رک کے تمہیں جائیں
کیا قدر تھی سخن کی جب یہاں بھی صحبتیں تھیں

بد وضع یاں کے کرتے کیا خوش معاملے ہیں
کرتے ہیں جو وفائیں اُن ہی کے حوصلے ہیں
سہر بات جائزہ ہے ہر بیت پر صلے ہیں

شب آنکھوں سے دریا سا بہتا رہا — انھیں نے کنارے لگایا ہمیں
ہمارا نہیں تم کو کچھ پاس رنج — یہ کیا تم نے سمجھا ہے آیا ہمیں
لگی سر سے جوں شمع پاتک گئی — سب اس داغ نے آہ کھایا ہمیں
جلیں پیش و پس جیسے شمع و پتنگ — جلاوہ بھی جسنے جلایا ہمیں
ازل میں جلا کیا نہ عالم کے بیچ — قضا نے یہی دل دلایا ہمیں

رہا تو تو اکثر الم ناک میر
ترا طور کچھ خوش نہ آیا ہمیں

کیا عبث مجنوں پہ محمل ہے میان — یہ دوانا باولا عاقل ہو میان
قند کا کون اسقدر مائل ہو میان — جو ہے اُن ہونٹھوں ہی کا قایل ہو میان
ہمنے یہ مانا کہ واعظ ہے ملک — آدمی ہونا بہت مشکل ہے میان
چشم تر کی خیر جاری ہے سدا — سیل اس دروازیکا سائل ہے میان
مرنیکے پیچھے تو راحت سچ ہے لیک — بیچ میں یہ واقعہ حائل ہے میان
دلکی پامالی ستم ہے قہر ہے — کوئی یوں دلتا ہے آخر دل ہے میان
آج کیا فردائے محشر کا ہراس — صبح دیکھیں کیا ہو شب حائل ہے میان
دل ترہ پتا ہے نہیں کیا حب ہے — کس شکار انداز کا بسمل ہے میان

ہو تم جو میری حیرتی فرط شوق وصل
کیا جانو دل کسو سے تمہارا لگا نہیں

آئینے سے تمک نہیں اٹھتی تری نظر
اس شوق کش کے منہ سے تجھ کچھ حیا نہیں

زنگ در بتو دلکش و دل چپ ہیں کمال
لیکن ہزار حیف کہ گل میں وفا نہیں

تیر ستم کا تیری ہدف کب تمک رہوں
آخر جگر ہے لوہے کا کوئی تو ا نہیں

اُسنے تو آنکھیں موند لیا نہیں اِدھر سے واں
یکبارہ دھن میں دیکھیے یاں کیا ہو کیا نہیں

اٹھے ہو میر دیر سے تو کعبے چل رہو
مغموم کاہے کو ہو تمہارے خدا نہیں

کیا کہیں آتش ہجراں سو لگے جاتے ہیں
چھاتیاں سلگیں ہیں ایسی کہ جلے جاتے ہیں

گوہر گوش کسو کا نہیں جی سے جاتا
آنسو موتی سے مرے منہ پہ ڈھلے جاتے ہیں

یہی مسدود ہے کچھ راہ وفا ورنہ ہم
سب کہیں نامہ و پیغام چلے جاتے ہیں

بار حرماں و گل داغ نہیں اپنے ہی ساتھ
شجر باغ وفا پھولے پھلے جاتے ہیں

حیرت عشق میں تصویر سے رفتہ ہی رہے
ایسے جاتے ہیں جو ہم بھی تو بھلے جاتے ہیں

بھر کے کوفت جو کھینچے ہیں انھیں پوچھو
دل دیے جاتے ہیں جی اپنے لیے جاتے ہیں

یاد قدمیں ترے آنکھوں سے بہے ہیں جوئیں
گر کسو باغ میں ہم سرو تلے جاتے ہیں

دیکھیں پیش آوے ہو کیا عشق میں اب سنبل
ہم بھی اس راہ میں سر گاڑے چلے جاتے ہیں

ردیف واو

لاویگا اور بار بار آج ایک خوش کرگو — قدرت ہے اسکے دلکی کل پھیرے ادھر کو

بیطاقتی مین شب کی پوچھو نہ ضبط میرا — ہاتھو تمین دلکو رکھا دانتون تلے جگر کو

پھولا پھلا نہ تبتک ہرگز درخت خواہش — برسون ہوے کہ دون مین خون دل اس شجر کو

ہے روزگار میرا ایسا ہی یکہ یارو — مشکل ہے فرق کرنا تک شام سے سحر کو

ہر چند ہے سخن کو تشبیہ در سے لیکن — باتین مری سنو تو تم پھینک دو گہر کو

نزدیک ہو کہ جاوین ہم آپ سے اب آگے — ملتے ہین دوستون سے جاتے ہوے سفر کو

کب میر ابر ویسا برساوے کر اندھیری
جیسا کہ روتے ہمنے دیکھا ہے چشم تر کو

نہ مائل آرسی کا رہ سراپا درد ہوگا تو — نہو گلچین باغ حسن ظالم زرد ہوگا تو

یہ پیشہ عشق کا ہے خاک چھنوائیگا صحرا کی — ہزارے بیوفا جون گل چمن پر درد ہوگا تو

غبار اٹھنے لگے گا تیری اس نازک طبیعت سے — بساط گرد یاد آخر بیابان گرد ہوگا تو

علاقہ دل کا لکھوائیگا دفتر ہاتھ سے تیرے — بحرد کی جریدو مین قلم سا فرد ہوگا تو

نہ اک دم صبح تک بھی آنکھ لگنے دیگا دل جلنا
یہی پھر میر سا سرگرم آہ سرد ہوگا تو

نہ میرے باعث شور و فغان ہو
ابھی کیا جانیے بیان کیا سمان ہو

یہی مشہور عالم ہین دو عالم
خدا جانے ملاپ اس سے کہان ہو

جہان سجدہ مین ہم نے غش کیا تھا
وہین شاید کہ اُسکا آستان ہو

ہنوز وصف اُن بالونکا مجھ سے
اگر ہر مو مرے تن پر زبان ہو

جگر تو چھن گیا تیرون کے مارے
تمھاری کس طرح خاطر نشان ہو

نہ دل سے جا خدا کی تجکو سوگند
خدائی مین اگر الیا مکان ہو

تم اے نازک تمنا ہو کے رب کے
تمنائے دل و آرام جان ہو

ملے ٹک اب کہ اوسنے مار ڈالا
کہے جو کوئی گر جی کے امان ہو

قطعہ

سنا ہے چاہ کا دعوے تمھارا
کہو جو کچھ کہ چاہو مہربان ہو

کنارا یون کیا جاتا نہین پھر
اگر پاے محبت درمیان ہو

ہوئے ہم پیر سو ساکت ہین اب میر
تمھاری بات کیا ہے تم جوان ہو

مت سگ یار سے دعوے مساوات کر
اس کے بیٹھنے پاؤ تو بہاہات کر

صحبت آخر ہے پیارے نہ کر و پھر افسوس
متصل ہو سکے تو ہم سے ملاقات کر

طول رکھتا ہے درد دل میرا
لکھنے بیٹھوں تو خط ترسل ہو

ہو جو مجھ سا وہ کشتۂ غم عشق
جبکہ قلقل سے شیشے کے فصل ہو

دیر رہنے کی جا نہیں یہ چمن
بوے گل ہو صفیر بلبل ہو

مجھ دیوانے کی مت ہلا زنجیر
کہیں ایسا نہو کہ پھر غل ہو

منکشف ہو رہا ہے حال میر
کاش ٹک یار کو تامل ہو

سب جہاں سے بیخبر ہیں یہاں تو
برہم زدہ شہر ہے جہان تو

اس تن پہ نثار کرتے لیکن
اپنی بھی نظر میں ٹھہرے جان تو

برباد نہ دے کہیں سراسر
رہتی تھیں شمع سان زبان تو

کیا اسکے گئے ہے ذکر دل کا
ویران پڑا ہے یہ مکان تو

کیا کیا نہ عزیز خوار ہونگے
ہوتے دو اسے ابھی جوان تو

کھنچے لگے منہ تمھارے لیکن
صحبت کا اسے بھی ہو دہان تو

کیا اس سے رکھیں امید بہبود
پھرتا ہے خراب آسمان تو

یہ طالع نارسا بھی جاگیں
سو جاے ٹک اسکا پاسبان تو

مت ترک میر کو مٹاؤ
رہنے دو عریب کا نشان تو

نہ ہار اپنی آنکھ مین آتا نہین وصید	پھوٹا دوسار جسکے جگر مین نہ تیر ہو
ہوتا ہین میکدے کی جوان شیخ جی برے	پھر درگذر یہ کرتے نہین گو کہ پیر ہو
کسطرح آہ خاک مذلت سے مین اٹھون	افتادہ تر جو مجھسے مراد سنگیر ہو
حد سے زیادہ جور و ستم خوشنما نہین	ایسا سلوک کر کہ ندارک پذیر ہو
دم بھر نہ ٹھہرے دلمین آنکھو نہین ایک پل	اتنے سے قد پہ تم بھی قیامت شریر ہو
ایسا ہے اسکے گھر کو ہی آباد دیکھیو	جس خانمان خراب کا دل مشیر ہو

قطعہ

تسکین دلکے واسطے ہر کم بغل کے پاس	انصاف کرتے کب تئین مخلص حقیر ہو

یک وقت خاص حق مین مرے کچھ دعا کرو
تم بھی تو میر صاحب و قبلہ فقیر ہو

ہلا یار کمین اس صید افگن سر بسر کمین کو	کہ افشان کیجے خون اپنے سے سکے دامن مین کو
گئے دن سابقے سارے خصومت سے بہ پیار ے	کبھو در تک تو آیا کر ہمارے دلکی تسکین کو
پیو جاتا نہین پر اب لہو کے گھونٹ پی مجھے	بہت پی پی گیا ہون تیرے مین اشک خونین کو
نہ لکھین یار کو محضر ہمارے خون ناحق کا	دکھا دینگے ہم محشر مین اسکے دست رنگین کو
بجز حیرت نہ بن آوے گی کوئی شکل پھر اس سے	دکھایا ہمنے گر چہرہ ترا صورت گر چین کو

جنبش ہی سے لگے ہونٹھون کو ہونا کیو
یون اپنے طور پر تم باتین بہت بنالو

دو نعرون ہی مین سب کے ہوگا مکان ہوکا
سُن کھوکان رکھکر یہ بات بستی والو

نام خدا ستم مین تم نامور تو ہوتے
پر ایک دو کو یون ہی للکار ڈالو

زلف اور خال و خط کا سودا نہین ہر اچھا
یار دبے تو سر سے جلد اس بلا کو ٹالو

یاران رفتہ ایسے کیا دور تر گئے ہین
تک کر کے تیز گامی اس قافلے کو جالو

بازاری سارے دوی ہی کہتے ہین راز بیٹھے
جنکو نہین کہا ہے تم منھ سے مت نکالو

یون رفتہ اور بیخود کب تک رہا کرو گے
تم اب بھی میر صاحب اپنے تئین سنبھالو

اتنا کہانہ ہمسے تمنے کبھو کہ آؤ
کاہیکو یون کھڑے ہو دہشی سے بیٹھ جاؤ

یہ چاند کے سے ٹکڑے چھپتے نہین چھپائے
ہر چند اپنے منھ کو برقع مین تم چھپاؤ

دو چار تیر یارو اس سے بھلی ہے دوری
تم کھینچ کھینچ مجھکو اس پے پرے نہ لاؤ

ہو شرم آنکھ مین تو بھاری حجاز سے ہے
مت کر کہ شوخ چشمی آشوب سا اٹھاؤ

اب تے ہو تو اودھر لحظہ جی گھٹے ہے
پھر لطف کیا جو آکر آدھا بھی تم بناؤ

تھی سحر یا نگہ تھی ہم آپ کو تھے بھولے
اس جادوگر کو گویا پھر بھی تنک کھاؤ

بار گئی سو گذری جی بھر پھر آتی ہین کیا
آیندہ میر صاحب دل مت کہین لگاؤ

یار وصیت تو رہی اپنی اسکے ساتھ — میرا کہو جو حال تو اس سے جدا کہو
آشفتہ ہو اس پریشان خراب حال — دیکھو مجھے تو خطی دوانہ سڑا کہو

کب شرح شوق ہو سکے پر تو بھی میر جی
خط تمنے جو لکھا اسے کیا کیا لکھا کہو

رکھے گردن کو تری تیغ ستم پر ہو سو ہو — جیسمین ہمنے یہ کیا ہے اب مقرر ہو سو ہو
قطرہ قطرہ اشکباری تا کجا پیش سحاب — ایک دن تو ٹوٹ پڑے دیدۂ تر ہو سو ہو
بندہ مین ناز و نعم ہو کے رہے کیونکر فقیر — یہ فضولی ہو فقیر یہین میسر ہو سو ہو
آگے کوچے سے تیرے جاتا ہون لیکن جون برنشب — تیر باران ہو کے برسے تیغ یکسر ہو سو ہو
صاحبی کیسی جو تمکو بھی کوئی تم سا ملا — پھر تو خواری ہو فاری بندہ پرور ہو سو ہو
کبتلک فریاد کرتے یون پھرین اے قصہ ہی — دادلیجے اپنی اس ظالم سے اڑکر ہو سو ہو
بال تیرے سر سے آگے تو جنون کے ہین وبال — سر منڈا کر ہم بھی ہوتے ہین قلندر ہو سو ہو
سخنان دیکھین تو ہمسے چند کچھ آتا ہی عشق — دل کو ہمنے بھی کیا ہے اینتو پتھر ہو سو ہو

کہتے ہین ٹھہرا ہے تیرا اور غیر ونکا بگاڑ
ہین شریک اے میر ہم بھی تیرے تہ بر ہو سو ہو

جون غنچہ میر اتنے نہ بیٹھے رہا کرو — گل پھول دیکھنے کو بھی ٹک اٹھ چلا کرو

جی مین تو ہے کہ دیکھیے آوارہ میر کو
لیکن خدا ہی جانے وہ گھر مین ہو یا نہو

ملتفت ہوتا نہین ہے گاہ تو
کس قدر مغرور ہے اللہ تو

مجھسے کتنے جان سے جاتے رہے
کسکی میت کے گیا ہمراہ تو

بیخودی رہتی ہے اب اکثر مجھے
حال سے میرے نہین آگاہ تو

اُسکے دل مین کام کرنا کام ہے
یون فلک پر کیون نہ جائے آہ تو

فرش ہین آنکھین ہی تیری راہ مین
آہ تک تو دیکھ کر چل راہ تو

جی تلک تو منھ نہ موڑین تجھسے ہم
گر جفا و جور خاطر خواہ تو

کاہش دل بھی دو چندان کیون نہون
آنکھ مین آوے نہ دو دو ماہ تو

دل ہی کیا کی ہے یون ہی چاہیے
اے زہے تو آفرین و واہ تو

میر تو تو عاشقی مین کھپ گیا
مت کسی کو چند روز اب چاہ تو

عنایت ازلی سے جو دل ملا مجکو
محل شکر ہے آتا نہین گلا مجکو

تنک شراب ضعیف الدماغ ہو ساقی
دم سحر مے پر زور مست پلا مجکو

پڑا ہے کوئی مرد سا کب تلک خاموش
بلا کہین لب جان بخش کو جلا مجکو

گلی مین اُسکے رہا جائے جو کوئی سو رہا
وہی تو جادو ہو وان جس کسو کی آئی ہو

لب سوال نہ اک بوسے کے لیے کھولون
ہزار مہر و محبت مین بیوفائی ہو

زمانہ یار نہین اپنی بخت سے اتنا
کہ مدعی سے اُسے ایک دن لڑائی ہو

جفا و جور و ستم اُسکے آپ ہی سہیے
جو اپنے حوصلے مین کچھ بھی اب سمائی ہو

ہزار موسم گل تو گئے اسیر ہین
دکھائی دی ہو سو ہے ہی پاب ہائی ہو

چمکتے دانتون سے اُسکے ہوئی ہے روشن میر
عجب نہین ہے کہ بجلی کی جائے ہنسائی ہو

ہوتی کچھ عشق کی غیرت بھی اگر بلبل کو
صبح کی یاد سے مُنہ لگنے نہ دیتی گل کو

مین نے سر اپنا دھنا تھا بھی اس شوخ کی جب
پگڑی کی پیچ سے باندھا تھا اٹھا کل کو

مستی اُن آنکھون سے نکلی ہے اگر دیکھو خوب
خلق بدنام عبث کرتی ہے جام مل کو

جیسے ہوتی ہو کتاب ایک دقیق بن ناقص
نسبت تام اسی طور ہے خبر سے کل کو

ایک لحظے ہی مین بل سارے نکل جاتے میر
پیچ اس زلف کے دینے تھے دکھا سنبل کو

اب بیری سے بچپن تو دیکھیے گلشن کیہو
تھا ہمارا بھی چمن مین اے صبا مسکن کبھو

ہم بھی اک امید پر اس صید گہ مین ہین پڑے
کہتے ہین آتا ہوا دھر وہ شکار افگن کبھو

یاد جب آتی ہے وہ زلف سیاہ — سانپ سا چھاتی پہ پھر جاتی ہے داہ

کھل گیا منہ اب تو اس محبوب کا — کچھ سخن کی بھی نکل آویگی راہ

شرم کرتے تھے مرا سر کاٹ کر — سو تو تو نے اور ٹیڑھی کی کلاہ

یار کا وہ ناز اپنا یہ نیاز — دیکھیے ہوتا ہے کیونکر یوں نباہ

دین میں اس کافر بے رحم کے — اجر اک رکھتا ہے خون بے گناہ

پتھروں سے سینہ کوبی میں نے کی — دل کے ماتم میں مری چھاتی سراہ

مول لے چک مجکو آنکھیں موند کر — دیکھ تو قیمت ہے میری اک نگاہ

لذتِ دنیا سے کیا بہرہ ہمیں — پاس ہے رنڈی ولے ہے ضعف باہ

روٹھ کر کیا آپ سے ملنے میں لطف — ہووے وہ بھی تو کبھو ٹک عذر خواہ

ضبط بہتیرا ہی کرتے ہیں ولے — آہ اک منہ سے نکل جاتی ہے گاہ

اُسکے رہے رفتہ ہی آئین ہیں یاں — آج سے تو کچھ نہیں یہ جی کی چاہ

دیکھ رہتے دھوکے اُس رخسار کے — دایہ منہ دھوتی جو کیے ماہ ماہ

شیخ تو نے خوب سمجھا میر کو
واہ وا اے بے حقیقت واہ واہ

ہمسے کیوں الجھا کرے ہے آ سمجھ — کج طبیعت جو مخالف ہیں انھوں سے جا سمجھ

بندیکے درد دل کو کوئی نہیں پہونچتا
ہر ایک بے حقیقت یاں ہے خدا رسیدہ

کیا وسوسہ ہے مجکو عبث جیسے کایان
نکلا نہ میرے دل سے یہ خار نا خلیدہ

ہم کاڑھ کر جگر بھی آگے تمہارے رکھا
پھر یا نصیب اس پہ تم جو ہوئے کبیدہ

سائے سے اپنی وحشت ہمکو رہی ہمیشہ
جون آفتاب ہم بھی کیسے رہے جریدہ

منظور کی نظر تھی جو دار کی طرف سے
پھل وہ درخت لایا آخر سر بریدہ

ذوق سخن ہوا ہے اتو بہت ہمین بھی
لکھ لینگے میر جی کے کچھ شعر چیدہ چیدہ

لطف کیا ہر کسو کی چاہ کے ساتھ
چاہ وہ ہے جو ہو نباہ کے ساتھ

وقت کڑھنے کے ہاتھ دل پر رکھ
جان جاتی ہے نہ آہ کے ساتھ

عشق مین ترک سر کئے ہی بنے
مشورت تو بھی کر کلاہ کے ساتھ

ہوا گرچند آسمان پہ ولے
نسبت اُس مہ کو کیا ہے ماہ کے ساتھ

سفری وہ جو مہ ہوا تا دیر
چشم اپنی تھی گرد راہ کے ساتھ

جاذبہ تو ان آنکھون کا دیکھا
جی کھنچے جاتے ہین نگاہ کے ساتھ

میر سے تم بُرے ہی رہتے ہو
کیا شرارت ہے خیر خواہ کے ساتھ

پھرتی ہیں اُسکی آنکھیں آنکھوں تلے ہمیشہ
رہتا ہوا ہے دیدہ یاں تا گلے ہمیشہ

تصدیع ایک دن ہو تو کوئی کھینچے
تڑپے جگر ہمیشہ چھاتی جلے ہمیشہ

اک اس مغل بچے کو وعدہ وفا نہ کرتا
کچھ جا نہیں تو کرتا آرے بلے ہمیشہ

لب تک وفا کریگا یوں حوصلہ ہمارا
درپیش درد و اکثر غم جی ملے ہمیشہ

اس جسم خاکی سے ہم مٹی میں مٹ رہے ہیں
یوں خاکیں کہاں تک کوئی رہے ہمیشہ

آیندہ و روند و باد سحر کہو تم
قاصد نیا اُدھر کو کبتک چلے ہمیشہ

مسجد میں چلکے لیے جمعے کے دن بنے تو
ہوتی ہیں میر صاحب واں دن ڈھلے ہمیشہ

آوے کہنے میں ہا ہو غم سے گر احوال کچھ
جان لب تک ہو ہیں پر کہتے نہیں ہیں حال کچھ

بے زری سے داغ ہیں لیکن لبوں پر مُہر ہے
کیے خطا اپنی لوگوں سے جو دے ہوں مال کچھ

کام کو مشکل دل پر آہ زونے کر دیا
یاس کلی ہو چکی تو پھر نہیں اشکال کچھ

دل تنا آیا کسو کے بیچ میں جو سد ہ گئی
متصل کھڑکی رہا کرتے ہیں منہ پر بال کچھ

ماہ سو ہا ہی تلک سب داغ میں ہیں مبتلا
کیا بلائے جان ہو میر تمھارا حال کچھ

ایکدن کنج قفس میں ہم کہیں جائینگے
بیکلی گل بن بہت رہتی ہوا کی سال کچھ

کیا اُس آشوب باز کے لونڈے کا اتنا شوق میر
جا چلی ہو دیکھکر اوسکو تمھاری رال کچھ

نہ ٹھہری ایک بھی چشمک لسان بن آنکھوں میں
کلیجا جل گیا اے عمر تیری نوشتابی سے

نکل آتے ہو گھر سے چاند سے کیا حرج پڑتا ہے
قیامت ہو رہیگی ایکدن اس بے حجابی سے

یہ جھگڑا تنگ کریں رکھا روز شمار اوپر
کروں کیا تم تو لڑنے لگتے ہو حرف شتابی سے

بہت رویا نوشتے پر میں اپنے دیکھ قاصد کو
کہ سرڈالے غریب آتا تھا خط کی بیجوابی سے

مبادا کار واں جاتا رہے تو صبح سوتا ہے
بہت ڈرتا ہو میں اے میر تیری دیر خوابی سے

آنکھیں میں یاں کھلتی ادھر کو نظر بھی ہے
سدھ اپنی نہیں ہمکو کچھ تم کو خبر بھی ہے

گو نسکل ہوائی کی ستر جرخ نیں کھینچا
اے آہ شرر افشاں کچھ تجھ میں اثر بھی ہے

اس منزل دلکش کو منزل نہ سمجھیے گا
خاطر میں ہے یاں کے درپیش سفر بھی ہے

مجھ حال شکستہ کی تا چند یہ بیقدری
کچھ کسر میں اب تیرے اے شوخ کسر بھی ہے

یہ کہکر منھ نوچے نے چاک کرے سینہ
کر عرض جو کچھ تجھ میں اے میر ہنر بھی ہے

دور میں اُسکے گو رکنارے ہم آ رہے
جی رات دن جھجھونکی کہیں انہیں کیا رہے

اُس آفتاب حسن کے ہم داغ شرم میں
ایسے ظہور پر بھی وہ منھ کو چھپا رہے

اُٹھکر جن خلق پہ بھولے پھرے ہیں لوگ
اس بیوفا سے ہم بھی بہت آشنا رہے

کسکو لائے کہ نہ لو ہو مین دبایا اسکو
اُسکے شمشیر کی جرأت بھی بھلا کیا کیا کی

جان کے ساتھ ہی آخر مرض عشق گیا
جی بھلا تک نہ ہوا اپنے دوا کیا کیا کی

اُسنے چھوڑی نہ طرح جور و جفا کی ہرگز
ہمنے یون اپنی طرف سے تو وفا کیا کیا کی

سجدہ اک صبح ترے در کا کرون اس خاطر
مین نے محراب مین راتون کو دعا کیا کیا کی

آگ سی پھکتی ہی دن رات ربا کی تینین
جان غمناک ترے غم مین جلا کیا کیا کی

میر نے ہو ٹھون سے اُسکے نہ اٹھایا جی کو
خلق اونکے تئین یہ سنکے کہا کیا کیا کی

کب تلک حوال یہ جب کوئی ترا نام لے
عاشق بیحال دونون ہاتھ سون دل تھام لے

ناتوانی سے اگر مجھ مین نہین ہے جی تو کیا
عشق جو چاہے تو مرد بیسے بھی اپنا کام لے

پہلوی عاشق نہ بستر سے لگے تو ہے بجا
دلسے آفت ہو بغل مین جسکے کیا آرام لے

اب تو نالون پھر اُس زلف سیہ مین جا چکا
آج یہ بیمار دیکھین کسطرح سے شام لے

شاخ گل تیر طرف جھکتی جو ہے آہستہ نلز
چاہتا ہو تو بھی میرے ہاتھ سون اک جام لے

دلکی آسایش نہین امکان زلف یار مین
یہ شکار مضطرب ہو دم نہ زیر دام لے

حضرت اے پیر مغان کچھ حاجبونکی ہی ضرور
آئے ہین تیرے کنے ہم جامۂ احرام لے

کیا ملا مفتی کا لونڈا سر چڑھا ہی اندنون
آدمی ہے گویا کہ مجھ پر قاضی کا اعلام لے

بیٹھیں ہیں رونیکو تو دریا سی رواٹھیں ہیں
جوش و خروش یہ تھے تب ہم لگے کنارے

لاتے نہیں ہو مطلق سر تم فرد خدا سے
یہ ناز خوبرویان بندے ہیں ہم تمہارے

کوئی تو ماہ پارہ اس بھی رواق مین ہے
چشمک نی مین سبکو یون ہی نہین ہین تارے

لگ کر گلے نہ سوے اس منھ پر منھ نہ رکھا
جی سے گئے ہم آخر ان حسرتونکے مارے

بیتابی ہو دلونکو بیخوابی ہے شبون کو
آرام و صبر دونون مدت ہوئی سدھارے

آفاق مین جو ہوتے اہل کرم جو سنتے
ہم برسون رعد آسا بیتاب ہو پکارے

جل تجھیے اب تو بہتر مانند برق خاطف
جون ابر کسکے آگے دامن کوئی پسارے

ہمنے تو عاشقی مین کھویا ہے جان کو بھی
صدقے گئے میر جی کے وے ڈھونڈھتے ہین وارے

اس باغ بے ثبات مین کیا دل صبا لگے
کیا کیا نہال دیکھتے یان پانون آ لگے

حرص و ہوس سے باز رہے دل تو خوب ہے
ہے قہر اس کلی کے تئین گر ہوا لگے

تلخ ابتو اپنو جی کو بھی لگتی ہو اس نمط
جیسے کسو کے زخم پہ تیر اک دوا لگے

کسکو خبر ہے کشتی تباہونکے حال کی
تختہ مگر کنارے کوئی بہکے جا لگے

ایسے لگے پھرے ہین بہت سایکے روش
جانے دے ایسے حور پری سے بلا لگے

وہ ہی چمن فروز تو بلبل ہے سامنے
گل ایسے منھ کے آگے بھلا کیا بھلا لگے

ہر کوئی اِس مقام مین دس روز — اپنی نوبت بجائے جاتا ہے
کھل گئی بات تھی جو اِک اِک پر — تو وہی منھ چھپائے جاتا ہے
یان ملیتھن نگل گیا واں غیر — اپنی ٹکی لگائے جاتا ہے
رویئے کیا دل و جگر کے تئین — جی بھی یان پر تو ہائے جاتا ہے
کیا کیا ہے فلک کا مین کہ مجھے — خاک ہی مین ملائے جاتا ہے
نہ جھجھین کچھ ہے اِنکے تئین ہر گام — عرق شرم آئے جاتا ہے

قطعہ

جاے عبرت ہے خاکدان جہان — تو کہان منھ اٹھائے جاتا ہے
دیکھ سیلاب اِس بیابان کا — کیا ہی سر کو جھکائے جاتا ہے

وہ تو بگڑے ہے میر سے ہر دم
اپنی سی یہ بنائے جاتا ہے

کب سے مین جان لب تھے ہم دوری بتان سے — آئے ہین پھر کے یار واپسی خدا کے یان سے
تصویر کے سے طایر خاموش رہتے ہین ہم — جی کچھ اُچٹ گیا ہے اب نالہ و فغان سے
جب کوندھتی ہو بجلی تب جانب گلستان — کہتے تھے چھیڑ میری خاشاک آشیان سے
کیا خوبی اُسکے منھ کی آپ نقل کریے — تو تو نہ بول ظالم بو آتی ہے دہان سے

چلتا نہیں ہے دل پر کچھ اسکے بس و گرنہ
عرش آہ عاجزوں سے اکثر ہلا کیا ہے

ہم گو نہوں جہاں میں آخر جہان تو ہوگا
تو نے بری تو کی ہو ظالم بھلا کیا ہے

ہے منھ پہ میر کے کیا گرد ملال تازہ
یہ خاک بیں ہمیشہ یو نہیں رُلا کیا ہے

کیا تن نازک ہو جان کو بھی جسد جس تن پہ ہے
کیا بدن کا رنگ ہے جیسکی پیراہن پہ ہے

گرد جب اٹھتی ہو اک حسرت سے رہ جاتے ہیں دیکھ
وحشیان دشت کی آنکھ اس شکار افگن پہ ہے

کثرت پیکان سے میرے ہو گئی ہیبت ہے اور
اب شرف دلکو ہمارے پارۂ آہن پہ ہے

کون یوں آنرگ رعنا تربیت فتراک تھا
خون سے گل کاری عجب اک زین کے دامن پہ ہے

سر اٹھانیکی نہیں ہے ہمکو فرصت عشق مین
ہر دم اک تیغ جفا ہے تازہ یاں گردن پہ ہے

نوحہ کر کر مجھکو دکھلایا غم دل نے مذاں
شیون اب موقوف یارو اک مہر شیون پہ ہے

ہو چکا رسنا مر ایستی مین آخر کب تلک
نالۂ شب ہے قیامت روز مرد و زن پہ ہے

خرمن گل سے لگے ہین دو رسیے کو ڈونکے ڈھیر
تو ہو رو دیسے ہمارے رنگ اک گلخن پہ ہے

دو پھرین پلکین الٹ دیتی ہین صف اک آنمین
اب لڑائی بند ہین سب اس سپہ پلٹن پہ ہے

تو تو کہتا ہے کہ مین نے اسطرف دیکھا نہین
خون ناحق میر کا یہ کسکے پھر چیتون پہ ہے

مرتے ہوئے بھی ہم کو صورت نہ آدکھائی
وقت اخیر اچھا منھ کو چھپا کے بیٹھے

عزلت نشین ہوئے جب داغ ہو گیا تب
یعنی کہ عاشقی بین ہم گھر جلا کے بیٹھے

جو کفر جانتے تھے عشق بتان کو وہ ہی
مسجد کے آگے آخر قشقہ لگا کے بیٹھے

شور متاع دل اس شوخ کا بلا تھا
بازاری سب دکانین اپنی بڑھا کے بیٹھے

کیا اپنی اور اسکی اب نقل کر ہے صحبت
مجلس سے اٹھ گیا وہ ٹک ہم جو آکے بیٹھے

کیا جائے تیغ اسکی کب ہو بلند عاشق
یون چاہیے کہ سر کو ہر دم جھکا کے بیٹھے

قطعہ

پھولونکی سیج پر سے جو بید داغ اٹھے
مسند پہ نازکی کے جو تیوری چڑھا کے بیٹھے

کیا غم اُسے زمین پر بے برگ و ساز کوئی
خار و خسک ہی کیون نہ برسون بچھا کے بیٹھے

وادی قیس سے پھر آئے نہ میر صاحب
مرشد کے ڈھیر پر دے شاید کہ جا کے بیٹھے

جانین قتل گہ سے ترا اختیار ہے
پر جانین جو گئی ہین سو وہ پر غبار ہے

ہم آپ سے گئے سو اسی کی کمان گئے
مدت ہوئی کہ اپنا ہمین انتظار ہے

بس وعدۂ وصال سے کم دے مجھے فریب
آگے ہی مجکو تیرا بہت اعتبار ہے

سرتابی اُس سے طائر قدسی نہ کر سکے
اُس ترک صید بند کا وہ تو شکار ہے

جیتے رہینگے کیونکر ہم اے طبیب نادان
بیمار ایسے تیرے مطلق دوا نہ پہونچے

لائق ترے نہیں ہے خصمی غیر لیکن
وہ باز کیون کہ آوے جبتک سزا نہ پہونچے

ہر چند ہر خوبان سر مسجد و مین مارے
پر اُنکے دامنون تک دست دعا نہ پہونچے

ہین آہ دل کا رکنا بیجا نہین ہمارا
کیا حال ہو دی اُسکا جسکو ہوا نہ پہونچے

اپنے سخن کی اس سے کسطور راہ نکلی
خط اسطرف بجائے قاصد کو کیا نہ پہونچے

وہ میر شاہ خوبی پھر قدر دور اسکی
درویش بینوا کی اُس تک صدا نہ پہونچے

کرتا ہے کب سلوک وہ اہل نیاز سے
گفتار اُسکے کبر سے رفتار ناز سے

یون کب ہمارے آنسو پونچھین ہین تو شوخ
دیکھا کبھو ادھر مژۂ نیم باز سے

خاموش رہ سکے نہ تو بڑھ کر بھی کچھ نہ پوچھ
سر شمع کاٹتے ہے زبان دراز سے

اب جا کسو درخت کے سائے مین بیٹھیے
اسطور پھر یے کب تئین بے برگ و ساز سے

یہ کیا کہ دشمنو نمین مجھے سان لے لگے
کرتے کسو کو ذبح بھی تو امتیاز سے

مانند شمع مُجکے ہی پڑتے ہین اشک سرد
کچھ جلتے جلتے ہو گئے ہین ہم گداز سے

شاید کہ آج رات کو تھے میکدہ مین میر
کھیلے تھا ایک معجہ ہر نماز سے

کیا رنگ و بو د باد سحر سب ہین کرم آہ
کیا ہی جو اس چمن مین ہی ایسی چلا چلی

تو دو قدم جو راہ چلا گرم لے نگاہ
مہندی کفک کی آگ دلو ہین لگا چلی

فتنہ ہے اسی شہر مین برپا ہزار جا
تلوار اسکی چال یہ کیا ایک جا چلی

یہ جور و رکش تھے کمان آگے عشق مین
بگڑے سے جفا و ستم و رسم وفا چلی

آہ و فغان جانوالے کسطرح گھر کے ترے
گاڑدیوین کاش تجکو بیچ مین در کے ترے

لالہ و گل کیون نہ پھینکے اپنی آنکھون مین لگین
دیکھنے والے ہین ہم تو رنگ احمر کے ترے

بے پروائی سے ابکی گو کہ بلبل تو ہی چپ
یاد ہین سب کے تئین وہ چہچہے پر کے ترے

آج کا آیا تجھے کیا پاے ہم حیران ہین
ڈھونڈھنے والے جو ہین اشوخ اکثر کے ترے

دیکھ اسکو حیف کھا کر سب مجھے کہنے لگے
واے تو گھر مین بھی اطوار دلبر کے ترے

تازہ تر ہوتے ہین تو گل سے بھی اے نازک نہال
صبح اوٹھتے ہین بچے جو پھول بستر کے ترے

مشک عنبر طبلہ طبلہ کیون نہو کیا کام ہے
ہم دماغ آشفتہ ہین زلف معنبر کے ترے

جسمین وہ طاقت کہان جو ہجر مین سنبھلے رہین
اب ٹھہرتے بھی نہین ہمپاون تک کے سر کے ترے

داغ پسینے سے جو ہین بلبل کے دلپر کسکے ہین
یون تو لے گل ہین ہزارون آشنا دے کے ترے

کوئی آب زندگی پیتا ہو یہ زہراب چھوڑ
خضر کو ہنستے ہین سب مجروح خنجر کے ترے

جگر سب جل گیا لیکن زبان جلتی نہیں اپنی
سبب داس آتشین غم کو مخالف کچھ لگا دیوے

کوئی بھی میر سے درویش سے بولے ہے پھر تا ہے
ٹک اس درویش سے مل چل کہ تجھ کو کچھ دعا دیوے

کیا خور ہو طرف بام کے روشن گہری سے
مانا ہے حضور اسکی چراغ سحری سے

سیران چمن ہو وین برابر ترے کبونکر
لگتا ہے ترے سائے کو یہ نگ پری سے

ہشیار کہ ہے راہ محبت کی خطرناک
مارے گئے ہین لوگ بہت بیخبری سے

ایک آنین رعنائیان تیری تو ہین سو سو
کب عہدہ برائی ہوئی اس عشوہ گری سے

زنجیر تو پا تو نہ تھین لگی رہنے ہمارے
کیا اور رہو رسوا کوئی آشفتہ سری سے

جب لب ترے یاد آتے ہین آنکھو نسے ہمارے
تب ٹکڑے نکلتے ہین عقیق جگری سے

عشق آنکھونکے نیچے کیے کیا میر چھپے ہے
پیدا ہے محبت تری مژگان کی تری سے

کچھ کر و فکر مجھ دیوانے کی
دھوم ہے پھر بہار آنے کی

دل کا اس گنج لب سے وے ہین نشان
بات لگتی تو ہے ٹھکانے کی

وہ جو پھرتا ہے مجھسے دور ہی دور
ہے یہ تقریب جی کے جانے کی

تیز یونہین نہ تھی سب آتش شوق
تھی خبر گرم اُسکے آنے کی

گل کہتے ہین اس بستی مین میر جی شتاقانہ موے
تجھسے کیا ہے جان کی دشمن وے بھی محبت رکھتے تھے

قطعہ

بار یک وہ کمر ہے ایسی کہ خیال کیا ہے
دل ہاتھ جو نہ آوے اسکا خیال کیا ہے

جو بکل ہے ایسی چاہت گلونکی اتنی
کیا جانے ہمصفیر و تو اب کی سال کیا ہے

پہونچا ہم علاقہ اسے غربتی کسوسے
کرنا معاش اکیلی اتنا کمال کیا ہے

آغاز تو ہے کچھ روتے ہین خون ہردم
کیا جانے عاشقی کا یارو مآل کیا ہے

پامال راہ اسکے کیا کیا عزیز دیکھے
آئی نہ جب سمجھ مین گردونکی چال کیا ہے

وہ سیم تن ہونگا تو لطف تن پر اسکے
سو جی گئے تھے صدقے اک جان مال کیا ہے

سرگرم جلوہ اُسکو دیکھے کوئی سو جانے
طرز خرام کیا ہے حسن و جمال کیا ہے

قطعہ

مین بینوا اڑا تھا بسے کوُن لبون کے
ہر دم صدا یہی تھی وے گذرو ٹال کیا ہے

پر چپ ہی لگ گئی جب اُنے کہا کہ کوئی
پوچھو تو شاہ جی سے انکا سوال کیا ہے

گہ آپ مین نہین ہو گہ منتظر کہین تو ہو
کچھ آپ میر جی تمھارا ان روزون حال کیا

جیسے اندوہ محرم عشق کیتک ٹل گئے
عید سی ہوجاے اپنے ہان لگے جو تو گلے

ناز و چشم و دید و غمزہ اسطرح سب ہین دلے
کچھ کسو بھی طور کی رنجش بھلا ادھر سے ہے

دیکھ گل کو تک کہ ہر یک سے چڑھا لیتا ہو یان
اس سے پیدا ہو کہ عزت اس چمن مین زر سے ہے

کانپتا ہو نین تو تیرے ابرو ونکے خم ہوئے
تشعریہ کیا مجھے تلوار کی کچھ ڈر سے ہے

اشک پے در پے چلے آتے تھے چشم زار سے
ہر نگہ کا تار مانا رشتہ گوہر سے ہے

بادیے ہی مین پڑا پاتے ہین جب تب تجکو میر
کیا خفا اے خانمان برباد کچھ تو گھر سے ہے

بگلشن مین چمن پہ وہ بلبل تجکو جاوی ہے
سپاس ایزد کہ کرجسنے کہ یہ ڈالی نوادی ہے

نہین ٹک بیٹھنے دیتے تمامی بزم مین ہمکو
موئے رسم تھی مدت کی سو تمنے اٹھادی ہے

رہائی چنگل باز فلک سے مجکو مشکل تھی
مرے یہ بند چڑیا کے سے موئے نے چھڑادی ہے

گلی مین اپنی قدغن کر کہوانے پاؤ نین
کہین کیا اور بھی دل کے لگانیکے منادی ہے

طپش سے رنگ اڑا جاوے قلق سے جان گھبراوے
دیا ہے دل آہی ہمکو یا کوئی بلادی ہے

درگذر امیش از صبح وا ای باغبان مت کر
اڑا لیتی ہو مٹی بھی صبا اک چور یادی ہے

کوئی صورت نہین اس گھر سے اب تیرے نکلنے کی
قیامت کی ہو جن نے آرسی تجکو دکھادی ہے

مجھے منظور کیا ہے زلف خال و خط خوبان سے
خدا نے دیکھنے کی اسنے آنکھو نکو لگادی ہے

کجی دہن اس وادی مین گمراہی کے باعث ہے
سلیم الطبع کو تو پاؤ نو نکا ہر نقش ہادی ہے

بے خیال نہ کیون ایسے ماہ طلعت کا
اندھیرے گھر کا ہمارے وہی اجالا ہے

دونکو کہتے ہین ہوتی ہو راہ آپسمین
طریق عشق بھی عالم سے کچھ نرالا ہے

ہزار بار گھڑی بھر مین میر مرتے ہین
انھون نے زندگی کا ڈھب ینا نکالا ہے

بے مہر و وفا ہے وہ کیا رسم وفا جانے
الفت سے محبت سے مل بیٹھنا کیا جانے

دل ڈھڑکے ہی جاتے کچھ تنجا نیسے کہے کو
اس راہ مین مٹی آوے کیا ہمکو خدا جانے

ہی محو رخ اپنا تو اپنی ہی مین ہر ساعت
صورت ہو جو کچھ دلکی سو تیری بلا جانے

کچھ بندھی مٹھی اس باغ مین کہ گذری ہے
جو زخم جگر اپنے جون غنچہ چھپا جانے

کیا سینے کو جلنے کو ہنس ہنس کے اڑاتا ہون
جب لگ کوئی گھر کو اسطور لگا جانے

مین مٹی بھی لیجاؤن دروازہ کی اسکے تو
اس در محبت کی جو کوئی دوا جانے

اپنے تئین بھی کھانا خالی نہین لذت سے
کیا جانے ہوس پیشہ چکھے تو مزا جانے

یون شہر مین میر کے آزاد ہندے ہین
تب جانیے جب کوئی اس ڈھب سے سنا جانے

کیا جانون رکھو روز یاد رو پیو شب کو
کردار وہی اچھا تو جسکو بھلا جانے

آگاہ نہین انسان اے میر نوشتے سے
کیا چاہیے ہے پھر جو طالع کا لکھا جانے

کوئی ہو دل کھنچے جاتے ہین ادھر
فضولی ہو تجسس یہ کہ کیا ہے

مرونگا اسمین پارہ جاؤن جیتا
یہی شیوہ مرا مہر و وفا ہے

صبا اُدھر گل اُدھر سرو اُدھر
اسیکے باغ مین اب تو ہوا ہے

تماشا کردنی ہے داغ سینہ
یہ پھول اس تختے مین تازہ کھلا ہے

ہزارون اُن نے ایسی کی ادائین
قیامت جیسے ایک اسکی ادا ہے

جگر افسوس کی ہے بعد چندے
ابھی تو دل ہمارا بھی بجا ہے

قطعہ

جو چپکے ہون کہے چپکے ہو کیون تم
کہو جو کچھ تمھارا مدعا ہے

سخن کرنے تو ہوئے حرف زن ہون
بس اب منھ موندے مین نے سنا ہے

قطعہ

کب اُس بیگانہ خو کو سمجھے عالم
اگرچہ یار عالم آشنا ہے

نہ عالم مین ہے نے عالم سے باہر
یہ سب عالم سے عالم ہی جدا ہے

لگا مین گرد سر پھرنے تو بولا
تمھارا میر صاحب سر پھرا ہے

دیوانگی مین گاہ ہنسے گاہ رو چکے
وحشت بہت تھی طاقت دل ہا کھو چکے

جیکو بچارہ کھینگے تو جائینگے من غش مین

ہر چند میر صاحب قبلہ ہین منکرے

دل شتاب سن ستم عشرت سے اٹھایا چاہیے
ایکدن نہ کر سباط ناز جایا چاہیے

یہ قیامت اور جی پر کل گئے پاے زمین
دل خرم خاشاک گلشن سے لگایا چاہیے

خانہ سازدین جو ہو واعظ سو یہ خانہ خراب
اینٹ کی خاطر جسے مسجد کو ڈھایا چاہیے

کام کیا بال ہما سے تیر شہ سے کیا غرض
سر پر اک دیوار ہی کا اسکے سایا چاہیے

آستانہ پر خانقہ کے بہت مغرور ہین
مست ناز ادھر اُس سے یکبار لایا چاہیے

کیا رہا یون ہی مین پڑے رہیگا سائیکی روس
اپنے ہوتے ابکی موسم گل کا آیا چاہیے

یہ ستم تازہ کہ اپنی نا کسی پر کر نظر
جن سے بگڑا چاہیے اُنسے بنایا چاہیے

جی نہین رہتا ہے ٹک ناچار ہمکو اسکی اور
گرتے پڑتے ضعف مین بھی وزر جایا چاہیے

گاہ برقع پوش ہو گہ مو پراگندہ کرو
تمکو ہمسے منھ بہر صورت چھپایا چاہیے

وہ بھی تو ٹک دست و تیغ اپنے کی جاتی قدر میر
زخم سارے ایک دن اسکو دکھایا چاہیے

عشق مین ذلت ہوئی خفت ہوئی تہمت ہوئی
آخر آخر جان دی یار دن سے یہ صحبت ہوئی

عکس اس بے دید کا تو متصل پڑتا تھا صبح
دن چڑھے کیا جانون آئینے کی کیا صورت ہوئی

ہو نکتی ہیں سدہ بلکیں کہیں دو تیکی
تنکو سنے رکے ہے کب دریا جو بہا چاہے

جب تو نے زبان چھوڑی تب کاہیکا عزر نہ ہے
بے صرفہ کہو کیون نہ جو کچھ کہ کہا چاہے

دل جانے ہے جون رقعۂ شبنم نے کہا گل سے
اب ہم تو چلے یا نسے رہ تو رہا چاہے

خط سم زمانہ تھی ہمنے بھی لکھا اسکو
تہ دلکی لکھے کیونکر عاشق جو لکھا چاہے

رنگ گل و بوی گل ہوتے ہین ہوا دونون
کیا قافلہ جاتا ہے جو تو بھی چلا چاہے

ہم میر ترا مرنا کیا چاہتے تھے لیکن
رہتا ہے ہوے بن کب جو کچھ کہ ہوا چاہے

انکھ بونکو اسکی خاطر خواہ ایونکر دیکھیے
سو طرف جب دیکھ لیجے تب ٹک ادھر دیکھیے

گرچہ زردی رنگ کی بھی ہجر ہی سے ہو لے
منھ مرا دیکھو ہو کیا یہ کوفت جی پر دیکھیے

ابکی گل ہم بے پرونکا اور چشمک ان ہے زور
اور دل اپنا بھی جلتا ہے بہت پھر دیکھیے

آتے ہو جب جہان یان آنکھو نمین آ رہنے ہوا
دیکھیے ہمکو تو یون بیمار مضطر دیکھیے

اشک بر سرخی ابھی سے ہو تو آگے ہمنشین
رنگ لاوے کیسے کیسے دیدۂ تر دیکھیے

دیر و کبھے سے بھی ٹک جھپکی نہ چشم شوخ یار
شوق کی افراط سے تا چند گھر گھر دیکھیے

پر ہے یون سینہ گہر کی گنج مین تو حسن کیا
عشق جب ہو تب گلے کو زیر خنجر دیکھیے

برسون گذرے خاک ملتے منھ پر آئینے کی طور
کیا غضب ہو آنکھ اٹھا کر ٹک تو ادھر دیکھیے

قطعہ

گہ سرگذشت آنی فرہاد کی نکالے — مجنون کا گاہ قصہ بیٹھا کہا کرے ہے

ایک آفت زمان ہے یہ میر عشق پیشہ
پردے مین سارے مطلب اپنے ادا کرے ہے

یارین تلخ زندگانی تھی — دوستی مدعی جانی تھی
سر سے اسکے ہوا گئی نہ کبھو — عمر برباد یونہین جانی تھی
لطف پر اسکے ہمنشین مت جا — کبھو ہم پر بھی مہربانی تھی
ہاتھ آتا جو تو تو کیا ہوتا — برسون تک ہمنے خاک چھانی تھی
شیب مین فائدہ تامل کا — سوچنا تب تھا جب جوانی تھی
میرے قصے سے سب کی گئین نیندین — کچھ عجب طور کی کہانی تھی
عاشقی جی ہی لے گئی آخر — یہ بلا کوئی ناگہانی تھی
اس رخ آتشین کی شرم سے رات — شمع مجلس مین پانی پانی تھی
پھر سخن نشنوی ہے ویسے ہی — رات ایک آدھ بات مانی تھی
کوئی قاتل سے بچ کے نکلا خضر — واسی مین اوسکی زندگانی تھی
فقر پر بھی تھا میر کے اک رنگ — کفنی پہنے سو عفرانی تھی

مشتاق ہم جو ایسے سو ہم ہی بے پردا
جب بسط رقعے نکلے تب منھ کو لپیٹ دھانکے

ہو پر غبار عالم جانا ہے یا نسے اچھا
اس خاکدانیں پر کر کیا کوئی خاک پھانکے

کل باغمیں گئے تھے روئے چمن چمن ہم
کچھ سرو میں جو پائے انداز اس جو انکے

جانان کی وہ سی آنکھیں جس بت کی لگ رہی ہیں
رفتہ ہیں لوگ سارے یاں پاؤں کے نشانکے

جیسا زہ کش رہی ہے اے میر شوق سے تو
سینے کے زخم کے کہ کیونکر رہیں گے ٹانکے

برسوں ہوئے گئے ہوئے اس کو بام سے
کاہش مجھے جو ہے وہی ہونی ہے شام سے

تڑپے اسیر ہوتے جو ہم یک اٹھا غبار
سوجھا نہ ہم کو دیر تلک چشم دام سے

دنبال ہر نگاہ ہے صد کارواں اشک
برسے ہے چشم اپنی بھی دھوم دھام سے

محو اس دہان تنگ کے ہیں کوئی کچھ کہو
رہتا ہے ہمکو عشق میں کام اپنے کام سے

یوسف کے بیچے خوار زلیخا عبث ہوئی
کب صاحبی ہی ہوتی ہے ایسے غلام سے

لڑکے ہزار جھولی میں پتھر لیے ہیں ساتھ
مجنوں پھرے ہے کاہیکو اس اژدھام سے

وہ نازسے چلے لوکہیں حشر ہو چکے
پھر بحث آپڑی ہے اسیکے خرام سے

جھک جھک سلام کرنیسے سرکش ہوا وہ اور
ہو بیٹھے نا امید جواب سلام سے

وے دن گئے کہ رات کو یک جا معاش تھی
آتا ہے اب تو ننگ اسے میر کام سے

ٹھہرے ہے چرخ پیلی پہ انجم کی چشم شوخ
اس قصر میں لگا جو کیا لاجورد ہے

کس سے جدا ہوئے ہیں کہ ایسے ہیں دردمند
منھ میر جی کا آج نہایت ہی زرد ہے

وہ کمان دھوم جو دیکھے گئے چشم تر سے
ابر کیا کیا اٹھے ہر گام سے کیا کیا برسے

ہو برافروختہ وہ بت جو نے احمر سے
آگ نکلی ہے تماشے کے تئیں پتھر سے

ڈھب کچھ اچھا نہیں برہم زدن مژگاں کا
کاٹ ڈالیگا گلا اپنا کوئی خنجر سے

تھا نوشتے میں کہ یوں سوکھ کے مرے آیمن
استخواں تن پہ نمودار ہیں سب مسطر سے

یا تو دس گز کی زبان ہم بھی تباں رکھتے ہیں
بات کو طول نہیں دیتے خدا کے ڈر سے

سیر کرنے جو چلے ہے کبھو وہ فتنہ خرام
شہر میں شور قیامت اٹھی ہر ہر گھر سے

عشق کے کوچہ میں پھر پاؤں نہیں رکھنے کو ہم
ابکی ٹل جاتی ہے کلول یہ اگر سر سے

مہر کی اس سے توقع غلطی اپنی تھی
کبیں دلداری ہوئی بھی ہو کسو لبر سے

کوچۂ یار ہے کیا طرفہ بلاخیز مقام
آتے ہیں فتنہ و آشوب چلے اودھر سے

ساتھ سونا جو گیا اسکا بہت دل تڑپا
برسوں پھر میر بہ پہلو نہ لگے بستر سے

مرا دل پیر مرشد ہو مجھے ہے اعتقاد اس سے
فراموش آپ کو کرنا محبت میں ہے یاد اس سے

چشمے کہیں ہیں جوشاں جوبن کہیں ہیں جاری
آثار اب تلک ہیں یار و تمکے چشم تر کے

رہنے کی اپنی جا تو نے دیر ہے نہ کعبہ
اٹھے جو اُسکے در سے تو ہو جیے کدھر کے

اس شعر و شاعری پر اچھے بندھے نہ ہمسے
محو خیال شاعر یوں ہی ہیں اُس کمر کے

دنیا مین ہے بسیرا یارو سرائے کا سا
یہ رہروان ہستی عازم ہین سب سفر کے

وے یہ ہی چھاتیان ہین خمونسے جو بھرے ہین
کیا ہے جو بولا ہوس نے دو چار کھائے جھڑکے

نہ ہیجدی کی اپنی کیا کچھ دری دھری ہے
ہم بے خبر ہوئے ہین پہونچے کسو خبر کے

اس آستانکی دوری اس دلکی ناصبوری
کیا کہیے آہ غمسے گھر گے ہوے نہ در کے

خاک ایسے عاشقی مین ٹھکرائے بھی گئے گل
پاؤن کنی سے اُسکی پر میر جی نہ سر کے

ہم نہ کہتے تھے رسیگا ہم مین کیا یانسے گئے
سو ہی بات آئی اٹھی اس پاس سے جانسے گئے

کیا بجز دہتا ہمارا کچھ رکھے ہے اعتبار
آپ مین آئے کہ بھولے ہم تو ہمانسے گئے

جب تلک ہنا بنا دلتنگ غنچے سے رہے
دیکھیے کیا گل کھے گا اب گلستانسے گئے

کیا غزالون ہی کو ہم سے وحشت بسیار ہے
کوہ بھی نالان ہے جب ہم بیابانسے گئے

لائی آفت خانقاہ و مسجد او پردہ نگاہ
صوفیان دیں سے گئے سب پیشوا یانسے گئے

دور کر خط کو کیا چہرہ کتابی ان نے صاف
اب قیامت ہے کہ ساری حرف قرآنسے گئے

شمس و قمر کے دیکھے جی اُسمین جا رہے ہے
اُس دلفروز کی بھی رخسار ایسے ہی تھے

دامن کے پاٹ سارے تختے ہوئے چمن کے
بس لے سرشک خونین در کار ایسے ہی تھے

لوہو نہ کیون رلاے انکا گداز ہونا
یہ دل جگر ہمارے غمخوار ایسے ہی تھے

ہر دم جراحت آسا کب بنتے تھے ٹپکتے
یہ دیدۂ نمین کیا خونبار ایسے ہی تھے

آزار دہ دلونکا جیسا کہ تو ہے ظالم
اگلے زمانیمین بھی کیا یار ایسے ہی تھے

ہو جاے کیون نہ دوزخ باغ زمانہ ہم پر
ہم بے حقیقتون کے کردار ایسے ہی تھے

دیوار سے ٹپک سر مین جو موا تو بولا
کچھ اس ستمزدہ کے آثار ایسے ہی تھے

اک حرف کا بھی اونکو دفتر ہے گر دکھانا
کیا کہیے میر جی کے بستار ایسے ہی تھے

کچھو سر اُسطرف آکر جو چھاتی کوٹ جاتا ہے
خدا شاہد ہے اپنا تو کلیجہ ٹوٹ جاتا ہے

خرابی دلکی کیا انبوہ درد و غم سے پوچھو ہو
وہی حالت ہے جیسے شہر لشکر لوٹ جاتا ہے

خلش اُس تگ آئی ہیجو دی عشق مین دلکے
نشے مین مست سے جیسے کہ شیشہ پھوٹ جاتا ہے

نہ یون ہو کہ اٹھ جاؤن کہ پھر فسوس کی جاگہ
جب ایسا طائر خوش لہجہ پھنس کر چھوٹ جاتا ہے

نہین کچھ عقل مین آتا کہ دیوانہ سا میر اُدھر
کچھو آتا جو ہے گدھر کو مارے روٹھ جاتا ہے

وہ گئے تھے جاکر ابھی تو اس گلی مین سے پکار
چپکے چپکے میر جی تم اٹھ کے پھر کدھر چلے

غیرت سے دیکھ جس جا بیان کو گہر بنی ہے
پر دیدہ چشم ڈھکنے دیوار و در بنی ہے

ہین دل گذار جسکے کچھ چیز مال دے ہین
ہوتی ہین ملتفت تو پھر خاک زر بنی ہے

شب جوش غم سے جسدم لگتا ہو دل تڑپنے
ہر زخم سینہ اس دم یک چشم تر بنی ہے

یان ہر گھڑی ہماری صورت بگڑتی یہ گی
چہرہ ہو وان اٹھونگا دود و پہر بنی ہے

ٹک رک کے صاف طینت نکلی ہو اور کچھ ہو
پانی گہر ہو جو ہووے تو پھر گہر بنی ہے

ہو شعبدہ کے فن مین کیا دست میکشونکا
زاہد اٹھونگا جا کر آدم سے خر بنی ہے

نکلے ہے صبح ہی یہان صندل ملے جبین کو
عالم مین کام کسکا بے در دسر بنی ہے

سائے کیونکے اہ دل ہو جائیگی تلافی
صحبت ہماری اسکی ٹک بھی اگر بنی ہے

ہر یک سے ڈھب جدا ہے سارے زمانیکا بھی
بنتی ہے جس کسو کی یک طور پر بنی ہے

برسون لگے ہے ہین جب مدرسہ کی آنکھین
تب کوئی ہمسا صاحب صاحب نظر بنی ہے

یاران دیر و کعبہ دونون بلا رہے ہین
اب دیکھین میر اپنا جانا کدھر بنی ہے

یک عمر دیدہ ہائے ستمدیدہ تر رہے
آخر کو پھوٹ پھوٹ بھی قہر گر رہے

لوگی کھلاے جاتی ہو نزاکت ہاے رے
ہاتھ لگتے میلی ہوتی ہو لطافت ہاے رے

یارب پرواو مغتر اور میں بے اختیار
پیش کچھ جاتی نہیں منت سماجت ہاے رے

سختی کھینچی کوہکن نے قیس نے رنج و تعب
کیا گئی برباد ان یارو نکی محنت ہاے رے

شور اٹھتا ہو جو ہوتی جلوہ گر ہونے سے
بیچنا قد کا بلا آفت قیامت ہاے رے

خانقہ والی ہو کچھ تنہا نہیں الفت میں خوار
کیسوں کیسو نکی گئی ہے ہفت خرابات ہاے رے

عشق میں افسوس سا افسوس اپنا کر چکے
زیر لب کہتے ہے ہم ایک مدت ہاے رے

رہ بجھے ہی کے ہے قابل یار کی ترکیب میر
واہ واری چشم و ابرو قد و قامت ہاے رے

رشتہ کیا ٹھہریگا یہ جیسے کہ مو نازک ہے
چاک دل پلکو نسے مت سی کہ مو نازک ہے

شاخ گل کا بیکا اس لطف سو لچکے ہے کہیں
لاگ والا کوئی دیکھے تجھے تو نازک ہے

چشم انصاف سو رفع کو اٹھا دیکھو اسے
گل کے منھ سے نو گئی پردہ رو نازک ہے

لطف کیا دیو یے تھین نقش حصیر درویش
بوریا پوشون سے پوچھو نو یہ تو نازک ہے

بیرہ کھاتا ہے تو آتا ہو نظر بان کا رنگ
کسقدر ہاے رے وہ جلد گلو نازک ہے

گل سمجھکر نہ کہین بیکلی کرنے لگیو
طبل اُس لالۂ خوشرنگ کی خو نازک ہے

رکھی تا چند خیال اس سر پہ ستر کا میر
دل تو کا پنا ہی کرے ہو کہ سبو نازک ہے

ہین پانوُن اُسکے نازک گل برگ سے بجا ہے
عاشق جو رہگذر ہین آنکھونکے تئین بچھاوے

یون خاک منہ پہ ملکر کبتک پھرا کرونگین
یارب زمین پھٹے تو یہ رو سیہ سماوے

اے کاش قصہ میرا ہر فرد کو سناوے
تا دل کسو سے اپنا کوئی نہ نہان لگاوے

ترک بتان کا مجھسے لیتے ہین قول یونہین
کیا اللہ ہاتھ اٹھاؤن گو ہمین جان جاوے

عاشق کو مرکے ہی بنتی ہے عاشقی مین
کیا جان جسکی خاطر شرمندگی اٹھاوے

جبمین بگڑ رہا ہے تب میر چپ ہو بیٹھا
چھیڑو ابھی تو کیا کیا باتین بنا کے لاوے

تجھ کنے بیٹھے گھٹا جاتا ہے جی
کاہشین کیا کیا اٹھا جاتا ہے جی

یونتو ہر ویسے پڑے رہتے ہین ہم
پر وہ آتا ہے تو آجاتا ہے جی

ہاے اسکے شربتی لب سے جدا
کچھ تباسا سا گھلا جاتا ہے جی

اپکی اوسکی راہ مین جو ہو سو ہو
یاد بھی آتا ہے یا جاتا ہے جی

کیا کہین تمسے کہ اُس شعلہ بغیر
جی ہمارا کچھ جلا جاتا ہے جی

عشق آدم مین ہمین کچھ چھوڑتا
ہولے ہولے کوئی کھا جاتا ہے جی

اٹھ چلے پر اُسکے غش کرتے ہین ہم
یعنی ساتھ اُسکے چلا جاتا ہے جی

آنہین پھرتا وہ مرے وقت بھی
حیف ہے اسمین رہا جاتا ہے جی

چوتھی

چلی یہان سے مسکی پھر آنکھین مین چمکین | جب پیرہن گل بھی اس کوچے سے نکلس جاوے

ہے میر عجب کوئی درویش برشتہ دل
بات اسکی سنو تم چھاتی بھی بھلس جاوے

میر دریا ہے سنی شعر زبانی اُسکی
اللہ اللہ رے طبیعت کی روانی اُسکی

خاطر بادیہ سے دیر مین جاویگی کہین
خاک مانند بگولے کے اُڑانی اُسکی

ایک ہی جمد مین اپنے وہ پراگندہ مزاج
اپنی آنکھو مین نہ آیا کوئی ثانی اُسکی

منھ تو بوچھار کا دیکھا ہے برستے تمنے
اسی انداز سے تھی اشک فشانی اُسکی

بات کی طرز کو دیکھو تو کوئی جادو تھا
پر ملی خاک مین کیا سحر بیانی اُسکی

کرکے تعویذ رکھین اُسکو بہت بھاتی ہے
وہ نظر بانون پہ وہ بات دوانی اُسکی

اُسکا وہ عجز تھا را یہ غرور خونی
غلطین اسنے بہت کین پہ نہ مانی اُسکی

کچھ لکھا ہے تجھو میر برگ پر اوسرشک بہار
رقعہ وارین ہین بے اوراق خزانی اسکی

سرگزشت اپنی کس اندوہ سے سب کہتا تھا
سوگئے تم نہ سنی آہ کہانی اُسکی

مزہ وے لے گئی کہکے دیے لوگون کو
شہر دلی مین ہو سب پاس نشانی اُسکی

میان سے نکلی ہو پڑتی تھی تمھاری تلوار
کیا عوض چاہ کا تھا خصے جانی اسکی

آپلے کی سی طرح ٹیس لگی پھوٹ بھی
دردمند مین گئی ساری جوانی اُسکی

غزلیات

تک گریبانمین سر کو ڈال کے دیکھے
دل بھی داغ وسیع صحرا ہے

دلکشی اُسکے قد کی سی معلوم
سرو بھی یون جوان رعنا ہے

دست و پا گم کیے ہین تو نے میر
بیتری بے طاقتی سے پیدا ہے

وہی شورش ہے پر بھی ہو تک سایہ سان میرے
ہمارے آشیانمین جلے ہین استخوان میرے

عزیزان عم مین اپنے یوسف گم گشتہ کی ہر دم
چلے جاتے ہین آنسو کاروان رکاروان میرے

تمھاری دشمنی ہم دوستون سے لانہایت ہے
وگرنہ انتہا کینے کو بھی ہے مہربان میرے

لب دلبہ غزلخوانی کا کسیکو آجکل ایسا
گھڑی بھر کو ہوئی مرغ چمن ہمداستان میرے

نظر تسکے پری پر کر کہ آنسو ڈھلکے جان پھر ہون
ہوے پرواز کے قابل یہ ٹوٹے پر جہان میرے

کہان تک سر کو دیوارون سے یون مارا کرے کوئی
رکھو نمین اس پہ پیشانی نصیب ایسے کہان میرے

مجھے پامال کر یکسان کیا ہے خاکسے تو بھی
وہی ہتا ہو صبح و شام دے آسمان میرے

خزان کی یاد سے حضرت مین گلشن کے تطاول تھا
تبرک ہو گئے یکدست خار آشیان میرے

کہا میر شوخی مین طفلان تہ بازار کی کیا کیا
سخن مشتاق ہین اب شہر کے پیر و جوان میرے

زمین سر پر اٹھائی لبکے رفتار رنگین سے
خرامان ناز سے ہو تو ہی اے سرو روان کہے

سخن کیا میر کہیے حسرت واندوہ حرمان سے

جیسے دیکھا اسکو ہمنے جی ڈہا جاتا ہے میر
اس خرابی کے تئیں چشم رو سیہ پانی ہوئے

جنون کا عبث میرے مذکور ہے — جوانی دیوانی ہے مشہور ہے
کہو چشم خونبار کو چشم تر — خدا جانے کب کا یہ ناسور ہے
فلک پر جو مہ ہے تو روشن ہے یہ — کہ منہ سے ترے نسبت دور ہے
گرا شاہ دو نون ہین دل باختہ — عجب عشق بازی کا دستور ہے
قیامت ہو گا جو رفع حجاب — نہ بے مصلحت یا مستور ہے
ہم اب ناتوانون کو مرنا ہے صرف — نہین وہ کہ جینا بھی منظور ہے
ستم مین ہمارے قسم ہے تمھین — کر و صرف جتنا کہ مقدور ہے
نیاز اپنا جس مرتبے مین ہے یان — اُسی مرتبے مین وہ مغرور ہے
ہوا حال بندے کا گو کچھ خراب — خدائی ابھی اُسکی معمور ہے

گیا شاید اُس شمع رو کا خیال
کہ اب میر کے منہ پہ کچھ نور ہے

آج کچھ بیحجاب ہے وہ بھی — کیا ہی مست شراب ہے وہ بھی
مین بھی جلتا نہین جدا دل سے — دور مجھ سے کباب ہے وہ بھی

کیا جانو چشم تر سے اُدھر دل پہ کیا ہو
کسکو خبر ہے میر سمندر کے پار کی

جب نسیم سحر ادھر جائے
ایک سنا ہٹا گذر جا ہے

کیا اس آئینہ رو سے کہیے ہائے
وہ زبان کر کے پھر مکر جا ہے

جب سے سمجھا کہ ہم چلاؤ ہیں
حال پرسی تک آ کے کر جا ہے

وہ کھلے بال سووے ہے شاید
رات کو جی مرا بکھر جا ہے

دور اگرچہ گیا ہوں میں جی سے
کب وطن میرے یہ خبر جا ہے

وہ اگر جیت چڑھا رہا الیا
آجکل جی سے مہ اُتر جا ہے

جی نہیں میر میں بنو لو تند
بات کہتے ابھی وہ مر جا ہے

نہ دیدہ نگہ کرنا پھر آنکھ ملانا بھی
اس لوٹنے دامن کو پاس آ کے اٹھانا بھی

یا مالی عاشق کو منظور رکھے جانا
بھر چال کڈھب چلنا ٹھوکر نہ لگانا بھی

برقع کو اٹھا دینا پردے ہی چہرے سے
کیا منھ کو چھپانا بھی کچھ جھمکی دکھانا بھی

دیکھ آنکھیں مری نیچے اک مارنا پتھر بھی
ظاہر میں سنانا بھی پردے میں جتانا بھی

صحبت ہے یہ ویسی ہی اے جان کی آسائش
ساتھ آن کے سونا بھی پھر منھ کو چھپانا بھی

اس تنگنا ہ دہر مین تنگی نفس نے کی
جون صبح ایکدم ہی ہے ہم جو یان رہے

اک قافلے سے گرد ہماری نہ ٹک اٹھے
حیرت ہے میر اپنے تئین ہم کہان رہے

کیا حال بیان کرے عجب طرح پڑی ہے
وہ طبع تو نازک ہو کہانی یہ بڑی ہے

کیا فکر کرو نین کہ سٹے آگے سے کردون
یہ گاڑی مری راہ مین بیڈول اڑی ہے

ہو چشمک انجم طرف اس مہ کے اشارا
دیکھو تو میری آنکھ کہان جا کے لڑی ہے

کیا اپنی شرر ریزی کہین پلکون کے صف کی
ہم جانتے ہین ہم پہ جو یہ بار چڑھی ہے

وہ دن گئے جو پہرون لگی رہتی تھین آنکھین
اب یان ہمین مہلت کوئی پل کوئی گھڑی ہے

ایسا نہوا ہو گا کوئی واقعہ آگے
اک خواہش دل ساتھ یہ جی گھبری ہے

کیا نقش مین مجنون ہو کہ تھی رنگی عشق
لیلے کی بھی تصویر تو حیران کھڑی ہے

جاتے ہین ہمارے چلے متصل آنسو جو
ہر تار نگہ آنکھو نہین موتی کی لڑی ہے

کھینچتا ہے نہین ہمسے قدم خم شدہ ہرگز
یہ سست کمان ہاتھ پر اب کتنے لڑی ہے

گل کھاتے ہین اوراق طرب عشق مین اسکے
اب ہاتھ مراد دیکھو تو پھولونکی چھڑی ہے

وہ زلف نہین منعکس دیدۂ تر میر
اس بحر مین اشعار سے زنجیر پڑی ہے

نہ بھائیں تجھے میری باتیں وگرنہ
رکھی دھوم شہر و نہیں اس گفتگو نے

رقیبو نسے سر جوڑ بیٹھو ہو کیون کر
ہمیں تو نہیں دیتے ٹک پانوں چھونے

پھر اس سال سے پھول سونگھا تہ مین نے
دیوا نہ کیا تھا مجھے تیری بو نے

مداوا نکرنا تھا مشفق ہمارا
جراحت جگر کے لگے دکھنے دونے

کڑھایا کسو کو کھپایا کسو کو
بُرائی ہی کی سب سے اُس خوبرو نے

وہ کسر اکہ ہے شور جسکا جہانمین
پڑی ہینگے اسکے محل آج سونے

تری چال بیڑھی تری بات روکھی
تجھے میر سمجھا ہے یان کم کسو نے

پٹہ بازی سے چرخ گردان کی
سر ہمارے ہین گوے میدان کی

جی کیا اُسکے تیر کے ہمراہ
تھی تواضع ضرور مہمان کی

ہین یہ مژگان و ابرو خنجر و تیغ
ترچھی پلکین تری بھوین بانکی

پھوڑ ڈالین گے سر ہی اُس در پر
منت اٹھتی نہین ہے دربانکی

سیر دامن سے گفتگو کریے
بات بگڑی لب گریبان کی

اُس بت شوخگی ہے طینت مین
دشمنی میرے دین و ایمان کی

آدمی سے ملک کو کیا نسبت
شان ارفع ہے میر انسان کی

دیدنی ہے شکستگی دل کی
کیا عمارت غموں نے ڈھائی ہے

ہو تصنع کہ لعل ہین وے لب
یعنی ایک بات سی بنائی ہے

دلسے نزدیک اور اتنا دور
کس سے او سکو کچھ آشنائی ہے

ہیستون کیا ہے کوہ کن کیسا
عشق کی زور آزمائی ہے

جس مرض مین کہ جان جاتی ہے
دلبرون ہی کی وہ جدائی ہے

یان ہوئے خاک سے برابر ہم
وہان وہی ناز خودنمائی ہے

ایسا موتی ہے زندۂ جاوید
رفتۂ یا تھا جب آئی ہے

مرگ مجنون سے عقل گم ہے میر
کیا دیوانے نے موت پائی ہے

سیر کی ہمنے ہر کہین پیارے
پھر جو دیکھا تو کچھ نہین پیارے

خشک سال وفا مین ایک مدت
پلکین لوہو مین تر رہین پیارے

یک نظر دیکھنے کی حیرت مین
آنکھین تو پانی ہو بہین پیارے

پہونچی ہے ضعف سے یہ حالت
جہان پہونچا رہا وہین پیارے

تجھ گلی مین رہے ہے میر اگر
دیکھین ہین جب نہ تب نہین پیارے

کب ملے میر ملک داروں سے
وہ گدائی شہ ولایت ہے

مطرب سے غزل میر کی کل مین نے پڑھائی
اللہ رے اثر شب کے تئین رفتگی آئی

اس مطلع جانسوز نے اوسکے لبونپر
کیا کہیے کہ کیا صوفیونکی چھاتی جلائی

خاطر کے علاقے کی سبب جان کھپائی
اس دل کی دھڑکنے سے عجب کوفت اٹھائی

گو اُس رخ مہتابی سے وان چاندنی جھٹکی
یان نگ شکستہ سے بھی چھٹتی ہو ہوائی

ہر بحر مین اشعار کہے عمر کو کھویا
اس گوہر نایاب کی کچھ بات بنائی

بھیڑ مین ٹلین اس بر و خمدار کے ملتے
لاکھون مین اُس اوباش نے تلوار چلائی

دل اور جگر جل کے مرے دونون ہوئے خاک
کیا پوچھتے ہو عشق نے کیا آگ لگائی

قاصد کے تصنع نے کیا دلکے تئین داغ
بیتاب مجھے دیکھکے کچھ بات بنائی

چھپکی ہے مری آنکھ لب لعل بتانسے
اسکے تئین یہ جانتی ہے ساری خدائی

مین پیر ہونچکے نہ کیا قصد حرم پھر
اپنی سے جرس نے کی بہت ہرزہ درائی

فریاد انھین رنگون ہے گلزار مین ہر صبح
بلبل نے مری طرز سخن صاف اڑائی

مجلس مین مرے ہوتے رہا کرتے ہو چپکے
یہ بات مری ضد سے تمھین کس نے بتائی

گردش مین جو ہین میر سو مہر ستارے
دن رات ہمین رہتی ہے یہ چشم نمائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان سوم

میرے مالک نے مرے حق میں یہ احسان کیا
خاک ناچیز تھا مین سو مجھے انسان کیا

اُس سر زلف کی خرابی ہوئی اے عشق دریغ
تو نے کس خانہ مطبوع کو ویران کیا

ضبط تھا جب تئین چاہت نہوئی تھی ظاہر
اشک نے یہ کے مرے چہرے پہ طوفان کیا

انتہا شوق کی وارکی جو صبا سے پوچھے
اک کف خاک کوئی اُن نے پریشان کیا

مجکو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب مین نے
درد و غم کتنے کیے جمع تو دیوان کیا

دین و دل کی غم کو آسان ناتوان مین لے گیا
یا محبت کہکے یہ بار گران مین لے گیا

دل اگر کہتا ہون تو کہتا ہے وہ پاگل ہی کیا
اپنے ہی دان کو ریا کے ملنے کا حاصل ہے کیا

جانتا باطل کسو کو یہ قصور فہم ہے
حق اگر سمجھے تو سب کچھ حق ہی بیان باطل ہو کیا

یان کوئی دن رات وقفہ کرکے قصد آنے کا کر
کاروان گاہ جہان رفتنی منزل ہو کیا

تک ہی ہین اُسکے سوہم تک ہی ہین ایک سے
دیدۂ حیران ہمارا دیدۂ بسمل ہے کیا

وہ حقیقت ایک ہی ساری نہین سب مین تو
آب سا ہر رنگ مین یہ اور کچھ شامل ہو کیا

چوٹ تیرے دلمین ایسی ہو کہ ہو نہین دم بخود
وہ کشندہ یونہین کہتا ہو کہ تو گھایل ہو کیا

کہتے ہین ظاہر ہے ایک ہی لیلے ہفت اقلیم مین
اس عبارت کا نہین معلوم کچھ محمل ہے کیا

ہم تو سو سو بار مرتے ہین ایک ایک نہین
عشق مین اُسکے گذرنا جان سے مشکل ہی کیا

شاخ پر گل یا نہا ل اُدھر جھکے جاتے ہین سب
قامت دلکش کا اسکے سرو ہے مائل ہو کیا

مرثیہ میرے بھی دل کا رقت آور ہے بلا
محتشم کو میر مین کیا جانون اور مقبل ہے کیا

ان دلبرونسے رابطہ کرنا ہے کام کیا
کر ایک سلام پوچھنا صاحب کا نام کیا

حیرت سے کھولیں چشم تماشا کہان کہان
حسن و جمال ایسا ہی اسکا حزام کیا

کی اک نگاہ گرم جہان اُنسے مل گئے
عاشق کو دلبرون سے سلام و پیام کیا

شکر خدا کہ سرزہ فولاد ہم نہین
کیا جانین سجدہ کہتے ہین کسکو سلام کیا

اڑ کر لگی ہے پانو سے تیرے لپٹ اسکی بیچار
بازی نہیں یہ صاحب جو کوئی بھلا ئیگا

اڑتی رہیگی خاک جنون کرتی دشت دشت
کچھ دست اگر یہ سر و سامان پائیگا

دعوے ہے اب وہ قاتل صد کینہ جو بہت
دیکھیں تو میر کے تئیں کوئی بچائیگا

وہ جو گلشن میں جلوہ ناک ہوا
پھول غیرت سے جل کے خاک ہوا

اوسکے دامن تلک نہ پہونچا ہاتھ
تھا سر دست جیب چاک ہوا

کس قدر تھا جلیب شیخ شہر
اسکے مرنیسے شہر پاک ہوا

ڈریے اُس شک خور کی گرمی سے
کچھ نہ رہے ہمسے جو تپاک ہوا

میر ہلکان ہو گیا تھا بہت
سو طلب ہی میں پھر ہلاک ہوا

کیا رفتے ہیں کو یوں آن کر کے مارا
مہر بت دگر سے طوفان کر کے مارا

تربت کا میری بوجہ آئینے سو کرے ہے
یعنی کہ اُن نے مجکو حیران کر کے مارا

بیگانہ جان اُن نے کیا چوٹ رات کو کی
منھ دیکھ دیکھ میرا پہچان کر کے مارا

پہلے گلے لگایا پھر دست جو اٹھایا
مارا تو اُن نے لیکن احسان کر کے مارا

اس مست عہد نے کیا کی تھی قسم مجھی سے
بہتوں کو ان نے عہد و پیمان کر کے مارا

اعجاز منہ تکے ہے ترے لب کے کام کا — کیا ذکر یان مسیح علیہ السلام کا
رقعہ ہمین جو آوے ہو سو تیر مین بندھا — کیا دیجیے جواب اجل کے پیام کا
کچھ سدھ سمھالتی ہو کبھی ان نے پگری پھیر — ممنون ہین نہین ہون جواب سلام کا
منہ دیکھو بدر کا کہ تری رو کشی کرے — تو یون ہی نام لے ہے کسو ناتمام کا
نوبت ہوا پنی جب سے یہی کوچ کا ہے شور — بجنا سنا نہین ہے کبھو یان مقام کا
کنج لب اُسکا دیکھ کے خاموش رہ گئے — یعنی کہ تھا مقام یہ ختم الکلام کا
اس رو دمو کے محو کو کیا روز گار سے — جلوہ ہی کچھ جدا ہے مرے صبح و شام کا
صاحب ہو مار ڈالو مجھے تم دگر نہ کچھ — جز عاشقی گناہ نہین ہے غلام کا

کب اقتدا ہو مجھسے کسو کی سوائے میر
بندہ ہون دل سے مین اسی سیّد امام کا

ہو نشان کیون نہ تیر خوبان کا — مجھ پہ تو وا ہوا ہے طوفان کا
ہاتھ زنجیرہ ہو جنون مین رہا — اپنی زنجیرۂ گریبان کا
چپکے دیکھو جھمکتے وے لب سرخ — ذکر یان کیا ہے لعل و مرجان کا
ایک اہن ہوا سکی کافر زلف — غم ہی رہتا ہے دین و ایمان کا
عمر آوارگی مین سب گذری — کچھ ٹھکانا نہین دل و جان کا

جو تیر چلا اسکا سو میر یطرف آیا
اس عشق کے میدان مین ہی تو شتابا تھا

جب تو نے نظر پھیری تب آگئی اسکی
مرنا تری عاشق کا مرنا کہ بہانا تھا

کب اور غزل کہتا یہ اس مین بن لیکن
پر دیمین مجھے اپنا احوال سنانا تھا

کہتا تھا کسو سے کچھ تکتا تھا کسو کا منھ
کل میر کھڑا تھا یان سچ ہے کہ دیوانہ تھا

سہل ایسا نتھا آخر جی سے مرا جانا تھا
ٹک رنجہ قدم کر کر مجھ تک اسے آنا تھا

کیا موکی پریشانی کیا پر دیمین نہانی
منھ یار کو ہر صورت عاشق سے چھپانا تھا

کذت سے نتھا خالی جانا نہ تیغ اسکے
اے صید حرم تجکو اک زخم تو کھانا تھا

کیا صورتین بگڑی ہین شتابی تو کی ہجر مین
اس چہرے کو اے خالق ایسا نہ بنانا تھا

مت سہل ہمین سمجھو پہونچے تھے بہم تب ہم
برسون تئین گردون جب خاک کو چھانا تھا

کیا ظلم کیا بیجا راجیون سے ان نے
کچھ ٹھور بھی تھی اسکی کچھ اسکا ٹھکانا تھا

ای شور قیامت اب حد سے قیامت ہے
خوابیدہ مری خون کو ظالم نہ جگانا تھا

ہوا باغ و بہار آیا گل پھول کہین پایا
جلوہ اسے یان اپنا صد رنگ دکھانا تھا

گنتے نہ تھے ہم وان سے پھر آچکے جیتے ہم
میر اس گلی مین تم کو زنہار نہ جانا تھا

عاشقونکی پامالی مین اسے اصرار ہے
چشمک سے کی ہی دلکش دیدمین آئی نہین

یعنی وہ محشر خرام اب پانوں پھیلانے لگا
گو ستارہ صبح کا بھی آنکھ جھپکانے لگا

کیونکر اس آئینہ رو سے میر ملے بیحجاب
وہ تو اپنے عکس سے بھی دیکھو شرمانے لگا

ضبط کرتے کرتے اب جو لب کو مین نے وا کیا
آنکھ پڑتی تھی تمھاری منہ چنبک چین تھا

سو بھی رہتا ہون یہ کہنا ہاے دل نے کیا کیا
کیا کیا تمنے کہ مجھ بیتاب سے پردہ کیا

گو رہی اُسکو جھجکائی عشق جسکے ہاتھ گیا
دیکھ خطی مجکو رستے بند ہو جاتے ہین اب

اس طبیعت بدشگون نے کسکے تئین اچھا کیا
عشق نے کیا کوچہ و بازار مین رسوا کیا

لوگ دل دیتے سنے تھے میر سو گذرا ہے جی
ایک اپنے طور پر ان نے بھی اک سودا کیا

سینہ کوبی ہے طپش سے ہم ہوا
آنکھین دوڑین خلق جا اُدھر گری
کیا لکھون رویا جو لکھتے جون قلم
ہم جو اس بن خوار ہین حد سے زیاد
آگیا یون ہی خزان وہ تو بھپھر

دل کے جانے کا برا ماتم ہوا
اٹھ گیا پردہ کہان اودھم ہوا
سب مرے نامے کا کاغذ نم ہوا
یار یا تک آن کر کیا گم ہوا
حشر کا ہنگامہ ہی برہم ہوا

مین گلستان مین اسکے عیش آشیان کیا — بلبل نے بھی نہ طور گلون کا بیان کیا
پھر اسکے ابرو مان کا خم و تاب ہے وہی — تلوار کے تلے بھی مرا امتحان کیا
دون کسکو دوستی دشمنی جانی تھی دشمنی — اس سو دسمین صریح مین نقصان جان کیا
گالی ہے حرف یار قلم نے قضا کی ہائے — صورت نکالی خوب دلی بدزبان کیا
اس جنس خوش کے پیچھے کھپا مین جو اُو کیا — مین نے کسو کا کیا کیا اپنا زیان کیا
اُسکے جہانا باد کے ایک شہر کرتے ناز — آجاتے ہین بغل مین اشارہ جہان کیا

مین منتظر جواب کا نامے کے مر گیا
ناچار میر جان کو اُدھر روان کیا

وفا تھی مہر تھی اخلاص تھا تلطف تھا — کبھو مزاج مین اسکے نہین تصرف تھا
جو خوب دیکھیو تو ساری وہی حقیقت ہے — چھپانا چہرے کا عشاق سے تلطف تھا
امیر عشق نہین بادخواہ خون رکھتے — ہمارے قتل مین اُسکو عبث توقف تھا
نہ پوچھو خوب ہی بدعہدیون کی مشق اسکو — ہزار عہد کئے پر وہی تکلف تھا

جہانمین میر سے کا ہیکو ہوتے ہین پیدا
سنا یہ واقعہ جن نے اُسے تاسف تھا

جو نہین ساتھ تھا کل لڑکون کا لشکر جہانمین تھا — چلی آتی تھی چاردن مادر سے پتھر جہانمین تھا

میر کو کتنے دنو نسے رہتی تھی بے طاقتی
رات دل تڑپا بہت شاید کہ مر کر رہ گیا

مجھ زار نے کیا گرمیِ بازار سے پایا
کبریتِ بمط جن نے لیا مجھ کو جلا یا

بیتاب نہ تیغ ستم دہر رہا ہیں
جب تک نہ گئی جان مجھے صبر نہ آیا

جانا فلکِ دوں نے کہ سرسبز ہوا ہیں
گر خاک سے سبزہ کوئی پژمردہ اُگایا

اس رخ نے بہت صورتیں لوگوں کی بگاڑیں
اس قد نے قیامت کا سا ہنگامہ اٹھایا

مت راہ سخن دے کہ پھر آپ ہی تو کہے گا
کیوں ہیں نے محبت کی عبث منھ کو لگایا

ہر چند کہ تھی بجھنے کی جا بے ترے لب
پر گا لیسان اپنی دین انھو نسے کہ رجھایا

گردش میں ہیں ہا کرتے ہیں ہم دیدہ ہیں ان کے
آنکھوں نے تری خوب سماں ہم کو دکھایا

کس رو زیہ اندوہ جگر سوز تھا آگے
کب شب لب و یارب بھی مری یو نہیں جذایا

دن جی کا لجھنے کی ہو جھگڑا ہیں کٹی ہے
رات اسکے خیالات سے رہتے ہیں، قضا یا

کیا کیے دماغ اسکا کہ گلگشت ہیں گل میر
گل شاخ سے جھک کے لے تھے پر منھ لگایا

جب گل کھلے ہی اپنے تئیں یار کی روسا
تب آنکھوں تلے میرے اُترتا ہے اندھیرا

تحقیق کروں کس سے حقیقت کے نشے کو
خضراب اسے کہتا ہے آتش کے موسا

کیا تم کو پیار سے وہ لے میر منہ لگائے
پہلے ہی چومے تم تو کا ٹو ہو گا لسکا

زار رکھا بیحال رکھا بیتاب رکھا بیمار رکھا
حال کھا کچھ بھی ہمنے عشق نے آخر مار رکھا

میلان اسکا تھا کاہیکو جا الفت کرتو نگ
اپنی طرف سے ہمنے ابتک سن ظالم سے پیار رکھا

عشق بھی ہم مین ہائے تصرف کیسے کیسے کرتا ہے
دلکو چاک جگر کو زخمی آنکھو نکو خونبار رکھا

کیا پوچھو ہو وینگے کابر فاضل کامل صاحب
عزت والے کیا لوگو نکو گلیو مین ان نے خوار رکھا

کام اس سے ایکطور پہ لیتے بیطور اسکو ہونے دیتے
حیف ہو میر سپہر دون نے ہمسے اسکو نہ یار رکھا

دل کی بات کہی نہ گئی سو دل ہی مین رہی
دل کی بات کہی نہ گئی سو دل ہی مین رہی

دل کی بات کہی نہ گئی سو دل ہی مین رہی

دل کی بات کہی نہ گئی سو دل ہی مین رہی

دل کی بات کہی نہ گئی سو دل ہی مین رہی

دیر مین جو مین گدایانہ گیا اُدھر گیا
شاہ جی کیسے کدھر سے آپکا آتا ہوا

کیا کہین حسرت لیے جیسے جہان سے کوئی جائے
یار کے کوچے سے اپنا اسطرح جانا ہوا

میر تیران جور کیشونکے جو کھائے بیشمار
چھاتی اب چھلتی ہے میری ہی جگر چھانا ہوا

کیا کہے حال کہین دل زدہ جا گرا اپنا
دل نہ اپنا ہے محبت مین نہ دلبر اپنا

دور بے یار مین ہے حال دل ابتر اپنا
ہمکو سو کوس سے آتا ہے نظر گھر اپنا

ایک گھڑی صاف نہین ہمسے ہوا یار کبھی
دل بھی جون شیشۂ ساعت ہو مکدر اپنا

ہر طرف آئینہ دار ہین ہے اسکے روکے
شوق سے دیکھیے منھ ہووے ہے کدھر اپنا

لب بلب بھر کے نہ اس گلکے کبھو ہم سوئے
نہ بساط خشک و خار ہے بستر اپنا

کسطرح حرف ہو ناصح کا موثر ہم مین
سختیان کھینچتے ہی دل ہوا پتھر اپنا

کیسی سوائی ہوئی عشق مین کیا نقل کرین
شہر و قصبات مین مذکور ہے گھر گھر اپنا

اُس گل ترکی قبا کے کہین کھوتے تھے بند
رنگون گلبرگ کے ناخن ہے معطر اپنا

تجھسے بیرحم کے لگ لگنے نہ دیتے ہرگز
زور چلتا کچھ اگر چاہ مین دل پر اپنا

پیش کچھ آؤ نہین ہم تو بین ہر صورت سے
مثل آئینہ نہین چھوڑتے ہم گھر اپنا

دل بہت کھینچتی ہے یار کے کوچے کی زمین
لوہو اس خاک پہ گرنا ہے مقرر اپنا

نہ کہا کچھ نہ آپھرا نہ ملا | کیا جواب ان مرے سوالونکا

دم نہ لے اسکی زلفون کا مارا
میر کاٹا جیے نہ کالون کا

احوال نپوچھو کچھ ہم ظلم رسیدونکا | کیا حال محبت کے آزار کشیدون کا
دیوانگی عاشق کی سمجھو نہ لباسی ہے | صد پارہ جگر بھی ہے ہم جامہ دریدونکا
عاشق ہے دل اپنا تو گلگشت گلستان | جدول کے کنارے کی نو بادہ دمیدونکا
ناچار گئے مارے میدان محبت مین | پایا نہ کیا چارہ کچھ اُسکے شہیدونکا
پتے کے کھڑکنے سے ہوتی ہے ہمین وحشت | کیا طور ہے ہم اپنے سائے سے رمیدونکا
کیا کیا نہ گیا اُس بن صبر اور دماغ و دل | رونق گئی بشر لیے پھر نور بھی دیدونکا

کرتے ہین پس از سالی دل شاد گلی تک کر
سو میر وہ ملنا بھی اب ترک ہے عیدونکا

سطح تھا جو ہاتھونمین تھا اسکے رخ گلفام کا | ہاتھ ملنا کام ہے اب عاشق بدنام کا
کچھ نہین عنقا صفت پر شہرۂ آفاق ہون | سیر کے قابل ہی ہونا ہین میرے نام کا
بھر کی آئین بڑی چھوٹی جو تک دیتے ہین کہین | اسمین کچھ نقصان ہونا تھا مگر ایام کا
رووُن یا دیر لف مین اسکے تو پھر تا رہون | صبح تک جاتا نہین ہے مینھ آیا شام کا

ہمیشہ التفات اسکی کسو کے بخت سے ہو گا
نہیں شہر سندہ مین تو اسکی لطف گاہ گاہ کا

برنگ کہربائی شمع اسکا رنگ جھمکی ہے
دماغ سیر اسکو کب ہو میری رنگ کا ہیکا

کڑھینگے عہد کے درویش سے اور کیا یارو
کیا ہے لڑکون نے دنیا انھونکو تاج شاہی کا

خراب احوال کچھ بکتا پھرے ہو دیر و کعبہ مین
سخن کیا معتبر ہے میر سے واہی تباہی کا

دیکھو مین اپنی رات کو خون ناب تھا سو تھا
جی دل کے اضطراب سے بیتاب تھا سو تھا

آکر کھڑا ہوا تھا بصد حسن جلوہ تاک
اپنی نظر مین وہ در نایاب تھا سو تھا

ساون ہرے نہ بھادون مین ہم سوکھے ابل درد
سبزہ ہماری پلکون کا سیراب تھا سو تھا

درویش کچھ گھٹا ہند ما ملک شاہ سے
فرقہ کلاہ پاس جو اسیاب تھا سو تھا

کیا بھاری بھاری قافلے یانسے چلے گئے
تجکو وہی خیال گران خواب تھا سو تھا

برسون سے ہو تفاوت و سجادہ و نہار
ہر سیل دل خیال گران خواب تھا سو تھا

ہم خشک لب جو رفتے رہے جوئین بہ چلے
پر میر دست عشق کا بے آب تھا سو تھا

ردیف بای

ماہ صیام آیا ہے کر قصد اعتکاف اب
جا بیٹھین میکدہ مین مسجد سے اٹھکے صاف اب

بجلی سی اک تجلی آئی تھی آسمان سے
آنکھین لگا رہے ہین اہل نظر ادھر سب
اس ماہ بن تو اپنی دکھ مین بسر ہوئی تھی
کل رات آگیا تو وہ دکھ گیا بسر سب

قطعہ

کیا فہم کیا فراست ذوق و بصر سماعت
تاب و توان طاقت یہ کر گئی سفر سب
منزل کو مرگ کے تھا آخر مجھے پہونچنا
بھیجا ہے مین نے اپنا اسباب پیشتر سب

دنیا مین حسن و خوبی میر ایک عجیب شے ہے
رندان و پارسایان جس پر کھین نظر سب

شیون مین شب کی ٹوٹی زنجیر میر صاحب
اب کیا مری جنون کی تدبیر میر صاحب
ہمسر کھنچتے تو وہ تیغ کھینچ نہ سکتے
اپنا گناہ اپنی تقصیر میر صاحب
کھنچتی نہین کمان اب ہمسے ہوا کل کی
باد سحر لگی ہے جون تیر میر صاحب
کب ہین جہانی کیسی اشعار شور آور
شاید کہ کچھ کہے ہین اب پیر میر صاحب

تم کس خیال مین ہو تصویر سے جو چپ ہو
کرتے ہین لوگ کیا کیا تقریر میر صاحب

سب آتش سوزندہ دلسے ہو جگر آب
بے صرفہ کرے صرف نہ کیون دیدہ تر آب
پھرتی ہے اڑی خاک بھی مشتاق کسو کے
سرمارکے کرتا ہے پہاڑون مین سر آب

بے سبب آتا نہیں اب مبدم عاشق کو غش
درد کھینچا ہی نہایت رنج اٹھایا ہی بہت

وادی و کہسار میں وتا ہوں ڈھونڈھتا مارا مارا
دلبران شہر نے مجکو ستایا ہے بہت

واہنیں ہوتا کسی سے دل گرفتہ عشق کا
ظاہر غمگین اسے رہنا خوش آتا ہی بہت

میر کم گشتہ کا ملنا اتفاقی امر ہے
جب کبھو پایا ہے خواہشمند پاتا ہی بہت

عجب نہیں ہے بچاتے جو میر چاہ کی ریت
سنا نہیں ہے مگر یہ کہ جو کی کسکی میت

مت ان نمازیونکو خانہ ساز دین جانو
کہ ایک اینٹ کی خاطر ڈھاتے ہینگے مسجد

غم زمانہ سے فارغ ہین مایۂ عجبگان
قمارخانۂ آفاق مین ہے بازیچت

ہزار شانہ و مسواک و غسل یکجا کرے
ہماری عنددئی مین تو ہے وہ جیب و بلپت

کسو کے بستر و سنجاب و قصر سے کیا کام
ہماری گور کی بھی ڈھیر مین مکان ہے میت

ہوئے ہین سوکھ کے عاشق طنبور یکے سے تار
رقیب یکھو تو گاتے ہین میٹھے اوری میت

شفق سے ہین رود و دیوار زرد شام و سحر
ہوا ہے لکھنؤ اس بگذر مین پیلی بھیت

کہا تھا ہمنے بہت بولنا نہین ہے خوب
ہمارے یار کو سواب ہمین ہے بات چیت

ملے تھے میر سے ہم کل کنار دریا پر
فتیلہ سوختہ جگر سوختہ ہی جیسے اہیت

منہ دکھاتی ہے آرسی ہر صبح
تو بھی اپنی تو ٹک دکھا صورت
خوب ہے چہرۂ پری لیکن
آگے اسکے ہی کیا بلا صورت

قطعہ

کب تلک کوئی جیسے صورت ہی
آوے پیاری بنا بنا صورت
ایک دن تو یہ کہہ کہ ملنے کے
تو بھی ٹھہرا کے کوئی لا صورت

حلقے آنکھوں نین پڑ گئے منہ زرد
ہو گئی میر بیری کیا صورت

وصل دلبر نہ تا بہ مقدور
مر چلے ہجر مین ہی یا قسمت
ایک بوسے پہ بھی نہ صلح ہوئی
ہمنے دیکھی بہت لڑا قسمت
شیخ جنت تجھے مجھے دیدار
وان بھی ہر ایک کی ہو جدا قسمت
پھول چن ہاتھ سے سنگھونگے دیے
زخم تیغ اُسنے اپنی تھا قسمت

کیا ازل مین ملا نہ لوگون کو
تھی ہماری بھی میر کیا قسمت

زخم جھیلے داغ بھی کھائے بہت
دل لگا کر ہمتو پچھتائے بہت
جب نہ تب جا گہہ سے ہم جایا کیے
ہم تو اپنی اور سے آئے بہت

ردیف تا

تری جستجو یار کی ہے عبث	یہ کوشش گنہگار کی ہے عبث

ہمین عشق مین میر چپ لگ گئی ہے
نہ شکر شکایت نہ حرف و حکایت

خدا جانیے ہو ویگی کیا نہایت	اجل تو ہے دل کے مرض کی ہدایت
سخن غم سے آغشتہ خون ہو لیکن	نہین لب مری آشنائی شکایت
نہین یہ گنہگار ملنے کے قابل	کرم کریے تو مہربانی عنایت
گیا آسمان پر جو نالہ تو کیا ہے	نہین یار کے دلمین کرتا سرایت

شب میر سے ملے ہم اک وہم رہ گیا ہے
اسکے خیال مین ہی اتو گیا بہت لٹ

کلیون کو تو نے چٹ پٹ او باغبان جو توڑا	بلبل کے دل جگر کو ظالم لگی ہے کیا چٹ
جی ہی ہٹے نہ میرا تو اسکو کیا کرو مین	ہر چند بیٹھتا ہون مجلس مین اُس سے ہٹ ہٹ
دیتی ہے طول بلبل کیا نالہ و فغان کو	دلکے الجھنے سے ہو یہ عاشقونکی پھٹ پٹ
مرنے نہ تھے ہم ایسے دریا پہ جب تھا تکیہ	اس گھاٹ گاہ و بیگہ رہنے لگا ہے جھٹ پٹ
رک رک کے دل ہمارا بیتاب کیون نہو دے	کثرت سے درد غم کی رہتا ہے سینہ جھٹ پٹ

کیا کہیں ہم کہ کٹے ہجر کے دن کیسے کٹے	کٹنی تھی کٹ گئی ہے کٹتے کٹتے
آرزو ہے کہ تجھے روبرو دیکھا کیجے	ٹک تو ہم کو نہ کبھی ٹالیے ٹلتے ٹلتے
حال کہنے کی کسے تاب اس آزار مین ہے	جی ہی جاتا ہے مرا جی کے سنبھلتے سنبھلتے
حال ابتر ہے مرا عشق کے آزار مین ہے	کہ نہ اٹھا ہے نہ بیٹھا ہے نہ چلتے چلتے
گرد میرے ہے سیہ روز شبستان فراق	ہم نہ نکلے ہے یہ گھر سے کبھی جلتے جلتے
تھا تو آرام بہت میر کو بیمار کے پاس	پر گئی جان ہی اس کے دم چلتے چلتے

فرہاد و قیس جس سے مجھے چاہو پوچھ لو
مشہور ہے فقیر بھی اہل وفا کے بیچ

آخر تو مین نے طول دیا بحث عشق کو
کوتاہی تم بھی مت کرو جور و جفا کے بیچ

آئے جو لب پر آہ تو مین اٹھ کھڑا ہوا
بیٹھا گیا نہ مجھسے تو ایسی ہوا کے بیچ

اقبال دیکھ اس ستم و ظلم و جور پر
دیکھون ہون جسکو ہو وہ اسی بیوفا کے بیچ

دل اس چمن مین ہتون سے میر لگا لے
بوے وفا بنالے کسو آشنا کے بیچ

جوش و خروش میر کے جاتے رہے سب
ہوتا ہے شور چاہنے کی ابتدا کے بیچ

ردیف ہای حطی

یاد آگیا تو بہنے لگین آنکھین جو کی طرح
کچھ آگئی تھی سرو چمن مین کسو کیطرح

چسپان قبا وہ شوخ سدا غصے ہی رہا
چین جبین سے اسکی اٹھائی لو کیطرح

گالی لڑائی آگے تو تم جانتے نہ تھے
اب یہ نکالی نمنے نئی گفتگو کیطرح

ہم جانتے تھے تازہ بنائی جہانکو لیک
یہ منزل خراب ہوئی ہے کبھو کیطرح

سرسبز ہم ہوئے نہ تھے جو زرد ہو چلے
اس کشت مین پڑے یہ ہماری نمو کیطرح

وہ دن کہان کہ مست سر انداز خم مین تھے
سر استو جو جڑا ہی شکستہ سبو کیطرح

تسکین دل کی کب ہوئی سیر چمن کیے
گو پھول دامین آگئی کچھ لے سکے کیطرح

ردیف واؤ

زمین پر مین جو پیچیدہ خط لکھا کرتے
مثل تیر پیکان جون مرغ پر لیتے

گرفت دل سے ناچاری ہے یعنی
رہا ہون بیٹھ مین بھی کر کے گھر بیٹھ

پھنسا دل زلف و کاکل مین نہ پوچھ
پڑا ہے ناگہ آکر بیچ مین سے

سب اوسکی ان نے عالم کی نظر بند

غزلیات ۲۸۳

چمن مین کہونگے ہم پارسی بستہ جا دین
بلبل از بسکہ دیوانہ و در بند

بہت پیکان ہے یار توشے
تمام آہن ہے پر اب جگر بند

ہو مین دونگی مانع بری پلکین
بندھا خاشاک سے سیلاب پر بند

کیا کیا جاے ان ہو مغون سے
ہماری لب گرہی ہے پیش شکر بند

سر بند دون نہ آپا ان وہ ادا پاس
پھولا ہو ٹوٹے پڑا ہے مشہر بند

نئی اوفات ہیگی دیکھا اپنی چشم کو شام و سحر
بیقرار رہتا تھا ہم وہ دست ہر بند

گریبان ہے وہ دست
فی استخوان ہون پہلوان میم

ہماری بان کو رہے نہ
بیان سہ نہ ہو تو ہی ہو یاد

ردیف ر

نہیں اسیر تو ہوتا ہے اپنا آشیانہ یاد — کشش دام کی دیکھے نہ کوشش صیاد
نہ دور مندی سے یہ راہ تم چلے ورنہ — قدم قدم پہ تھی یاں جائے نالہ و فریاد
ہزار فاختہ گردن میں طوق پہنے پھرے — اسے خیال نہیں کچھ وہ سرو ہے آزاد
جہاں میں اتنے ہی آشوب کیا رہینگے بس — ابھی پڑا لگے مرے خون بیگنہ سے زیاد
چمن میں اٹھتی ہیں سناٹے سے اے بلبل — جگر خراش تیرے نالے ہیں تیرے منہ سے زیاد
ثبات قصر و در و بام خشت و گل کتنا — عمارت دل درویش کی رکھو بنیاد
چمن میں یار ہمیں لیگئے تھے وا نہوئے — ہمارے ساتھ ہی غم ہی دل ناشاد
ہمیں تو مرنیکا طور اُسکے خوش بہت آیا — طواف آرہے جو ہیں نخل ماتم فریاد
نظر نہ کرتے طرف صید کے دم بسمل — یہ ظلم تازہ ہوا اُس کشندے سے ایجاد
چلے نہ تیغ اگر ہم نگاہ عجز کریں — ہماری اور نہ دیکھے خدا کرے جلاد
کب اُن نے دلمیں کر انصاف بھی یہ لطف کیا — وہی بے خشم وہی یا نسبے جا وہی بیداد
تمام رکھے بچاؤ ہیں اتو پھر بس مرگ — کہا کسنے تو کیا عرا اسمہ اسناد

اگرچہ گنج بھی ہے پر خرابیان ہیں بہت
نہ پھر خرابی میں اے میر خانمان آباد

عشق لو ہو پی گیا سب ہیمن ہے سو درد سر — پھول میری خاک سے نکلیں گے بھی تو زرد زرد

گیون گریبان کو پھرون پھاڑے میر
دامن اسکا تو کیا ہے چھوٹ کر

اے مرغ چمن صبح ہوئی زمزمہ سر کر — دم کھینچ تہ دل سے کوئی ٹکڑے جگر کر
وہ آئینہ رو باغ کی پھولونمین جو دیکھا — ہم رہ گئے حیران اسی منہ پہ نظر کر
ہے بیخبری مجکو تیرے دیکھے سے ساقی — ہر لحظہ مری جان مجھے بیخبر کر
جس جا سے سراپا مین نظر جاتی ہے اُسکی — آتا ہے مرے جی مین نہین عمر بسر کر
فرہاد سے پتھر پہ ہوئین صنعتین کیا کیا — دل جا کے جگر کا دمین کچھ تو بھی ہنر کر
پڑتی ہے نگاہ اُس شوخ کی ہوتا ہے وہ احوال — رہ جاوے ہے جیسے کہ کوئی بجلی سے ڈر کر
معشوق کا کیا وصل ورے ایسا دھرا ہے — تا شمع پتنگا بھی جو پہونچی ہے تو مر کر
یا شب طرف اس چہرۂ تابان سے ہوا تھا — پھر چاند نظر ہے نہ چڑھا جی سے اتر کر

کعبہ اور کیا ہوتا عوض ریختے کے کاش
پچھتائے بہت میر ہم اس کام کو کر کر

جب ہمکلام ہوتا ہے وہ ہمسے پان کھا کر — کس رنگ سے کرے ہے باتین چبا چبا کر
تھی جملہ تن لطافت عالم مین جانکی ہم کو — مٹی مین اٹ گئے ہین اس خاکی نہین آکر
سعی و طلب بہت کی مطلب کے تئین نہ پہونچے — ناچار اب جہانسے بیٹھے ہین ہاتھ اٹھا کر

مبارک تمھین میر ہو عشق ہونا
بہت ہم تو کہتا ئے دل کو لگا کر

صاف غلطان خونمین ہے نخجیر یار
لے گیا رنگ اسکے دل سے تیر یار

کوہنی کے میرے طول عمر نے
جورمین تو کچھ نہ تھی تقصیر یار

آکڑون کے پانومین بیڑی ہوئی
ہاتھ مین سونے کی وہ زنجیر یار

ہو کشیدہ جیسے تیغ آفتاب
میانمین رہتی نہین شمشیر یار

میر ہم تو ناز ہی کھینچا کیے
کیون کے کوئی کھینچے ہے تصویر یار

مذہب ہے میرے کیا تجھے میرا دیار اور
مین اور پار اور مرا کار بار اور

چلتا ہے کام مرگ کا خوب اسکے دور مین
ہوتا ہے گرد شہر کے روز اک مزار اور

بندے کو ان فقیر و مین گنیے نہ شہر کے
صاحب نے میرے مجکو دیا اعتبار اور

دلکو تو لاگ ہی ہے تکون راہ کب تلک
اس پر ہے یک عذاب شدید انتظار اور

بسمل پسند کرکے تڑپنا نہ دیکھا
ہے میرے صید پیشہ کا طور شکار اور

مین اسکے گرد رہ کا رہا منتظر جھٹ
سو آنکھین دونون لائین مرے اک غبار اور

درد و سراب جو عشق کا ہو گو رتک ہو ساتھ
کچھ یہ نشہ ہے اور ہے اسکا خمار اور

کاہیکو اس قرار سے تھا اضطراب خلق
ہوتا ہے ہاتھ رکھنے سے دل بیقرار اور

ردیف ز

سر کاٹ کر بھی اُسکے قدم کے تلے رکھا ۔۔۔ ٹیڑھی ہوا اُسکی طرف کلاہ اسطرف ہنوز

مدت سے مثل شب ہے مرا تیرہ روزگار ۔۔۔ آتا نہیں وہ غیرت ماہ اسطرف ہنوز

پتھرا گئیں ہیں آنکھیں مری نقش پا کی طور ۔۔۔ پڑتی نہیں ہے یار کی راہ اسطرف ہنوز

جسکی جبت سے مر نیکے نزدیک پہونچے ہم ۔۔۔ پھرتا نہیں وہ آنکے واہ اسطرف ہنوز

آنکھیں ہماری مند چلیں ہیں جس بغیر یاں ۔۔۔ وہ دیکھتا بھی ٹک نہیں آہ اسطرف ہنوز

بر سو نسے میر ماتم مجنون ہے دشت مین
روتا ہے آکے ابر سیاہ اسطرف ہنوز

ردیف سین

گلامت توڑ اپنا اے جرس بس ۔۔۔ نہین اس راہ مین فریاد رس بس

کہو دل کی نہ کہنے پائی اُس سے ۔۔۔ جہان بولے لگا کہنے کہ بس بس

گل و گلزار سے کیا قیدیون کو ۔۔۔ ہین داغ دل و کنج قفس بس

ترساؤ یکایک مار ڈالو ۔۔۔ کروگے کب تلک ہم پر ترس بس

بہت کم دیتے تھے یا دل دکھائی ۔۔۔ رہے ہم ہی تو تو نے اس برس بس

کسو محبوب کے ہو گور پر کل ۔۔۔ ہمارے خاک کو ہے خار و خس بس

چمن کے غم مین سینہ داغ ہے میر ۔۔۔ بہت نکلی ہماری بس ہوس بس

ردیف شین

سرکاٹ کر بھی اُسکے قدم کے تلے رکھا ۔۔۔ ٹیڑھی ہوا اُسکی طرف کلاہ اسطرف ہنوز

مدت سے مثل شب ہے مرا تیرہ روزگار ۔۔۔ آتا نہیں وہ غیرت ماہ اسطرف ہنوز

پتھرا گئیں ہیں آنکھیں مری نقش پا کی طور ۔۔۔ پڑتی نہیں ہے یار کی راہ اسطرف ہنوز

جسکی جبت سے مر نیکے نزدیک پہونچے ہم ۔۔۔ پھرتا نہیں وہ آنکے واہ اسطرف ہنوز

آنکھیں ہماری مند چلیں ہیں جس بغیر یاں ۔۔۔ وہ دیکھتا بھی ٹک نہیں آہ اسطرف ہنوز

بر سو نسے میر ماتم مجنون ہے دشت مین
روتا ہے آکے ابر سیاہ اسطرف ہنوز

ردیف سین

گلامت توڑ اپنا اے جرس بس ۔۔۔ نہین اس راہ مین فریاد رس بس

کہو دل کی نہ کہنے پائی اُس سے ۔۔۔ جہان بولے لگا کہنے کہ بس بس

گل و گلزار سے کیا قیدیون کو ۔۔۔ ہین داغ دل و کنج قفس بس

ترساؤ یکایک مار ڈالو ۔۔۔ کروگے کب تلک ہم پر ترس بس

بہت کم دیتے تھے یا دل دکھائی ۔۔۔ رہے ہم ہی تو تو نے اس برس بس

کسو محبوب کے ہو گور پر کل ۔۔۔ ہمارے خاک کو ہے خار و خس بس

چمن کے غم مین سینہ داغ ہے میر ۔۔۔ بہت نکلی ہماری بس ہوس بس

ردیف شین

کتنے یہ فتنے ہین موجب شور کے
قد و خد و گیسو و لعل خموش

مرگیا اس ماہ بن بن کیا عجب
چاندنی سے ہو جو میرا قبر پوش

صافی سے چادر اپنی مین نے کی
اور کیا کرتے ہین مفلس در پوش

دوستون کا درد دل تک گوش کر
گر نصیب دشمنان ہے درد گوش

جب نہ تب ملتا ہے بازار مین میر
ایک پوٹلی ہے وہ ظالم سر فروش

ردیف خا

طرح خوش ناز خوش اسکی ادا خوش
خوشا ہم جو نرکھے ہم کو ناخوش

نہین نا ساز فقر اپنا کسو کا
خرابی کی ہماری ہے ہوا خوش

بتونکے غم مین نالان جب تب ہون
نہ راضی خلق مجھسے نے خدا خوش

کلی رکتی ہے گل ہے دل پریشان
کسو کی اس چمن مین گذری کیا خوش

جہان تنگ کڑھنے ہی کی جا تھی
کوئی دنمین تکلف سے رہا خوش

رہا پھولونمین کرتا زمزمہ مین
مری اس باغ مین گذری سدا خوش

گیا اس شہر ہی سے میر آخر
تمھاری طرز بد سے کچھ نہ تھا خوش

فکر مین مرگ کے ہون سر در پیش
ہے عجب طور کا سفر در پیش

ردیف طا

ردیف خا

ردیف طا

ہم نہ سمجھے رابطہ ان نے خط سے تھا غلط
ہوتے ہیں بر خود غلط یہ ہو گیا کیا غلط

کہتے ہو کیا کیا لکھا ہے خط میں مجکو میر نے
کب کہا کن نے ہے سب جھوٹھ افترا بیجا غلط

ردیف ظای معجمہ

جو وہ ہے تو ہے زندگانی سے حظ
مزا عمر کا ہے جوانی سے حظ

نہیں وہ سب کچھ بے لطف ہے
نہ کھانے میں لذت نہ پانی سے حظ

کہا درد دل رات کیا میر نے
اٹھایا بہت اس کہانی سے حظ

ردیف عین

آگے جب اس آتشین رخسار کے آتی ہے شمع
پانی پانی شرم مفرط سے ہوئی جاتی ہے شمع

ہے مری ہر ایک غزل پر اجتماع
خلقہ میں کرتے ہیں صوفی سماع

وجد میں رکھتا ہے اہل فہم کو
میرے شعر و شاعری کا استماع

نیم بسمل چھوڑ دینا رحم کر
اس شکار افگن کا ہے گا اختراع

کچھ ضرر عاید ہو میرے ہی اور
ورنہ اس سے سب کو پہونچا انتفاع

یار دشمن ہو گیا اسکے سبب
ہے متاع دوستی بھی کیا متاع

ردیف فا

کیا پیام و سلام ہے موقوف
حرف حسن یار پر ہیں
روز وعدہ سے کام ہے موقوف
وہ نہیں ہے کہ وادی پھولیں
اب تو ہم پر کلام ہے موقوف
پتی

ردیف کاف اول

پیش مژگان دھرے رہے خنجر	آگے زلفون کے دام ہے موقوف
کہکے صاحب کبھو بلاتے تھے	سو وقار غلام ہے موقوف
اقتدا میر ہمسے کسکے ہوئے	اپنی اب ہان امام ہے موقوف

ردیف قاف

کیا حقیقت کہون کہ کیا ہے عشق	حق شناسونکا ہان خدا ہے عشق
دل لگا ہو تو جی جہان سے اٹھا	موت کا نام پیار کا ہے عشق
اور تدبیر کو نہین کچھ دخل	عشق کے درد کی دوا ہے عشق
کیا دبایا محیط مین غم کے	ہمنے جانا تھا آشنا ہے عشق
عشق سے جا نہین کوئی خالی	دل سے لے عرش تک بھرا ہے عشق
کوہ کن کیا پہاڑ کاٹے گا	پردہ مین زور آزما ہے عشق
عشق ہے عشق کرنے والون کو	کیسا کیسا ہم کیا ہے عشق
کون مقصد کو عشق بن پہونچا	آرزو عشق مدعا ہے عشق

میر مرنا پڑھے ہے خوبان پر
عشق مت کر کہ بد بلا ہے عشق

گر بادیے مین تجکو صبا لیکے جائے شوق	مجنون کو میری اور سے کہیو دعائے شوق

ردیف کاف دوم

چاک دل ہے انار کے سے رنگ — چشم پرخون فگار کے سے رنگ
کام مین ہو ہوا ے گل کی موج — تیغ خونریز یار کے سے رنگ
تاب ہی مین رہے ہے اسکی زلف — افعی پیچدار کے سے رنگ
کیا جو افسردگی کے ساتھ کھلا — دل گلی بے بہار کے سے رنگ
برق ابر بہار نے بھی لیے — اب دل بیقرار کے سے رنگ
گنج بخیہ گہ مین ہین مامون — ہم بھی لاغر شکار کے سے رنگ
عمر کا بھی سرنگ جاتا ہے — ابلق روزگار کے سے رنگ
برگ گل مین نہ دلکشی ہو گی — کف پاے نگار کے سے رنگ

اس بیابانمین میرہ محو ہوے
ناتوان اک غبار کے سے رنگ

ردیف لام

ابکی ہزار رنگ گلستانمین آئے گل — پر اُس بغیر اپنے تو جی کو نہ بھائے گل
بلبل کو ناز کیون نہ خیابان گل پہ ہو — کیا جانے چھاتی پہ پھر کرنہ کھائے گل
کبتک حنائی پانون بن سکے یہ پیکلی — لگ جائے تک چمن مین کہین آنکھ پائے گل
ناچار ہو چمن مین رہے کہون ہون جب — بلبل کہے ہے اور کوئی دن برائے گل

دل اندر دو دیدہ پیشانی کی بیکلی وجان قربان ہوئے
صرف بار چاہے مرغ چمن
بیخبر ایسے خواب کی تعبیر کیا کہے
جب دردمند کہتی ہے سر پر ہوا ن بجا
سودانہ وہ پن کی تیرگی سے ساری رات
دل کو کیا سے کوئی ارمان ہے
داغ جنون سے سرپر ہوا ن بجا
ہمچو بین پھول رکھے ہین عنا جوان شب
دامان و کلو خیمے سے ساقی ہوا ے گل
چھپکے بل ہی رہے ہے کسو طرف
ہمارا خاص مشرب عشق اس مین
ہمارے منہ پہ طفل اشک دوڑا
بجا ہے اس بھی اڑنے سے
بجھون سے میم بیگانہ
جو ہوتا اس سے
تو خوشیان نوزدانیان جلانا کیا حاصل
ہوا ہے برق خاطف مصطفی کا
سکندہ

ہمارا خاص مشرب عشق اس مین
ہمارے منہ پہ طفل اشک دوڑا
بجا ہے اس بھی اڑنے سے
بجھون سے میم بیگانہ
جو ہوتا اس سے
تو خوشیان نوزدانیان جلانا کیا حاصل
ہوا ہے برق خاطف مصطفی کا
سکندہ

ہم طرح آشیان کی بگڑے جو گل کو وفا کرے
معلوم ہوتی ہے جو ہمین لیکن انعقاد
چیان لباس جامہ سے اسکی قبا ہوے گل
ہے جاے لطف جو رنگ و بہار کا
کیا سمجھے لطف اور کچھ نہین دیکھا سوا گل
بلبل نے اور کچھ نہین کہا فقط چار گل
تھا وصف ان لبون کا زبان قلم پہ گل
پانچون ہی عندلیب کے رکھا ہے گل
تنگ دامانہ ہون جب سے لگا ہے گل
آئی ہے شہر سے جو وہ بادل
اس سے پان نہین آپا گل
رہا ہے جب تک اس مین پانی
اٹھایا داغ لالہ نے
کرون کیا دیکھے ہے جل گیا دل
نہین کم داغ سے

سکندر رہو کے مالک سات اقلیموں کا آخر کو
گیا دست تہی لے یا سے یہ کچھ کر کیگیا حاصل

بلا قحط مروت ہے کہ ہے محصول غلے پر
کہین سے چار وانی لاد لیوین جا بجا حاصل

نہ کھینچے کیونکہ نقصان ہم تو قید یمین نعین کے
خود یسے کوئی نکلے تو اُسے ہو وے خدا حاصل

عبارت خوب لکھی شاعری نشاط انگیز کی
ولی مطلب ہے گم دکھین تو کب ہو وے خدا حاصل

بہت مصروف کشت و کار تھے مزرع مین دنیا کے
اٹھا حسرت سے ہاتھ آخر ہمین یہ کچھ ہوا حاصل

پھر امت میر اپنا گران گو شونکی مجلس مین
سنے کوئی تو کچھ کہیے بھی اس کہنے کا کیا حاصل

ردیف میم

جی کے تئین چھپانے نہین لیو تو غم سے ہم
پر تنگ آ گئے ہین تمہارے ستم سے ہم

اپنے خیال ہی مین گذرتی ہے اپنی عمر
پر کچھ نہ پوچھو سمجھے نہین جاتے ہم سے ہم

زانو پہ سر ہے قامت خم گشتہ کی سبب
پیر یمین اپنی آن لگے ہین قدم سے ہم

جون چکمہ پیر حاج کا ہے غار جا منا
تبخانے مین جو آئے ہین چل کر حرم سے ہم

روتے بھی اُن نے دیکھ کے ہمکو کیا نہ رحم
اک چشمداشت رکھتے تھے مژگان تم سے ہم

بدعہدیان ہی کرتے گئے اسکو سال و ماہ
اب کب تسلی ہوتی ہین قول و قسم سے ہم

زنار سا بندھا ہے گلے اپنے اب تو کفر
بدنام ہین جہان مین عشق صنم سے ہم

جو کچھ آوے سالک کے آگے ہے خیر
رکھا ہمنے اب گھر سے باہر قدم

ہمین سرکشی سربلندی سے کیا
رہے ضعف مین ہم تو سرورقدم

کہین کیا کف پا مین میر آبلے
چلین ہم سر و سر مگر دھر قدم

سیر آج وہ بدمست ہو ہشیار رہو تم
ہے بیخبری اُسکو خبردار رہو تم

جی جاے کسی کا کہ رہے تم کو قسم ہے
مقدور تلک درپے آزار رہو تم

وہ محو جمال اپنے ہی پروا ہمین اسکو
خواہان رہو تم اب کہ طلبگار رہو تم

اس معنی کے ادراک سے حیرت ہی ہے حاصل
آئینہ نمط صورت دیوار رہو تم

یکبار ہوا دل کی تسلی کا وہ باعث
یہ کیا کہ اسی طور پہ ہر بار رہو تم

ہو لطف ایسکا تو کوئی کام کو پہونچے
تسبیح گلے ڈال کے زنار رہو تم

کیا میر بری چال سے جینے کی چلی ہے
بہتیرا ہی اپنے تئین اب مار رہو تم

مشک شتاب جاتی ہین ورنہ صبا سے ہم
کچھ ہو رہے ہین غم مین ترے نیم جان سے ہم

ہر بات کے جواب مین گالی کہان تلک
اب لب بہ ہوئے ہین تمہاری زبان سے ہم

وعدہ کرو تو سوچ لو مدت کو دلمین بھی
یہ حال ہے تو دیر رہینگے کہان سے ہم

نسبت تو ہد گرے ہے گو دور کی پہ نسبت
ہم ہین تو اے بلبل ہو گل کی رنگ بو تم

دیکھ اشک سرخ بولا لے رنگ اور لائیے
ہین میر منہ پر آنسو یا روتے ہو لہو تم

ردیف نون

ٹھنڈی سانسین بھرن مین چلتی ہین کیا تاب مین ہین
دلکے پہلو سے ہم آتش مین ہین اور آب مین ہین

ساتھ اپنے نہین اسباب مساعد مطلق
ہم بھی کیا کہیے تئین عالم اسباب مین ہین

غفلت دلسے ستم گذرین ہین سوت پوچھ
قافلے چلنے کو تیار ہین ہم خواب مین ہین

عشق کے ہینگے جو سرگشتہ ترے ہین ڈوبے
کشتیان نکلین ہین سو کیا انکی گرداب مین ہین

دور کیا اس سے جو بیٹھے ہے اغیار اپنا دور
پاس اسطور کے بھی عشق کے آداب مین ہین

ہو فراغ مہ تابان سے فراغ کلی
دل جلے پر تو رخ سے ترے مہتاب مین ہین

ہم بھی اس شہر مین ان لوگونسے ہین خانہ خراب
میر گھر بار جنونکی رہ سیلاب مین ہین

کہے تو ہمنشین بہ رنگ تصرف کچھ دکھاؤ نہین
الگ بیٹھا حنا بندونکو آنکھو نمین چھاؤ نہین

نہین ہوتے ادب اتنا کہ گل سے منھ لگاؤ نہین
جگر ہو ٹکڑے ٹکڑے گر چمن کی اور جاؤ نہین

کیا ہے اضطراب دل نے کیا مجکو سبک آخر
کہا تک یار کے کوچے سے جا جا کر پھراؤ نہین

کھا گیا اندوہ مجکو دوستان فتنہ کا
ڈھونڈھتا ہی جی بہت پر ا نھین مانو کہان

تھا وہ فتنہ ملنے کے گون کب کسی درویش کے
کیا کہین ہم میر صاحب سے ہوے مفتون کہان

عشق نے خوار و ذلیل کیا ہمکو کہان سے کہان پھیرے ہین
سوز و درد و داغ و الم سب جی کو گھیرے پھرتے ہین

ہر شب ہم سر گشتہ و نالان اس بن چہ دہن پھرتے ہین
یاس نہین اب بھی دیکھون کب ن میر رہتے ہین

دل لشکر مین ایک سپاہی ادکے ہم سے چھین لیا
ہم درویش طلب ہین اسکے ڈیرے ڈیرے پھرتے ہین

بجز اُسکی زلف و رخ کی کا ہیکو آپ مین پھرا
ہم کہتے ہین تسلی دلکو سانجھ سویرے پھرتے ہین

نقش کسو کا دون سینہ گرم طلب ہین ویسے رنگ
جیسے خیالی پاس لیے تصویر چیرے پھرتے ہین

برسے اگر شمشیر سرون پر نہ موڑین نہ ٹانہین
سیدھے جا بولے ادھر کے کسکے پھیرے پھرتے ہین

پاے نگار آلودہ کہین سانجھ کو میر دیکھے تھے
صبح تک اب بھی آنکھو نمین اُسکی پانون نرے پھرتے ہین

جمع ہوتے نہین حواس کہین
جائین یان سے جو ہم اُداس کہین

دلکے دو اشک سے نہ نکلی ٹھہر اس
اوسون بجھتی نہین ہے پیاس کہین

باو خوشبو ہی آئی ہین وان سے
کوئی چھپے ہے گل کی پاس کہین

اس جنو نمین کہین ہے سر یا خاک
ٹکڑے ہو کر گیا لباس کہین

ہائے سبک جی نا پیر فرط شوق سے مجلس مین
وہ تو نہین سنتا دل دیکر مین ہی باتین بناتا ہون

قتل مین میرے پیر صحبت عم غصے سے محبت کے
لو ہو اپنا پیتا ہون تلوارین اُسکی کھاتا ہون

آنکی میری فرصت کتنی دو دم دو پل ایک گھڑی
رخش کیون کا ہیکو خشوقت عصہ کیا جاتا ہون

مارون ہون اُدھر اُدھر دوڑ تک جاتا ہون نکل
پاس نہین پاتا جو اُسکو کہان مین گھر آتا ہون

پھاڑے خط کو گلے مین ڈالا شہر مین سب تشہیر کیا
سامنے ہون قاصد کے کیونکر اس سے مین شرماتا ہون

پہلے فریب لطف سے اُسکے کچھ نہوا معلوم مجھے
اب جو چاہے بدلین طرحین کٹتا ہون پچھتاتا ہو

مجرم اس خاطر ہوتا ہون مین بعضے بعضے شوخی کر
نہ گناہ مین جا کر اُسکے پاؤن کو ہاتھ لگاتا ہون

دیکھے ان پلکون کے اکثر میر ہون بیخود تنگ آیا
آپکو پاتا ہون تو چہرے اسوقت نہین مین پاتا ہون

کبھو ملے ہے سو وہ یون کہ پھر ملا نہ کرین
کرے ہے آپ ہی شکایت کہ ہم گلا نہ کرین

ہوئے یہ چاہ مین مشکل کہ جی گیا ہوتا
نہ رہتے جیتے اگر ہم مسا ہلا نہ کرین

ہمارے حرف پریشان ہین لطف رکھنے مین
جنون ہے بحث جو وحشت مین اعتلا فا نہ کرین

صفاے دل جو ہو ملک تو دیکھین مین کیا کیا
ہم ایسے آئینہ کو اپنے کیون جلا نہ کرین

وبال مین نہ گرفتار ہون کہین مہ و مہر
خدا کرے ترے رخ سے مقابلا نہ کرین

دل اتو ہمسے ہے بد بار اگر ہے جیتے
کسو سے ہم بھی وے پھر معاملا نہ کرین

چلتے ہین یہ تو ٹھوکر لگتی ہے میرے دل کو
چالین ہین دلبرونکی سب سے نرالیان ہین

رفتگانین جہان کے ہم بھی ہین — ساتھ اس کاروان کے ہم بھی ہین
شمع ہے سر نہ دیجیے برباد — کشتہ اپنی زبان کے ہم بھی ہین
ہم کو مجنون کے عشق مین مت دیکھ — سنگ اس خاندان کے ہم بھی ہین
جس چمن زار کا ہے تو گل تر — بلبل اُس گلستان کے ہم بھی ہین
نہین مجنون سے دل قوی لیکن — یار اُس ناتوان کے ہم بھی ہین
بوسہ مت دے کسو کے در پہ نسیم — خاک اس آستان کے ہم بھی ہین
گو شب اس در سے دور پھرون پھرین — پاس تو پاسبان کے ہم بھی ہین
وجہ بیگانگی نہین معلوم — تم جہان کے ہو وان کے ہم بھی ہین
مر گئے مر گئے نہین تو نہین — خاک سے منھ کو ڈھانکے ہم بھی ہین
اپنا شیوہ نہین کجی یون تو — یار جی ٹیڑھے بانکے ہم بھی ہین

اس سرے کی ہے پارسائی میر
معتقد اس جوان کے ہم بھی ہین

نئی گردش ہے اسکی ہر زمانین — خلل سا ہے دماغ آسمانین

دل دونون اگر ہین خراب — یہ کچھ لطف اس جڑسے گھر مین بھی ہین

چلو میر کے تو تجسس کے بعد
کہ وے وحشی تو اپنے گھر مین بھی ہین

نہ کر شوق کشتون سے جانکی باتین — نہین آتین کیا تجکو آنے کی باتین
سماجت جو کی بوس لب پر تو بولا — نہین خوب یہ مار کھانے کی باتین
زبانین بدلتی ہین ہر آن خوبان — یہ سب کچھ ہین بگڑے زمانے کی باتین
نظر جب کرو زیر لب کچھ کہے ہے — کہو یار کے آستانے کی باتین
سہے جاے گالی اگر دوستی ہو — بری بھی بھلی ہین لگانے کی باتین
ہمین دیر دیکھے سے کیا گفتگو ہے — چلی جاتی ہین یہ بیانے کی باتین
بگڑ بھی چکے یار سے ہم تو یارو — کرو کچھ اب اس سے بنانے کی باتین
کیا سیر کل مین نے دیوان مجنون — خوش آئین بہت اس دیوانے کی باتین

بہت ہرزہ گوئی کی یان میر صاحب
کرو وان کے کچھ منھ دکھانے کی باتین

کیا کرون سودا اسکی زلف کی تدبیر مین — ظل ممدود چمن مین ہون مگر زنجیر مین
کل تو تجھ سے انکی خاطر بہت کرتا ہے لیک — واہنین ہوتا برنگ غنچۂ تصویر مین

صورت آئینہ میں ٹک دیکھ تو کیا صورت ہے
بدزبانی تجھے اُس منھ پہ سزاوار نہیں

ولکے الجھاؤ کو کیا تجھسے کہوں اے ناصح
تو کسو زلف کے پھندے میں گرفتار نہیں

اُسکے کاکل کی پہیلی کہو تم بوجھے میر
کیا ہے زنجیر نہیں دام نہیں مار نہیں

چمکنا برق کا کرتا ہے کار تیغ ہجراں میں
برسنا مینھ کا داخل ہے اُس بن تیر باراں میں

بھرے رہتے ہیں سارے پھول ہی جسکے گریباں میں
وہ کیا جانے کہ ٹکڑے ہیں جگر کے میرے داماں میں

کہیں شام و سحر رویا تھا مجنوں عشق لیلےٰ میں
ہنوز آشوب دونوں وقت رہتا ہے بیاباں میں

خیال یار میں آگے ہی یک مہ پارہ یاں ہر دم
اگر ہجراں میں ندانی ہوں تو پھر یوں سفتہ ہاں میں

رکھا عرصہ جنوں پر تنگ مشتاقوں کی وحشی نے
کسے مارا ہے اُس کمبخت نے سنکھیا کے سے ہاں میں

جہاں سے دیکھیے اک شعر شور انگیز نکلے ہے
قیامت کا سا ہنگامہ ہے ہر جا میرے دیواں میں

جو دیکھو تو نہیں یہ حال اپنا حسن سے خالی
دمک الماس کی سی ہے ہماری چشم حیراں میں

خرابی آگئی دیں میں گئی ملت سے دیکھے
ملے سے اسکے رخنے پڑ گئے لوگوں کے ایماں میں

نکل آتا ہے گھر سے ہر گھڑی تنگ بدن باہر
بُرا یہ آپڑا ہے عیب اس آسایش جاں میں

ستم کے تیر سے کے میرے سینے میں بہت ٹوٹے
کیا جاتا ہے مشکل فرق اب اول و پسیں میں

ہوا لے ابر میں کیا میر ہنستا باغمیں وہ تھا
کری پڑتی ہے بجلی آج کچھ صحن گلستاں میں

تن مین جبتک ہے جان تکلف ہے ۔۔۔ ہم مین اسمین ابھی حجاب ہے میان

گو نہین مین کسو شمار مین یان ۔۔۔ عاقبت ایک دن حساب ہے میان

گو دماغ و جگر کہان وہ قلب ۔۔۔ یان عجب ایک انقلاب ہے میان

زلف بل کھا رہی ہے گو اوسکی ۔۔۔ دل کو اپنی تو پیچ و تاب ہے میان

لطف و مہر و وفا وہ کیا جانے ۔۔۔ ناز ہے خشم ہے عتاب ہے میان

لو ہوا اپنا پیون ہون چپکا ہون ۔۔۔ کسکو اس بن سر شراب ہے میان

چشم و ایان کی چشم بسمل ہے ۔۔۔ جاگنا یہ نہین ہے خواب ہے میان

منھ سے کچھ بولتا نہین قاصد ۔۔۔ شاید اُدھر سے اب جواب ہے میان

دل ہے اپنا نہین فقط بے چین ۔۔۔ جی کو بھی روز اضطراب ہے میان

چاہیے وہ گلے سو کہہ رکھین
ہر سخن میر کا کتاب ہے میان

گرفتہ دل ہون سر بتاط مجکو نہین ۔۔۔ کسو سے شہر مین کچھ اختلاط مجکو نہین

جہان ہو تیغ کف کوئی سادہ جا لگتا ۔۔۔ اب اپنی جان کا کچھ احتیاط مجکو نہین

کریگا کون قیامت کو ریسمان بازی ۔۔۔ دل و دماغ گذار صراط مجکو نہین

جسے ہو مرگ سا پیش استخالہ کبو نکر ہے ۔۔۔ اس اپنے جینے سے کچھ انبساط مجکو نہین

سخن دسن پانچ یا نہین جمع کس حسن لطافت سے
نفاوت کے مرے مجموعہ و عقد ثریا مین

کو او دیکھا نہ کوئی غار مینے شوق کے مارے
بعینہ راہ اندھا سا چلا اسکی تمنا مین

بہت تھا شور وحشت سیر مین میر سوچ لے میرے
لکھی تصویر تو زنجیر پہلے کھینچ لی پا مین

جدائی کے تعب کھینچے نہین ہین میر راضی ہون
جلا دین آگ مین یا مجکو پھینکین قعر دریا مین

شہرون ملکون جو یہ میر کہاتا ہے میان
دیدنی ہے یہ بہت کم نظر آتا ہے میان

عالم آئینہ ہے جسکا وہ مصور بیمثیل
ہائے کیا پرو مین تصویر بناتا ہے میان

قسمت اس بزم مین لائی کہ جہان کا ساقی
وے ہی سب کو ہمین زہر پلاتا ہے میان

ہو کے عاشق تمے جان و دل و دین کھو بیٹھے
جیسا کرتا ہے کوئی ویسا ہی پاتا ہے میان

حسن اک چیز ہے ہو وین کہ تو ہو ناصح
ایسی شے سو کوئی بھی ہاتھ اٹھاتا ہے میان

جھگڑا اس حاتھے کا کوہ گران سنگ کو بھی
جون پرکاہ اوڑائے لیے جاتا ہے میان

کیا پری خون ہے جو راتون کو جگا دے ہے میر
شام سے دل جگر و جان جلاتا ہے میان

جاے ہے جی نجات کے غم مین
ایسی جنت گئی جہنم مین

نزع مین میر ہی ایک دم ٹھہرو
دم ابھی ہین بہ زار اک دم مین

اُس بحرِ حسن پاس نہ خنجر تھا کل نہ تیغ
مین جان دی ہی حسرتِ بوس و کنار مین

چلتا ہے ٹک تو دیکھ کے چل یا نہ نسے نفس
آنکھین ہی بچھ گئی ہین ترے انتظار مین

کس کس ادا سے ریختے مینے کہے ولے
سمجھا نہ کوئی میری زبان اس دیار مین

تڑپے ہے متصل وہ کہان ایسے روز و شب
ہے فرق میر برق و دلِ بیقرار مین

کیسی وفا و الفت کہاتے عبث ہو قسمین
مدت ہوئی اٹھاوین تمنے یہ ساری رسمین

سادون تو ابکی ایسا برسا نہین جو کبھے
روتا رہا ہون مین ہی دن رات اس برسمین

گھبرا کے یون لگی ہے سینہ مین دل تڑپنے
جیسے اسیرِ تازہ بیتاب ہو قفس مین

جانکاہ ایسے نالہ لوہے سے تو نہو وین
بیتاب دل کسو کا رکھتا ہے کیا جرس مین

اب لاغر ایسے دبلے ہین ساری رگین دکھائی
پر عشق بھر رہا ہے ایک ایک میری بس مین

اے ابر ہم بھی برسون روتے پھرا کیے ہین
دریا بندھے پڑے ہین وادی کے خار و خس مین

کیا میر بس کرے ہے اب زاری آہ شب کی
دل آگیا ہے اسکا ظالم کسو کے بس مین

روتے ہین نالہ کش مین یارات دن جلے ہین
ہجر انمین اوسکی ہم کو بہتر مشغلے ہین

جون دود عمر گذری سب بیتاب ہی مین
آتا سنا نہ ظالم ہم بھی جلے بلے ہین

کفن کیا عشق مین مینے ہے اپنا — کچھ لوہو مین بہتر ونکے جاے
پیام اُس گل کو اوسکے ہاتھ دیتے — سبک پائی نہ ہوتی گر صبا مین
جیو خوش یا کوئی ناخوش ہمین کیا — ہم اپنے محو ہین ذوق فنا مین
ہمین فرہاد و مجنون جس سے چاہو — تم آکر پوچھ لو شہر وفا مین
سراپا ہے ادا و ناز ہے یار — قیامت آتی ہے اوسکی ادا مین
بلا زلف سیاہ اسکی ہے پر پیچ — وطن دل نے کیا ہے کس بلا مین

ضعیف و زار تنگی سے ہین ہر چند
ولیکن میر اوڑتے ہین ہوا مین

سخن جبھہ عاشق اگر دست پائین — خدا یندے ان کو جو سر کھجائین
جھمکنے لگا خون تو جائے سرا شک — ابھی دیکھیں آنکھین ہمین کیا دکھائین
رہین کسکو سانسی کہ اب ضعف سے — مراجی ہی کرنے لگا سائین سائین
خدا ساز تھا آزر بت تراش — ہم اپنے تئین آدمی تو بنائین
چلا یار کی اور جاتا ہے جی — جو ہو اختیاری تو ادھر نجائین
جگر سوز ہین اسکے لعل خموش — طلب کرے بوسہ تو باتین نبائین
ہمین بے نیازی نے ٹھہلا دیا — کہان اتنی طاقت کہ منت اٹھائین

کہنے لگا کہ لب سے ترے لعل خوب ہے
اس رنگ و شنگ سے تو ہمارا سخن نہیں

پہونچا نہ ہوگا منزلِ مقصود کے تئیں
خاک رہ اسکی جسکا عبیر کفن نہیں

ہمکو حرام ناز سے مت خاک میں ملا
ویسے ہو جنکو راہ یہ اُنکا چلن نہیں

کل کام آوے تجھ سے یہ اُسکا دہن نہیں
صحبت رکھے جو تجھ سے یہ اُسکا دہن نہیں

کل جا کے ہمنے میر کے ہاں یہ سنا جواب
مدت ہوئی کہ یاں تو وہ غربت وطن نہیں

ہجر تا چند ہم اب وصل طلب کرتے ہیں
لگ گیا ڈھب تو اسی شوخ سے ڈھب کرتے ہیں

روز اک ظلم نیا کرتے ہیں بے دلبر اور
روز کہتے ہیں ستم تر کہ ہم اب کرتے ہیں

لاگ ہو جی کے تئیں اپنی اسی یار سے ایک
اور سب یار و نکا ہم لوگ توسب کرتے ہیں

تم کہو میر کو چاہا ہو سو کہ چاہیں ہیں تمھیں
اور ہم لوگ تو سب اُنکا ادب کرتے ہیں

ہون بیحال اس جمجوئہ عالم کے لیے
حال سن سن کے مرا لوگ عجب کرتے ہیں

میر سے بحث یہ تھی کچھ جو نہ تھی حرف شناس
اب سخن کرتے ہیں کوئی تو غضب کرتے ہیں

مدت ہوئی کہ کوئی نہ آیا اُدھر سے یاں
جاتی رہیگی جان اسی رہگذر سے یاں

وہ آپ چلکے آوے تو شاید کہ جی رہے
ہوتی نہیں تسلی دل اب خبر سے یاں

جنابم دل کا کوئی لے بیٹھتا ہے ناگہ
منھ دیکھ ہر گر کا ماتم کیا کرین ہین

مستونکی بات کیا ہے جو کوئی اُسپہ جاوے
ہم گفتگو نشے مین درہم کیا کرین ہین

حکم فسانہ سازی پیدا کرین ہین شب کو
افسون ہم اوسکے اوپر جو دم کیا کرین ہین

کچھ حال میر جی کے آتے نہین سمجھ مین
ہم بھی سلوک اُنسے اب ہم کیا کرین ہین

ردیف واو

قتل کیے پر غصہ کیا ہے لاش مری اٹھوانے دو
جانسے بھی ہم جاتے ہین تم بھی اُدھر جانے دو

جان سلامت لیکر جاوے کعبہ تو سلام کرین
ایک جراحت ان ہاتھونکا صید حرم کو کھانے دو

اسکی گلی کی خاک سمجھونکے دامن دل کو کھینچے ہے
ایک اگر جی لے بھی گیا تو آتے ہین مر جانے دو

کرتے ہو تم نیچی نظرین یہ بھی کوئی مروت ہے
برسو ہنسے پھرتے ہین جدا ہم آنکھ لڑانے دو

کیا کیا اپنے لہو پینگے دم مین مزہ دم لین جینگے
دل جو نہ لیں ہین یہ ہین اُسکو کسوسے لگانے دو

ابکی بہت شور بہاراں ہم کو مت زنجیر کرو
دلکی ہوس کچھ ہم بھی نکالین دھومین ہین مچانے دو

حوصلہ کتنا ساتھ جہان کا وحشت پر جو آجاوے
پانو تو ہم پھیلا دینگے پر فرصت ہو پانے دو

کیا جانے ہے اسمین ہمارا چپکے ہم تو بیٹھے ہین
دل جو سمجھنا تھا سو سمجھنا ناصح کو سمجھانے دو

ضعف بہت ہے میر تمھین کچھ اسکی گھر مین مت جاؤ
صبر کرو کچھ اور بھی صاحب طاقت جہین آنے دو

ریختہ

تم ہن چمن کے گل نہیں چڑھتے نظر کبھو
یہ کیا روش ہے آؤ چلے ٹک ادھر کبھو

دریا سی آنکھیں بہتی رہی ہی تہیں سو کیا ان
ہوتی ہے کوئی گوے پلک استر کبھو

جی جانے ہے جو اپنے پہ ہوتی ہے مار مار
جاتے ہین اُس گلی مین کہاں ہم مگر کبھو

آنکھین سفید ہو چلی ہین راہ دیکھتے
یارب ابھو نکا ہوگا ادھر بھی گذر کبھو

مدت ہوئی ہے نامہ کبوتر کو لے گئے
آجاتی ہے کچھ اڑتے سے ہم تک خبر کبھو

ہم جستجو مین اُنکی کیے دست و پا بھی گم
افسوس ہے کہ آئے نہ وہ راہ پر کبھو

غم کو تمھارے دل کی نہایت نہین ہے میر
اس قصے کو کروگے بھی تم مختصر کبھو

یہ سر سوے کی جاگہ نہین بیدرد رہو
ہمنے کر دی ہے خبر تم کو خبردار رہو

آپ تو ایسے بنے اب کہ چلے جی سب کا
ہمکو کہتے ہین کہ تم جی کے تئین مار رہو

لاگ اگر دل کو نہین لطف نہین جینے کا
الجھے سلجھے کسو کاکل کے گرفتار رہو

گرچہ وہ گوہر تر ہاتھ نہین لگتا لیک
دم مین دم جب تئین ہے اسکے طلبگار رہو

سارے بازار جہان کا ہے یہی مول اے میر
جان کو بیچ کے بھی دل کے خریدار رہو

کرنا شغار خوب ہے عجز و نیاز کو
بے وقر جانتے ہین دل بے گداز کو

کھینچا ہے کر اس میں تیرے ابرو کا کمان اور
مژگاں ہے کہ بیٹھے ہیں ہر اک کے بغل میں تیر

اس خانہ خرابی میں ترے کوچے کے سوا اور
ہم کو نہیں کچھ اپنا ٹھکانا کوئی گھر میں

ہے کس کا جگر تیر ستم یار کا نشانہ
ہر پر میں ہے پیوست ہر اک بال میں خنجر

ہے کس کی تمنا کا تصور ترے دل میں
آئینہ تجھے طرح کا حیران کیا ہے

ہے کس کا تعاقب کہ ترے شوق کے ہاتھوں
اس طرح کا اے خانہ خراب تو نے کیا ہے

غربت میں یار یاد نے وہ بے کسی کی دی
کوئی نہ آشنا ہوا اپنا نہ آشنا ملا

مل صبا تو جو کبھی ہو کسو آوارہ وطن
پوچھ اس سے کہ مدت میں وہ آشفتہ کدھر ہے

چوٹ اس کی دل پر ہے کاری لگی
ہمارے بھی ہے یار زخمی لگی

خرابی جسے عشق کی نے کہ ہے
بھلا اس کی دل کو خرابی لگی

ہوا ہے مدعی ان کا جو ہم پر مہربان برسوں
ہوا کرتے ہیں یوں بھی آسمان و ریسمان برسوں

بہار آئی ہے صحرا میں چلو اے کوہکن جلدی
کہ ہوگا بیستوں پر تیشہ فرہاد گراں برسوں

ہوا ہے شہر دل ویراں سراسر
سزا ہے اس بنا کی بھی خرابی

عشق نے ہم کو جلایا نہ کسی کام کے تئیں
کچھ کیا ہوتا ہے اس آگ کے انعام کے تئیں

لطف کیا سرو کے مانند اگر آزاد رہو
بلکہ دیوانگی ہے شہر میں بدنام کے تئیں

دشت میں قیس رہو کوہ میں فرہاد رہو
وہ گراں خواب ہے تو بے خبر افتاد رہو

میر کل سے بات نہ کرنا ہمیں منظور تھا
اس جوانی میں بھلا بیٹھے ہو کس مغرور تھا

بیت

کھینچا بیچ و تعب کا دوستاں عادت کرو
تب کسی نا آشنائی مہر سے الفت کرو

روٹھنا تا نہیں وہ شوخ یوں کیوں کوئی
عذر چاہو دیر تک مدت تلک منت کرو

کب تلک یہ صورت نگراں حیران پھرو گے یار
نقش اسکا کھینچ رکھنے کی کوئی صورت کرو

انس اگر ان نوخطان شہر سے منظور ہے
اپنی پر چھائیں سے بھی جن خانہ تم وحشت کرو

کچھ نہ پوچھو صحبت دیرینہ کی کم فرصتی
جوں ہی جا بیٹھے لگا کہنے انھیں رخصت کرو

عشق میں دخل ہے نازک مزاجی کے تئیں
کوہکن کے طور سے جی توڑ کر محنت کرو

پہلے دیوانے ہوئے پھر میر آخر ہو گئے
ہم نہ کہتے تھے کہ صاحب عاشقی تم مت کرو

ہر فردوس ہوا دم کو الم کا ہے کو
وقف اولاد ہے وہ باغ تو غم کا ہے کو

کہتے ہیں آویگا ادھر وہ قیامت رفتار
چلتے پھرتے رہینگے تب تئیں ہم کا ہے کو

یہ بھی اک ڈھب ہے نہ ایذا نہ کسو کو راحت
رحم موقوف کیا ہے تو ستم کا ہے کو

نرگس اُن آنکھوں کو جو لگ گئے نابینا تھے
اپنے نزدیک ہیں وے دوست قلم کا ہے کو

اسکی تلوار سے گر جان کو رکھتے نہ عزیز
مرتے اس خوار ایسے تو صید حرم کا ہے کو

چشم پوشی کا مزا جان تمھیں لیکا ہے
کھاتے ہو دیدہ در آئی سے قسم کا ہے کو

میری آنکھوں پہ رکھو پانوں تو آؤں لیکن
رکھتے ہو ایسی جگہ تم تو قدم کا ہے کو

بیان کس کا ہے کس کی فغاں سے ہے
وہاں موم سے ہے یہاں لوہے کا موم سے ہے

بقا و بیثبات سے تو دار ہے یارو
ہر چیز بیثبات ہے جو ہر کہ ہے

ہر بات میں مذاق ہے ہر بات میں ادا
ہر حرف میں فسانہ ہے ہر بات میں ہے

ہر بات ایسی کیا ہے جو ہر بات میں ہے
ہر بات میں مذاق ہے ہر بات میں ادا

ہر بات میں ہے ہر بات میں ہے
ہر بات میں ہے ہر بات میں ہے

ہر بات میں ہے ہر بات میں ہے
ہر بات میں ہے ہر بات میں ہے

ہر بات میں ہے ہر بات میں ہے
ہر بات میں ہے ہر بات میں ہے

کیا آنکھ بند کر کے مراقب ہوئے ہو تم
جاتے ہین کیسے ہمین چشم وا کرو

موقوف ہر زہ گردی تئین کچھ قلندرے
زنجیر سر او تار کے زنجیر پا کرو

ہر چند اس متاع کی اب قدر کچھ نہین
پر جس کسو کے ساتھ رہو تم وفا کرو

نذیر کو مزاج محبت مین دخل کیا
جان کا اس مرض کی نہ کوئی دوا کرو

طفلی سے تمنے لطف و غضب مختلط کئے
ٹک میر کو جدا کرو غصہ جدا کرو

بیٹھے ہو میر ہو کے درِ کعبہ پر فقیر
اس وسیلے کے ہمین بھی کچھ دعا کرو

سر پہ عاشق کے نہ یہ روز سیہ لایا کرو
جی الجھتا ہو بہت مت بال سلجھایا کرو

تاب مہ کی تاب کب ہو ناز کی سے یار کو
چاندنی مین آفتابی کا مگر سایا کرو

گرچہ شانِ کفر ارفع ہے ولے اے راہبان
ایک دو ہم سون کو بھی زنار بندھوایا کرو

شوق سے دیدار کے بھی آنکھ مین کھینچ آیا ہے جی
اس سمین مین دیکھنے ہمکو بہت آیا کرو

کوچہ کی ہے قدمگاہ آخر اہل وفاق
طوف کرنے بے ستون کا بھی کبھی جایا کرو

فرق یار و غیر مین بھی اے بتان کچھ چاہیے
اتنی ہٹ دھرمی بھی کیا انصاف فرمایا کرو

کب میسر اسکے منہ کا دیکھنا آتا ہے میر
پھول گل سے اپنے دلکو تم بھی بہلایا کرو

رہتا ہے پیش دیدۂ تر آہ کا سحاب — جیسے مصاحب ابر کی ہوتی ہو کوئی باد

برسیگی برف عرصۂ محشر میں دشت دشت — گر میری سرد آہوں کا واں ہو گیا جمائو

حاصل کوئی امید ہوئی ہو تو میں کہوں — خوں ہی ہوا گئے ہیں مرے دل میں سارے چاؤ

آنکھوں کے آگے رونے سے میرے محیط ہے — ابر و سنے جا کے کوئی پانی پیو تو آؤ

رہتے تھے اشک خونیں میں ڈوبی سب آستیں — اس چشم بحر خون کے کیسے ہیں چڑھاؤ

اظہار درد اگرچہ بہت بے نمک ہے پر — تک بیٹھو تو دکھاویں تمھیں چھاتیوں کے گھاؤ

آ عاشقوں کی آنکھوں میں ٹک اے ابد قریب — ان منظروں سے بھی ہے بہت دور تک دکھاؤ

صحبت جو اسے رہتی ہو کیا نقل کر کوئی — جب آ گئے ہیں ہم تو کہا آنے یا نسے جاؤ

صد چاک اپنے دل سے تو بگڑا ہی کی وہ زلف — افسوں کیا ہے شانے نے جو اس سے ہے بناؤ

اس ہی زمین میں **میر** غزل اور ایک لکھ
گو خوش آوے سامعوں کو بات کا بڑھاؤ

سب کھا گئے جگر ترے پلکوں کی گاؤ گاؤ — ہم سینہ خستہ لوگوں سے بس آنکھ مت لگاؤ

آنکھوں لگا جھڑ برسنے سے بیتھا کی کم نہیں — پل مدتے ہی پیش نظر ماتھی کا دباؤ

کشتی چشم ڈوبی سے ہی بھر اشک میں — آئی نہ پار سوئی نظر عاشقوں کی ناؤ

سینے کے اپنے زخم سے خاطر ہو جمع کیا — دل ہی نہیں اور پانی ہیں سب لوہو کا بہاؤ

غزلیات میر

ہمکو تو مار عشق نے آخر پہ یہ وصیت یاد رہے
دیر جہانین تم جو ہو تو کسی سے الفت مت کریو

سیر طرف کی یار دن اُس سے بات کوئی کہتے ہو کہو
مانگے نمانے وہ جانے پھر تم بھی منت مت کریو

کیسے سو کیا اب چپکے دیکھو گو مین اُسمین مر جاؤن
تمکو قسم ہے حرف و سخن کی مجھسے مروت مت کریو

ہوش نہین اپنا تو ہمین ٹک میر لئے ہین پرسش کو
جانیسے آگے اونکو ہمارے پیارے رخصت مت کریو

ردیف ہای ہوز

مین کیا کہون جگر مین لہو میرے کم ہے کچھ
کچھ تو الم ہے دلکی جگہ اور ضم ہے کچھ

پوشیدہ تو نہین ہے کہ ہم ناتوان نہین
کچھ رو نہین یون ہی تمکو ہمارا بھرم ہے کچھ

کیا اپنے دل دھڑکنے سے ہو نہین ہی دم بخود
جو دیکھتا ہے میرے تئین سو وہم ہے کچھ

جب سے کھلی ہے نرگس مست اسکی ظلم ہے
کیا آجکل سے یار کو میل ستم ہے کچھ

بلبل مین گل مین کیا خفگی آگئی ہے میر
آمد شد نسیم سحر دمبدم ہے کچھ

کہتے تو ہین کہ ہمکو اوسکی طلب نہین کچھ
پر جی اسیکو اپنا ڈھونڈے ہے ڈھب نہین کچھ

اخلاص و ربط اس سے ہوتا تو شور اٹھاتے
لب تشنہ اپنے تب مین دل بھر سے جب نہین کچھ

بیان اعتبار گریے جو کچھ وہی ہے ظاہر
سے کائنات اپنی آنکھون مین سب نہین کچھ

خون مسلم کو تو واجب یہ بتان جانے ہین | ہو جی کافر کہ مان یان نہین ایمان کے ساتھ

آدمیت سے تھین میر ہو کیونکر بہرہ
تنے صحبت نہین رکھی کسو انسان کے ساتھ

جانے دے تو اسقدر نہ لب و خط و خال دیکھ | حال کچھ بھی تجھ مین ہے اے میر اپنا حال دیکھ
کیا مری طول پریشانی کی حیرت ہمنفس | آنکھین تو دی ہین خدا نے اوسکے لٹے بال دیکھ
دامن صحرا مین کیا وسعت ہے جو لین نہین | موند کر آنکھین گریبانین بھی ٹک سر ڈال دیکھ
چشم و دل کا اس سے لگ جانا تو تھا جس تس طرح | جی بھی ان باتون مین الجھا اور یہ جنجال دیکھ
گرچہ اُس مہ کی جدائی مین مجھے برسون ہوے | لیکن اے اختر شناس اب کا بھی کیسا حال دیکھ
کب نظر میری پڑی گی اوسکے روے خوب پر | ہمنشین ٹک تو بھی مصحف کھولکر تو فال دیکھ

ٹھوکرین دل کو لگی ہین جب چلے ہے راہ تو
یہ خرام ناز ہے ظالم ٹک اپنی چال دیکھ

آنکھین جو ہون تو عین ہے مقصود ہر جگہ | بالذات ہو جہانین وہ موجود ہر جگہ
واقف ہو شان بندگی سے قد قبلہ کیا | سر ہر جگہ جھکا کہ ہے مسجود ہر جگہ
سوتن پہ ہم نہ سوختہ جانون کی ہے نمود | ہے سوزش درون سے برون دود ہر جگہ
ہین دل لگی کے خوش اندام خوب لیک | راہ وفا وہ ہے مسدود ہر جگہ

اس جور سے شبنو نکا ملنا گیا سو چپ ہو رہا
جانا نہیں کیا کچھ جون گنگ آب دیدہ

راز محبت افشا نہ اس قدر ہو
گر ہو نہ اشک افشان خانہ خراب دیدہ

سب دیکھو لگ رہا ہے ور کیطرف اسی کے
ہو جیسے کیسے ویسی ذلت کا آب دیدہ

دوزخ ہین میر ہو نہین یار بہشت رو دین
جان ہے ستم رسیدہ دل ہے عذاب دیدہ

ادھر مت کر نگاہ تیز جا بیٹھ
یہ تیر رے ترکش یون چلا بیٹھ

اثر ہوتا تو کب کا ہو بھی چکتا
دعاے صبح سے اب ہاتھ اٹھا بیٹھ

پھرے گا ہم سے کب تک دور ظالم
کبھو تو گھر سے اٹھ کر پاس آ بیٹھ

نہ کر دیوار کا مجلس مین تکیہ
ہمارے مونڈھے سے مونڈھا لگا بیٹھ

بہت پھرتے ہین ٹیڑھے ٹیڑھے دشمن
انھین دو سیدھیان تو بھی سنا بیٹھ

تلاش اپنی نہ کم تھی جو وہ ملتا
بہت ہین دیکھکر آخر رہا بیٹھ

مخالف سے نہ مل بیٹھا کر اتنا
کہین لے میر صاحب کو جدا بیٹھ

کیا کرین نیچی نظر کر میسے غصہ کھائے وہ
اور مجلس مین جو رہیے دیکھ تو شرمائے وہ

کسطرح تڑپے ہی کیا کیا جی گھٹا جاتا ہی ہاے
ساتھ اسکے دل لگا ہو جس کسو کا دائے وہ

املِ عمرِ دوروزہ کتنی کرے فضولی کاہے پہ
اے جو مہین دنیا مین ہمتو جیسے کہین مہمان گئے

ہاتھ لگا وہ گوہرِ مقصد جیسا ہے معلوم نہین
محو طلب ہوا ہل طلب خاک بھی یانکی چھان گئے

کیے سلوکا لخون نے کیا کیا چھیڑ ہلکی ہی نے
نکلے تھے اس ستے سودے جان کے بھی نجان گئے

میر نظر کی دلکی طرف کو عرش کیجانب فکر بہت
تھی جو طلب مطلوب کی ہمکو کیدھر کدیدھر ہیان گئے

سوزِ درون سے آگ لگی ہو سارے بدن مین تب ہے ہی
طاقت دلکی تمام ہوئی ہو جبکی چال کڈھب ہے ہی

سینے کے زخم نمایان رہتے چاک کیے سو پردہ در
مدت سے یہ رخنے پڑے تھے چھاتی پھٹتی ہین اب ہے

پرسشِ حال کہو کرتے ہین ناز و چشم شمار سے
انکی عنایت حال پہ میرے کیا پوچھو ہو غضب ہے ہی

گود مین میرے رکھدیتا ہو پانون خدائی دینے کو
یون پامال جو مین ہوتا ہون مجکو بھی تو رب ہے ہی

لطف کہان وہ یار گئے پھر پھول سے چہرے کیلگاؤ مین
سرخ کلی بھی گل کی اگر چہ یار کی لعل لب ہے ہی

خانہ خراب ہو خواہشِ دل کا آہ نہایت اسکو نہین
جان لبو پر آئی ہو پر تو بھی گرم طلب سے ہے

تم کہتے ہو بوسہ طلب تجھے شاید شوخی کرتے ہون
میر تو چپ تصویر سے بیٹھے یہ بات لبھون سے عجب ہے

کیسے بخت و نومین یارب مینوا اس سے محبت کی
معلوم رہی ہو سر پہ میرے رنج و عتاب و کلفت کی

مین تو سر و شاخ گل کی قطع ہو کا دیوانہ تھا
پارے نے قدر قامت دکھلا کر سر پہ میرے قیامت کی

جنگل مین خضر کھیے کا ہونا مری طرح
دونون کی نارسائی کے اوپر دلیل ہے

آگے جنون سے چھاتونین تھے سرو گل کے ہم
سر پر ہمارے سایہ فگن اب کریل ہے

کچھ جیز و مال ہو تو خریدار ہو کوئی
دنیا کی قدر کیا کہ متاع قلیل ہے

کیا رو دون اشک آتے ہین آنکھون مین سیل سیل
پل مارنے مین پیش نظر ایک جھیل ہے

آتے نہین نظر مین مرے ہاتھی کے سوار
کا نو نہین جو فسانہ اصحاب فیل ہے

ہو صبر اس جو یوسف ثانی کے ہے جمال
تو مصحف مجید مین صبر جمیل ہے

شکر و گلہ سے عشق کے لبریز ہے جہان
کریے جہان نگاہ یہی قال و قیل ہے

ہم دیر سے ہین منتظر قد کشی یار
کچھ شامت عمل سے قیامت مین ڈھیل ہے

جب دیکھتے ہین میر تمھین بید ماغ ہو
کا ہیکو ناز عشق مین صاحب دخیل ہے

برسون گذرے ہین ملکب نین لین پیار رہے
دور سے دیکھ لیا اسکو تو جی مار رہے

وہ مودت کہ جو قلبی ہوا سو معلوم
چار دن کہنے کو اس شوخ سے ہم یار رہے

مرگ کے حال جدائی مین حسین لین کنتک
جان بیتاب ہی دلکو اک آزار رہے

وجہ یہ تھی کہ تڑے ساتھ لڑی آنکھ اوسکی
ہم جو صورت سے تھے آئینے کی بیزار رہے

دین و دنیا کا زبان کار کھو ہم کو میر
دو جہان داد تحسین ہی مین ہم یار رہے

شہرون کے تنگ کوچے کا سیکو گون ہین اپنے
ہم وحشیون کے قابل رہنے کی بادیا ہے

نادر دمند بلبل نالان ہے بے تہی سے
دل ہمکو بھی خدا نے درد آشنا دیا ہے

کیا نامہ بر ہمارا ہے صاف بیروت
خط نا نوشتہ ہمکو ادھر سے لادیا ہے

عالم شکار ہے وہ اس سن مین میر اسکو
ڈھب جانے مارنے کا کن نے بتادیا ہے

ہم چمن مین گئے تھے واہنوئے
نکہت گل سے آشنا نہ ہوئے

سر کسو سے فرو نہین آتا
حیف بندے ہوئے خدا نہوئے

خوار و زار ذلیل و بے رویت
عاشق اوسکے ہوئے سو کیا نہوئے

کیسا کیسا قفس سے سر مارا
موسم گل مین ہم رہا نہوئے

مین نہ گردن کٹائی جبتک میر
عشق کے مجھ سے حق ادا نہ ہوئے

دیکھیے کیا ہو سانجھ تلک اس عال ہمارا ابتر ہے
دل اپنا تو بجھا سا دیا ہے جان چراغ مضطر ہے

خاطر اپنے اتنی آنکھین پھر مین ہین اوس بن حیران
کتنے کہا دل چاہے تو بیٹھو دل کیا جانے کیدھر ہے

مین جو لگا دیوانگی کرنے عالم عالم شور اتھا
کیا کہیے رسوائی کا ہنگامہ میرے سر پر ہے

اُس شکارافگن کے ہم بھی صید ہین
خاک و خون مین کوٹتے چھاتی چھنے

ہم پہ رہتے ہو کیا کمر کستے
اچھے ہوتے نہین جگر خستے

ہنستے کھینچا نہ کھینچئے تلوار
ہم نہ مرجائین ہنستے ہی ہنستے

شوق لکھتے قلم جو ہاتھ آئے
لکھتے کاغذ کے دستے کے دستے

سیر قابل ہین تنگ پوش ابکی
کمینان پھلتی چولیان چستے

رنگ لیتے ہی سب ہوا اوسکا
اس سے باغ و بہار ہین رستے

اک نگہ کرکے ان نے مول لیا
ایک گئے آہ ہم بھی کیا سستے

میر جنگل پڑے ہین آج جہان
لوگ کیا کیا نہین تھے کل بستے

سب شرم جبین یار سے پانی ہے
ہر چند کہ گل شگفتہ پیشانی ہے

سمجھتے نہ کہ بازیچۂ اطفال ہوئے
لڑکونسے ملاقات ہی نادانی ہے

جون آئینہ سامنے کھڑا ہون یعنے
خوبی سے ترے چہرہ کی حیرانی ہے

خط لکھتے جو خونفشان تھے ہم ان نے کہا
کاغذ جو لکھے ہے اب سرافشانی ہے

دوزخ مین ہون جلتی جو رو رہی ہے چھاتی
دل سوختگی عذاب روحانی ہے

اپنا اپنا ہے ذائقہ ہم کو
بوسۂ کج لب ہی بھاتا ہے

آتش عشق جسکے دل کو لگی
شمع سان آپ ہی کو کھاتا ہے

دیکھتا ہے تو ہی ہم پردہ
ہے سے آنکھون کو کب ملاتا ہے

میری تو ہے پلک سے چھوٹی نگاہ
اور وہ اسپہ منھ چھپاتا ہے

میر صناع ہے ملو اوس سے
دیکھو باتین تو کیا بناتا ہے

شاہ لیتہ خم و ستم یار ہم ہوئے
عاشق گمان ہوئے کہ گنہگار ہم ہوئے

کی عرض جو متاع طمانت ازل کی بیچ
سب اور لے سکے نہ خریدار ہم ہوئے

جی کھچ گیا اسیر قفس کی فغان کے اور
مٹھی چوٹ اپنے دل کو گرفتار ہم ہوئے

پامال یون کیا کہ برابر ہین خاک کے
کیا ظلم ہو گیا جو طلبگار ہم ہوئے

ہوتا نہین ہے بیخبری کا مآل خوب
افسوس ہے کہ دیر خبردار ہم ہوئے

وصل و سن طبیب زاد یکا جی چاہتا رہا
آخر اس آرزو ہی مین بیمار ہم ہوئے

پھل ہے یہ میر عشق کا اس نوبہار کے
آخر جو کشت و خون کے سزاوار ہم ہوئے

کبھی مین ان لبون کی جانفزائی
یہ بات اک بیخودی مین منھ پہ آئی

شب سنتے حال میرا لبتا ہے سونڈ آنکھین
چلے سے مین کہون کیا سوتا ہو تو جگا دے

طاقت کا مخرب ہے جب ڈھب نہین بتون سے
چھوٹی نماز واجب گر میر وقت پا وے

بہار آئی نکالو مت مجھے اب کی گلستان سے
مرا دامن بنے تو باندھ تو گل کے گریبان سے

یہ ٹک دا شد ہوئی دل کو نہ جی کی لاگ کچھ پائی
رہے دس دن جو اپنی عمر کے یان ہم سو مہمان سے

غم ہجران نے شاید آگ دی اس تن بن دل کو
شرارے تب تو نکلے ہین ہمارے جسم بریان سے

سبب کیا شقہ طبعی کا ہماری رہتے ہین دونون
نہ دلجمعی سے اسکے خط نے زلف پریشان سے

ادھر نجیکا غل ہے ادھر ہنگامہ لڑکون کا
بچون اس دشت مین ہمنے کیا ہے کیسے سامان سے

محبت مین کسو کی رنج محنت سے گئے دونون
رہی شرمندگی ہو عمر بھر محکوم دل و جان سے

خدا جانے کہ دل کس خانہ آباد ان کو دے بیٹھے
کھڑے تھے میر صاحب گھر کے دروازے پہ حیران سے

برسون تک جی کو مارا ہے رہے
رات دن ہم امید وار رہے

موسم گل تلک رہے گا کون
پھبتے ہی دل کو خار خار رہے

وصل یا ہجر کچھ ٹھہر جاوے
دل کو اپنے اگر قرار رہے

خوشنوا کیسے کیسے طائر قدس
اس جفا پیشہ کے شکار رہے

شعلوں سے ڈانگ گو یا لعلوں سے تلے دھرے ہیں
پھروں کے رنگ ہمنے دیکھے ہیں کیا چھکتے

یوں بات راہ کی تو سنتا نہیں ہے کوئی
جاتے نہیں ہم جرس سے اس قافلہ میں بکتے

جا گہ سے لیگئے ہیں نازاں جب آگئے ہیں
نوبادہ گان خوبی جوں شاخ گل لچکتے

اس حسن سے کماں ہیں غلطانی موتیوں کی
جس خوبصورتی سے میرا شک ہیں ڈھلکتے

غم مرگ سے دل جگر ریش ہے
عجب مرحلہ ہم کو درپیش ہے

بلا ہے اوسے شوق تیر و کمان
ہمیں سے یہ پیدا ستم کیش ہے

دلا اوسکے ظاہر پہ مت جائیو
وہ خوشرو تو ہے پر بداندیش ہے

بہت خوب ہے لعل نوشین یار
ولیکن خط پشت لب نیش ہے

ہمیں کیا جو ہے میر بیہوش سا
خدا جانے یہ کیا ہے درویش ہے

گوش ہر اک کا اسی کی اور ہے
کیا قیامت کا قیامت غور ہے

پوچھنا اس ناتوان کا خوب تھا
پر نہ پوچھا ان نے وہ بھی زور ہے

صندل حد و سر مہ وفا
عاقبت دیکھا تو خاک گور ہے

رشتۂ الفت تو نازک ہے بہت
کیا سمجھکر خلق اس پر ڈور ہے

چلا ہٹ اسطرح کی جز میر کس سے ہووے
باور نہ ہو تو دیکھو یہ ہونہ ہو وہی ہے

کل جوش غم مین آنسو ٹپکے نہ چشم تر سے
افسوس ہے کہ آکر یون مینہ تک نہ برسے

کیا ہے نمود مردم جو کیجیے دیکھیو تم
مژگان ہم زدن مین جاتی رہی نظر سے

ہم سا شکستہ خاطر اس بستی مین ہوگا
یرسے ہے عشق اپنے دیوار اور در سے

معلوم اگلی سی تو جرأت الم کشی مین
کیا کام نکلے گا اب ٹکڑے ہوئے جگر سے

آئینہ دار اوسکی پائے ہین شش جہت کو
دیکھین تو منہ دکھاوے وہ کام جان کدھر سے

منت برنج کھینچ مل کر ہشیار مردمان سے
اوسکی خبر ملیگی اک آدھ بیخبر سے

جب گوش زد ہوا وسکے تب بیدماغ ہووے
بس ہو چکی توقع اب نالۂ سحر سے

اے رشک مہ کبھو تو چاند سا نکل کر
منہ دیکھنے کو تیرا تا چند کوئی ترسے

چاہت بری بلا ہے کل میر نالہ کش بھی
ہمراہ نے سواران دوڑے پھرے نفر سے

برق و شرار و شعلہ و پروانہ سب ہین پے
جون ہم جلا کرے ہین بھلا جلتے کب ہین پے

لے مو سے ناخن پا تک بھری ہوا گ
جلتے ہین درد مند یہ جلنے کڈھب ہین پے

ہوتا ہو دل کا حال عجب غم سے اوسکھڑی
کہتا ہو جبکہ طنز سے ہمکو عجب ہین پے

وجیہ و ذات نہیں عشق میں کہ میر کو دیکھ
ذلیل کیسے ہیں او نکی ہے گو کہ ذات بڑی

ہے تماشا حسن و خط حیرت بھی ہے
یعنے خط تو خوب ہے صورت بھی ہے

تا دمِ آخر نہیں بولے ہیں ہم
کچھ کہینگے بارے اب خصت بھی ہے

ہے وہ فتنہ ہم حریف و ہم ظریف
مارے گالی بھی تو پھر منت بھی ہے

تیغ نے او سکی ہمیں قسمت کیا
خوش نصیبی ہے تو پھر قسمت بھی ہے

وا نسیم صبح سے ہوتا ہے گل
تجکو لے مرغِ چمن عبرت بھی ہے

جی ہی دینے کا نہیں کڑھنا فقط
اسکے در سے جانیکی حسرت بھی ہے

دور سے باتیں کرے ہے یوں ہی یار
میر صاحب انھیں صحبت بھی ہے

چلے ہم اگر تم کو اکراہ ہے
فقیروں کی اللہ اللہ ہے

نہ افسر ہے نے درد سر نے گلہ
کریان جیسا سر و بیسا سر واہ ہے

جہاں لگ چلے گل سے ہم داغ ہیں
اگرچہ ہوا بھی ہوا خواہ ہے

غم عشق ہے نا لہا نے بلا
جہاں دل لگا کڑھنا جانکاہ ہے

چراغان گل سے ہے کیا روشنی
گلستان کسو کی قدمگاہ ہے

خونریزی کی تو لاکو ہوتی نہیں یکایک
پہلے تو پوچھتے ہیں ظالم گناہ کو بھی

جوں خاک سے یکساں میرا نہال قامت
پامال یوں ہوتے دیکھا گیاہ کو بھی

ہر لحظہ پھیر لینا آنکھوں کا جسے کیا ہے
منظور کیجے کچھ تو بارے نباہ کو بھی

خواہش بہت جو ہو تو کاہش ہے جان و دل کی
کچھ کم کر ان دنوں میں اے میر چاہ کو بھی

سنا جاتا ہے اے کیتے ترے مجلس نشینوں سے
کہ تو دار و پے ہے رات کو ملکر کمینوں سے

گئی گرم اختلاطی کی کی ان سحر آفرینوں سے
لگے رہتے ہیں داغ ہجر ہی اب نازنینوں سے

گلے لگ کر نہ یک شب کا ش وہ مہ سو گیا ہوتا
مری چھاتی جلا کرتی ہو لب کتنے مہینوں سے

خدا جانے ہوا اپنا تو جگر کا پانی کرتا ہے
چڑھی تو ر سے محبوبوں کے اور اا ریوں کی چینوں سے

بہت کو تاہ دامن خرقے شیخوں کے پھٹے پائے
کہیں نکلے تھے گوے ہاتھ اسکے آستینوں سے

رہی محو خیال اسکے تو اک وقت سے ہاتھ آئے
نزاکت اس کمر کی پوچھیے ہم باریک بینوں سے

برنگ برگ گل ساتھ ایک شادابی ہوتا ہے
عرق چین بھیگتا ہے دلبر کے جب پسینوں سے

بہت میں لخت دل دیا بھجے اک خلق نے جانا
ہوا ہوں میں میرا نام ان رنگین نگینوں سے

غزل ہی کی ردیف و قافیہ کا رخنہ رہتا ہے
نکلنا میر اب مشکل ہے میرا ان زمینوں سے

کلیات میر

منہ ادھر کرکے وہ نہیں سوتا
خواب میں آوے تو ملطف ہے

یاں تو تکلیف سی کچھ کھنچی تکلیف
واں وہی اب تلک تکلف ہے

چھیڑا اس شوخ نے نرکھی ہمسے
عہد پر عہد ہے تکلف ہے

مرگ کیا منزل مراد ہے میر
یہ بھی اک راہ کا توقف ہے

تسکین دردمندونکو یارب شتاب دے
دلکو ہمارے چین دے آنکھونکو خواب دے

اسکا غضب سے نامہ نہ لکھا تو سہل ہے
لوگون کے پوچھنے کا کیا کوئی جواب دے

گل ہے بہار تب ہی جو آنکھونمین ہو نشہ
جاتی ہے فصل گل کہین ساقی شراب دے

وہ تیغ میری تشنہ خون ہوگئی ہے کند
کر رحم مجھپہ کاشکے یارو سکو آب دے

دو چار الم جو ہوویں تو ہین تا بت بتان
کیا درد بیشمار کا کوئی حساب دے

تار نگہ کا سوت نہین بند ہتا ضعف سے
بیجان ہے یہ رشتہ دلا اسکو تاب دے

مژگان تر کو یار کے چہرے پہ کھول میر
اس آب خستہ سبزے کو تک آفتاب دے

ہجراں شتر بخ بازندہ فلک ہم تم ہین سب مرے
لیکن شاطر تو وذوق اسکے ہر وتک زدہ ہے

یہی سیطاقتی خون گشتہ دلکو میرے کرے ہے
جہان شطرنج بازندہ فلک ہم تم ہین سب مرے

ہماری جان مین طاقت نہین باتین بنانیکی
ہمارے طائر فرصت ہوئے آوارہ ہم اوتھا

لگی پھر پانی نہ ہرگز راہ اپنے آشیانیکی
لگے چرخ بلند کے ہے ہمارون رنگ یارنا

نہین چال کچھ اپنی نہین باتین بنانیکی
نہین آتی ہمین تو یاد اپنی ہمارے گھر بلا جانا

اگر طالع نے یاری تو مرے ہم آستانیکی
نہین ہوتا ہے کون کون کی خاک ہوا اس آستانیکی

نہین ہوتا ہے تو آخر نہین باتین بنانیکی
مل

جھلک ان پلکوں کی ہو ٹھوکر سے مٹنے کو جگا نیکی
طرح آنی ہو اس قد کو قیامت سر پہ لا نیکی

کسو سے آنکھ کے ملتے ہی اپنی جان دے بیٹھے
نئی یہ سم ہم جا تین چھوڑے دل لگا نیکی

جہاں ہم آئے چہرے پر بکھیرے بال جا سوئے
ادا کرتے ہو تم کیا خوب ہم سے منھ چھپا نیکی

لسین بھیگی ہین اسکی سبزۂ خط کی بدولت سے
مسیح و خضر کو پہونچی بشارت زہر کھا نیکی

جہان اسکے لیے غربال کر نومید ہو بیٹھے
یہی اجرت ملی ہے کیا ہمارے خاک چھا نیکی

کہون کیا ایک بوسہ لب کا دیکر خوب گڑایا
رکھی پر ہون تلک منت کبھو کی بات مانیکی

بگولا کوئی اٹھتا ہو آندھی کوئی آتی ہے
نشان یادگاری ہو ہماری خاک اڑا نیکی

کمر ہے داغ اسکا عید کو سب سے گلے ملنا
اکٹ لی ہے نئی یہ میری چھاتی کے جلا نیکی

لڑا کر آنکھین اس بانکے سے اک پل مین مرگذرا
حکایت بوالعجب ہے میر جی کے مارے جا نیکی

کریہ الشکل ہیئت آن کر ایسی نہین دیکھی
کہ صورت آسمانی کی بھی میری زمین دیکھی

کبھو دیکھوگے تم جو ہر طرح دار اسطرف آیا
طرح ترکیب ایسی ہمنے ابتک تو نہین دیکھی

رہ یکسانیۂ دلکش اسقدر کا ہیکو ہوتا ہے
کہ دن ہون شکر کے سو کر گئے وہ جبین دیکھی

کہان وہ طرز کین اسکی کہان جبین اسکی
لگا کر بارہا اس شوخ سے تصویر مین دیکھی

گریبان پھاڑ ڈالین دیکھکر دامن کشان اسکو
پھٹے خرقے بہت جوجاک کی وہ آستین دیکھی

آنکھین ہی لگی جاتی ہین اس جاذبہ کو میر
آتی ہے بہت دیر جو اس منھ پہ نظر جائے

بتونکے جرم والفت پر ہمین زجر و ملامت ہے
مسلمان بھی خدا لگتی نہین کہتے قیامت ہے

کھڑا ہوتا نہین وہ رہزن دل ہمراہ کے کسکے
موافق رسم کے اک دو رکی صاحب سلامت ہے

جھکی ہے شاخ پر کل ناز سے کیا صحن گلشن مین
نہال قد کی اسکی مدعی تھی سو ندامت ہے

نکلتا ہے سحر خورشید ہر روز اسکے گھر پر سے
مقابل ہو گیا اس سے تو اس سادہ کی شامت ہے

پیے دار و پڑے پھرتے تھے کل تک میر کوچہ مین
انھین کو مسجد جامع کی دیکھی آج خدمت ہے

خدا کرے مرے دلکو ٹک کہ قرار آوے
کہ زندگی تو کروں جبتلک کہ یار آوے

کمانین اسکی بھوونکی چڑھی ہی رہتی ہین
نہ جب تلک سر تیر ستم شکار آوے

ہمین تو ایک گھڑی کل بغیر دو بھر ہے
خدا ہی جانے کہ اب کب تلک بہار آوے

اٹھی بھی گرد رہ اسکی کہین تو لطف ہی کیا
جب انتظار مین آنکھون ہی پر غبار آوے

ہر ایک شے کا ہے موسم بجانے تھا منصور
کہ نخل دار مین حلق بریدہ بار آوے

تمھارے جور و ستم اب حال جائے عبرت ہے
کسو سے کیے تو اوسکو نہ اعتبار آوے

نہین ہے چاہ بھلی اتنی بھی دعا کر میر
کہ اب جو دیکھون اسے مین بہت نہ پیار آوے

دم شماری سے ہے رنج قلب سے
اب حساب زندگی بیباق ہے

اپنی عزلت رکھتی ہے عالم ہی اور
یہ سیہ روشہرۂ آفاق ہے

فرط خجلت سے گرا جاتا ہے سرو
قد دلکش اسکا بالا چاق ہے

دل زدہ کو اوسکے دیکھا نزع مین
تھا نمودار آنکھ سے مشتاق ہے

رنگ مین اوسکے جھلک ہے برق کی
سطح کیا رخسار کا براق ہے

گو خط اسکے پشت لب کا زہر ہو
بوسۂ کنج دہن تریاق ہے

خشک کردیتی ہے گرمی عشق کی
بید صحرائی سا مجنون قاق ہے

مت پڑا رہ دیر کے ٹکڑو پہ میر
اٹھ کے کہیے چل خدا رزاق ہے

۲ بہ راے شہباے ج ۲

بات کیا آدمی کی بن آئی
آسمان سے زمین نپوائی

چرخ زن اوسکے واسطے ہے مدام
ہوگیا دن تمام رات آئی

ماہ و خورشید و ابر و باد سبھی
اُسکے خاطر ہوئے ہین سودائی

کیسے کیسے کیے تردد جب
رنگ رنگ اوسکو چیز پہونچائی

اسکو ترجیح سب کے اوپر دے
لطف حق نے کی عزت افزائی

حیرت آتی ہے اسکی باتین دیکھ
خودسری خودستائی خودرائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان چہارم

ردیف الف

کرتا ہون اللہ اللہ درویش ہون سدا کا
سرمایۂ توکل یان نام ہے خدا کا

بنے نکل جنون سے مشق قلندری کی
زنجیر سر ہوا ہے تھا سلسلہ جہا کا

یارب ہمارے جانب یہ تنگ کیون ہے عائد
جی ہی سے مارتے ہین جو نام لے وفا کا

کیا فقر مین گذر ہو چشم طمع سے بن
ہے راہ تنگ ایسی جیسے سوئی کا ناکا

ابر اور جوش گل ہے چل خانقہ سے صوفی
ہے لطف میکدہ مین وہ چند اس ہوا کا

۳۲۷

واعظ اگرچہ سچ ہے ولے بیفروشس ہے — ہم ذکر بھی سنا نہین صوم و صلوات کا
بھولا کرین قبیب پڑے کوے یار مین — کسکے تئین دماغ عفف ہے شکات کا
ان ہونٹھونکا حریف ہو ظلمات مین گیا — پر دیمن وسیاہ ہے آب حیات کا
عالم کسو حکیم کا باندھا طلسم ہے — کچھ ہو تو اعتبار بھی ہو کائنات کا

اگر یار میر اہل ہے تو کام سہل ہے
اندیشہ تجکو یونہین ہے اپنی حیات کا

تجاہل تغافل تساہل کیا — ہوا کام مشکل توکل کیا
نہین تاب لانا دل زار اب — مبت ہمنے صبر و تحمل کیا
زمین غزل ملک سی ہو گئی — یہ قطعہ تصرف مین بالکل کیا
جنون تھا نہ تجکو نہ چپ رہ سکا — کہ زنجیر ٹوٹی تو مین غل کیا
نہ سوز درون فصل گل مین چھپا — سرو سینہ سے داغ نے گل کیا
کہین شوق نے صاحبو کھو دیا — غلامون سے اوسکے توسل کیا

حقیقت نہ میر اپنی سمجھی گئی
شب و روز ہمنے تامل کیا

رفتہ عشق کیا ہون مین اب کا — جا چکا ہون جہان سے کب کا

اس شوق نے دلکے بھی کیا بات بڑھائی ہے — رقعہ اسے لکھے تو طومار لکھا جاتا
یہ ہمدمی کہ دعوے اسکے لب خندان سے — بس کچھ نہ چلا ورنہ پستے کو چبا جاتا
اب تو نہ رہا وہ بھی طاقت گئی سب دلکی — جو حال کہو اپنا میں تم کو سُنا جاتا

دسواس نہ کرتا تھا مرجانے سے ہجران میں
تھا میر تو ایسا بھی دل جسے اٹھا جاتا

مستانہ اگرچہ میں طاعت کو لگا جاتا — پر بعد نماز اٹھ کر میخانہ چلا جاتا
بازار میں ہو جانا اس مہ کا تماشا تھا — یوسف بھی جو واں ہوتا تو اسپہ بکا جاتا
دیکھا نہ ادھر ورنہ آتا نہ نظر پھر میں — جی مفت مرا جانا اُس شوخ کا کیا جاتا
شب آہ شرارافشاں ہونٹھو نسے پھرے میرے — سر کھینچتا یہ شعلہ تو مجکو جلا جاتا
کیا شوق کی باتو نکی تحریر ہوئی مشکل — تھے جمع قلم کاغذ پر کچھ نہ لکھا جاتا
آنکھیں مری کھلتیں تو اُس چہرے ہی پر پڑتیں — کیا ہوتا یکایک وہ سر پر مرے آجاتا
سنبل کا ہوا وکش خط ریخ جانان کی — جو ہاتھ مرے چڑھتا تو پانوں کو کھا جاتا
ہے شوق سیہ رو سے بدنامی و رسوائی — کیوں کام بگڑ جاتا جو صبر کیا جاتا

تھی میر بھی دیوانہ پر ساتھ ظرافت کے
ہم سلسلہ دار و نکی زنجیر ہلا جاتا

آگ نگہ کرنے مین غارت کر دیا اے وائے ہم
دل جو ساری عمر کا اپنا تھا شرمایا گیا

کیا تعجب ہے جو کوئی دل زدہ ناگہ مرے
اضطراب عشق مین جی تن سے گھبرایا گیا

ماہ کہتے تو کہا اُس کے خوش کاہے حریف
شہر مین پھر مجھ سے اپنا منھ نہ دکھلایا گیا

جیسے پرچھائین دکھائی دیکے ہو جاتی ہے محو
میر بھی اُس کام جان دو مین تھا سایا گیا

ہم مست عشق جسکے تھے وہ روٹھ کر گیا
دیکھا اوسکو بید ماغ نشہ سب اُتر گیا

جان بختی اسکے ہونٹھونکی سن آب زندگی
ایسا چھپا کہین کہ کہا جائے مر گیا

کہتے ہین میر کعبہ گیا ترک عشق کر
راہ دل شکستہ کدھر وہ کدھر گیا

شاید جگر حرارت عشقی سے جل گیا
کل درد دل کہا سو مرا منھ اُبل گیا

بے یار حیف باغ مین دل ٹک بہل گیا
دے گل کو آگ چار طرف مین نکل گیا

اس آہو رمیدہ کی شوخی کہین سو گیا
دکھلائی دے گیا تو چھلاوا سا چھل گیا

دنرات خون کیا ہے کیے ہم جگر کو پھر
گر پھول گل سے کوئی گھڑی جی بہل گیا

بیتور بدلنے سے تو نہین اسکے جو اُس
اندیشہ یہ ہے طور ہے اسکا بدل گیا

ہر چند مینے شوق کو پنہان کیا ولے
اک آدھ حرف پیار کا منھ سے نکل گیا

حال تیرا وہ دیکھے ہے تامل ہے اوسکو
محو ہو خود آرائی کا یا بیخود ہے خود رائی کا

ظاہر میں خوشامد ہو وہ نور میں اپنے پنہان ہے
خالی نہیں ہے حسن سے چھپنا ایسے بھی پیدائی کا

یاد میں اوسکی قامت کی میں لہو درد سو کھ گیا
آخر یہ خمیازہ کھینچا اس چرخ بالائی کا

بعد مرگ چراغ نہ لاد گو پڑہ عاشق کی آہ
جیتے جی بھی داغ ہی تھا میں اسکی بے پروائی کا

چشم وفا خوان زمان سے سادہ ہو شعر کہے میر
قصہ ہے مشہور زمانہ پہلے دونوں بھائی کا

پھرے ہے وحشی سا گم گشتہ عشق کا تیرا
بسھولے نہ پاتے ہیں بیگانہ آشنا تیرا

فریب دور تجھے کیوں نہ یا تو جی ہی دے
ہو لے ہے ایک نگہ میں زیان کیا تیرا

جہان بھرا ہے ترے شور حسن و خوبی سے
لبوں پہ لوگوں کی ہے ذکر جا بجا تیرا

نگاہ ایک ادھر ایک تیغ تیز کی اور
پکارا خون ہی کرتا ہے مدعا تیرا

نظر کنھوں نے نہ کی حال میر پر افسوس
غریب شہر و فا تھا وہ خاکپا تیرا

صورت شیرین کے آگے کام اپنا کر گیا
عشق میں کس حسن سے فرہاد ظالم مر گیا

خانہ آبادی ہمیں بھی دلکی یوں ہے آرزو
جیسے جلوے سے ترے گھر آرسی کا بھر گیا

میر سختی کش تھا غافل پر خدا نے خیر کی
حادثے کا کیسا اوسکے سر پہ پتھر گیا

منھ دکھانا برسون وہ خوشرو نہین | چاہ کا یون کب تلک ناتا رہا
کچھ نہ مین سمجھا جنون و عشق مین | دیر ناصح مجکو سمجھاتا رہا
داغ تھا جو سر پر میرے شمع سان | پانون تک مجکو وہی کھاتا رہا

کیسے کیسے رُک گئے ہین میر ہم
مدتون منھ تک جگر آتا رہا

اوصاف موے شعر سے الجھاؤ پڑ گیا | دانتو تلے سلک دُر و کہا مین سو لڑ گیا
جیتے جی یہ ملا نہ رہا سو رہا غریب | جو دل شکستہ ساتھ سے اسکو بچھڑ گیا
کیا اوسکے دل جلے کی تمامی مین پر ہو | جیسے چراغ صبح شتابی بگڑ گیا
فرہاد پہلوان محبت پہاڑ تھا | بیطاقتی جو دل نے بہت کی بچھڑ گیا
گل رنگ تنگ شاخ پہ نکلا بہار مین | آنکھین سی کھل گئی ہین جو مرجھا کے جھڑ گیا
یان حادثے نے باد سے ہر ایک شہر ہجر | کیسا ہی پائدار تھا آخر اکھڑ گیا

شرماوے سرو وہ ہوے اگر آدمی روش
وصف اسکے قد کا میر سے سنکر اکڑ گیا

جان اپنا جو ہمنے مارا تھا | کچھ ہمارا اسی مین دارا تھا
کون لیتا تھا نام مجنون کا | جب کہ عہد جنون ہمارا تھا

طائر کی بھی رہی ہے پھر جان چمن ہی مین
گل آئے جہان وہ بھی جون آب روان آیا

خلوت ہی رہا کرتی ہے محبس مین تو یون اسکی
ہوتا ہے جہان یکجا مین میر جہان آیا

خون ہوا دل جاہیے جیسا گو اب کام یہی جاویگا
کام اپنے وہ کیا آیا ہے کام ہمارے آویگا

آنکھین لگی رہتی ہین اکثر چاک قفس سے دامن کی
جھوکا باد بہار کا گلبرگ کوئی یان لاویگا

فتنے کتنے جمع ہوئے ہین زلف و خال عذار قد
کوئی نہ کوئی عہد مین میرے سر انہین سے اٹھاویگا

عشق مین تیرے کیا کیا سنکر یار کسی گر جاتے ہین
یعنے غم کھاتے ہین بہت ہم غم بھی ہم کو کھاویگا

ایک نگہ کی امید بھی اسکی چشم شوخ سے ہم کو نہین
ادھر ادھر دیکھے گا پر ہمسے آنکھ چھپاویگا

اب جوانی کا یہ نقشہ ہے یہ خود دیکھو رکھے گا
ہوش گیا پھر آدیگا تو دیر تلک پچھتاویگا

دیر سے اس اندیشہ نے ناکام رکھا ہے میر ہمین
پانون چھوٹینگے اسکے ہم تو وہ بھی ہاتھ لگا دیگا

بہار آئی چلو چمن مین ہوا کے اوپر بھی رنگ آیا
کہان تلک گل ہوئے غنچہ رہا منہ مین منہ سو تنگ آیا

چلے ہین مدتے پھٹی ہے کہنی سی ہے چولی پھٹی ہے دامن کی
قیامت اسکی ہے تنگ پوشی ہمارا جی تو تنگ آیا

وہی ہے رونا وہی ہے کڑھنا وہی ہے سوزش جوانی کی سی
بڑھاپا آیا ہے عشق ہی مین یہ میر کہنہ ڈھنگ آیا

بکاے شب و روز اب چھوڑ میر
نواح آنکھون کا تو ورم کر گیا

یاری کیے کسو کا کاہیکو نام نکلا
ناکام عشق تب تو عاشق کا نام نکلا

ہنگامے سے جہان مین ہمنے جنون کیا ہی
ہم جسطرف سے نکلے ساتھ اژدحام نکلا

پامالی خطر سے نکلا نہ کبک اُدھر
جیدھر سے ناز کرتا وہ خوشخرام نکلا

جنگ زمانہ مین تو بہت ہمر عشق ہی کا
بیجا ہوا دل اپنا جب وہ مقام نکلا

جانا تھا تجکو ہمنے تو پختہ مغز ہوگا
دیکھا تو میر تیرا سودا بھی خام نکلا

نے ہمسے کچھ نہ اُس ستم ایجاد سے ہوا
ظلم صریح عشق کی امداد سے ہوا

شیرین کا حسن ایسا تھا جو خستہ جان دین
جو کچھ ہوا سو خواہش فرہاد سے ہوا

خوش زمزمہ طیور رہی ہوتے ہین میر اسیر
ہم پر ستم یہ صبح کی فریاد سے ہوا

زار کیا بیمار کیا اس دل نے کیا آزار کیا
داغ سے تن گلزار کیا سب آنکھونکو خونبار کیا

جرم ہی ہم اُلفت کشتونکا لگ پڑنیسے شروع ہوا
اب کہتے ہین دل مین اپنے ہمنے اُسکو کیون پیار کیا

چاہا ہمنے کیا تھا پر اپنا چاہا کچھ نہ ہوا
اغرت کھوئی ذلت کھینچی عشق نے خوار و زار کیا

رہا افسوس آنکھین تر ہو مین تو
کہ آنسو تھا جگر پارا ہمارا

نہ یارے یاوری طالع نے کچھ کی
گیا بے یار سب یارا ہمارا

گلہ لب تک نہ آیا میر ہرگز
کھپا جی ہی مین غم سارا ہمارا

ردیف بای

ہوا جو دل خوں جی آئی ہر ایک اعضا مین ہر خوں
حواس گم ہین جاغ گم ہر رہا سہا بھی گیا شعور اب

مرینگے طالب نظارہ یون تو نظر مین ہر گز نہ لاویگا تو
کرینگے ضایع ہم آپ ہی کو تنگ ہو کر ترے حضور اب

وجوب امکان مین کیا ہی نسبت کہ میر بندے کا پیش صاحب
نہین ہی ہو نا ضرور کچھ تو مجھے بھی ہونا ہی کیا ضرور اب

گیا گئی جان دل سے تا شباب
آنسو آتے ہین اب شتاب شتاب

ہینگی وے پلکین اور کے رخنے
حال دل ہوگیا خراب شتاب

یون صبا بھی سبک نہین جاتی
جون گیا موسم شباب شتاب

پیر ہو کر ہوا ہون یون غافل
جیسے لڑکونکو آوے خواب شتاب

مرتے ہین ہو جواب نامہ وہی
آوے خط کا اگر جواب شتاب

مہربانی تو دیر مین ہی کبھو
ہی دل آزاری عتاب شتاب

ردیف تا

ہون بخود تو کوئی پہونچے مجھ تلک
بیخودی نے حال پہونچایا ہی اب

کاشکے ہو جاے سینہ چاک چاک
رُکتے رُکتے جی بھی گھبرایا ہی اب

راہ پر وہ کیونکہ آوے مست ناز
دشمنون نے اُسکو بہکایا ہی اب

کیا جیین گے داغ ہوکر خون ہُوا
زندگی کا دل جو سرمایا ہی اب

میر شاید کبھی ہی مین رہ پڑے
دیر سے تو یان خدا لایا ہی اب

کیا کرین تدبیر دل مقدور سی باہر ہی اب
نا امید اس زندگانی کرنے سے اکثر ہی اب

جن دنون ہم کا فرونسی ربط تھا وے ہو چکے
وہ بت بیمہر اپنی اور سے پتھر ہی اب

دور تک سوا ہوا ہون شہرون شہرون ملک
میرے شعر و شاعری کا تذکرہ گھر گھر ہی اب

وہ طبیعت ہی نہین ہمدمی کی مشفق طبیب
کردوا جو طبع مین آوے ترے بہتر ہی اب

بیخود اُس مست ادا کو نازبن رہتے ہین ہم
عالم اپنا دیکھیے تو عالم دیگر ہی اب

وہ سپاہی پیشہ لوگون ہی مین رہتا ہی کھرا
گرد پیش اُس دشمن احباب کے لشکر ہی اب

گفتگو انسان سے محشر مین ہی یعنے کہ میر
سارا ہنگامہ قیامت کا مرے سر پر ہی اب

خلاف وعدہ بت ہوے ہو کوئی تو وعدہ وفا کر اب
ملا کر آنکھین دروغ کہنا کہان تلک کچھ حیا کر اب

بعد مرگ آنکھین کھلی رہنے سے یہ جانا گیا
دیکھنے کی میرے اسکی حسرت بہت

سُنکے ضایع روزگاری اسکی جی لایا تباہ
آپکو کر بیٹھے ضایع ہمکو تھی حسرت بہت

آنکھین جاتی ہین ندے ضعف نے سی ہی ہو بدم
اندنون انکو بھی ایدھر ہی ہے غفلت بہت

دل گئے پر آجکل سے چپ نہین مچکو لگی
گذری اس بھی بات کو اے ہمنفس مدت بہت

دل مین جاگر تا ہی اور میر شاید دوستان
ان نے صاحبدل کسو سے کچھ کہی ہے صحبت بہت

چشم رہنے لگی پر آب بہت
شاید آویگا خون ناب بہت

دیر و کعبے مین سُنتے تو ہشمند
ہوتے پھرتے ہین ہم خراب بہت

دلکے دل ہی مین رہگئے ارمان
کم رہا موسم شباب بہت

مارنا عاشقون کا گر ہی ثواب
تو ہوا ہی تمھین ثواب بہت

کیسے بے پردہ کیونکہ عاشق ہین
ہمکو لوگون سے ہی حجاب بہت

میر نیکو ہین اس جناب سے اب
چاہیے سب کو اجتناب بہت

دلنے کام کیے ہین ضایع دلبر ہی دلخواہ بہت
قدر بہت کم ہی دلکی پر دلمین ہی جاہ بہت

راہ کی بات سُنی بھی تو جانا حرف غریب اُسکا
خوبی پر اپنی حُسن پر اپنے پھرتا ہی گمراہ بہت

ہم تو آگے ہی مر رہے ہین میر
تیغ کھینچے پھرے ہی یار عبث

ردیف جیم

حال بُرا ہی تمکو ہمسے اتنی غفلت کیا ہی آج
کوئی گھڑی تو پاس ہمو یان ہمزمان رہو کیا ہی آج

سامنے ہی وہ آئینہ پر آنکھ نہین کھل سکتی ہی
دستگی سی کرکے ہی دم کیا کیے صورت کیا ہی آج

فرق و تیغ رہتے ہین جیسے دلکی لاگ لگی
اُس ظالم بیرحم کی میری ایسی صحبت کیا ہی آج

شیشہ صراحی ساغر و مینا سب کل تک بھی حاضر تھے
کوی بادہ فروشان مین میری حرمت کیا ہی آج

میر گھڑی اک ساعت ہی مین غش تم کرنے لگتے ہو
تاب نہین کیا ضعف ہی دلمین جی ہی بیطاقت کیا ہی آج

ہم تو لب خوشرنگ کو اسکے مانا لعل ہی آج
اور غرور سے ان نے ہمکو جانا کنکر تھا آج

عشق کے جو سرگشتہ ہوے ہم رفتہ رفتہ دور ہوے
پانون مین چکر ہوتا ہی یان سے کوبھی ہی جانا آج

عرش پہ ہونی لگانے کو تھے دو دو سی کبتک ہم
خاک پہ یانکے در و نشان نہ رہنے بچھایا بستر آج

جینے سے ہم غم گشتونکی خاطر تم بھی حیف کرو
گل تک کام نہین کھینچے کا غش آتا ہی اکثر آج

ملکون ملکون شہرون شہرون قریہ قصبہ دیہ دیار
خطے سے آگے مہر و وفا کا دعوی سب جھوٹا تھا آج

شعر و بیت غزل پر اپنے ہنگامہ ہی گھر گھر آج
جامہ مصحف کہ پہنے وہ کون کرے ہی باور آج

منھ اسکا دیکھ رہیے کہ رفتار ناز کو
سرنا خدم ہی لطف ہی آل غرض پہ کیجیے

ہر دانۂ سرشک مین تار نگاہ ہی
اس رشتے کی روش کہ جو ہووے گہر کے بیچ

کیا دل کو خون کیا کہ تڑپنے لگا جگر
یکتاے روزگار مین ہم اس ہنر کے بیچ

ایسا ہوا ہی معتبر اب ہی حساب پاک
کیجے جو کچھ بھی باقی ہو اپنے جگر کے بیچ

ہوا اپنی خانوادی مین اپنا ہی شور میر
بلبل بھی ایک ہی بولتا ہوتا ہی گھر کے بیچ

رنج کیا کیا ہمنے کھینچے دوستی یاری کے بیچ
کیا ہوئی تقصیر اسکی ناز برداری کے بیچ

دوش و آغوش و گریبان دامن گلچین ہوئے
گفشانی کر رہی ہی چشم خونباری کے بیچ

ایک کو اندیشۂ کار ایک کو ہی فکر یار
لگ رہے ہین لوگ سب چلنی کی طیاری کے بیچ

منتظر تو رہتے رہتے پھر گئین آنکھین ندان
وہ نہ آیا دیکھنے ہمکو تو بیماری کے بیچ

جان کو قید عناصر سے نہین ہی وا ہی
تنگ آئے ہین بہت اس حبس دیوار کے بیچ

روتے ہی گذری ہی ہمین ہی شب نشینی یا تمکی
اوس سی پڑتی رہی ہی رات ہر کیاری کے بیچ

یاد پڑتا ہی جوانی تھی کہ آئی رفتگی
ہو گیا ہو نہین تو مست عشق ہشیاری کے بیچ

ایک ہو وین جو زبان دل تو کچھ نکلے بھی کام
یون اثراے میر کیا ہو گریۂ زاری کے بیچ

عشق کی کیسے طرح خیال و فا دقیس | بیکسانہ مر گئے دے لوگ سارے اسطرح

جو عرق تحریک مین اُس رشک مہ کے مُنھ پہ ہو
میر کب ہوئے ہین گرم جلوہ تارے اسطرح

پہونچے ہی ہمکو عشق مین آزار ہر طرح | ہوتے ہین ہم ستم زدہ بیمار ہر طرح
ترکیب و طرح ناز و ادا سب سے دل لگے | اُس طرحدار کے ہین گرفتار ہر طرح
یوسف کی اس نظیر سے دلکو نہ جمع رکھ | ایسی متاع جاتی ہے بازار ہر طرح
جسطرح مین دکھائی دیا اُس سے لگ پڑے | ہم کشتۂ خون کے ہینگے سزاوار ہر طرح

چپ لگ کے بام و در سے گلی کوچے مین سبی میر
مین دیکھ لون ہون یار کو اکبار ہر طرح

ردیف خای

ہی میرے جو سر شک و مادر کا رنگ سُرخ | ریزش کا اسکے تختہ ہی سینے کا سنگ سرخ

ردیف دال

زردی عشق سے ہی تن زار بدنمود | اب مین ہون جیسے دیر کا بیمار بدنمود
بے برگی بے نوائی سے ہین عشق مین ہزار | پائیز دیدہ جیسے ہون اشجار بدنمود
ہر چند خوب تجکو بنایا خدا نے لیک | اے ناز پیشہ کبر ہی بسیار بدنمود

خوف کر عاشق کے سر کٹنے کی قطعی ہو دلیل
ہو جہاں شمشیر ابرو اسکی خم صد ہے زیاد

کچھ بھی نزدیک اسکے ٹھہرا ہو تو دیکھے پھر نظر
قدر ہے عاشق کی ان آنکھو مین کم صد ہے زیاد

پاس اسکے دم نجد بہرون تھے سو طاقت کہان
بات کہتے میرا اب کرتے ہین دم صد سے زیاد

شعر دیوان کے میرے کر کر یاد
مجنون کہنے لگا کہ بان استاد

خود کو عشق تباہ نے کیا ہے بنجا
متوکل ہو کر خدا کو یاد

سب طرف کرتے ہین نگہبانی
کس سے جا کر کوئی کرے فریاد

وحشی اب گرد باد سے ہم ہین
عمر افسوس کیا گئی برباد

چار دیواری عناصر میر
خوب جاگہ ہی پر ہی بے بنیاد

ردیف ذال

درویشی کی جو سوختگی ہی سو ہی لذیذ
نان و نمک ہو داغ کا بھی ایک شیرینی

ردیف رای

مست اس چمن مین غنچہ روشن دو باش کر
مانند گل شگفتہ جبین یان معاش کر

دل رکھ قوی فلک کی زبردستی پر نجا
گر کشتی لگ گئی ہی تو تو بھی تلاش کر

عشق و محبت پر ہمیں کیا لطف کے ہو نرا ضبط
چھاتی پہ جو ہو کوہ الم کا تو بھی نالہ و آہ نکر

مانگ پناہ خدا سے بندہ دل لگنا اک آفت ہے
عشق نکر زنہار نکر واللہ نکر باللہ نکر

گیا اس بے خانے کی بہتران شیخ نئے مصلے سے
پانون نہ رکھ سجادے پہ انکے اس جا دیسے رانکر

میر نہ ہم کہتے تھے تجھسے حال نہیں کچھ رہنے کا
چاہ بلائے جان دل ہے آجانے دے چاہ نکر

کل سے دل کی کل بگڑی ہے جی مارا بیکل ہو کر
آج لہو آنکھون میں آیا درد و غم سے ور نکر

ایک سجود خلوص سے آہ کیا نہ جوانی میں
سر مارتے ہیں محراب نمیں یونہیں قمت کو اب کھو کر

جیسے بیدہ خاک ملونگی حال سے کیا آگاہی تجھے ہے
راہ چلو ہو ناز کنان دامن کو لگا کر تم ٹھوکر

ایک قدم تو ہوتے نہیں ہیں سر پر بہت لمار چکے
اب بہتیری ستم نی جلد لگا کر تو دور کر

جی ہی ہی ملا جاتا ہے اپنا میر سمان دیکھے ہے
آنکھیں ملتے اٹھتے ہیں بستر سے دور جب سو کر

یہ لطف اور پوچھا مجھ سے خطاب کر کر
کاہے میر کچھ کہیں ہم تجکو عتاب کر کر

چھاتی جلی ہے کیسی اڑتی جو یہ سنی ہے
وان مرغ نامہ بر کا کھانا کباب کر کر

خونریزی سے کچھ آگے تقصیر کر لیا تھا
اس دل زدہ کیوان نے سارا خراب کر کر

گنتی میں تو نتھا میں پر کل جمل ہوا وہ
کچھ دوستی کا میرے دلمیں حساب کر کر

مست و بیخود ہم اسکے در پہ گئے | لوگ اسکو خبر کرین کیون کر
سو رہا بال مُنہ پہ کھول کے وہ | ہم سب اپنی سحر کرین کیون کر
مہ فلک پر ہی وہ زمین پر آہ | انکو زیر و زبر کرین کیون کر

دل نہین دردمند اپنا میر
اور نالے اثر کرین کیون کر

ردیف زای

ہی زیر خاک لاشۂ عاشق طپان ہنوز | پیدا ہی عشق کشتی کا اُسکے نشان ہنوز
گردش سے اُسکی خاک بر ہوئی ہزار خلق | استادہ روے خاک پہ ہی آسمان ہنوز
اُس تک پہونچنے کا نہین ہی حال کچھ ہمین | جاتے ہین گرتے پڑتے بھی نا توان ہنوز
پروانہ جل کے خاک ہوا پھر اڑا گیا | اے شمع تیری رہتی نہین ہی زبان ہنوز
چندی ہزار جانین گئین اُسکی راہ مین | ایک آدھ تو بھی مر رہے ہین نیمجان ہنوز
مدت ہوئی کہ خوار ہو گلیون مین مر گئے | قصہ ہمارے عشق کا ہی داستان ہنوز

لخت جگر کے غم مین کہ تھا لعل پارہ میر
رخسار زرد پر ہی مرے خون روان ہنوز

دیوانگی کی ہی زور آوری ہنوز | ہر دم نئی ہی میری گریبان دری ہنوز

خاک ہوکر بھی نہیں یاد ہنوز — دل کا بیتاب نہیں چین ہنوز
نہ جگر میں ہی خوں نہ دیدہ میں خوں — در پے خوں ہی روزگار ہنوز

دست بردل ہون مدتون سے میر
دل ہی ویسا ہے بیقرار ہنوز

دوستان حسن و خوبی ہو کیا چیز — ٹھہری ہی جان سے بھی شے کیا چیز

ردیف سین

مدت ہجر مین کیا کریے بیان یار کے پاس — حال پر رسی بھی نکی آن کے بیمار کے پاس
حق یہ ہی خواہش دل تو ہی مری آجاتا — جبکہ خونریزی کو بٹھلائین مجھ دار کے پاس
در اسیری کا کھلا منہ پہ ہمارے کیا تنگ — مر ہی رہیے گا قفس کے در و دیوار کے پاس
آنا اسکا تو دم قتل ضروری آوے — کون آتا ہی کسو خونکے سزاوار کے پاس
پائیے یار اکیلا تو غم دل کہیے — سو تو بیٹھا ہی اُسے پاتی ہین وہ پیار کے پاس
مُنہ پہ ناخن کے خراشون سے لگا دل کہنے — ہم تو بیٹھا ہی اُسے پاتے ہین اغیار کے پاس

مین تو تلوار تلے اُسکے لیے بیٹھا میر
وہ کھڑا بھی نہ ہوا آکے گنہگار کے پاس

کل ہاتھ جا رہا تھا دل بیقرار پاس — گویا کہ جا رہا کسو سوزندہ یار پاس

کیا چلن ہستی کا ہر بھری روزگار کی
سب اس گزرنہ بیکی ہے سیہ کاری روش

وہ رفت و خیز گرم تو مدت سے ہو چلے
رہتے ہین اب گرے پڑے بیمار کی روش

جاتے ہین رنگ و بوے گل و آ بجو چلے
آئی نہ خوش ہمین تو یہ گلزار کی روش

مائل ہوا ہو سرو گلستان کا دل بہت
کچھ آگئی تھی اسمین قدبار کی روش

زندان مین جہانکی بہت ہین خراب حال
کرتے ہین ہم معاش گنہگار کی روش

یون سر بگیر مرے عشق مین بھرتے نہین ہین میر
اظہار بھی کرین ہین تو اظہار کی روش

رہتے ہین ہیبت لکے ہم آزار سے ناخوش
بستر یہ گرے رہتے ہین بیمار سے ناخوش

جانا جو مقرر ہی مرا دار فنا سے
اس بستی کی مین ہون در و دیوار سے ناخوش

ہموار سے ہین نرم و خشن ایک سے دونون
خوش ہین نہ گل تر سے نہ ہم خار سے ناخوش

سرشتہ دل بند نہین زلف و کمر مین
کیا جانیے کیسلے ہین پار سے ناخوش

ہم عشق مین صحبت مری خوبانکی عجب کچھ
اقرار سے بیزار ہین انکار سے ناخوش

خوش رہتے ہین احباب ہم ربط کیے سے
رہتے ہو تمھین ایک مرے پیار سے ناخوش

اک بات کا بھی لوگون مین پھیٹ اسے کرنا
ہم ہینگے بہت میر کے لنتار سے ناخوش

احتیاطِ صراحی مے سے ہمنے سجادہ کے دھلائے داغ

دیکھے دامن کے نیچے کیسے دیے
میرنے گرتلے چھپائے داغ

ردیف فای

آج ہمارا سر پھرتا ہی باتین جتنی سب موقوف — حرف وسخن جو یا کچھ اور رہتے تھے سب موقوف
کسکو دماغ سے رہا یان اٹھ پہ کی منت کا — ربط اخلاص سے دن گذرے خلط سب موقوف
اسکی گلی مین آمد وشد کی لگات ہی مین ہم رہتے تھے — اب شکستہ پا ہو بیٹھے دھب کرنکا دھب موقوف
وہ جو مراج ہو تو کیا ہی شوق کمال کو پہونچا ہی — وقفہ ہوگا تب ملنے مین ہم بھی کرینگے جب موقوف

حلقے پڑے ہین چشم مڑین سوکھے ایسے تر تھے
رونا کڑھنا عشق مین اُسکے میر کروگے کب موقوف

مین آگے نہ تھا دیدۂ پرآب سے واقف — پلکین نہ ہوئی تھین مری خونباب سے واقف
پتھر تو بہت لڑکونکے کھائے ہین ولیکن — ہم اب بھی جنون کے نہین آداب سے واقف
ہم ننگ خلائق یہ عجب ہی کہ نہین ہین — اس عالم اسباب مین اسباب سے واقف
شب آنکھین بھلی رہتی ہین ہم متظرون کی — جون دیدۂ انجم نہین مین خواب سے واقف
بل کھاتے نہین بانونکی ہم جاتے ہین دہیر — ہین پیچ وخم درہم وتپ وتاب سے واقف

گھر کیسے کیسے دین کی بزرگوں نے ہین خراب
الفقہ ہی خرابہ کہنہ دیار عشق

تو ضبط کرتے ہو وین جراحت جگر کے زخم
رونا نہین ہی کھولکے دل راز دار عشق

مارا پڑا ہی اس ہی کرنے مین رنہ میر
ہی دور گرد و دائے وحشت شکار عشق

ردیف کاف

وحشت تھی ہمین بھی گھر بار سے اتک
سر مارے ہین اپنے در و دیوار سے اتک

مرتے ہی سنا انکو جنھین دل لگی کچھ تھی
اچھا بھی ہوا کوئی اس آزار سے اتک

جیسے لگی ہین آنکھین کبھی راہ تکے مین
سونے نہین ہاتھ اسکے معجو پیار سے اتک

آیا تھا کبھو یار سو ماموں ہم اسکے
بستر پہ گرے رہتے ہین بیمار سے اتک

بد عہدیون مین وقت ذات آپ ہی چوکا
وعدہ نہوا ایک وفا یار سے اتک

ہی قہر غضب دیکھ طرف کشتی کے ظالم
کرتا ہی اشارت کبھی تو تلوار سے اتک

کچھ رنج ولی میر جوانی مین کھچا تھا
زردی نہین جاتی مری رخسار سے اتک

رہا پھول سا یار نزہت سے اتک
نہ ایسا کھلا گل نزاکت سے اتک

لبالب ہی وہ حسن معنے سے سارا
نہ دیکھا کوئی ایسی صورت سے اتک

کیا چلے جاتے ہین جہانسے لوگ
مگر آتے تھے مہانسے لوگ

قہر ہی بات پر گالی
جان لب پہ ہین تری زبانسے لوگ

شہر مین گھر خراب ہی اتنا
آتے ہین یان اب اس نشانسے لوگ

ایک گرد شمین ہین برابر خاک
کیا جھگڑتے ہین آسمانسے لوگ

درد دل ان نے کب سُنا میرا
لگے رہتے ہین اسکے کانسے لوگ

یاد سے بھی لچک مک ہو ہین
ہم ہی سبزی دھان پانسے لگ

شوق مین تیرے چلے اُدھر
ہم خمیدہ قدان کمان سے لوگ

آدمی اب نہین جہان مین میر
اُٹھ گئے اس بھی کا روانسے لوگ

ردیف لام

بُلبُل نے گل کہا کہ بہت ہنس کھائے گل
لیکن ہزار حیف نہ ٹھہری ہولے گل

رعنا جوان شہر کے رہتے ہین گل بسر
سر پر ہمارے داغ جنونی ہی جائے گل

دل پوشی پر مرغ چمن کی نہ کی نظر
بیدرد گلفروش سبد بھر کے لائے گل

حیف آفتاب بین بس دیوار باغ ہین
جون سایہ واکشیدہ ہوئے ہم نہ پائے گل

بوی گل و نوائے خوش عندلیب میر
آئے چلے گئے بھی جو کچھ تھی وفائے گل

ردیف میم

ہو میرا سی ہی نسبت کن حلقہ حلقہ موسی	
بیتاب کچھ ہی گا ہے پر پیچ ہے گئے دل	

حال تو حال زار ہی تا حال	دل وہی بیقرار ہی تا حال
بڑھتی ہو حال کی خرابی بروز	گرچہ کچھ روزگار ہی تا حال
خستہ جانی نے ننگ خلق کیا	پر اُسے مجھ سے عار ہی تا حال
حال فکر سخن مین کچھ نہ رہا	شعر میرا شعار ہی تا حال
حال مستی جوانی تھی سو گئی	میرا سکا خمار ہی تا حال
آنکھین بے جالی سے ٹھہرتی نہین	شوق دیدار یار ہی تا حال

غم سے حال آنکھ خون دل سوکھا	
چشم تر اشکبار ہی تا حال	

کھچتا ہی اُسطرف ہی کو بے اختیار دل	دیوانہ دل بلا زدہ دل بیقرار دل
سمجھا بھی تو کہ دل کسی کہتے ہین دل ہی کیا	آتا ہی جو زبان پہ ترے بار بار دل
آزردہ خاطری کا ہمارے نہ کر عجب	اک عمر ہم رہا کیے ہین مار مار دل
واشد فسردگی سے ترے اس حمین مین ہم	دل جو کھلا تو جیسے گل بے بہار دل
میر اُسکے اشتیاق ہم آغوشی مین پوچھ	جاتا ہی ابتو جی ہی رہا در کنار دل

کیا ظلم ہی کھینچے شمشیر وہ کسے ہی
آزردہ ہونگا کچھ مین جاکے سے جو ملے تم

کم پائی اسقدر ہی منزل ہی دور اتنی
طے کسطرح کروگے یارب پیدل چلے تم

اکثر نڈھال ہین ہم پر یون نہین وہ مرتا
کیا ہی کہ جاتے ہوگے کچھ اتنی ہی دھیلے تم

یہ جانتے نہ تھے ہم ایسے بری ہوئے ہو
ہو ٹھونپہ جان آئی تم بن گئے بھلے تم

قربانی اُسکی ٹھہری پر یہ طرح نہ چھوڑی
تکتے ہو میرا ادھر تلوار کے تلے تم

یارب اُس محبوب کو پھر اک نظر دیکھیں گے ہم
اپنی آنکھونسے اُسے یان جلوہ گر دیکھینگے ہم

ہین کیا دیکھوا دھر ٹک تم تو ہین بھی جان دن
ہنسکے بولے یہ تری باتین ہین پر دیکھینگے ہم

پاس ظاہر سے اُسے تو دیکھنا دشوار ہی
جاینگے مجلس مین تو ایدھر ادھر دیکھینگے ہم

یون نہ دینگی دل کسیکو یہ بان مدد ست کو
ابتدائے عشق مین اپنا بھی گھر دیکھینگے ہم

کام کہتے ہین سماجت سے کبھو لیتے ہین لوگ
ایکدن اسکے کنے جاکر پھر دیکھینگے ہم

راہ تکتے تکتے اپنی آنکھین بھی پتھرا چلین
یہ نہ جانا تھا کہ سختی اسقدر دیکھینگے ہم

سوزش دیوانگی اسکی نہین جانیگی لیک
ایک دو دن میر کو زنجیر مین دیکھینگے ہم

صبر کیا جاتا نہین ہمسے رہ کے جدا زنہار تم
پانون کا رکھنا اگرچہ ادھر کو عار سی ہی تم

کہہ سکے کون ہمسے ناہموار
کوفت سے کوفت اپنے دلپر ہی

ابتو ہین خاک سے برابر ہم
چھاتی کوٹا کتے ہین اکثر ہم

ابر کرتا ہی اب کمی سی میر
دیکھیں ہین سوے دیدۂ تر ہم

قحط ہی غیرت عشقی سے گفتگو کو ہم
اگرچہ وصل ہی پر ہین طلب مین سرگران

خموش دیکھتے رہتے ہین اسکے رو کو ہم
پہ وہم کار ہی جاتے ہین جستجو کو ہم

اب اپنی جانسے ہین تنگ دم رکے ہی بہت
جلاکے خاک کرے وہ کہ رکھے داغ کرے

ملا ہی وہ نکے تری تیغ سے گلو کو ہم
لگا دین آگ سے کیا اپنی گرم خو کو ہم

مرید پیر خرابات یون نہوتے میر
سمجھتے عارف اگر اور بھی کسو کو ہم

عشق تو نسے اب کرینگے عہد کیا ہی خدا ہم
گریہ خونین تک بھی ہے تو خاکی سو پوتی ہی

آجاوین جو یہ ہرجائی تو بھی بجاوین جا سے ہم
شام و سحر رہتے ہین پٹے اپنے لہو کے پیاسی ہم

اسکی نہ پوچھو دیر مین ان نے پرسش حال ہماری کی
ہمکو دیکھو مارے گئے ہین آکر پاس و فا سی ہم

چپکے کیا انواع اذیت عشق مین کھینچی جاتی ہی
دل تو بھرا ہی اپنا تو بھی کچھ نہین کہتے حیا سے ہم

کیا کیا عجز کرین ہین لیکن پیش نہ کچھ جاتا میر
سر گڑے ہین آنکھین پٹے ہین دل سے ثنائی پاسے ہم

دل تو اہین بھیس مین جانا ہی تجی دور ہی دیکھو تم — چاہ سخت کو چاہ مین ہمارے سکی کو جال مین

کب تک ترے ٹکڑے جگر کے ٹھون سے
کسب نہین ہی پارہ دوزی مین کوئی وصال مین

ہو وضع کشیدہ کا جو شور اسکے جہان مین — نکلی ہی مگر تازہ کوئی شاخ کمان مین
ہر طور مین ہم حرف سخن لاگ سے دل کی — کیا کیا کہین مین مرغ چمن اپنی زبان مین
کیا باد نے بھی دست خطا دل کو دیا ہول — پھیلے پڑے ہین پھول ہی سب بکی خزان مین
خوشرنگ ہی کس مرتبہ انہار کا پانی — خونناب مرے چشم کا ہی آب روان مین

روئے مرے احوال پہ جون ابر بہت میر
بیطاقتی بجلی کی سی ہی آہ و فغان مین

دل لگ گہی بیدل کہلائے آگے دیکھیے کیا کیا ہون — محزون و مفتون ہوے ہین مجنون ہوے ہین سودا ہون
عشق کی رہ مین پانو رکھا سو رہنے لگے کچھ رفتہ سے — آگے چلکر دیکھین ہم اب گم ہوے ہین یا پیدا ہون
خار و خس لجھے ہین آپہی بحر اٹھو تی کیا رکھیے — موج زن اپنی طبع روان سے جب ہم جیسے دریا ہون
ہم بھی گئے جاگر سے اپنی شوخیون اس ہرجائی کے — عشق کا جذبہ کم کرے تو پھر ہم زر نون یکتا ہون

کوئی طرف بیان ایسی نہین جو خالی ہووے اس سے میر
یہ طرف ہی شور جرس سے چار طرف ہم تنہا ہون

احراق اپنے قلب کا رویسے کب گیا
پانی کی چار بوند ہین کیا احتراق ہین

تحصیل علم کرنے سے دیکھا نہ کچھ حصول
مینے کتابین رکھین اٹھا گھر طاق ہین

ہم ناکسین بقول زنان عاشقونکے ہین
ہلنا بلا ہی موتی کا اُسکی بلاق ہین

اک نور گرم جلوہ فلک پر ہی ہر سحر
کوئی تو ماہ پارہ ہمیر اُس رواق ہین

صبح ہوئی گلزار کے طائر دلکو اپنی بولین ہین
یاد مین اُس خود رو گل تر کے کیسے کیسے بولین ہین

باغمین جو ہم دیوانیسے جا نکلین ہین ناگہان
غنچے ہو ہو مرغ چمن کے ساتھ ہمارے ہولین ہین

یار ہما آسان کیا کچھ سینہ کشادہ ہمسے ملا
خون کرین ہین جیب دلکو بند قبا کی کھولین ہین

مینھ تو برسی ہی شدت سے دیکھ اندھیری کیا ہی یہ
یعنے تنگ جو آتے ہین ہم دلکو ٹھولکے رولین ہین

رزہ دھوپی کا کم ملتا ہی میل دل اپنے پر ہی بہت
کوئی کہے اس سے ملتے ہین تجھکو کیا ہی دھوبی پٹخولین ہین

سرو تو ہی بیشک لیکن بیش مصرع قد یار
نا موزون ہی نکلے ہی جب دلمین اپنے تولین ہین

مرگ کا وقفہ اس رستے مین کیا ہی میر سمجھتے ہو
ہارے ماندے راہ کے مر ہین لوگ کوئی ہم سولین ہین

غزل میر کی کب پڑھائی نہین
کہ حالت مجھے عشق کی آئی نہین

زبان سے ہماری ہی صیاد خوش
ہمین اب امید رہائی نہین

دیارِ حسن مین دلکی نہین خریداری
وفا متاع ہی اچھی پہ یان کی تاب نہین

حساب پاک ہو روزِ شمار مین تو عجب
گناہ اتنے ہین میرے کہ کچھ حساب نہین

گذر ہی عشق کی بیطاقتی سے مشکل آہ
دلونکو چین نہین ہی شبونکو خواب نہین

جہانکے باغ کا یہ عیش ہی کہ گل کے رنگ
ہمارے جام مین لوہو ہی سب شراب نہین

تلاش میر کی اب میکدونمین کاش کرین
کہ مسجد دنمین تو وہ خانمان خراب نہین

ہمکو کہنے کے تئین بزم مین جا دیتے ہین
بیٹھنے پاتے نہین ہم کہ اٹھا دیتے ہین

ان طیورونسے ہونین بھی اگر آتی ہو صبا
باغ کے چار طرف آگ لگا دیتے ہین

گرچہ ملتے ہین خنک غیرت مہ لڑکے
دل جگر دونکو اک لخت جلا دیتے ہین

دیر رہتا ہی ہمالاش پہ غم کشتونکے
استخوان انکے جلے کچھ تو فنا دیتے ہین

اس شہ حسن کا اقبال کہ ظالم کے تئین
ہر طرف سیکڑون درویش دعا دیتے ہین

دل جگر ہوگئے بیتاب غم عشق جہان
جی بھی ہم شوق کے مارونکو دعا دیتے ہین

کیونکی اس راہ مین کہیے کہ صاحب نظران
یانسے لے وان تئین آنکھین ہی بچا دیتے ہین

ملتے ہی آنکھ ملی اسکی تو برہم بے تہ
خاکمین آپکو فی الفور ملا دیتے ہین

طرفہ صناع ہین اے میر یہ نورون طبعان
بات جاتی ہو بگڑ بھی تو بنا دیتے ہین

کہین دل کے مرغان گلشن سے کیا
یہ بے حوصلہ ہم کو رسوا کرین
کھپا عشق کا جوش دل مین بھلا
کہ بدنام ہووین جو سودا کرین

بُری حال اُسکے گلی مین ہین میر
جو اُٹھ جائین وان سے تو اچھا کرین

ہجر مین وتا ہون ہر شب مین تو اس آرزو مین
وے اندھیری مینہ برسے جو کبھو شب یان

کسقدر بیگانہ خو ہین مردمان شہر حسن
بات کرنا رسم عادت ہی نہین الفت کہان

اُٹھ گئے ہین جسے ہم سونا پڑا ہی باغ سب
شور ہنگام سحر کا مہر ہی مدت سے یان

سر کوئی پھوڑے محبت مین تو بارے اسطرح
مر گیا ہی عشق مین فرہاد جسکے رہے یان

دلکشی اس بزم کی ظاہر ہی تم دیکھو تو ہو
لوگ جی دیتے چلے جاتے ہین کس حسرت سے یان

صور تو نسے خاکدان یہ عالم تصویر ہی
بولین کیا اہل نظر خاموش ہین حیرت سے یان

فہم حرفونکی تنافر کا بھی یارو نکو نہیں
اسپہ رکھتے ہین تفرس سب مری تربت سے یان

پنج روزہ عمر کرے عاشقی یا زاہدی
کام کچھ چلتا نہین اس تھوڑسی مدت سے یان

کیا سر جنگ و جدل ہو بید ماغ عشق کو
صلح کی ہی ہم نے ہنقاد دو ملت سے یان

داغ فراق ہی کیا پوچھو ہو آگ لگا دی سینے مین
چھاتی سے وہ مُنھ نہ لگا تا کہ اس بھی نہ بجھی

چاہت مین اس چہ جانکہ مدعیکی شایستہ ہوئے
جا سجدہ جی ہی دل کی ہوس اب جسے کہا کرین

شور نہین یان سُنتا کوئی پیر قفس کے اسیرونکا
گوش نہین ہوا رچمن کے گل کے شاید کان نہین

یون ناکام رہینگے کتنے حسین اُنکا کام کرین
رسوا ہو کر مارے جاوین اُسکو بھی بدنام کرین

جسکو خدا دیتا ہی سب کچھ وہی سب کچھ دیوین
ٹوپی مانگوتی پاس اپنے ہم اسپر کیا انعام کرین

مُنھ کھولے تو روز ہی روشن لعل بکھرتے ہیں پھر
اِن طور و لنسے عاشق کیونکر صبر کو اپنے شام کرین

خط و کتابت حرف و حکایت صفحہ و رقعہ آجاوے
دستے کے دستے ہو کاغذ جو ل کاغذ رقام کرین

شیخ پڑھے محراب حرم مین ہم یان پڑے نماز پڑھتے ہو
سجدہ ایک اس تیغ تلے کا اسنے ہو تو سلام کرین

دل آسودہ ہو تو رہے ٹک دیر ہم سو بار گئے
وہ سو بھی کہ بھیجے ہی یا ہر جا وین لب کام کرین

میل گدائی طبع کو اپنے کچھ بھی نہین ہی ورنہ میر
دو عالم کو مانگ کے لاوین ہم جو ننگ برام کرین

پھر اسین صورت حوال ہر یکو دکھانا یان
مروت قحط ہی آنکھین نہین کوئی ملاتا یان

خرابہ دلی کا وہ چند بہتر لکھنؤ سے تھا
وہین مین کاش مرجانا سراسیمہ نہ آتا یان

محبت دشمن جان ہی جو مین معلوم یہ کرتا
تو کاہیکو کسو سے میرا اپنا دل لگاتا یان

کہا تھا تنے کہ ہر حرف پر ہو بوسہ لب | جو باتین کین ہین تو اب قرض کا حساب کرو

قطعہ

ہوا ہی اہل مساجد پہ کام ازبس تنگ | نہ شب کو جاگتے رہنے کا اضطراب کرو
خدا کریم ہی اُسکے کرم سے رکھکر چشم | ذرا رکھینچو کسو میکدے مین خواب کرو

جہان مین دیر نہین لگتی آنکھین بند ہو تیر
تمھین تو چاہیے ہر کام مین شتاب کرو

وہ گل سارو سراہون یا پیچدار ہو کو | ترمی ہی کاش دیتا خالق تک اسکی خو کو
ان گیسوؤنکے حلقے ہین چشم شوق عاشق | دے آنکھین دیکھتی ہین جسنے اُسکے رو کو
دم کی کشش سے کوشش معلوم تو ہی لیکن | پاتے نہین ہم اسکی کچھ طرز جستجو کو
آلودہ خون دل سے صد حرف منھ پر آئے | مرغ چمن نہ سمجھا انداز گفتگو کو

دل میرے لبرون سے چاہا کرے ہی کیا کیا
کچھ انتہا نہین ہی عاشق کی آرزو کو

عجب گر تیری صورتکا نہ کوئی یار عاشق ہو | جو صحن خانہ مین تو ہو در و دیوار عاشق ہو
تجھے اکبار اگر دیکھے کوئی بیجا ہو دل اسکا | حرام نازپر تیرے نٹا گھر بار عاشق ہو
تری چھاتی سے لگنا ہار کا اچھا نہین لگتا | مبادا اس وجہ سے گلو و گلے کا ہار عاشق ہو

کتنے دنون کہا تھا ولا ضبط نالہ کر
پھر شب کو ناشکیبی سے نالان ہوا نہ تو

ہوتا ہی میر روے سخن آدمی کے اور
افسوس ای ستمزدہ انسان ہوا نہ تو

کیا کرین صبر تم کو اور رنج بیش کو
زہر دیو بین کاشکے احباب اس روش کو

کھول آنکھین صبح سے آگے کہ شب تہ کے
دیکھتے رہتے ہین غافل وقت گرگ وبیش کو

عشق کے بیتاب کی زارین مت کر شتاب
جان دیتے دیر لگتی ہی نہین دلریش کو

دشمن اپنا مین تو فکر دوستی ہی مین رہا
اب کھون کیونکر سلامت جان عشق اندیش کو

مختلط تر سا بچون سے شیر خانہ مین رہا
کس نے دیکھا مسجد دن مین میر کافر کیش کو

ناز کی کوئی بھی ٹسک ہے جیکا ہیلو کرنا ہو
آتے ہو تلکین سیو ایسی جیسے کہین کو جاتے ہو

غیر کی ہمراہی کی غرت جی مارے ہو عاشق کا
پاس کبھو جو آتے ہو تو ساتھ اک تحفہ لاتے ہو

مست نہین پر بال ہین بکھرے پیچ گلے مین پگڑی ہے
ساختہ السے بگڑے رہو ہو تم جیسے دہ ماتے ہو

پردہ ہے کر لیتے ہو جب آتے ہو خلوت مین
آنکھین سب سے ملاتے ہو کچھ ہم ہی سے شرماتے ہو

سوچ نہین یہ فقیر ہی اپنا جیب و درید یہ دیوانہ
ٹھوکر لگتے دامن کو کس ناز سے تم یان آتے ہو

رفتہ عشق کسو کا یارو راہ چلی ہی کسکے کیے
کون رہا ہی آپ مین یان تم کسکے میر سمجھاتے ہو

کوہ کن و مجنوں دو عاشق میر آئے تھے عجب چیز
منھ نہ لگایا ہم میں کنھوں نے ایسے ہرزہ کار و لگو

جی رکا رکنے سے پری کچھ تو
آسمان آگیا دری کچھ تو

جو نہ دے نماز کرے نیاز
آدمی چاہیے کری کچھ تو

طالع و جذب و زاری و زور و زر
عشق میں چاہیے اری کچھ تو

جیتا کیا ہے جہان فانی کا
مرتے جاتے ہیں کچھ مرے کچھ تو

سہمے سہمے نظر پڑیں ہیں میر
اسکے اطوار سے ڈرے کچھ تو

رفتن رنگین گلرویانسے کیا ٹھہراؤ ہو
ساتھ انکے چل تماشا کر لے جسکو چاؤ ہو

قد جو خم پیری سے ہو تو سرکا دھنا ہیچ ہے
ہو چکا ہونا جو کچھ تھا اب عبث پچھتاؤ ہو

خونکے سیلاب میں ڈوبے ہوؤں کا کیا شمار
ٹک یہی ہو وہ جدول شمشیر تو ستھراؤ ہو

تم وفا و مہر تو بابت دیار عشق کے
دیکھیں شہر حسن میں اس جنس کا کیا بھاؤ ہو

گریۂ خونین سے ہیں رخسار میر کے لعل تر
دیدۂ خونبار یونہیں جیسے منھ پر گھاؤ ہو

جیکی لاگ بلا ہر کوئی دل جینے اٹھا بیٹھے
ہوئے فقیر گلی میں کسو کے رنج اٹھاؤ جا بیٹھو

وارفتہ ہو گلستان اُس دے چمبی کا
ہی فصل گل یہ گل کا اب وہ نہین مزا کچھ

وہ آرسی کے آگے پہرون ہی بے تکلف
مُنھ سے ہمارے اسکو آتی نہین حیا کچھ

دل ہی کے غم مین گذرے بس دن جو کچھ تھے
اچرج ہی اس نگر سے جاتا نہین حیا کچھ

مُنھ کر بھی میری جانب سوتا نہین کبھو کچھ
کیا جانون اُسکے جی مین ہی طرفہ کینہ کچھ

دل نے فقیر کا بھی ناچار ہی کر
آجاے ہی جہان مین آگے لیا دیا کچھ

یارونکی آہ زاری ہووے قبول کیونکر
انکی زبانین کچھ ہی دل مین ہی کچھ دغا کچھ

ساری وہی حقیقت ملحوظ سب مین رکھے
کہیے نمود ہووے جو اسکے ماسوا کچھ

حرف وسخن کی اُس سے اپنی مجال کیا ہی
ان نے کہا ہی کیا کیا مین نے اگر کہا کچھ

کبتک یہ بدشرابی پیری تو میر آئے
جانے کی ہو مہیا اب کر چلو بھلا کچھ

۴

حیرت طلب کو کام نہین ہی کسو کیساتھ
جان عزیز ابھی ہی ہمری آبرو کیساتھ

یکرنگ آشنا ہین خرابات ہی کے لوگ
سر میکشونکے پھوٹتے دیکھی سبو کیساتھ

قمری کا لوہو پانی ہوا ایک عشق مین
آتا ہی اسکا خون جگر آبجو کیساتھ

خالی نہین ہی خواہش ویسے کوئی بشر
جاتے ہین سب جہان سے یک آرزو کیساتھ

دم مین ہی دم جہان مین گرم تلاش ہون
سو پیچ وتاب ہتے ہین ہر ایک مو کیساتھ

کیا کیا دیدۂ درائی سے ہم کرتے ہے ہیں عالم میں — سنتے آگے سنو ہو صاحب نہیں ہوتا ہے کیا کیا کچھ
حسرتِ وصل اندوہ جدائی خواہش ذوق و شوق — یوں تو چلا ہوں اکیلا لیکن ساتھ چلا ہے کیا کیا کچھ

کیا کہیے جب میں نے کہا ہے میر ہے مغرور اس پر تو
اپنی زبان سے تھوں تو ابی اور کہا ہے کیا کیا کچھ

ردیف یا ی

میں تو تنگ صبر ہے اپنی رفتہ نہیں سکتا الم بھی — ناز و غرور بہت ہے اُسکا لطف نہیں ہے ہم کم بھی
جامۂ احرام احرمہ کردل کی اور توجہ کی — در پہ حرم کے اس لیے تھے ہم کو بھی ٹیکا تھا دھیان بھی
دیکھو ہوا کو طائر گلشن کس حسرت سے کہتے تھے — گل ہی چلے جاتے نہیں ہیں ہنسے چلنے کو ہیں ہم بھی
کیا کیا میں بیتاب ہا ہوں رنج و الم سے مجھ تک — ہے عالم کچھ اور ہی میرے دلکے مرض کا عالم بھی
تبسم و داغ کیا ہے کیا کیا اچھے ہونے والے تھے — زخموں پر چھاتی کے میرے رکھ دیکھو نہ ہم بھی
گرم ہوا ہی ہوگا جو ہر سیر چمن کی کر لیجے — پھول بکھرتے جاتے ہیں کچھ آخر ہے اب موسم بھی

نخل جڑے سینے کو ٹوٹا چہرے پر خاک ملی
میر کیا ہے میں نے نہایت دل جانیکا ماتم کی

نقد دل غفلت سے کھو یا راہ کھوٹی کر گئے — کاروان جاتا رہا ہم خواب ہی میں مر گئے
کیا کہیں ان نے جو پھیرا اپنے در پہ سے ہمیں — مر گئے غیرت سے ہم بھی پر نہ اُسکے گھر گئے

ہی بلا وہم دل تڑپنے کی
ایسا ہوتا نہیں ہی اور بھی

کچھ نہیں اور دیکھیں ہیں کیا کیا
خوابکا سا ہی یاں کا عالم بھی

حیف دل جانے پڑ گئی جی کی
ورنہ غم کرنے لیتے ماتم بھی

حرم کعبہ کا نپایا بھید
نہ ملا دان کا ایک محرم بھی

خشک نے ساتھا شیخ حیف وا
یون تو یارا سکو دیتے تھے دم بھی

کھپ ہی جاتا ہی آدمی اے میر
آفت جان ہی عشق کا غم بھی

لطف ہی کیا انواع ستم جو ہو کوئی بیان کرے
گو شعر داکدن ہو وین کہیے تو بے لطفی سی مانکرے

ہم تو چاہ کر اس ستمگر کو سخت غلطی ہی
چاہ کرے اب کوئی جو چاہت کا ارمان کرے

سود یہین لگے نفع جو چاہے خام طمع سوانی ہی
دارا سا عشقین کیا جی کا بھی نقصان کرے

حشر کے ہنگامہ مین چاہین داد عشق تو حسن نہین
کاشکے یان وہ ظالم اپنے دل ہی تئین بیدادنکرے

آہ تش خو مغرور سے کام نہایت مشکل ہی
اب نہین فرصت میدی لکو شاید عشق آسان کرے

یمن عشق غم افزا سے کام نہایت مشکل ہی
اب نہین فرصت میدی لکو شاید عشق آسان کرے

کہنے مین یہ بات آتی نہین ہو سر خدا کی قدرت کے
موند کر آنکھین میر اگر تو دلکی طرف دھیان کرے

نسبت کیا ان لوگونسے ہمکو شہری ہین دیوانی ہم
ہی فرہاد اک آدم کوہی مجنون اک صحرائی ہی

ہی تپہر سا چھاتی مین میرے کثرت غم کی جہ سے
کیا کہیے پہلو سے دلکی سخت اذیت پائی ہی

باغ مین جاکر ہم جو رہی سو اور دماغ اشتہا د
کیا کیا سر پہ ہمارے آکر بلبل شب چلائی ہی

کیسا کیسا عجز ہوا اپنا کیسے خاکمین ملتے ہین
کیا کیا ناز و ادا اسکو ہی کیا کیا پیروائی ہی

قصہ ہم غربت دگان کا کہنے سے شایستہ نہین
بیسبری کہ بائی ہی پھر دور اسے تنہائی ہی

چشمک چتون نیچی نگاہین چاہ کے تیرے شعر مین
میر عبث بگڑے ہی ہمسے آنکہ کہین تو لگائی ہی

دنیا کی قدر کیا جو طلب گار ہو کوئی
کچھ چیز مال ہو تو خریدار ہو کوئی

کیا ابر رحمت اسکی برستا ہی لطف سے
طاعت گزین جو ہو سو گنہگار ہو کوئی

کیا ضعف تن مین ہی جگر و دل و داغ بن
پوچھے جو اس قشون مین سردار ہو کوئی

ہم عاشقان زرد و زبون و نزار سے
مت کر ادا ئین ایسی کہ بیزار ہو کوئی

چپکے ہین ہم تو حیرت حالات عشق سے
کرے بیان جو واقف اسرار ہو کوئی

یکسان ہوے ہین خاک سے پامال ہو کے ہم
کیا اور اسکی راہ مین ہموار ہو کوئی

وہ رہ سکی ہو دل زدہ کچھ منتظر مرا
حیرت سے اسکے در پہ جو دیوار ہو کوئی

یک نسخہ عجیب ہی لڑکا طبیب کا
کچھ غم نہین ہی اسکو جو بیمار ہو کوئی

ایدھر نہین آتا وہ آوے تو تصدق کر | جی جامہ اٹھا دینگے گھر بار لٹا دینگے

معشوقون کی گرمی بھی اے میر قیامت ہی
چھاتی مین گلے لگ کر ٹک آگ لگا دینگے

جنگل مین چشم کسنے بستی کی رہبری کی | صاحب ہی نے ہماری یہ بندہ پروری کی
شب سنکے شور میرا کچھ کی نہ بیدماغی | اسکی گلی کی سگنے کیا آدمی گری کی
کرتے نہین ہین دل خون اس رنگ سے کسو کا | ہم دل شدہ سنکے ان نے کیا خوب بیکسی کی
اللہ رے کیا رمک ہی آدم کے حسن بیہی | اچھی لگی نہ ہمکو خوش صورتی پری کی
ہی اپنی مہر وزری جانکاہ دل گداز ان | اس رنج مین نہین ہی امید بہتری کی
رفتار رز ناز کا ہی پامال ایک عالم | اس خود نمائی کیسی خود رائی خود سری کی
ایحاش نے چھوڑے صیاد قیدیون کو | جی ہی ہی مارتی آزادی بے پری کی
اس رشک مہ سے ہر شب غیر سے لڑائی | بخت سیہ نے بارہ ان دنون یاوری کی
کہٹ بچہ یان ہی کی ہین صراف کی نہ ہمسے | پیسی دی سیر دئی کی پہر لگنی کہری کی

گذری بسان صرصر عالم سے بے تامل
افسوس میر تنے کیا سیر سرسری کی

اکثر کی بیدماغی ہر دم کی سرگرانی | اب کب گئی اٹھائی ہی زور ناتوانی

کہیں ضبط گریہ سے دلکی عمارت ہوئی چشم تر اس خرابی کی بانی
ملا دیتی ہو خاک ہی آدمی کو محبت ہو کوئی بلا آسمانی

گرامی گہر میر جی تھا ہمارا
وے عشق میں قدر رہتے جانی

چلتے ہو تو چمن کو چلیے کہتے ہیں کہ بہاراں ہے بات ہرے ہیں پھول کھلے ہیں کم کم باد و باراں ہے
رکھواسے یوں ٹپکے ہو جیسے شراب جو آتے ہیں آگے ہو میخانے کے نکلے عہد بادہ گساراں ہے
عشق کے میداں دار و رسن بھی مرنیکا ہو وقت ہے یعنے مصیبت ایسی اٹھانا کار کار گذاراں ہے
دل ہی داغ جگر ہی ٹکڑے آنسو سارے خون ہوئے لوہو پانی ایک کیے یہ عشق لا الغدراں ہے

کوہکن و مجنون کی خاطر دشت و کوہ میں ہم نہ گئے
عشق میں ہم کو میر نہایت پاس عزت داراں ہے

ہم اس مرتبہ پھر بھی لشکر گئے نقب ایسی گذری کہ مر گئے
نظر اک سپاہی پہ سے لڑی قریب اسکی تلوار کر کر گئے
بہم مہر و زری کے سرگرم تھے خدا جانے وہ لوگ کیدھر گئے
لہو میری آنکھوں میں تا نہیں جگر کے مگر زخم سب بھر گئے
مرا باط کہن میں نہیں میر جی ہوا جو لگی وے بھی باہر گئے

قطعہ

نگاہ غور سے کر میر سارے عالم میں
کہ ہووے جس حقیقت کی تو ساری ہے

نہ خاطر پر الم تیرے نہ دل کچھ ستم تیرے
محل رحم ہوویں اس طرح مظلوم ہم تیرے

جو ٹک بھی سایہ گستر ہوگا تو وہ خشک و تر پہ
بہت ہم ہونگے احسانمند ای ابر کرم تیرے

انھیں کے طبع جان ای میر مائل ہوگی بسمل کی
نہیں دیکھے جنھوں نے کیسوے پر پیچ و خم تیرے

عشق میں کھو ہی جاؤ گے تو باتیں بھی پاؤ گے
قدر ہماری کچھ جانو گے دل کو کہیں جو لگاؤ گے

صبر کہاں بتا بھی دے جی میں کہاں خیال ہے
سو سو بار کہے میں تکتے گھر سے باہر آؤ گے

شوق کمال کو پہنچا تو ہیں کب تک حرف و سخن
قاصد کے محتاج نہ ہو گے آپ ہی دوڑ جاؤ گے

صحبت گریزاں صاحب دل کی کیسی رنگیں ہے
ایک نہیں دو سنیو کا تم تا تین بیٹھ بناؤ گے

چاہ گئے درویش ہوئے تو آپ کو دیکھ کر کیا سمجھے
لوہو پیو گے اپنا ہر دم غم غصہ ہی کھاؤ گے

جو رنگ محبت کے ہیں کتنے کوئی تمھیں خوش آوے گا
خون کرو گے یاد کو دل کو یاد داغ جگر پہ لاؤ گے

رہتے ہیں ہموں لفت ہیں گم گشتہ کلفت میں
بھولے بھلے آپ ہی پھرو گے کسو کو نہ بھاؤ گے

اشک تو پانی ہیں لیکن جلتے جلتے آوینگے
دل کی لگی پر حیران صاحب کس طرح بجھاؤ گے

چاہت میر سبھی کرتے ہیں رنج و تعب میں رہتے ہیں
تم جو آپ ہی بیتاب ہوا ایسی ہی ہا اٹھاؤ گے

میر اُٹھ بتکدے سے کعبے گیا
کیا کرے جو خدا خراب کرے

اُٹھا نہ خان کا لڑکا کیے یہ دنی ہے
قصہ ہمارا اسکا یا روشنیدنی ہے

اپنا تو دست کوتہ زہ تک بھی نہ پہنچا
نقاش سے کہیں وہ دامن کشیدنی ہے

پروانہ مرمٹا ہے جل کر نہ کچھ کہا تو
اے شمع یہ زبان تو ظالم بریدنی ہے

حسرت سے عاشقی کی پیمیں کیا کہیں ہم
دندان میں ہیں مُنہ میں وہ لب گزیدنی ہے

ہے راست میر صاحب کس کا حریف کریے
سر ہی فگندنی ہے قد ہی خمیدنی ہے

حال رہا ہو ہم میں کچھ تو حال کسو کہا جاوے
آن رہی ہے آج وہ پھر کل تک کون کرے جاوے

اسکی گلی وہ ظلم کدہ آنکلے جو کوئی وہاں
گرد رہ عشق آلودہ لوہو میں اپنے نہا جاوے

آنکھوں کی خونبا فشانی دیکھیں یہ کہاں تک
زرد ہمارے رخسارہ پر ہر دم خون بہا جاوے

عشق چھپا کر کیا بتائے ہم سو کھ گئے رو رو ہو کے
یعنے آنسو پی پی کے سوزش جگر کا سو رہوئے

ہم جو گئے سر مست محبت اُن باش کو ہمیں
کھائیں کفاری تو اس کی لسکی نشہ پھر چوہے

کوئی نہ ہمکو جانے تھا ایسے تئیں گمنام آگے
یمن عشق ہی رسوا ہو کر شہر شہر ہمیں مشہور ہوئے

قطعہ

رخصت وداع لگا چھاتی سے وہ جو خونخوار پکار گیا — دل تڑپتا ہی جان کھنچتی ہی سینہ سارا جلتا ہی

گور بیقرار اسکو بھی دیتا ہین پھیر کوئی نہین — عشق کا مارا آوارہ جو گھر سے اپنے نکلتا ہی

ضعف ماغی جسکو ہو عشق کے رنج و محنت سے — جی بھی سنبھلتا ہی پر بعد از دیر سنبھلتا ہی

شور جرس شگیر کا غافل طیاری کا تکیہ ہی — یعنے آنکھ نہ لگنے پاوے قافلہ صبح کو چلتا ہی

بال نہین یہ عشق کے بد پیر ہرن بدن سے نکلا وہ — بل کر اسکو جلاتی کیا ہوا آپہی جلتا بلتا ہی

میر ستم کشتہ کی سماجت ہی شہور زمانہ کی
جان دیے بن آگے سے اسکے کب وہ ظالم ٹلتا ہی

جیسے ستارا صبح کا نکلا تب سے آنسو جھمکا ہی — دل تڑپا اس مردوبن سکو ہمارے دھمکا ہی

آمد و رفت کے اوپر ہمنے بنا نہ زیست رکھی — دم سو ہوا ہی آوے نہ آوے کسکو بھروسا دمکا ہی

کہ صوفی چل میخانے مین یہ طرفہ نہیں ہے مسجد مین — ابر ہی باران و ترنک گنگن مین جھمکا ہی

کیا امید رہائی رکھے ہم سا رفتہ وارفتہ — دل اپنا تو زخیر مین اس زلف خم در خم کا ہی

دل کی نہین بیماری ایسی جسمین ہو امید بھی
کیا سنبھلیگا میر ستمکش وہ تو مارا غم کا ہی

خواہش دلکی کس سے کیجے محرم تو نا پیدا ہی — چپ مین کچھ کہہ سکتی نہین پر جیمین ہمارے کیا کیا ہی

اہین متوقع پرستش اسکی ہم جو گرے ہین بیسبر ہم — رہنا اس حالی سے اپنے حق مین اچھا ہی

ہماری جان بھی پیر تے سوے کوش گئی
کہ اسکے آنے کی سن گن کچھ اب بھی یاں پاوے

بہار لوٹے ہین میر اب کی طائر آزاد
نسیم کیا ہو دو گلبرگ اگر ادھر لاوے

مین اسکی جدائی مین تصدیع بہت پائی
درویشی و کم بائی بے مہری و تنہائی

اس رفتہ کی جان بیتابی ٹک آتی ہوئے اسکو
رکھتے ہی قدم مجھ مین پھر جان گئی آئی

تھا صبر و سکون جبتک رہتا تھا مجھے غش سا
بیتابی دل سر پر ایک اور بلا لائی

اس میرے جراحت پر کل داور محشر بھی
ڈرتا ہون کہے یہ بھی کیا تیغ ستم کھائی

ای میر کسے دین ہین جبتک نہ نصیحہ ہو
کر شکر ملے ہی جو اس ور کی جبین سائی

کیا کیا ہمنے رنج اٹھائے کیا کیا ہم بھی نکیلے تھے
دونون جن بن تن جیتے رہے سو مرنے ہی کی ہوئی تھے

عشق کیا سو باتین بنائین یعنی شعر و شعار ہوا
بتیسین جو دے مشہور ہوئے ہین شہرون شہرون سوتھے

کیا بگڑی کو بھیر رکھتے تھے سر نیچے ہو تا تھا
لطف نمیرو اب کیا کہیے کچھ آگے ہم بھی کیا کیا تھے

اب کی وصال قرار دیا ہی ہجر ہی کی سی حالت ہے
ایک سمین مین دل بچا تھا تو بھی ہم دے جاتے

کیا ہوتا جو پاس اپنے ای میر کبھو دے آجاتے
عاشق تھے درویش تھے آخر بیکس بھی تھے تنہا تھے

دیکھ رہیے حرام نازاُسکا
پر کسو پاس گر رہا بھی جائے

درد دل طول سے کہے عاشق
روبرو اسکے جو کہا بھی جائے

حیرت گل سے آ بجو ٹھٹکا
یہی بہتیرا ہی ہمارا بھی جائے

کیا کوئی اُس گلی مین آوے میر
آوے تو لو ہو مین نہا بھی جائے

اب ترک کر لباس توکل ہی کر رہے
جیسے کلاہ سر پہ رکھی دربدر رہے

اس وحشت سے غبار ہمارا نہ ٹک اُٹھے
ہم خانمان خراب نہ جانا کدھر رہے

آنے سے اسطرف کے ترے مینے غش کیا
شکوہ بھی اُس سے کیجیے جسکو خبر رہے

دونون طرف سے یہ درائی نہین ہو سکی
اس چاہ کا ہی لطف جو آپسمین ڈر رہے

جبتک کہ خون دل مین جگر مین شرہ ہون نہ
نہ کچھ بھی جو نہووے تو کیا چشم تر رہے

رہنا گلی مین اُسکی نہ جیتے جی ہو سکا
ناچار ہو کے وان جو گئے اب مر رہے

عاشق خراب حال سے ہین گرد پر رے
جون لشکر شکستہ پریشان اثر رہے

عیب آدمی کا ہی جو رہے اس دیار مین
مطلوع جہان نہ میر رواج ہنر رہے

پھر اب جلو حمین مین کھلے غنچے رک گئے
شاخون سمیت پھول نہا لو نکے جا گئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان پنجم

دل رفتۂ جمال ہی اس ذوالجلال کا — مستجمع جمیع صفات و کمال کا
اور اک کو ہی وہ ذات مقدس میں دخل کیا — اودھر نہین گذار گمان و خیال کا
حیرت سے جارہ فکو نہین راہ معرفت — حال اور کچھ ہی یان کہنون کے حال و قال کا
ہی قسمت زمین و فلک سے غرض نمود — جلوہ گر نہ سب مین ہی اسکے جمال کا

مرنے کا بھی خیال رہے میر اگر تجھے
ہی اشتیاق جان جہانکے وصال کا

ہی حرف خامہ دل زدہ حسن قبول کا — یعنے خیال سر مین ہی نعت رسول کا

پہلے تدارک کچھ ہوتا تو نفع بھی ہوتا سو تو میر
کام ہوا آخر عشق مین اسکے بیمارون پر جانونگا

اگر ہنستا ہے سیر چمن مین ابکی بار آؤنگا
تو بلبل آشیان تیرا ہی مین پھونکے جاؤنگا

مجھے گل سے آگے خوش نہین آتا کچھ اسپر بھی
جو تو آزردہ ہوتی ہے گلستان مین نہ آؤنگا

بشارت اے صبا دیجو اسیران قفس کو بھی
تسلی کو تمہاری سر پہ رکھ دو پھول لاؤنگا

دماغ ناز برداری نہین ہے کم دماغی سے
کہان تک ہر گھڑی روٹھے کو تیرے مناؤنگا

خسونت بدسلوکی خشمگینی کس لیے آئی
نہ منھ کو پھیریے پھریان نہ آؤنگا نہ جاؤنگا

ابھی ہون منتظر جاتی رہے تیغ شوق جانب
بلند اس تیغ کو ہونے تو دو پھر جھک جاؤنگا

بلا مین زیر سر ہون کا مثل افتادہ رہون یونہین
اٹھا کر خاک سے تو میر ہنگامے اٹھاؤنگا

رسوائی شہر ہو یان حرف و سخن ہمارا
کیا خاک مین ملا ہا افسوس فن ہمارا

دل خون ہو گیا تھا غم لکھتے سو ہی ہے
خشگرف کے قلم سا پر خون دہن ہمارا

ظل ریاض مین شب مہتاب کے نہین گل
انگارون سے بھرا ہے اس بن چمن ہمارا

میدان عشق مین تو قیمہ بدن ہوا ہے
تر کر کے خاک ہی مین کھدین کفن ہمارا

میر اسکی آنکھین دیکھین جس نے سفر کو جاتے
عین بلا ہوا ہے سو اب وطن ہمارا

میر جوان نے منہ کو ادھر کر ہمسے کوئی بات کی
لطف کیا احسان کیا انعام کیا اکرام کیا

عشق ہو حیوان کا یا انس ہو انسان کا
لاگ جی کی جس سے ہو وہ دشمن ہے اپنی جان کا

عاشق و معشوق کی ہیں طرفہ صحبت میر کی
ایک جی مارے ہی مرہون ہے یک احسان کا

ہیں خرد گم عشق میں اس کی کہ نہ سمجھا جا ہستا دان کا
مرنا اسکے عشق میں خالی نہیں ہے جو کشتہ ہے اس میدان کا

گر پڑینگے ٹوٹ کر اک تارے چرخ سے
رشک کی قابل ہے جو کشتہ ہے اس میدان کا

ہر ورق ہر صفحہ میں اک شور انگیز ہے
ہل گیا جو صبح کو گوہر کسی کے کان کا

کیا ملاوے آنکھ برگس اسکی چشم شرخ سے
عرصہ محشر کا حوصلہ میر ہے بھی دیوان کا

بات کرنی جا ہے ہے منہ تک مخاطب کی ولیک
زرد اس غمدیدہ کو آزار ہے پرقان کا

اس کا لعل لب نہیں محتاج رنگ پان کا

کیا کہوں سارا زمانہ گفتۂ و مردہ ہے میر
اسکے اک انداز کا لک ناز کا اک آن کا

عشق ہمارے خیال پڑا ہے خواب گیا آرام گیا
جی کا جانا ٹھہر رہا ہے صبح گیا یا شام گیا

عشق کیا سر ہی گیا ایمان گیا اسلام گیا
دل نے ایسا کام کیا جس سے میں ناکام گیا

کس کس اپنی کل روداد ہے ہجر انیں بیکل اسکا
خواب گئی ہے تاب گئی ہے چین گیا آرام گیا

کیسا کیا جگر خون آزار کیسے کھینچے — آسان نہین ہر دل اندوہگین ہمارا
حرف سخن تھے اپنے یا داستان جانکاہ — تذکرہ بھی نہین ہے یا اب کہین ہمارا
کیا رایگان تبوتکو دیکھا ہے ہم نے کافر — ارے پدر جواب تھا یہ کمترین ہمارا
لخت جگر بھی اپنا یاقوت ناب سا ہے — قطرہ سرشک کا ہے اب در ثمین ہمارا
کیا خاک مین ملایا ہمکو سپہر دون نے — ڈھونڈھا نشان تربت پایا نہین ہمارا
حالت ہے نزع کی یان آؤ کہ جاتے ہین ہم — آنکھین نہین منتظر ہے دم واپسین ہمارا

اک عمر قہر دزدی جنکے سبب سے کی تھی
باقی ہین میر انکو سر گرم کین ہمارا

آج ہمارا دل تڑپے ہے کوئی ادھر سے آویگا — یا کہ نوشتہ اُن ہاتھون کا ہمکو ہاتھ دکھاویگا
ہم نہین لکھتے اسلیے اسکو شوق بہت ہے دل مین — خط کا کاغذ باد ہی کریگا باد کا رخ بتلاویگا
رنج بہت کھینچے تھے ہم نے طاقت جبکی تمام ہوئی — اپنے لیے یہ بریادر ہے یہ وہ بھی بہت چھپاویگا
اندھی سی ہم چاہ مین اسکے گواہ تماشے تھے ہر چند — سوجھتا کچھ بھی کر آئینگے کیا تو ہمکو سجھاویگا
عاشق ہوے وہ بھی یارب تا کچھ اسکے کہا جاوے — یعنے حال سنے گا دلسے دل جو کسی سے لگاویگا
عاشق کی دلجوئی کی بھی راہ و رسم ہے اتفاق — ہو جو ایسا گم شدہ اپنا اسکو تو پہنچاویگا
آنکھین مندے ہی دلبر جو سوتے رہین تو بہتر ہے — چشمک کرتا ایک نعرہ کا سو سو فتنے جگاویگا

ایسا پلید آلودہ دنیا خلق نا گیدوا ہوگا
شیخ شہر ہوا ہے کتنے ہین شہر غدانے پاک کیا

قدر رعاش ہین کیا قدر حجد جہل کسوکی فضولی ہے
اسکو کیا پرکالہ آتش مجلس خاشاک کیا

آہ سے تیرے رخنے جہاتی ہین پھلنا انکا سیل تھا
دو دو ہاتھ تڑپ کر دل نے سینہ عاشق چاک کیا

خوگر ہونا حزن و بکا سے میر ہمارا یون نہین نہین
برسون رو رو کے کڑھتے رہے تب ہم دلکو غمناک کیا

بعد ہمارے اس فن کا جو کوئی ماہر ہووے گا
درد آگین انداز کی باتین کتنے پڑھ پڑھ روویگا

چشم تماشا دا ہے تو دیکھا بھالی غلیمت ہے
مت موندے رہنا نکھنو کو غافل دیر تلک پھر رویگا

جستجو بھی اسکی کریے جسکا نشان کچھ پیدا ہو
پانا اسکا میر ہو مشکل جی تو یونہین جاویگا

رکھے تھا ہاتھ مین شربت سینے کا
رہ گیا دیکھ رفو چاک مرے سینے کا

اے طپش لہو پیے میرا جو تو جھوٹھ کہے
کس سے یہ قاعدہ سیکھا ہے لہو پینے کا

میر کی نبض پہ رکھ ہاتھ لگے کہنے طبیب
آج کی رات یہ بیمار نہین جینے کا

عید آیندہ تک ہے کا گلا
ہو گئی عید تو گلے نہ ملا

ڈوبے لوہو مین کہنے سر خار
حیف کوئی بھی آبلہ نہ چھلا

مطلب کا سررشتہ گم ہو کوشش کی کوتاہی میر
جو طالب اس راہ سے آیا خاک بھی اپنی چھان گیا

خاک سے آدم کر دکھلایا منت کیا تھوڑی ہے
اب سر خاک بھی ہو جاوے تو سر سے کیا احسان گیا

ترک بچہ سے عشق کیا تھا ریختے کیا کیا نکلے
رفتہ رفتہ ہندوستان سے شور مرا ایران گیا

کیونکہ جھٹ ہو دل کو اسے میر مقام حیرت ہی
چاروں اور نہیں ہو کوئی یاں فان یفنیٰ وجہان گیا

دل تڑپے ہی جان کبھی ہو حال جگر کا کیا ہوگا
مجنون مجنون لوگ کہیں ہیں مجنوں کیا ہمسا ہوگا

دیدۂ تر کو سمجھ کر اپنا ہمنے کیا کیا حفاظت کی
آہ نہ جانا روتے روتے یہ چشمہ دریا ہوگا

کیا جانیں شفقت دلان کچھ انسے ہمکو بحث نہیں
وہ جانیگا حال ہمارا جسکا دل بیجا ہوگا

پاؤں حنائی اسکے لیے آنکھو پر اپنے ہنسے کہے
یہ دیکھا نہ رنگ کف پر ہنسکا سہ برپا ہوگا

جاگہ سے بے تہ جاتے ہیں جوئی ہی کرتے میر
انکو غرور ناز نہو گا جنکو کچھ آنا ہوگا

رو بھی اب لا ہی چکے ہیں ہمسے قطع امید کرو
رونگ لگا ہی عشق کا جسکو وا ہو گیا اچھا ہوگا

دلکی لاگ کہیں جو ہو تو میر چھپائے اسکو رکھ
یعنے عشق ہوا ظاہر تو لوگوں میں رسوا ہوگا

جاذبہ میرا تھا کامل سو بندے کے وا ہو گیا
شکر خدا کا کریے کہا تک عہد فراق بسر آیا

بجلی سا وہ چمک گیا آنکھو نے بھوں نہ بھنے لگیں
ابر بمنط خفتگی سے اس بن جی نہ دل بھر آیا

دل رہے وصل جو مدام رہے
مل گئے اُس سے گاہ گاہ تو کیا
ایک اللہ کا بہت ہی نام
جمع باطل ہون سوا آہ تو کیا

میر کیا ہی فقیر مستغنی
آوے اُس پاس بادشاہ تو کیا

بیتابیون کے جور سے مین جبکہ مر گیا
ہو کر فقیر صبر مری گور پر گیا
اے آہ سرد عرصۂ محشر مین بچ رہا
جلتا ہون مین ستون کہ جہنم ٹھہر گیا
مفلس سو مر گیا نہ ہوا وصل یار کا
ہجر انمین اسکے جی بھی گیا اور زر گیا

تیری ہی رہگذر مین جی جا رہا ہی شیخ
سنیو کہ میر آج ہی کل مین گذر گیا

دل گیا مفت اور دُکھ پایا
ہو کے عاشق بہت مین پچھتایا
مر گئے پر بھی سنگسار کیا
نخل ماتم مرا یہ پھل لایا
صحن مین میرے اے گلِ مہتاب
کیون شگوفہ نے کھلنے کا آیا
یہ شب ہجر ہی کھڑی نہ رہے
ہو سفیدی کا جس جگہ سایا

جیسے بیخود ہوا ہی اسکو دیکھ
آپ مین میر پھر نہین آیا

بیدلی مین ہی میر خوش اُس سے
دل کے جانے کا حیف غم نہوا

کل تلک داغ سے خون تک دلِ مین پاک تھا
آج تو گشتہ کوئی کیا زینتِ فتراک تھا

کیا جنون کو رو دن تردستی ہی اسکے گل نط
لے گریبان سے دامن تک ایک ہی چاک تھا

رو ہو آئی رونیکی مژگان ٹھہری ایک پل
راہ مین اس رو کے گویا خس و خاشاک تھا

ایک ہی شمع شعلہ خو کی ملا بے مین جل بجا
جب تلک پہونچے کوئی پروانہ عاشق ناک تھا

بادشاہ وقت تھا مین تخت تھا میرا دماغ
جبکے چاروں ارکان عرش گل تریاک تھا

وہ حال تلوار اُسکی ان کے ساتھ اب ہستی نہین
وہ جفا آئین ظالمین لڑکا ہی بیباک تھا

تنگ پوشی تنگ دزی اُسکی جمین کی کب گئی
کیا ہی وہ محبوب خوش ترکیب خوش پوشاک تھا

بات ہی جی مارنا بازیچہ قتل عام ہی
اتبوہی صد چند اگر وہ چند وہ سفاک تھا

غنچہ دل دلہوا نہ باغون مین بہرا
اب بھی مین ویسا ہی جیسا پیشتر غمناک تھا

درک کیا اس رس کہ مین میر عقل و فہم کو
کسکے تئین اُن صور تو نہین معنی کا ادراک تھا

بعد اس تین سے کیسا سونا
بہت کی جستجو اسکی نہ پایا

کہ مٹی کوڑے کا اب ہی بچھونا
ہمین درپیش ہی اب جی کا کھونا

بیدل ہوئے پہ کرتے تدارک رہتا ہوش
ہم آپ ہی میں آئے نہیں جیسے دل گیا

دیکھا انہیں پہاڑ گرانسنگ یا سبک
زور دن چڑھا تھا عشق میں فرہاد پل گیا

شبنم کی سی نمود سے تھا میں عرق عرق
یعنے کہ ہستی ننگ عدم تھی خجل گیا

غم کھینچتے تلا نہیں جاگر سے کیا کروں
دل جا لگے ہے دم بدم اُدھر ہی ملگیا

صورت نذر کھی ویسی کشادہ جبین کہیں
میں میسر اس تلاش میں جبین و چگل گیا

ایک نے خواہش برآئی تا جیا کا غبار نکل جاتا
کاشکے آ ہو چشم اپنا آنکھوں کو پونچھ جاتا

آتش دل کی لپٹوں کا ہو یارو کچھ عالم ہی بھد
لا یحر کوئی کھینچتا سر تو سارا عالم جل جاتا

نعرہ کرنا عاشق کا ہے ساتھ اک عیب کے لیتے
سُن آواز اس شیرزنی کی میل بلا سے دل جاتا

اہل زمین تو کیا ہیں اُن کا مہل تھا اے کیجا نا
چرخ پہ ہوتا وہ جو چلا دخیل ملک کو چھن جاتا

کشتی زبردستوں کی اس سے پاک ہوئی تو کیا ہے عجب
رستم سامنے ہو جاتا تو راہ بچا کر نکل جاتا

غم سے ہو کر زرد سرسوں صورت ساری خزانی ہے
آن نکلتی سوے جبین تو رنگ ہوا کا بدل جاتا

ڈھلتے ڈھلتے ضعف سے آئی میر سوال کا منھ پھیرا
یا قوتی سے دو سہ لب کی جی شاید کہ سنبھل جاتا

کیا کیا عشق سیں رنج اٹھاؤ دل اپنا سب خون ہوا
کیسے رُکتے تھے خلقی سے آخر کار جنون ہوا

جب زمزمہ کرتی ہو صدا جھنجھتی ہو بلبلیں
بلبل سے کوئی سیکھ لے انداز سخن کا

کب شست نمک سے ہوئی تسکین جراحت
لب چش ہو نمکسار مرے زخم کہن کا

جو چاک گریبان کہ دامن کی ہو نوبت تک
قربان کیا میرا سے چاک کفن کا

یہ تو جدائی ہوں تو کٹتی ملنے کی تو کہیگا
پاس ہمارا تو نہ کر و تم پاس تمہی لیکے ہے گا

ردیف باے

کب سے صحبت بگڑی سی ہے کیونکر کوئی بنائے اب
ناز و نیاز کا جھگڑا ایسا کسکے کہنے لجائے اب

سوچتے آتے ہیں جبیں پر پڑی یہ گرہ کھی سے
کسکو دماغ رہا ہے اسکی جو زلف خم بخم بھائے اب

تیغ بلند ہوئی ہے اسکی قسمت بنگے زخم رسا
مرد اگر ہے صید حرم تو کوئی جراحت کھائے اب

داغ سر و سینہ کے میرے حسرت آگیں چشم ہوئے
دیکھیں کیا کیا عشق ستمکش ہلو تو کو دکھائے اب

آرام دو دم گھبراہٹ ہو تو ہو سکتا ہے مدارک بھی
جسکی چال سے بیدا ہے تمکین گھڑی میں جائے اب

دل کے داغ بھی گل ہیں لیکن دل کی بستی ہوتی نہیں
کاشکے دو گلبرگ دھرے بادام کرا کے کھائے اب

اسکی کفک کی پامالی میں دل جو گیا تھا شاید میر
یار ادھر ہو مائل تو وہ رفتہ ہاتھ آوے اب

دل خون ہوا تھا یکسر پانی ہوا جگر سب
خون بستہ تیان تھیں تکمین سکاب میں سب

پاؤن پہ سر رکھنے کی مجکو رخصت دی تھی میر نے
کیا پوچھو ہو سر پر میرے منت ہے منت ہے اب

سادے جتنے نظر آتے ہین دیکھو تو عیار ہین سب
زرد و زار و زبون جو ہم ہین چاہت کے بیمار ہین سب

میل سے ہلکے عاشق ہوئین تو جوش و خروش ہین کم اکثر
صحرا بھی نہین جاتی انکی دریا سے تہ دار ہین اب

ایک پریشان طرفہ جماعت دیکھی چاہنے والونکی
جینے کے خواہان نہین ہین مرنیکو طیار ہین سب

کیا کیا خواہشین لیکن بے بس مشتاق پاس سے رکھتے ہین
لیکن دیکھ کے رہجاتے ہین چپکے سے نا چار ہین اب

عشق جنھون کا پیشہ ہو دے سیکڑون تو ایک ہی ہین
کوہکن و مجنون و وامق میر ہمارے یار ہین سب

کاوش سے ان پلکون کی رہتی ہے خلش جگر مین اب
سیدھی نظر جو اسکی نہین ہے یاس سے اپنی نظر مین اب

موسم گل کا شاید آیا داغ جنونکے شاہ ہوئے
دل کھنچتا ہے جانب صحرا جی نہین لگتا گھر مین اب

نقش نہین پانی مین بھرتا یہ کوئی اپچھا ہے
جو صورت خوب اسکی ہے پھرتی اکثر چشم تر مین اب

ایک جگہ پر جیسے بصورت ہین لیکن چکر رہتا ہو
یعنے وطن و دریا ہے اسمین چار طرف ہین غربت اب

حسرت نے ملنے کی آیا میر تمھارا خون پیا
تیغ و تبر اس ترک بچے محالم کی نہین ہمکر مین اب

باہم ہوئی ہے ترک ملاقات کیا سبب
اب کم بہت ہے ہمیہ عنایات کیا سبب

ردیف تاے فوقانی

رات سے شہرت اس بستی مین میر کے اُٹھ جانیکی ہی
جنگل مین جو جا کے بسا شاید تھا بیمار بہت

باد صبا نے اہل چمن مین اس چہرہ کی چلائی بات
اس لب و لہجہ پر بلبل کو اسکے آگے نہ آئی بات

دور تلک قاصد کے پیچھے کچھ کہتا مین جاتا تھا
شوق ستمکش ظالم نے کیا رفتہ رفتہ پڑھائی بات

آگ ہوا آتی ہی میرے لال آنکھین کر گھورنا
کیا جانو سرگوشی مین کیا غیر سے اُس نے لگائی بات

لعل کو نسبت ہو نہ تو نے دینا اس کا تصنع تھا
کچھ جن نے جب سو سے تب ایک بنائی بات

غیر سے کچھ کچھ کہتا تھا مین سو سامنے سے میر آیا مین
پھیر لیا منہ میری طرف سے یعنے مجھ سے چھپائی بات

زرد ہین چہرے سوکھ گئے یعنے ہین بیمار بہت
عشق کی گرمی دل کو پہنچی کہتے ہین آزار بہت

تالہ و زاری سے عاشق کی کیا ابہاری طرف ہوگی
دل ہی نالان مدت سے زیادہ آنکھین ہین خونبار بہت

برسون ہوئے اب ہمکو گئے آنکھ اٹھوائی نہین ملتی
برسون تک اُسمین باہم پنے چھیڑ رہی پیار بہت

ارض و سما کی پستی بلندی اتو ہمکو برابر ہی
یعنے نشیب و فراز جو دیکھے طبع ہوئے ہموار بہت

غیر و نہین ہو عاشق تو ایک اسی سے شرماوین
اس مستی مین آنکھین اسکی رہتی ہین سرشار بہت

کم ہی ہمین امید بھی اس سے اتنی تو اری پر اسکے
پچھلے دنون دیکھا تھا ہنسنا عاشق سے بیمار بہت

میر نہ ایسا ہووے کہین پر دے ہی پردہ مارے
ڈر لگتا ہی اس سے ہمکو وہ ظاہر دار بہت

رہا تھا زیر دیوار اسکے میں کہ بات میں جا کر
گری اس راہ میں سر پر دیی دیوار قیامت

موی ہم تشنہ لب دیدار کے حال آنکھ گریاں ہی
نصیب اپنے کہ سوکھی چشم دریا یا رب قیامت

در مسجد پہ ہو کر بینوا بیٹھے ہیں یا ہادی
ہمیں تھے ورنہ میخانے کی ٹیکہ دار قیامت

نصیبہ ہیں ہی جنکے عیش وہ ہی میر جیتے ہیں
جیے ہیں ہم بھی جو مرنے کو تھے تیار قیامت

ردیف ثای مثلثہ

دلکو اس بے مہر سے ہمنے لگایا ہی عبث
مہر کی رکھ کر توقع جی کھپایا ہی عبث

دیکھکر اسکو کھڑی سو جی سے ہم عاشق ہوئے
بیٹھے بیٹھے ناگہان یہ رنج اٹھایا ہی عبث

اپنی تو بگڑی ہی کوئی کام کی صورت نہیں
ان نے بے لطفی سے منھا چھانیا یا ہی عبث

جیکے جاتے وہ جو ہمارا تو بایت بھی تھی
لطف کر وہ یہ عاشق کی اب آیا ہی عبث

تب تو فانہ باغ سے اپنے نہ پوچھی بات بھی
کیا جو تربت پر مری کل پھول لایا ہی عبث

رات دن سنتا ہی نالے یونہی نہیں کہتا کبھو
میر دل آزردہ کو کسنے ستایا ہی عبث

ردیف جیم

کس تازہ مقتل پہ کشندہ تیرے ہوا ہی گذار آج
زردہ دامن کی بھری ہی لہو سے کسکو تونے مارا آج

رنگ یہ ہی دیدۂ گریان سے آج
لہو ٹپکتا ہی گریبان سے آج

سر بفلک ہونے کو ہی کسکے خاک
گرد یک اٹھتی ہی بیابان سے آج

کہون سو کیا کہون نے صبر نے قرار ہی آج
جو اس حسین مین یہ اک فتنہ انتشار ہی آج

سراپنا عشق مین ہمنے بھی یونمین پھوڑا تھا
پر اسکو کیا کرین اور ونکا اعتبار ہی آج

گیا ہی جانب وادی سوار ہوکر یار
غبار گرد پھرے ہی بہت شکار ہی آج

جہان کے لوگو نمین جسکی تھی کل تمین عزت
اُسے عزیز کو دیکھا ذلیل خوار ہی آج

سحر سواد مین چل زور پھولی ہی سرسون
ہوا ہی عشق ہی کل زرد کیا بہار ہی آج

سواری اُسکی ہی سرگرم گشت دشت نگر
کہ خیرہ تیرہ نمودار یک غبار ہی آج

سپہر چھیڑ یونمین کل تک پھری تھا ساتھ اپنے
عجبہ ہی سب کا اسی سفلے پر مدار ہی آج

بخار دل کا نکالا تھا درد دل کہہ کر
سو درد سر ہی بدن گرم ہی بخار ہی آج

کسو کے آنے سے کیا اب کہ عش ہی کل دسے
ہمین تو اپنا ہی اے میر انتظار ہی آج

ردیف جیم فارسی

آج ہمین بے جانی سی ہی حال نہین ہی جانکے بیچ
کیا عاشق ہونے کا نتیجہ یہ ہوتا ہی جہان کے بیچ

پایہ اسکی شہادت کا ہی عرش عظیم سے بالا تر
جو مظلوم عشق ہوا ہی پڑا ٹک میدان کے بیچ

ردیف خاے معجمہ

چشمک غمزہ عشوہ کرشمہ آن انداز و ناز و ادا
حسن سوائے حسن ظاہر میر بتوں میں یار کے بیچ

اے بوے گل سمجھ کے مہکیو پون کے بیچ
زخمی پڑے ہیں مرغ ہزار و چمن کے بیچ
یہ بھی تو کیا ہیں اندر ہو اندر گذار رہو
دھوکا ہی جون حباب مرے پیرہن کے بیچ

ردیف حاے حطی

گھر سے لیے نکلتا ہی تلوار بیطرح
اب ان نے بیچ بنائی ہی خونخوار بیطرح
جی بچنے کی طرح نظر آتی نہیں کوئی
کرتا ہی میر نے خون پہ اصرار بیطرح
چہرہ تو ان نے اپنا بنایا ہی خوب لیک
بگڑا پھرے ہی اب وہ مرحد از بیطرح
کسطرح جائی پکڑی زبان اسکے چشم میں
کہتا ہی بیٹھا متصل اب یار بیطرح

لوہو میں ڈوبے دیکھیو دامان جیب میر
بپھرا ہی آج دیدۂ خونبار بیطرح

وہ نوبادہ گلشن خوبی سب سے رکھی ہی نرالی طرح
شاخ گل سا جائے ہی لہکان نئی ڈالی طرح
مونڈھے چلے ہیں جیسی ہی ہری پھری ہی تمہ سے
اس دباش نے پنا دہی کی ایسی نرالی ٹھالی طرح

جبہہ نوچا منہ نوچا سب سینہ نوچا ناخن سے
میر نے کی ہی عم غصے میں اپنے یہ بیحالی طرح

ردیف دال مہملہ

کیا کام اُسکو یانکے نشیب و فراز سے
رکھتا ہی پانون دیکھکے ہموارہ دردمند

اس کاروان سرائے کے ہین لوگ فقط نی
حسرت سے اُنکا کرتے ہین نظارہ دردمند

سو بار حوصلہ سے اگر رنج کش ہو میر
پھر فرو غم سے مر رہے یکبارہ دردمند

ہی عشق کا فسانہ میرا نہ یان زبان زد
ہر شہر مین ہوئی ہی یہ داستان زبان زد

حسرت ہے حسن گل کی چپکا ہوا ہون ورنہ
طیران باغ مین ہو نہین خوش زبان بان زد

مذکور عاشقی کا ہر جا رسو ہی باہم
یعنے نہین کہانی میری کہان زبان زد

فرہاد و قیس و وامق ہر اک سے پوچھ لو تم
شہرون مین عشق کے ہو نہین ناتوان بان زد

کیا جانے میر کسکے غم سے ہی چپ و گرنہ
حرف و سخن مین کیا ہی یہ جوان زبان زد

کیا کہیے ہوئی مملکت ہستی مین وارد
بے یار و دیار ا تو ہین اس بستی مین وارد

کچھ ہوش نہ تھا خمر و محراب کا ہمکو
صد شکر کہ مسجد مین ہوئے مستی مین وارد

ایضاً

کچھ تدبیر بتاؤ ہمکو دل اپنا ہی درد آکود
چہرہ اُڑانے کہانتک پھرے چہرہ سے گرد آلود

ردیف رائے مہملہ

بھری تھی بگر آگ دل مین درون مین
ہوے اشک سوزش سے اسکی شرر پر

گیا ہے جوان آنسوؤنکے تئین مین
سراسر ہین اب داغ سطح جگر پر

سر عجز ہر شام تھا خاک پر ہی
تہ دل تھے کیسے ہی آہ سحر پر

بلک اٹھے آثار اچھے نہ دیکھے
پڑی آنکھ ہرگز نہ روے اثر پر

طرف شاخ گل کے لچک کے نہ دیکھا
نظر میر کی تھی کسو کی کمر پر

غزل در غزل صاحبو یہ بھی دیکھو
نہین عیب کرنا نظر اک ہنر پر

بھروسا امیری مین تھا بال و پر پر
سو پر دا ہوئی نہ قفس کے بھی در پر

سواران شالیستہ کشتے ہین تیرے
نہ تیغ ستم کر علم ہر نفر پر

کھلا پیش دندان نہ اسکا کہ پنجہ
کنھون نے بھی تھوکا نہ مسلک مگر پر

جلے کیون نہ چھاتی کہ اپنی نظر سے
کنو شوخ پر کار رعنا پسر پر

نہ محشر مین چونکا مرا خون خفتہ
وہی تھا یہ خوابیدہ اشوب و شر پر

کئی زخم کھاکر تڑپتا رہا دل
تسلی تھی موقوف زخم جگر پر

سنا تھا اسی پاس لیکن نہ پایا
چلے دور تک ہم گئے اس خبر پر

سر شب کیے تھا لبہا نہ طلب وہ
گھڑی ایک رات گئی ہوگی پہر پر

گل کھائے پیے نہ بلبل نے شور قیامت کا سا کیا
دیکھ چمن میں اس بن میرے جی ہمارا پر

سر نیچے کر لیتا تھا تلوار چلاتے ہم پر وے
رحم نہ آیا تک ظالم کو اسکو میرے غم کھانے پر

گالی مار کے غم پر مینے صبر کیا خاموش رہا
رکھ کے خورزیر مین اپنی اٹھکے شرمانے پر

حال پریشان سن مجنون کا کیا جلتا ہی جی اپنا
عاشق ہم بھی میر رہے ہین اس ڈھب کے دیوانے پر

روز و رات مین رہ سکینگے ہم بے شراب کیونکر
گذریگا اتقا مین عہد شباب کیونکر

تھوڑے سے پانی مین بھی چل نکلے ہی ابھرتا
بے تہ ہی سر نہ کھینچے اکدم حباب کیونکر

چشمے بحیرے اتنک ہین یادگار اسکے
وہ سو کو سب گئی ہی چشم پر آب کیونکر

ولکے طرف کا پہلو سب متصل چلے ہی
منحل ہو فرش کیون نہ آوینگی خواب کیونکر

اول سحر رکھاتا آخر صبو حی کرنا
آوے نہ اس عمل سے شرم و حجاب کیونکر

اجڑے نگر کو دیکھے دیکھون ہو جیسکو ن
اب پھر بسے گی ایسی بستی خراب کیونکر

جرم و ذنوب تو ہین بیحد و حصر یارب
روز حساب لینگے مجھ سے حساب کیونکر

پیش از سحر اٹھے ہی آج اسکے منھ کا پردا
نکلے گا اسطرف سے اب آفتاب کیونکر

خط میر آوے جاوے جو نکلے راہ دیکھی
کوئی نہین ہی قاصد لاوے جواب کیونکر

تڑپے ہی غم وہ دل لاویگا تاب کیونکر
خون بستہ بہینگی آنکھین آویگی خواب کیونکر

کیا ہی عشق عالم کس نے کیا ستھراد لوگو کا
نکل چل شہر سے باہر نظر کر ٹک ہزار دیر

تڑپکر گرم ٹک جن برق ٹھنڈی ہو تو جاتے ہین
بسان ابر رحمت مدہبت ہم سیقل ادیر

بڑی دولت ہی درویشی جو ہر قناعت کے
کہ عرصہ تنگ ہی حرص و ہوا سے تا جدار دیر

سیاحت خوب مجکو یاد ہی پر کی بھی دہشت کے
برا نیا یا ؤن پہلے دشت کے ترسے خار دیر

گئے فرہاد و مجنون ہو کوئی تو بات بھی پوچھین
یکایک کیا بلا آئی ہمارے غمگسار دیر

گئے اس ناتوان عشق کے آگے سے پیری بھی
سبکو دی مری اے میر بھاری ہی ہزار دیر

ایک آدھ دن کل مست ایما بر اُدھر سے ہو کر
بیٹھا ہون ہین ابھی تک سارا جہان ڈبو کر

اب کل نہین تجکو بے قتل غم کشون کے
کہتے تو تھی کہ ظالم خونریزی سے نہ چوکر

کہتے ہین راہ پائی زاہد نے اس گلی کی
رونا کہین نہ آوے ایمان دین کو کھوکر

ہر نظم کا سلیقہ ہر چند سب کو لیکن
جب جانین کوئی لاوے یون موتی سے پرو کر

کیا خوب زندگی کی دنیا مین شیخ جی نے
تعمیر کرتے ہین سب اب انکو مردہ شو کر

گر تیرے ہونٹھ ظالم آب حیات ہون اب
کیا ہکو جی بیٹھے ہم جی سے ہاتھ دھو کر

کس کس ادا سے فتنے کرتے ہین قصد اوسکا
جب بید ماغ سے تم اُٹھ بیٹھے ہو سو کر

ٹکڑے جگر کے میرے ہت چشم کم سے دیکھو
کاڑھے ہین بے جوا بر دو دریا کو سین سو کر

ردیف ڑی

دل کیا مکان اُسکا کیا صحن لیکن
غالب ہی تو سعی ہین میدان لامکان پر

آیا نہ پھر ادھر وہ مست شراب ہوکر
کیا پھول مرگئے ہین اس بن خراب ہوکر

صیدِ زبون میں میرے یک قطرہ خون نکلا
خنجر تلے بہا ہین خجلت سے آب ہوکر

وعدہ وصال کا ہی کہتے ہین حشر کے دن
جانا ہوا ولیکن واں سے شتاب ہوکر

وارد پیے نہ ساتھ آغوش کے پیشتر بان
غیرت سے رہگئے ہین عاشق کباب ہوکر

یک قطرہ آب اس بن مینے اگر پیا ہی
نکلا ہی میر پانی وہ خون ناب ہوکر

ابرِ سیہ قبلہ سے اُٹھکر آیا ہی مینخانے پر
بادہ کشو کیا جھپٹ رہا ہی کچھ شیشہ پر پیمانے پر

رنگ ہو اسے پٹکنے لگا سبزہ پھر کوئی یہ پھول کھلا
یعنے چشمک گل کرتا ہی فصل بہار کے آنے پر

شورِ جنون ہی جو لوگونکے سر مین پا تو نہین زنجیر مین
سنگ زنان لڑکے پھرتے ہین ہر ہر سو دیوانے پر

بیتابانہ شمع پر آیا گرد پھرا پھر جل ہی گیا
اپنا جی بھی حد سے زیادہ رات جلا پروانے پر

قدر جان جو کچھ ہووے تو صرفہ بھی ہم میر کرین
مُنھ موڑین کیا آنے سے اسکے اپنی جان کے جانے پر

راتون پاس گلے لگ سوتے تنہا ہوکر ہی عجب
دنکو بے پردہ نہین ملتے ہے شرماتے ہین ہنوز

ساتھ کے پڑھنے والے فارغ تحصیل علم ہو ہوئے
چہل سے مکتب کے لڑکو نہین ہم بہلاتے ہین ہنوز

گل صد رنگ چمن مین آئے باد خزانسے بکھر ہی گئے
عشق جنونکی بہار کے عاشق ہیچ ہی گل کھاتے ہین ہنوز

کب سے قیدی ہین پہ ہوئے نالش بسیار ہنوز
دل بہاران چمن کا ہی گرفتار ہنوز

وہ مہ چاردہ اس شہر سے کب کا نکلا
ہر گلی جھانکتے پھرتے ہین طلبگار ہنوز

بالا بالا ہی بہت عشق مین مارے گئے یار
وہ تہ دل سے کسو کا نہوا یار ہنوز

سال مین ابر بہاری کہین آکر برسا
تو ہو برسا رہے ہین دیدۂ خونبار ہنوز

ابکی بالیدن گلہا تھا بہت دیکھو نہ میر
ہمسر لالہ ہی خار سر دیوار ہنوز

سرکش ہی تند خو ہی عجب ہی زبان دراز
آتش کا ایسا لابچہ کب سے زبان راز

پروانہ تیری چرب لسان سے ہوا ہلاک
ہی شمع تو تو کوئی غضب ہی زبان دراز

ردیف سین

یار ہم سے جدا ہوا افسوس
نہ جدا ہوکے پھر ملا افسوس

جب تلک آن کر رہے مجھ پاس
مجھ مین تب تک کچھ رہا افسوس

کیا میر اسیر و نکو در باغ جو دا ہو
ہو رنگ ہوا دیکھنے کو چاک قفس بس

آنکھ کھلتے گئی بہار افسوس
گل کو دیکھا ہی نہ ہزار افسوس

جسکی خاطر ہوئے کنارہ گزین
نہوئے اُس سے ہمکنار افسوس

زمعرف نہ آشنا کوئی
ہم ہین بے یار و بے دیار افسوس

بیقراری نے یونہین جی مارا
اسی بے عہد نے قرار افسوس

خون ہوئے دل ہی مین امید وصال
مر رہے جی کو مار مار افسوس

چارۂ اشتیاق کچھ نہوا
وہ نہ ہمسے ہوا دو چار افسوس

اگ ہی گردش مین اُسکی آنکھ نکی
پھر گیا ہمسے روزگار افسوس

گو را اپنا رہی گذر گہ مین
نہ ہوا یار کا گذار افسوس

منتظر ہی ہم اسکے میر گئے
یان تک آیا کبھو نہ یار افسوس

کیا کیا تجھنے ہمسے کہا تھا کچھ نہ کیا افسوس
کیا کیا کڑھایا جی ہی جی مارا لوہو پیا افسوس

تو جو چراغ جا نہین تھا کچھ یونہین آیا وہ لیکن
گل مو ہی گیا آخر کو یہ پچھتاوا رہا افسوس

رخصت مین یاوس کی بسکی جی جاتا تھا سو اُن نے
ہاتھ مین عاشق وارفتہ کے دل لیا افسوس

ردیف صاد

کیسا خود گم کردہ پھیرے میر ہی بازار مین
ایسا اب پیدا نہین ہنگامہ آرا دلفروش

ادھر آتا بھی وہ سوار ہی کاش
اُسکا ہو جاتا دل شکار ہی کاش

زیر دیوار خانہ باغ اُس کے
ہمکو جا ملتے خانہ دار ہی کاش

کب تلک بیقرار رہیے گا
کچھ تو ملنے کا ہو قرار ہی کاش

راہ تکتے تو پھٹ گئین آنکھین
اُسکا کرتے نہ انتظار ہی کاش

اسکی پا بائی سرفرازی ہی
راہ مین ہو مرا مزار ہی کاش

پھول کل کچھ نہ تھے کھلے جب چشم
اور بھی رہتی اب بہار ہی کاش

اب وہی میر جی کھپاتا ہی
ہمکو ہوتا نہ اُس سے پیار ہی کاش

غصہ مین ناخنون نے مرے کی ہی کیا تلاش
تلوار کا سا گھاؤ ہی برچھی کا سا خراش

صحبت مین اُسکی کیونکہ رہے مردمی
وہ شوخ و تنگ و بے تہ و داد و باش و بیحیا

بیرحم مجکو ایک نظر کرنے تھی ادھر
کشتی کی تیر ہی ٹکڑے ہوئے لیگئے بہی لہر

آباد اجڑا لکھنؤ چند دن سے اب ہوا
مشکل ہی اس خرابی مین آدمی کی بود و باش

عمر عزیز یاس ہی مین جاتی ہی چلی
امیدوار اسکے نہ ہم ہوتے میر کاش

ردیف ضاد

ردیف طا

ردیف ظا

ردیف عین

ردیف غین

ردیف فا

ردیف قاف

ردیف کاف

ردیف لام

ردیف میم

ردیف نون

ردیف واو

ردیف ہا

ردیف یا

خبث یارون کا کر فسانون مین | عیب کرنے کو بھی ہنر ہی شرط

لعل پارے ہین میر لخت جگر
دیکھ کر خون رو نظر ہی شرط

رکھتا ہی میرے دے تمھارا غم اختلاط | ہر لحظہ لحظہ آن و زبان ہر دم اختلاط
ہم وے ملے ہی رہتے مردم کی شکل کیا | ان صورتون مین ہوتا نہین باہم اختلاط
شیرین لبان جہان کے نہین چھوٹ جاتا ہی
ہون گو کہ میر صاحب و قبلہ کم اختلاط

ردیف عین

لطف جوانی کے ساتھ گئے سر ہی کیا ہی کیا محفوظ | کیونکر جہین یارب حیرت ہی بادہ ایسی نامحفوظ
رونے کڑھنے کو عیش کہو ہم تو تمھارے عاگو ہین | یونہین ہمیشہ عشق مین اسکے رکھے ایسا خدا محفوظ
زردی منھ کی اشک کی سرخی دونون ہو رنگ مین
شاید میر بہت رہتی ہی ہوا اس سے ہو کے جدا محفوظ

ردیف عین

لیے داغ سر مہ چو آتی تھی شمع | سحر تک سب ان نے ہی کھائی تھی شمع
پتنگے کے حق مین تو بہتر ہوئی | اگر موم کی بھی بنائی تھی شمع

تب نخلی آنکھ میر اپنی جب
جا چکا کاروان دریغ در یغ

ہمکو شہر سے اس ماہ کے ہی غم راہ دروغ
یہ حرکت تو ہم نکریںگے خانہ سیاہ دروغ در دروغ
الفت کلفت کون کہے ہی چاہ گناہ ملکھا کن نے
بیدردی سے دیر رکھتے ہین یہی گناہ دروغ در دروغ

شیخ کو وہ تو جھوٹھ کہے ہی جھوٹھ کو کیونکر جھوٹھ کہین
اہل درد جو کوئی ہو تو کہے آہ دروغ دروغ

عشق کے مارے غم زدگان سو اس کرہ بتان کذب
اس بیمہر کی ہمکو نہ تھی الفت چاہ دروغ در دروغ

کس دلبر کو شوق سے دیکھا میر غلط ہی ہمت ہی
منھ پہ کسو کے پڑے نہین گاہ نگاہ دروغ دروغ

کیا کہیے میان ابکی جنون مین سینہ اپنا کیر داغ
ہاتھ گلون گلدستہ ہین شمع منطہ ہی سر پر داغ
داغ جلانے فلک نے بدیہ پر سر جراغان ہمکو کیا
کہان کہان اب ہم رکھین چشم ہوے ہی سر پر داغ
صحبت گیر آتی اسکی پہر گھڑی ساعت نہوئی
جب آتے ہین گھر سے اسکے تب تے ہیر اکثر داغ
غیر کو دیکھکے اس مجلس مین غیرت عشق سے اگ گئی
اچھلے کودے سپند منطہ ہم ہوگئے آخر جلکر داغ

جلتی چھاتی پر سنگ زنی کی سختی ایام سے میر
گرمی سے میری آتش دلکی سارے ہوئے دے پتھر داغ

ہرگز طرف نہ ہو سکے رخسار یار کے
پھیکے ہی اُسکے سامنے گلزار کی طرف

کچھ گل صبا کا لاگو نہیں اس چمن میں میر
کرتے ہیں سب ہی اپنی طرفدار کی طرف

نظر کیون گئی رو و مو کی طرف
کھچا جاے ہی دل کسو کیطرف

نہ دیکھو کبھو موتیون کی لڑی
جو دیکھو مری گفتگو کی طرف

اگر آرسی مین صفائی ہی لیک
نہین کرتی منھہ اُسکی رو کی طرف

جھڑے نہ کہین کودیہ مغربین
نکرشانہ تو گل کی بو کی طرف

اسے ڈھونڈھتے میر کھوے گئے
کوئی دیکھے اس جستجو کی طرف

ہنستے ہنستے مار رکھا تھے جو ہم ظریف
ہی یار بھی ہمارا قیامت ستم ظریف

ایضاً

بہار و باغ و گل و لالہ دلربا بن حیف
بھرے ہین پھولون سے جیب و کنار لیکن حیف

ایضاً

اے تجھ بغیر لالہ و باغ و بہار حیف
گل سے چمن بھرے ہون تو تو نہ ہو تو ہزار حیف

ردیف قاف

رونا جہان جہان تو یعنی آزار دہی لیکن
رونا ہون رو دیا جاوے پر کیجے جہانتک

اکثر فراغ مجکو رہتا ہی عاشقی مین
تصدیع درد و غم سے کھنچے کوئی کہانتک

آوارہ ہی ہوئے ہم سرمار مارے
تو پر نکل گئے ہین اپنے سب آشیانتک

اے وای بے نصیبی سر کو بھی گذری لیکن
پیشانی تک نہ پہونچی اس خاک آستانتک

نفع کثیر اٹھایا کر عشق کی تجارت
راضی ہین میر اتنو ہم جانکے زیانتک

دلکی تپ نے بلا کیا ہی دھڑکے نے اسکی رلائی خاک
خشک ہوا خون اشک کے بدلے رنگ رخسے آئی خاک

صورت یکے ہم آئینہ کی سے خاطر نہ فرق نہین کرتے
ہوتے سامنے روتے پاتے اُن منھ کو لگائی خاک

پیچ و تاب سے خاک بھی میری جیسے بگولا پھرنے لگا
سر مین ہوا ہوا سکے بہت بھی تب ہوئی یہ سودائی خاک

اور غبار کسو کے دلکا کس انداز سے نکلے آہ
رہے فلک پر بدلی ہو تو ساری ہمارے کھائی خاک

نعمت رنگا رنگ حق سے ہر محنت سیہ کو نہین
سانپ پاگو گنج کے اوپر کھائی کو تو کھائی خاک

اپنے تئین گم جیسا کیا تھا یان سر کھینچ کے لوگون نے
عالم خاک میرا دلسی ہوا اب ڈھونڈھو ان نے پائی خاک

انس نہین انسان سے اچھا عشق جنون کا قصہ ہی
فرق ہوا کیا چھوٹی سی ہم آدم مین اسکی عالی خاک

ہو کے فقیر گی مین اسکی چین بہت سا پایا ہم
لیکے سرانے پتھر رکھا جاے فرش بچھائی خاک

قلب کبا ہین جنکے دے بھی مٹی سونا کرتے ہین
میر اکثیر بنائی ہانسون نے جنکی جہان نے اٹھائی خاک

جی میرنے دیا ہوا لیک وصل یار
افسوس ہی کہ مفت ہوا یہ جوان ہلاک

جب کہی نوبت تمنے تو گوش ہوش تکھو ڈالک
چپکے چپکے کسو کو چاہا پوچھے آگے نہ بولے ٹک

اب جو چھاتی جلی فی الواقع لطف نہیں شبنم کا
صبر کرو کیا ہوتا ہی یوں پھوڑین دلکے پھپھولے ٹک

آنکھین کھولین حال کے کہتے دیر ہوئی ہی بس یعنے
ساری رات کہانی کہی ہی میر اب چلکر سوے ٹک

ردیف کاف فارسی

راتکی بات کہین ہم کس سے بے تہ یان کرتے ہین لوگ
سر کو گرو بے راہ روی کہین خود گے بے تہ ہین لوگ

بد تر آپ سے پاؤن کسو کو تو مین اسکا عیب نہین
خوب تامل کرتا ہون تو سب مجھ سے بہتر ہین لوگ

دیوانے ہین شہر وفا کے راہ و رسم کے ہمتو
دلکی کہیے جی دینے والے قاتلتا گھر گھر ہین لوگ

رہتے ہین اسی لاگ پر ہم بیقرار الگ
کرتے ہین دو نوبت ہی تماشائی یار الگ

تھا گرد بوی گل سے بھی دامن ہوا کا پاک
کیا ابکی اس چمن سے گئی ہی بہار الگ

پاس اسکا بعد مرگ ہی آداب عشق سے
بیٹھا ہی میری خاک سے اٹھکر غبار الگ

ناگاہ اس نگاہ سے مین بھی ہوا نہان
جاتا ہی جون نکلکے کسو کا نثار الگ

بستر سے اُسکے پھول تر و تازہ رکھئے دور
سو کچھ ہی دیر رہ کے تو ہوتا ہی خار گل

دیکھا کبھو نہ ہنستے سُنا ہی فگندہ میر
داغ جنون ہی سر پہ ہمیشہ بہار گل

صد ہزار افسوس اگر خالی جائے جائے گل
ہی خزاں میں بھی سب تک ٹک گل بوا ہی گل

بے نصیبی سے ہوئے ہم موسم گل میں اسیر
تھے نہ پیشانی میں پہ سجدہ ہا پا ہی گل

دعوی حسن سراپا تھا یہ نازاں تجھکو کیا
شاخین پر گل جھک گئیں لغزش سے شرما گل

کیا گل و مہتاب و شبو کیا سمن کیا نسترن
اس صدیقہ میں نہ نقش پا سے اُسکے پا ہو گل

جیتے جی تو داغ ہی رکھا موئے پر کیا عبث
گور پر دلسوز کیسے جو نہ شمع سر کھلائے گل

بیدلی بلبل نکر تا ہے نیر گو تو ہی داغ
خوش زبان عشق کے جب چہچہے ہر کے کھائے گل

اس چمن میں جلوہ گر جس حسن سے خوبان ہیں میر
موسم گل میں کہیں اس طرح بی سے کب آئے گل

زنگار رنگ چمن میں یک موسم گل میں آئے گل
ہمتو اس بن داغ تھے سو ور بھی جلد کر جائے گل

ہار گلے کے سو کر جیسے یاد رکھا تب عرصے میں
طرفہ تو یہ ہی اب نت سے گور پہ میرے لائے گل

آتی شب گل میر ہمیں کیا صبح بہار سے کیا حاصل
داغ جنون ہی سر پہ ہمارے شمع کے رنگوں چھائے گل

ردیف میم

عشق

عشق ہماری در پے جان ہوا ۔۔۔ باہر پڑیکھا ہی فلک ہو جاوین کدھر چلکر ہم

بل کھائے ان باتونسے کب عہد برا ہوتے ہیں ۔۔۔ نکلے گا سانس نکلا ہی تک جو چلے تھے ملکر ہم

مست پوچھو کچھ پچھتاتے ہیں کیا کیا گھر آئے ۔۔۔ جی تو لیا ہی پاس نفل مین ان بیٹھے ہیں ٹلکر ہم

بے تگ و دو کیون پھرتے ہو دیدار کے بھوکے ۔۔۔ پانی بھی پی سکتے نہیں ٹک اپنی جگہ سے ٹلکر ہم

عشق جو ہونا واقع مین تو سیدھے جاتے تیغ تلے ۔۔۔ راہ ہوس کی پھر لی ہنسے لیتے چلے ہین ٹلکر ہم

ہوا ہی جوانی شور کنان پاوس کو اسکے پھر ڈرتے ۔۔۔ اب چپ بیٹھے رہے ہین کیسو ہاتھ سے ملکر ہم

آگے تو کچھ اسکی آہین کو ہم شعلہ فشانی تھین
اب تو ہوئے ہین میر اک ڈھیر خاکستر کی جلکر ہم

ڈول لگائے بیتابے پڑ ۔۔۔ آنا کیسو کیے ہوا دھر آتے جاتے تم

ہر صورت کو دیکھ رہو ہو ہر کوچے کو جھانکو ۔۔۔ آگے عشق کیا ہوتا تو پھر پے جی نہ کھپاتے تم

چاہت آفت کلفت کلفت مہر و وفا رنج و بلا ۔۔۔ عشق ہی کے سب نام ہین دل کاہش کہیہ لگاتے تم

شایق ہو مرغان قفس کے آگے گھر صیادونکے ۔۔۔ پھول اک دلتسکین کو انکے کاش کہین سے لاتے تم

دونون طرف کشمکش رہتی تھی نیا نیا تھا عشق اپنا ۔۔۔ دھوپ مین کے داغ ہوئی تو گرمی سے گل کھاتے تم

کد ھر اب وہ بیکرنگی جو دیکھ نہ سکتے دلتنگی ۔۔۔ رکتے پاتے ٹک جو ہمین تو دیر تلک گھبراتے تم

کیا کیا تکلیفین محبونکی پڑہ غیب سے نکلی ہین ۔۔۔ منصف ہو ٹک اے نقاشان ایسی کہیں بناتے تم

سر نہ بالیں سے اٹھاوین کاشکے بیمار عشق
ہو کا یک ہنگامہ برپا فتنہ زیر سر ہین ہم

سو طرف لیجاتی ہی ہمکو پریشان خاطری
یان کسے ڈھونڈھوہو کیا جانے کہ پھر ہین ہم

گر نہ روئین کیا کرین ہر جا سو ہی بیکسی
بیدل و بیطاقت و بیدین و بے دلبر ہین ہم

وہ جو رشک مہ کبھی اس راہ سے نکلا نہ میر
ہم نہ رکھتے تھے ستارہ یعنی بد اختر ہین ہم

کہا سنتے تو کاہیکو کسو سے دل لگاتے تم
نجاتے اسطرف تو ہاتھ سے اپنے جاتے تم

شکیبائی کہان جواب ہی جاتی ہوئی غربت
کدھر وہ نازخس سے سرخرو ہر گز نہ لاتے تم

یہ حسن خلق تم مین عشق سے پیدا ہوا ورنہ
گھڑیکے روٹھنے کو دو دو پہر تک کب منا تے تم

نظر دزدیدہ کرتے ہو چھپی رکھتے ہو پلکون کو
لگین ہو تین آنکھین تو نہ آنکھون سے چھپاتے تم

یہ ساری خوبیان دل لگنے کی ہین مت برا مانو
کسو کا بار منت بے علاقہ کب اٹھاتے تم

پھرا کرتے تھے جب مغرور اپنے حسن پر آتے
کسو سے دل لگا جو پوچھتے ہو آتے جاتے تم

جو ہوتے میر سو سر کے نکرتے اک سخن انسے
بہت تو پان کھاتے ہو نہ غصے سے چباتے تم

اسکی گلی مین غش جو کیا اسکے نہ ہم
پھر ہو چلے وہین کہین گھر جا سکے نہ ہم

سوئے تو غنچہ ہو کسو گلخن کے آس پاس
اس تنگنا مین باتون بھی پھیلا سکے نہ ہم

باتین کہ شب رقیب کی ساری ہوئین قبول
مجلس مین تو خفیف ہوئے اسکے واسطے
عالم کے ساتھ جائین چلے کسطرح نہ ہم

مکلو جوانئے عشق تھا میری نہ مانیان
پھر اور ہمسے اُٹھتی نہین سرگرانیان
عالم تو کاردان ہی ہم کاروانیان

سر رفتہ سن نہ میر کا گر قصد خواب ہی
نمنیدین اُنچشمیان مین سُنے یہ کہانیان

رسائی ہوآتے ہوا اہل ہوس مین
درا مین کہان شور ایسا دھرا تھا
ہمین عشق مین بے بسی بے کسی ہی
مزہ طفل بستہ باز فلک سے
بہت روئے پردے مین جب دیدہ تر
تن زار و لاغر مین ظاہر رگین ہین
محبت وفا مہر کرتی تھی یا ہم
تمھین ربط لوگونسے ہر قسم کی ہی

فزا رس مین ہی لوگو کیا تمکو رس مین
کسو کا نگہ دل رکھا تھا جرس مین
نہ دشمن بھی ہو دوستی کے توس مین
دغا سے یہ بہتونکی کھینچے ہی قسمین
ہوئی اچھی برسات تب اس برس مین
بھرا ہی مگر عشق ایک ایک نس مین
اُٹھا دی ہین وے تمنے اسبار ی رسمین
نہ کھایا کرو جھوٹی جھوٹی تو قسمین

ہوا ہی کو دیکھے ہین اے میر اسیران
لگا دین مگر آنکھین چاک قفس مین

گل خوبان مین میر مہر نہین
ہمکو غیرون مین سان دیتے ہین

پلکین بھری ہین کبھی بھوین پہ جھکی کبھی ٹکی ہین ہین — اُس اداسی کی سادگی و بیکسی پہ شوخی سی ہم چھا ہین ہین
کیا پہناوا خوش آتا ہی ان لڑکے چپلی کو شوخا — مونڈھے چیسے ہین جو پی پھنسی پگڑی ٹیڑھی سر پہ رکھا ہین ہین
ضبط گر رونے سے ہو تو کوزے مین دریا کرتا ہی — حوصلہ داری جنکی ہو ایسی عشقین کو نکو را ہین ہین
جیسے جدا مین اُنسے ہوا ہون حال عجب ہے روز و شب — چشم تر سے ٹپکے ہین آنسو خشک لہو پر آ ہین ہین
دل ہی داغ جگر ہی ٹکڑے رہجاتے ہین چپکے سے — چھاتی سراسر ہی اُن لوگونکی جو چاہت کو نباہ ہین ہین
دل الجھے ان بالونمین تو آخر سودا ہوتا ہی — کوچے کو زنجیر کے لیغیر لقوسے دور ا ہین ہین

یہ بھی سمان خوش ترکیبونکا میر زاپنے وسے گیا
سو تو سے اٹھکر آنکھین لیتین ہین پانگڑائی جا ہین ہین

صبر کیا ہی برسون مین پر اتنے کچھ یہ طاقت سی ہین — اور گذارا کبتک ہوگا کچھ اب ہم رخصت سے ہین
رسین لطف نہین ہی مطلق شہر خوش محبوبا ئین — دیکھے کم جو کرتے کسو پر عاشق ہم مدت سے ہین
عشق کے دین اور مذہب مین جانا واجب آیا ہی — کوہکن و مجنون سو ی اب ہم بھی اُسی ملت سے ہین
ملنا نفر و نسے اُنکا چھوٹا اگر میری صحبت مین — یہ تنفر بھی ایک ذریعہ مجھسے کی صحبت سے ہین
فرصت اُنکو کم ہی اگرچہ پر ملتے ہین قبا بو پر — برسون سیر سے مل دیکھا ہی کچھ دے کم حرمت سے ہین

رونا روز شمار کا مجکو آٹھ پہر اب ہتا ہی — یعنے میرے گنا ہونکو کچھ حصر و حد حساب نہین
رنگ ہر شکستہ دل ہی شکستہ ہر شکستہ مستی مین — حال کسکو اپنا سا اس خانے مین خراب نہین

ٹھہرین میر کسو جا گہ ہم دلکو قرار جو ٹک آوے
ہوکے فقیر اس در پر بیٹھین اسکی بھی اب تاب نہین

آنکھین سفید دل بھی جلا انتظار مین — کیا کچھ نہ ہم بھی دیکھ چلے ہجر یار مین
دنیا مین ایک دم نہین کرتا کوئی قیام — جو ہی روا روی ہی مین ہر اس یار مین
دیکھین تھین یکروز تری دست انکڑیان — انگڑائیان ہی لیتے ہین اب تک خمار مین
اخگر تھا دل نہ تھا مرا جسے تو زمین — لگ لگ اٹھی ہی آگ کفن کو مزار مین
بیدم ہین دیدگاہ مین اکدم تو چلکے دیکھ — سنتے ہین دم نہین کسی تیرے شکار مین
محمل کے تیرے گرد ہین محمل کیے ہزار — ناقہ ہی ایک لیلی کا سو کس قطار مین

شور اب چمن مین میری غزلخوانی کا ہی میر
ایک عندلیب کیا ہی کہون مین ہزار مین

طلب ہی کام دلکی اسکے بانکی سیر مین — گدائی بکسر و ن ہو نہین نجابت سے فقیری مین
نگہ غربت مین اس بروکمان کی ہو ادھر نہ — لگا تیر اسکا چھاتی مین ہماری گوشہ گیر مین
نظیر اسکی نظر آئی نہ سیاحان عالم کو — سیاحت دو رتک کی ایک ہو وہ بے نظیر مین

اُن آجری ہوئی بستیوں میں انہیں لگتا ہو جی میں ہیں جا بسیں دیدۂ حیران ہو

وحشت ہی خردمندوں کی صحبت سے مجھے میر
اب جا رہوں گا واں کوئی دیوانہ جہاں ہو

اپنے حسن عارضی پر آج مت مغرور ہو — پاس تو ہو جسکے دو ہی کل نہیں کے دور ہو
دیکھکر وہ راہ چلتا ہی نہیں ٹک ہم — پانوں اُسکے آنکھوں پر رکھ لیویں جو منظور ہو
شہر دلکی کیا خرابی کا بیان ہم کریں — اُسکو ویرانہ نہ کہیے جو کبھو معمور ہو
ہم بغل اس سنگدل سے کاشکی اسدم ہو جب — شیشۂ مے پاس ہو اور دردہ مخمور ہو

عشق دلکش ذبح ہی پر کھیل قدرت کا ہو میر
صرف کر اپنے تئیں اتنا جسقدر مقدور ہو

عاشق ہو تو اپنے تئیں دیوانہ سب میں جانے ہو — چکر نا روجیسے بگولا خاک اڑانی آتے ہو
وہی سمجھو لوگ کہیں ہیں جانے اسکو خصومت سے — ہو جاوے جو تم کو کسی سے تا مقدور چھپاتے ہو
دل لگنے کی چوٹ بری ہو اس صید ہی سے خدا حافظ — بارے سعی و کوشش سے جیکو اپنے بچاتے ہو
آئی بہار جنوں ہو مبارک عشق اللہ ہمارے لیے — نعل چڑھے سینوں پہ ہمارے تم داغ سر پہ چلاتے ہو
شاعر ہو مت جیکے رہو اب کہیں جانے ہیں — بات کرو اب پڑھو کچھ بیتیں ہمکو بتاتے رہو
ابر سیہ قبلی سی آیا تم بھی شیخو پاس کرو — تحقیقی ٹک لیتی باندھو ساختہ پی جاتے رہو

رنگ صحبت اسکو کھا دین خوبی اپنی قسمت کی
ساغر مے دشمن کو ہو ہمکو زہر منگا دو ہو

بند نہین جو کرتے ہو تم سینے کے سوراخون کو
جیکے رکن ہین ان جنون سے شاید دلکو ہوا دو ہو

آنکھ جھپک جاتی نہین تنا آگے چہرہ روشن کے
ماہ بھی مٹیا جاتا ہے جب منھ سے نقاب اٹھا دو ہو

غیر سے غیرت ہے آسان لیکن یہ کچھ ہمکو نہین
بات بتا دین کیا ہم تمکو تم تو بتا دو ہو

میر حقارت سے ہم اپنی چپ رہ جاتے ہین جان چلتے
طول ہمارے گھٹنے کو دیکر جیسے چراغ بڑھا دو ہو

کہتے نہ تھے ہم تجسے دل ہاتھ سے مت دیجیو
مت کھاؤ غم اتنا اپنا نہ لہو کیجو

اُن بلکون کی کاوش سے زخمی ہے مگر سارا
لے تار نگاہون کی نازک سا رفو کیجو

کیا جان لیے جیکے جانا سے چھپانا منھ
جینا تو کوئی دن ہے تم میر بہت جیجو

دل خستہ شکستہ دل دل بستہ گرفتہ دل
ہو ان مین جل اسکا دل ہاتھ مین تک لیجو

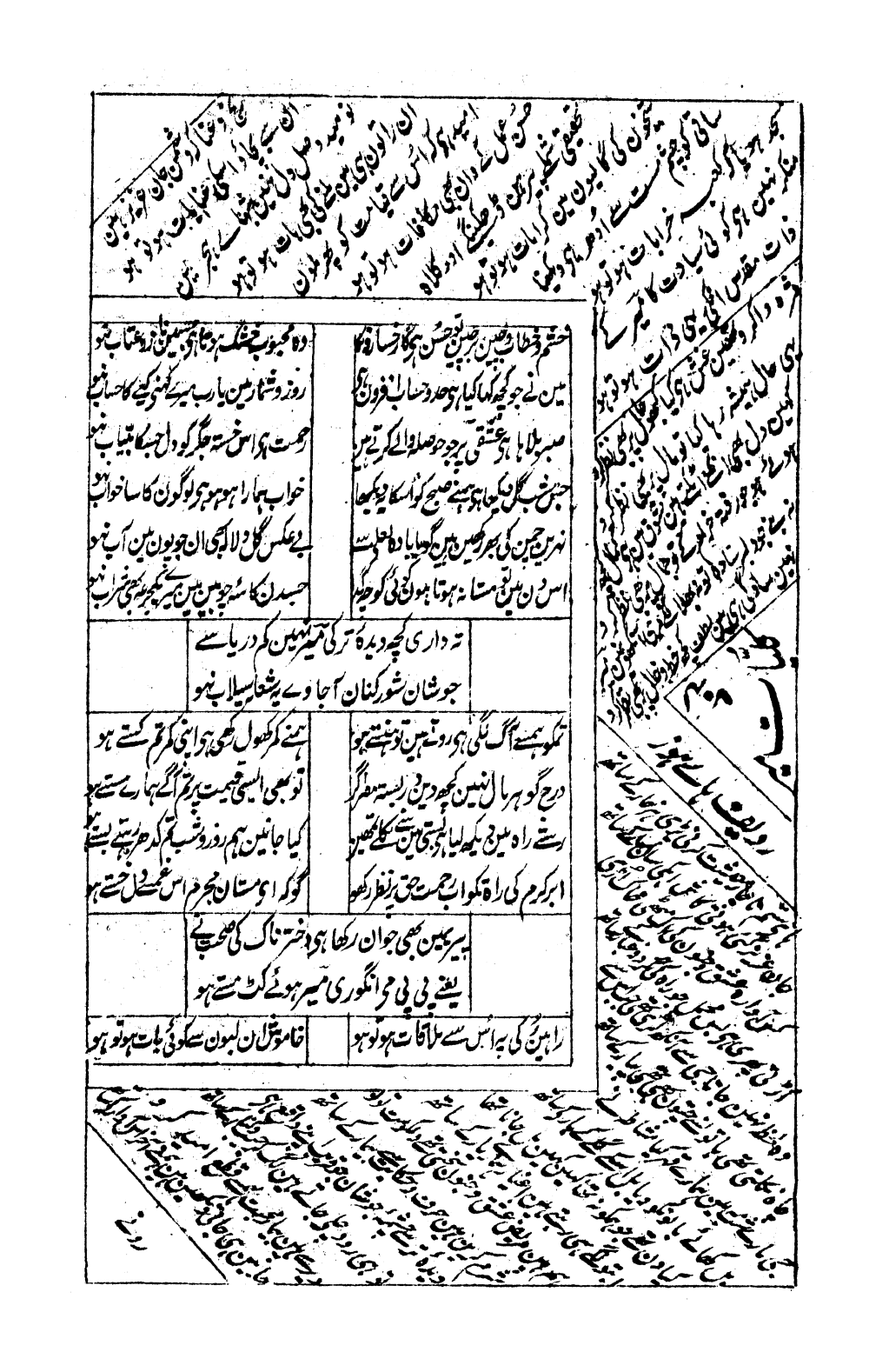
اس راہ سے تر تا ہے دل کب ہوا گاہے
میرے پٹے سینے کو زنہار نہ تم سیجو

بات کہون کیا چپکے چپکے دیکھو ہو آئینے کو
دیکھتے ہو تو دیکھو ہو آپ جلتے تو ہے سینے کو

کیا جانو تم قدر ہماری مہر و وفا کی پر کے ہو
لو ہوا پنا دین ہین تمھارے گرتے دیکھ سینے کو

پھر ایام نحس کا مجکو کڈھب آتا ہے نظر
تم بھی غنیمت جانو میان سے سر دس دیکھنے کو

وہ جو غیرت مہ ملتا ہے غیر سے ہم سے غیرت کش
سال ہمارے جیکا ہوگا ظاہر کوئی مہینے کو



رونے سے سب پر آئی خاک ہمارے بیر بیر
مدت میں ہم ٹک لگ بیٹھے تھے اسکی دیوار کے ساتھ

اب کچھ فرے پہ آیا شاید وہ شوخ دیدہ
آب اسکے پوست میں ہے جو میوہ رسیدہ

آنکھیں ملا کبھو تو کب تک کیا کرو گے
دنبالہ گرد تیرے اے آہوئے رمیدہ

پانی بھرا یا منہ میں دیکھے جنونکی یارب
دے کس فرے کے ہونگے لہائے نا کشیدہ

سائے کو اس پری کے لگتا نہ تھا چمن میں
مغرور کاہے پر ہی شمشاد قد کشیدہ

آنکھیں میں بجھ رہی ہیں اہل نظر کی یکسر
جلتی ہوئی زمین پر کیا اون یدہ دیدہ

چل سیر کرتے تو بھی تا صبح آنکھیں کھولیں
منہ پر ترے چمن میں گلہائے نو دمیدہ

محراب میں رہو نہ سجدہ کیا کرو نہ
بیوقت کیا ہے طاعت قد اب ہوا خمیدہ

پروانہ گرد پھر کر جل بھی بجھا ولیکن
خاموش راتکو تھی شمع زبان بریدہ

دیکھا مجھے شب گل بلبل نے جو چمن میں
بولا کہ میرے منہ پر کیا کیا دہن دریدہ

قلب و کبد تو دونوں تیرو نے چھن لیے ہیں
وہ اس ستم کشی پر ہمسے ہوے کبیدہ

اشعار میر سب نے جن جن کے لکھ لیے ہیں
رکھیں گے یاد ہم بھی تجھ بیتیں چیدہ چیدہ

ہم جانتے تو عشق نہ کرتے کسو کے ساتھ
لیجاتے دلکو خاک میں اہل آرزو کے ساتھ

خواہش نہ ہووے دل کی جو حاصل تو موت ہی
احوال میر دیکھ نہیں جی تو مار دیکھ

پیدا ہی یا خدا نہیں اس لڑکے ساتھ
دیر و حرم میں ہو کہیں ہو ہی خدا کے ساتھ

مستار باکشادہ جبیں خوب زشت ہی
کیا آئینہ کری ہی بسر یار حیا کے ساتھ

گو دست لطف سر سے اٹھا لی کوئی شفیق
دل کا لگا کوئی اپنا ہی دست دعا کے ساتھ

تدبیر دوستاں سے ہی بالعکس فائدہ
ہی درد عاشقی کو خصومت دوا کے ساتھ

کی کشتی اسکی پاک بدست عشق نے
جن نے ملائی ہاتھ ٹک ایک ناخدا کے ساتھ

او باش لڑکوں سے تو بہت کر چکے معاش
اب عمر کاٹیے گا کسو میرزا کے ساتھ

کیا جانوں ہیں چمن کو ولیکن قفس پہ میر
آتا ہی برگ گل کبھو کوئی صبا کے ساتھ

غرہ وقار کیا ہی کسو خودنما کے ہاتھ
ہی آبرو فقیر کی شاہ و گدا کے ہاتھ

بٹھلا دیا فلک نے ہمیں نقش پا کے رنگ
اٹھنا ہمارا خاک سے ہی اب خدا کے ہاتھ

آنکھ نمیں آشنا تھا مگر دیکھا تھا کہیں
تو گل کل ایک دیکھا ہی میں نے صبا کے ہاتھ

دیکھا اسکو مجکو یاروں نے حیران ہو کہا
کس ڈھب سے لگ گیا ہی یہ گوہر گدا کے ہاتھ

دل کی گرہ نہ ناخن تدبیر سے کھلی
عقدہ کھلے گا میر یہ مشکل کشا کے ہاتھ

وہ جو کہنا تھا تو ہی کر یوسف
میر کا سو کہا کیا تو نے

آنکھون کی طرف گوش کی دیرہ نظر تو
کچھ یا کے آنے کی مگر گرم خبر ہی

یہ راہ روش سرو گلستان مین نہ ہوگی
اس قامت دلچسپ کا انداز دگر ہی

یہ بادیۂ عشق ہی البتہ ادھر سے
تو سامنے ہو ہمدم اگر تجکو جگر ہی

وہ ناوک دل دوز ہوا لاگو مرے جی کا
بچکر نکل اے سیل کہ یان سیر کا ڈر ہی

کیا پھیل پڑی مدت ہجران کہ نہ پوچھو
مدسال ہوا ایک گھڑی ہمکو پہر ہی

کہ جان کر جسکے لیے منھ موڑ لیے تھے
تم آؤ چلے واعیہ کچھ تمکو اگر ہی

تجسا تو سوار ایک بھی محبوب نکلا
جس دلبر خود کام کو دیکھا سو نفر ہی

شب شور و فغان کرتے کیے تجکو تو اتنا
ولکش ہوئی اے مرغ چمن وقت سحر ہی

سوچی تھے کہ سودا ہی محبت مین ہی کچھ سود
اب بکھتے ہین آہین تو جی ہی کا ضرر تو

شانے پہ کھا ہا جو پھوا دکا تو لچکے
کیا ساتھ نزاکت کے رگ گل سی کمر ہی

کر کام کسو دل مین گئے عرش پہ تو کیا
اے آہ سحرگاہ اگر تجھ مین اثر ہی

پیغام بھی کیا کرئے کراوہ باش نہ ظالم
ہر حرف میان دار پہ شمشیر و سپر ہی

ہر بیت مین کیا میر تری باتین کھی ہین
کچھ اور سخن کر کہ غزل سلک گہر ہی

مجبور راہ اسکی دیکھا کرے ہی اکثر
محفوظ رکھ الٰہی اسکو نظر گذر سے

وحش اور طیر آ ناحق ہیں ہر سو لگا ہی ہیں
گر در رہ اسکی دیکھیں آگ جلتی دو کدھر سے

شاید کہ وصل اُسکا ہووے تو جی بھی ٹھہرے
ہوتی نہیں ہی اب تو تسکین دل خبر سے

مدت سے چشم بستر بچھا رہا ہون لیکن
وہ روے خوب ہرگز جاتا نہیں نظر سے

گو ہاتھ وہ نہ آوے دل مے خون کرتا
ہی لاگ میرے جی کو اُس شوخ کی کمر سے

یہ گل نیا کھلا ہی بے بال تو قفس مین
کوئی کلی نہ نکلی مرغ چمن کے پر سے

دیکھو نہ چشم کم سے یہ آنکھ ڈبڈبا ہے
سیراب ابر ہوتے دیکھیں ہین چشم تر سے

گلشن سے مے قفس تک آواز ایک سی ہی
کیا طائر گلستان ہین نالہ کش اثر سے

ہر ایک خراش ناخن مجھی سے صد تمنا کی
رجھوار ہو تو پوچھے کوئی ہمین ہنر سے

یہ عاشقی ہی ایسے جیوگے یا کب تک
ترک وفا کرو ہو مرنے کے میر ڈر سے

بسکہ ہی گردون دون پرور دنی
ہووے پیوند زمین یہ رفتنی

بزم مین سے اتو چل ای رشک صبح
شمع کے اوپر پھری ہی مردنی

مین چراغ صبح گاہے ہون نسیم
مجھے اک دم کے لیے کیا دشمنی

مجسا محنت کش محبت مین نہین
ہر زمان کرتا رہا ہون جان کنی

ادھر مطرب کا عودی سنگ کب طنّاز آتا ہی
عجب ہین لوگ جو کہتے ہین وہ نا ساز آتا ہی

خبر ہی شرط آنا مت برسل ای برباد زدہ
ہمین بھی آج رونا در و دل پر داز آتا ہی

اُٹھی ہی گرد معشوقانہ اس تربت سے عاشق کی
کبھو ٹک جسکے اوپر وہ سراپا ناز آتا ہی

عجب رنگ حنا طائر ہی دست آموز خوبان کا
اُڑے ہی تو بھی ہاتھون ہی گر پرواز آتا ہی

وہی نازان خرامان کبک سا آیا مری جانب
کوئی مغرور وہ شوخی سے اپنی باز آتا ہی

رہائی اپنی ہی دشوار کب صیاد چھوڑی ہی
اسیر دام ہو طائر جو خوش آواز آتا ہی

اگر مسجد سے آؤن میر تو بھی لوگ کہتے ہین
کہ میخانے سے پھر وہ دیکھو شاہد باز آتا ہی

اسکے رنگ چمن مین شاہد اور کھلا ہی پھول کوئی
شور بلبل اُٹھتا ہی ایسا جیسے اُٹھی ہی بول کوئی

یون پھرتا ہون شوخ دیدہ و اسی مین سرگشتہ
غم کا مارا آوارہ جون راہ بھولے ہو بھول کوئی

ایک کہین پر کھنچے ہی ایسا جسکی کرین بات پوچھ
ہو ہر اک کو قبول لعابہ نہ کر یگا قبول کوئی

کس امید کا تحکاوی دل راہ مین اسکی حصول اے
شوخ و شرا مین خیر شر زیان رہنا ہی مول کوئی

لینے اسکے بانو کا وصف لکھا ہی دو تلک
طرف مار تو طولانی پھانکی ہی طول کوئی

مستی حسن پرستی زندی یہی عمل ہی مدت سے
پیر کیسے ہووے تو کیا ہی چھوڑی ہی معمول کوئی

حرف حکایت شکوہ شکایت تھی اک وضع وزیدہ
میر کو جا کر دیکھا ہنسے ہی مرد معقول کوئی

آنا ادھر اس بت کا کیا میری کشش نے
ہو موم جو پتھر تو تا ئید خدا کی ہے

دامان دراز اسکا جو صبح نہیں کھینچا
اے میر یہ کوتاہی شب دست دعا کی ہے

ملوان دنون ہمسے اکلات جانی
کہان ہم کہان تم کہان یہ جوانی

شکایت کروں ہون تو سونے لگے ہے
مری سرگذشت اب ہوئی ہے کہانی

ادا کھینچ سکتا ہے پہرا اسکی
کھچی صورت ایسی تو یہ ہنے مانی

ملاقات ہوتی ہے تو شمکش سے
یہی ہمسے ہے جب نہ تب اینچا تانی

بسنتی قبا پر ترے مر گیا ہے
کفن میر کو دیجیو زعفرانی

بے اسکے تیرے حق مین کوئی کیا دعا کرے
عاشق کہین شتاب تو ہووے خدا کرے

اے سرو دھر کوئی مری رہ نو گرفتار
پرسش کسو سے حال کی تیری بلا کرے

دامن ہست وسیع ہے آنکھون کا اے بحاب
لازم ہے تجکو ان ہی کا پانی بھرا کرے

آکر بکھیرے پھول مری مشت خاک پر
مرغ چمن اگر حق صبح ادا کرے

پتھر کی چھاتی چاہیے ہے میر عشق مین
جی جانتا ہے اسکا جو کوئی وفا کرے

صورتیں کیا کیا بگڑتی ہیں جو تیرے غم میں دل
سامنے رکھے آئینہ مصروف طرحداری ہے

میر کوئی اس صورت میں بھی کیا رکھے
ایک جراحت میں نے کی میر ہر خم کاری ہے

دل بھی بھر آتا ہے میرا جی بھی مدعا کہہ جاتا ہے
کیا جانوں میں رووں گا کیا دریا چڑھتا آتا ہے

سچ ہے وہ جو کما کرتا ہے کون ہے تو کیا کہتے ہیں
نہ بیگانے تو ہیں ہم وہ نا لو کا جاتا ہے

تو بلبل آزردہ نہ ہو گل پھر بیسے باغ ہمارا نہیں
رنج کش الفت ہے عاشق جی اپنا بہلاتا ہے

عشق و محبت کیا جانو ہیں لیکن اتنا جانوں ہیں
اندر ہی اندر سینے میں میر مجھ کو کوئی کھاتا ہے

عاشق اپنا جان لیا ہے ادنے شاید میر تجھ میں
دیکھ بھری مجلس میں اپنے ہم ہی سے شرماتا ہے

اس مغرور کو کیا ہوتا ہے حال شکستہ دل کا ایسے
بسکو تہ ہوئے نہ ہرگز جیسے ہمارے جانے سے

کیسا کیسا ہو کے جدا پھر اس بن پر پایا
کیا پوچھو ہو آنے تیامت سر پر لیا گانے سے

بمن بخیر و خوبی میں اپنی روز جہاں سے گذرتا ہوں
وحشت ہے ہر خورشید خط اپنی بھی مجھ کو سا فی سے

ہر کوئی دھر بزن میں یا پھر پھر وہ یاں تھا
یا اب ننگ اسی آتا ہے یاس ہمارے آنے سے

ایک جراحت کیا شکیب دے متی ہو کر صد تیں
شاید دل ہو تسلی اسکا زخم دگر کے کھانے سے

رنج و عنا پر درد بلا پر صبر کیے ہم بیٹھے ہیں
کلفت جاتی رہی کیا جور و ستم کو اٹھانے سے

دلکی لاگ کی سی ہوتی ہی رہا نہ سکے جاتی بھی
آئے بیٹھے اٹھ بھی گئے بتاب رہے پر آئے بھی

آنکھ نہ ٹک میلی ہوتی اپنی مطلق دل ہی جانتا ہو
دلکی مصیبت کیسی کیسی کیا کیا رنج اٹھائے ہی

ٹھنڈی ہوتے دیکھے ہر گز ویسے ہی جلتے ہر ہی میر
تلوے حنائی ہنسے آنکھ سے سہلائے بھی

رنگ نہین ہی منھ کسکے باغ خزان ہی گلستان مین
برگ و بار گھرے بکھرے ہین گل غنچے مرجھائے بھی

نفع کبھو دیکھا ہنسے ایسے خرچ کے اٹھانے پر
دلکے گداز سے لوہو روئے داغ جگر جلائے بھی

عشق مین اسکے جان مری مشتاق پھر یہ بیٹھی ہی
شوق اگر ہی ایسا ہی تو جین کہان مرجائے بھی

تا جرِ ترک فقیر ہوے اب شاعرِ عالم کامل ہین
بیش گئی میر نہ اپنے سوا نگ بہت سے الے بھی

کوئی نام انکا نہ لو جیسر ہی
کہ بیتاب دل کی بنا صبر ہی

نہ سوز جگر خاک مین بھی گڑا
موئے پر پر آتش مری قبر ہی

گلستان کے ہین دونون پتے بھرے
بہارا سطرف اُس طرف ابر ہی

جو درویش پہنے ہی چرمی لباس
تو پھر چیتہ شیر ہی شیر ہی

در کعبہ پر کفر بکتا ہی میر
مسلمان نہین وہ کہن گبر ہی

طرح سے ہین داغ ہوے ہین رنج اٹھی ہین دیکھنے
اب وہ دلین ہی نہین جو لب آمرو کھینچے

چلتے ہوئے تسلی کو کچھ یار رہ گئے
اس قافلے مین ہم بھی تھے افسوس رہ گئے

کیا کیا مکان شاہ نشین تھے وزیر کے
وہ اٹھ گیا تو ڈیہی گرے بیٹھے رہ گئے

اس کجروش سے ملنا خرابات مین تھا
بے طور ہم بھی جاکے ملے بے جگہ گئے

دے زور درجوان جنھین کیہے پہاڑ تھے
جب آئے موج چاو رتنگی سے بہ گئے

دو بار تو نتھا نہ دل سے کسو کے اثیر
ناچار اسکے جور و ستم ہم بھی سہ گئے

ہا جوانی محل مین اسکے کیا کیا لذت پاتے تھے
بوسہ کنج لب سے پھر بھی وا لیتے اپنے بناتے تھے

کیا کیا تمنے فریب کیے مین سادگی مین لیتے کو
ٹیڑھی کر کے کلاہ آتے تھے مے ناخوردہ ماتے تھے

ہا ے جدائی ایکبی جاگہ مارکے ہمکو توڑ رکھا
دے دن یاد آتے ہین جب ہمکو ملنے آتے جاتے تھے

غیر فنکی تم سنتے رہے سو غیرت ہم سہتے ہے
دے تو تکو لگا جاتے تھے تم آ ہمکو جلا جاتے تھے

رنج والم غم عشق ہی کا اعجاز ہے کیہیے تھے ورنہ
حوصلہ کتنا اپنا جسمین بے آواز سہتے تھے

وے دن کیسے سالتے ہین جا کر سوتی پاتی بھو
آنکھون سے ہم سہلا سہلا وے سکوتے تھے

چاہت رگ برا ہی جیسا میر اسے پرہیز بھلا
اگلے لوگ سنا ہی ہنسے دل زسوی لگاتے تھے

بات ہماری یاد رہے جی بھو لا بھولا جاتا ہی
وحشت پر جب تا ہی تو جیسے بگولا جاتا ہی

تھوڑے سے پانی مین سر کیے کے ہی جیسے حباب
کہتے مین لینا مجکو کیا ابھر ابھولا جاتا ہی

برسون مین پہچان ہوئی تھی سو تم صورت بھی بھول گئے
یہ بھی ستم ہے یار ہمیں کو تجا نا جانے سے

سنی سنائی بات دانی کب جیتے ہین ہم غافل
دونون کان بھرے ہین اپنے دنیا کے فسانے سے

تیر کی تیزی کہا سمجھے گی جو ن پنچھی ہین بیخبر سے
کوئی بھی غافل کی لحظہ پرہیز ہے ایسے ناصح دیوانے سے

کئی روز اب دیدار دید ہی
گلے سے ہمارے ملو عید ہی

گریزان رسائی سے خورشید رسان
جہان عجب ہی مجکو تجرید ہی

تصرف مین جب ڈالتے ہین بات
خدا رس کہین ہین یہ توحید ہی

جو آوین بتان جذب سے یان تو یہ
خدا کی طرف ہی کی تائید ہی

لپٹیا ہی مین بوریاے ناز
یہی میر جانے کی تمہید ہی

ہجر مین خون ہوا تھا سب غم سے
دل نے پہلو تہی کیا ہم سے

عالم حسن ہی عجب عالم
چاہیے عشق بھی اس عالم سے

طرح چھریون کی پلکون سے ڈالے
نکلے تلوار ابرو کے خم سے

نسبت اُن بالون کی درست ہوے
دیر مین میرے حال درہم سے

در پے خون میر کے ورنہ
ہو بھی جاتا ہی جرم آدم سے

اٹھکیلیون سے چلنے طفلی مین جان ہاری
نام خدا ہوا ہی اب وہ جوان ہاری

دیکھین کب تک رہے ہی یہ صحبت
گالیان کھائیے دعا کریے

کچھ کہین گر تو وہ کہے نہ کہو
کیونکر اظہار مدعا کریے

اتفاق انکا مار ڈالے ہی
نازو انداز کو جدا کریے

عید ہی کاش کے رہے ہر روز
صبح اسکے گلے لگا کریے

راہ تکنے کو بھی نہایت ہی
منتظر کب تلک رہا کریے

ہستی موہوم دیک سرو گردن
سیکڑون کیونکہ حق ادا کریے

وہ نہین سرگذشت سنتا میر
یون کہانی سی کیا کہا کریے

مترتب ہو نفع جو کچھ بھی
دل کی بیماری کی دوا کریے

سو تو ہر روز ہی ترا احوال
متحیر ہین آہ کیا کریے

دو چار روز آگے چھاتی گئی تھی کوئی
ہجران کا غم تھا سختی سے جان ٹوٹی

کلیان جھڑی ہین کچی بکھری ہین پیسارے
پانیر نی چمن مین کیا کیا بہار ٹوٹی

سیر چمن مین کچھ تو جیسے ہوس نکلتے
موسم مین گل کے بلبل افسوس ہی یہ چھوٹی

کب وعدہ کی رات آئی جو آہ سے لڑائی ہوئی
آخر اسی دباش نے مار کب ہتھ آئی ہوئی

وائے وہ طائر بے بال ہوس ناک جسے
شوق گلگشت گلستان مین گرفتاری ہی

ظلم ہے کھینچے نہین بہتی ہو جسکی شمشیر
اس ستمگار جفا جو سے ہمین یاری ہی

آنکھ مستی مین کسو پر نہین پڑتی اسکی
یہ بھی اس سادہ و پرکار کی ہشیاری ہی

واں سے جز ناز و تبختر نہین کچھ یا نسے میر
عجز ہو دوستی ہو عشق ہو غم خواری ہی

درد و غم سے دل کبھو فرصت پائے
یہ صعوبت کب تلک کوئی اٹھائے

طفل ہے بازار کا عاشق ہون مین
دل فروشی کوئی مجھسے سیکھ جائے

زار و تا چشم کا لب دیکھتے
دیکھیے ہین لیکن خدا جو کچھ دکھائے

کب تلک چاک کفن سے جھانکیے
برگ گل یان بھی صبا کوئی تو لائے

کب سے ہمکو ہی تلاش دست غیب
تا کمر بیچ اسکا اپنے ہاتھ آئے

اسکی اپنی بنتی ہی ہرگز نہین
بگڑی صحبت ایسی کیا کوئی بنائے

جو لکھی قسمت مین ذلت ہو سو ہو
خط پیشانی کوئی کیونکر مٹائے

داغ ہی مرغ چمن پائیز سے
دل نہ ہو جلتا جو اسکا گل نہ کھائے

زخم سینہ میرا اسکے ہاتھ کا
ہو کوئی جھوار تو اسکو رجھائے

میر اکثر عمر کے افسوس مین
زیر لب بالائے لب ہی ہائے وائے

صاحب تم ہمارے بندے ہین ہم تمھارے — موقوف رحم پر ہین شوار کام سارے
ہو ملتفت کبھی جو تیون ہین آدمین چندے — یہ عشق پے محاباتا چند جان مارے
آشوب بحر ہستی کیا جانیے ہے کب سے — موج و حباب ٹھکر لگ جاتے ہین کنارے
کوئی تو تھا طرف پر آواز دی نہ ہمکو — ہم بیقرار ہوکر چارون طرف پکارے
بیطاقتی سے کیونکر سر مارتے رہے نہ — صبر و قرار دونون یکبارگی سدھارے
کوئی تو ماہ پارہ اس بھی رواقعہ ہی — چشمک کرین ہین ہر شب اسکی طرف ستارے

دنیا مین میر اگر کھولا ہی بار رہنے
اس رہگذر مین دیکھین کیا پیش آوے یارے

عشق ہمارا اور بے جان ہی کہنی خصومت کرتا ہی — چین نہین دیتا ہی ظالم جبتک جان نہ کرتا ہی
شاید لینے بال اس سر کے بکھر گئے تھے یار چلے — دل تو پریشان تھا ہی میرا رات سے جی بھی بکھرتا ہی
صورت اسکی دیدہ ترمین پھرتی ہی روز و شب — ہی نہ اپنی یہ بھی کہین پانی مین نقش ابھرتا ہی
کیا دشوار گذر ہی طریق عشق مسافر کشتہ جانو — جی سے اپنے گذر جاتا ہی جو اس راہ گذرتا ہی
حال کسو بیخبر کا یان مانا ہی حباب آسا — ٹک جو ہوا دنیا کی لگی تو یہ کم ظرف بکھرتا ہی
یاد خدا کو کرے کہو تب پاوین رہے ہو جاوے — صد سالہ غم دیکھے اس خشک چشم مردکی پسرتا ہی
دامن دیدہ تر کی وسعت دیکھی ہی جب آوے گی — ابر سیاہ سفید جو ہو سو پانی انکا بھرتا ہی

سچ ہی راحت تو بعد مرنیکے
پر بڑا واقعہ یہ حائل ہی

تیغ اگر درمیان بہی تو رہی
یار میرا جوان جاہل ہی

رو نہین چشم تر سے اب رکھیے
سیل اسی در کا کب سے سائل ہی

خال ہم ڈو بتون کا کیا جانے
جسکو دریا پہ سیل ساحل ہی

میر کب تک بحال مرگ جئین
کچھ بھی اس زندگی کا حاصل ہی

بیکسان عشق تھے ہم غم مین کہپارے گئے
باز خواہ خون نہ تھا مارے گئے مارے گئے

بار گل تک تا توان کو نہ تھا ائین زمین
گرتے پڑتے ہم بھی عاجز آج دان مارے گئے

چھاتی میری سرد آہونسے ہوئی تھی سب کبت
استخوان اب اسکی اشک گرم سے دہارے گئے

سخت جانی ہی نہ ٹک جو ہو خبر گھر مین سے
صبح تلک ہم رات دیوارونسے مارے گئے

میر قیس و کوہ کن نا چار گذرے جان سے
دو جہان حسرت لیے ہمراہ بیچارے گئے

بے یار رہین مکین ہون آگاہ نہین کوئی
بیغم کرد خونریزی خونخواہ نہین کوئی

کیا تنگ مخوف ہی اس نیستی کا رستا
تنہا پڑا ہی جانا ہمراہ نہین کوئی

موہوم ہی ہستی تو کیا معتبری اسکی
ہی گاہ اگر کوئی بیگاہ نہین کوئی

کیا شکایت کریے اس خورشید چہرہ یار کی
مہر وہ بہ سون نہیں کرتا تم فی النور ہی

وصل کی دولت گئی ہون ننگ فقر ہجر مین
یا الٰہی فضل کر یہ جو ربعد المکور ہی

اسکے دیوانے کے سر پر داغ سودا ہی ہی لیر
وہ محیط عاشقون کا اس سب سرمور ہی

گردن کش زمانہ تو تیرا اسیر ہی
سلطان عصر تیری گلی کا فقیر ہی

چشمک کرے ہی سیر پہ طرت تو نگاہ کر
وہ طفل شوخ چشم قیامت شریر ہی

تنکا سا ہو رہا ہی تن آگی ہی سوکہ
اب ننگ کیا فقیر جو سب مین حقیر ہی

جھڑ باندھ دی ہی رو نی جو لگتا ہی چیخ کو
ہی چشم تر کہ غیرت ابر مطیر ہی

اک دا جل رسیدہ جو صید آہی کب بچا
پر پیچ جال گیسوؤن کا جرگہ گیر ہی

جون جون بڑھاپا آتا ہی جاتا ہین لنبے ہاتھ
کس مٹی کا بنائے اپنا خمیر ہی

اس خوبصورتی سے نہ صورت نظر پڑی
صورت تلک تو سیر کی دانے نظیر ہی

پر جو ہوا سکی تیغ ہی نامہ برائے قتل
پیغام مرگ عاشقون کو اسکا تیر ہی

پوچھو اسی سے مضطرب الحال دل کی کچھ
آہ آفتاب چہرہ روشن ضمیر ہی

جو طفل شوخ و شنگ و جوان بلند طرح
شائستہ فلک ہو اگر چرخ پیر ہی

فریاد سب کی سن کے کہا بید ماغ ہو
دیکھو تو اس بلا کو یہ شاید کہ میر ہی

بھیڑ بن ملتی ہین اسکے ابرو ہلے
چلی تلوار تو صفائی سے

لڑکا عطار کا ہی کیا معجون
ہمکو ترکیب اسکی بھائی ہی

کجروی یار کی نہین جاتی
یہی بے طور بے ادائی ہی

آنے کہتا ہی پھر نہین آتا
یہی بدعہدی بے وفائی ہی

کر چلو نیکی اتو جس تس سے
شاید اسمی ہین کچھ بھلائی ہی

برسون مین میر سے ملے تو کہا
اس سے پوچھو کہ یہ کجائی ہی

یار کو ہی دیوانہ پے ڈھنگ سا آجاوے
اغلال و سلاسل ٹک اپنی بھی ہلا جاوے

خاموش رہین کبتک زندان جہان مین ہم
ہنگامہ قیامت کا شورش سی اٹھا جاوے

کب عشق کی وادی ہی سر کھینچنے کی جاگہ
ہو سیل بھلا سا تو منھ موڑ چلا جاوے

عاشق ہی ہین وہ جنکو لب سے آہ ہو کی
جون جون ہو رمیدہ وہ تون ہی کا جاوے

افسوس کی جگہ ہی یان بالیدن دمین
ہو روبرو آئینہ وہ منھ کو چھپا جاوے

ان نوخطون سے میری قسمت مین تھی خواری
کسطرح لکھا میرا کوئی آکے مٹا جاوے

دیکھا اسکو ٹھہر رہتا ثابت قدم ہونے ہو
اس راہ سے آوے تو ہے نہ رہا جاوے

کیسے جہان کرتا تاثیر سخن کچھ بھی
وہ بات نہین سنتا کیا اس سے کہا جاوے

پری اسکے سایہ کو بھی لگ سکے نہ | وہ اس جنس کو کیا بلا جانتا ہی

جہان میر عاشق ہوا خوار ہی تھا
یہ سودائی کب دل لگا جانتا ہی

یہی عشق ہی جی کھپا جانتا ہی | کہ جانان سے جی بھی ملا جانتا ہی
بدی ہین بھی کچھ خوبی ہوویگی تب تو | برا کرنے کو وہ بھلا جانتا ہی
مرا شعر اچھا بھی دانستہ ضد سے | کسو اور ہی کا کہا جانتا ہی
زمانے کے اکثر ستمگار دیکھے | وہی خوب طرز جفا جانتا ہی
نہین جانتا حرف خط کیا ہین لکھے | لکھے کو ہمارے مٹا جانتا ہی
نہ جاوے جو بیگانہ تو بات پوچھے | سو مغرور کب آشنا جانتا ہی

نہین اتحاد تن و جان سے واقف
ہمین یار سے جو جدا جانتا ہی

تمام شد دیوان پنجم میر تقی میر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان ششم

فلک نے پیس کر سرمہ بنایا — نظر مین اسکی مین تو بھی نہ آیا
زمانے مین مرے شور جنون نے — قیامت کا سا ہنگامہ اُٹھایا
بلا تھی کوفت کچھ سوز جگر سے — ہمین تو کوٹ اُن نے ہو جلایا
تمامی عمر جسکی جستجو کی — اُسے پاس اپنے اکدم بھی نہ پایا
نہ تھی بیگانگی معلوم اُسکی — نہ سمجھے ہم اُسی سے دل لگایا
قریب دیر خضر آیا تھا لیکن — ہمین رستا نہ کعبے کا بتایا

در رات اسکو ڈھونڈتی ہی دل شوقیے مجھے
نایاب کس گہر کا طلبگار کر دیا

دور اُس سے زار زار جو روتا رہا ہون مین
لوگون کو میری زاری نے بیزار کر دیا

خوبی سے بخت کی ہی اُسے عشق سے مرے
یارون نے رفتہ رفتہ خبردار کر دیا

جسکے لگا ئی جبین نہ اُسکی ہوس رہے
یعنی کہ ایک وار ہی مین پار کر دیا

پہلو مین دل نے لوٹکے آتش سے شوق کے
پایان کار آنکھون کو خونبار کر دیا

کیا جانون عشق جان سے کیا چاہتا ہی میر
خونریزی کا مجھے تو سزاوار کر دیا

مونے ہم جسکی خاطر بیوفا تھا
نہ جانا اُن نے تو یون بھی کہ کیا تھا

معالج کی نہین تقصیر ہرگز
مرض ہی عاشقی کا لادوا تھا

نہ خودسر کیون کہ ہم ہون یارا اپنا
خود آرا خود پسند و خودنما تھا

رکھا تھا منھ کبھو اُس کج لب پر
ہمارے ذوق مین اتنک مزا تھا

نہ ملیو چاہنے والے سے اپنے
نہ جانا تجھے یہ کس نے کہا تھا

پریشان کر گئی فریاد بلبل
کسو سے دل ہمارا پھر لگا تھا

ملے برسون وہی بیگانگی تھی
ہمارے زعم مین وہ آشنا تھا

نہ دیوانے تھے ہمسے قیس و فرہاد
ہمارا طور عشق ان سے جدا تھا

کیا نماز اے میر اس اوقات کی
جب کہ تو محراب ساخم ہو گیا

وہ دیکھتے ہمیں ٹک بیماری مین نیچ آیا
سو بار آنکھین کھولین بالین سے سر اٹھایا

گلشن کے طائرون نے کیا بیمروتی کی
یک یک گل قفس مین ہم تک تک کوئی لایا

بے ہیچ اسکا غصہ یارو بلائے جان ہے
ہرگز منا نہ ہمسے بہتیرا ہی منایا

قد بلند اگرچہ بے لطف بھی نہین ہے
سرو چمن مین لیکن انداز وہ بنایا

انگڑائی خوبرویان جسکے تئین دیں ہین
اینڈا پھرے ہے ہر سو جب اس نے یکسایا

نقشہ عجب ہے اُسکا نقاش نے ازل کے
مطبوع ایسا چہرہ کوئی نہ پھر بنایا

شب کو نشے مین باہم تھی گفتگوی درہم
اس مست نے جھنکایا یعنی بہت جھنکایا

دل بستگی مین کھلنا اُسکا نہ اس سے دیکھا
نخت نگون کو ہمنے سو بار آزمایا

عاشق جہان ہوا ہے بڈھنگیان ہی کی ہین
اس میر بیخرد نے کب ڈھب سے دل لگایا

باتین ہماری یاد رہین پھر باتین ایسی نسنیے گا
پڑھتے کسو کو سنیے گا تو دیر تلک سر دھنیے گا

سعی تلاش بہت سی رہیگی اس انداز کہنے کی
صحبت مین علما فضلا کی جا کر پڑھیے گنیے گا

دلکی تسلی جبکہ ہوگی گفت و شنود سے لوگون کی
آگ پھنکے گی بدن مین اسمین جلیے بھنیے گا

جب رفتی کو عشق کا آزار ہوگیا
دو چار دن مین برسون کا بیمار ہوگیا

نسبت بہت گناہون کی میری طرف ہوئی
ناکردہ جرم مین تو گنہگار ہوگیا

حیرت زدہ مین عشق کا مونکا یار کے
دروازے پر کھڑے کھڑے دیوار ہوگیا

پہلے فگار سینے کے اطراف درد سے
کوچہ ہر ایک زخم کا بازار ہوگیا

بازار مین جہانکی ہی حسن کیا متاع
سو جیسے جیسے دیکھے خریدار ہوگیا

دل لیکے میری جان کا دشمن ہوا وہ ان
جس بیوفا سے اپنے تئین پیار ہوگیا

عاشق کو اسکی سے ہی لاگ کھینچی ہی
یہ کشتنی بھی مرنے کو تیار ہوگیا

مرنے ہوا رہا نہ تنگ ہی رہا
پھندے مین عشق کے جو گرفتار ہوگیا

کیا جرم تھا کسو پہ نہ معلوم کچھ ہوا
جو میر کشت وخون کا سزاوار ہوگیا

دشمن ہو جسکا کاہک ہوتا ہی جسکو چاہا
کی دوستی کہ یار وا اک دگ مین بسایا

جی ہی جہان قیامت درد والم رہا وہ
بیمار عاشقی مین شب صبح تک رہا

تازہ جھمک تھی شب کو تارون مین آسمانکے
اس آسیا کو شاید پھر کر کسون نے رہا

خمیازہ کش ہون اسکی مدت سے اس ادا کا
لگ کر گلے سے میرے انگڑائی وہ جمانا

جانا کہ منھ کھلا ہی آتشکدے کا شاید
سینے کے زخم کا جو سر کا ہوتک بھی بجھایا

گھر سے وہ معمار کا جو اٹھ گیا | حال ابتر ہو گیا گھر یار کا
نقل اسکی بیوفائی کی ہی اصل | کب وفا داری ہی شیوہ یار کا
سر کو دیدے مارتے سیلاب بہار | رنگ دیگر ہی در و دیوار کا
اک گدائی در ہی سیلاب بہار | غم کشون کے دیدۂ خونبار کا
دلبران دل جنس ہی گنجائشی | اس مین کچھ نقصان نہین سرکار کا

عشق کا مارا ہی کیا پنپے گا میر
حال ہی بدحال اس بیمار کا

جو تو ہی صنم ہمسے بیزار ہوگا | تو جینا ہمین اپنا دشوار ہوگا
غم ہجر رکھیگا بیتاب دل کو | ہمین کڑھتے کڑھتے کچھ آزار ہوگا
جو افراط الفت ہی ایسا تو عاشق | کوئی دن مین برسون کا بیمار ہوگا
اچٹتی ملاقات کب تک رہیگی | کبھو تو تہ دل سے بھی یار ہوگا
تجھے دیکھ کر لگ گیا دل نجانا | کہ اس سنگدل سے ہمین پیار ہوگا
لگا کرنے ہجران سختی سی سختی | خدا جانے کیا آخرش کار ہوگا

یہی ہوگا کیا ہوگا میر ای نہ ہونگے
جو تو ہوگا بے یارہ غمخوار ہوگا

باغ کو بے لالہ و گل دیکھ کہتے تھے طیور — جھڑ گئے بت جھڑ میں اب کی ہائے کیا کیا آشنا
ابتو تو اڑکا نہیں عشق و ہوس میں کر تمیز — آشنا سے فرق ہوتا ہے بہت نا آشنا
ملتے ملتے منھ چھپانا بھی لطیفہ ہو نیا — آشنائی یا نکرے ہو جیے یا آشنا
تھا جنون کا لطف مجنوں سو سو دنیا سو گیا — مغفرت ہوا سکو وحشی ہمسے بھی تھا آشنا
اب جو ہاتھ آئے ہیں ہم مدت کھو دیکھیو ہمیں — پھر نہ ہوگا تمکو ایسا کوئی ہیدا آشنا

کیسا ہی بانی ہوا سکو پیر ہمیں جاتا ہے پیر
تھا جوانی میں مگر تو میر دانا آشنا

گئے تھے سیر چمن کو اٹھکر گلو میں ٹک جی لگا نہ اپنا — تلاش جو تھی بہار میں کی سو گل گلشن میں تھا نہ اپنا
ملا تو تھا وہ بخواہش دل مزہ بھی پانی ملے سو کیسا — پھیر جو مستی میں اسکی آنکھیں ہوش تمکو ہا نہ اپنا
جہانکا دریا بیکران تو سیر پایاں کا نکلا — جو لوگ تھے کچھ آشنا تھے انھوں نے آپ کیا نہ اپنا
نکالی سرکش نے چال ایسی کہ دیکھ حیرت سے رہگئے ہم — دلوں میں کیا کیا ہمارے آیا کریں کیا بیدل یہ اپنا
کہے بھی کوئی تو اسمیں کسکو کا اثر کرے کچھ — بکا گئے ہم ہمیشہ انا کسو دن ان نے مانا نہ اپنا
نہ ہوش ہمکو نہ صبر دلکو نہ شور سر میں نہ درد پا میں — جو رو دیں کس کسکو رویں ہیہم نہ فا میر کیا نہ اپنا

جہانمیں رہنے کو جی بہت تھا نکر سکے میر کچھ توقف
بنا تھی نا پیدا اسکی اسی سے رہنا بنا نہ اپنا

دھوپ مین آگے کھڑا اسکے جلا کرتا ہون مین — چاہ کر اسکے قرین مین تو گنہگار ہوا
ہوش کچھ جبکے سرون مین تھا شتابی چلے — حیف صد حیف کہ مین بیخبردار ہوا
ہو بخود تو کسو کوڈھونڈھ نکالے کوئی — وہی خود گم ہوا جو اسکا طلبگار ہوا
مرغ دلکی ہی رہائی سے مراول اب جمع — پر شکستہ بالون مین وہ اسکے گرفتار ہوا
پیار کی دیکھی جو چتون کسو کی مین جانا — کہ یہ اب سادہ و پرکار مرا یار ہوا
تکیہ اسپر جو کیا تھا سو گرا بستر پر — یعنی مین شوق کی افراط سے بیمار ہوا

کیونکہ سب عرصہ صعوبت مین کٹی تیری میر
اپنا جینا تو کوئی دن ہمین دشوار ہوا

آج اس خوش پرکار جوان طلوب حسین کے لطف
پیر فقیر اس نے دندانکون نے دندان کو پیسا
آنسو کی بوند انکھون سے دونون کی نکلتے ایک نہین
دلکی طپیدن روز و شب نے خوب جگر کا لوہو پیسا
مرتے جیسے صبر کیا تھا ویسی ہی ہجر کی
ہاے دریغ افسوس کوئی دن زندہ رہا جیسا

ہاتھ رکھے رہتا ہون دلبر برسون گذرے ہجر مین
ایکدن اُن نے گلے سے ملکر ہاتھ مین میرا دان لیا

اب بارد و بہر کو گھر ٹک جہان رہا — حیرت سے آفتاب جہان کا تہان رہا
جو قافلے گئے تھے انھونکی اٹھی بھی گرد — کیا جانیے غبار ہمارا کہان رہا

نقرش ملتے ہووے مچل اس کمر کی دیکھ — عاشق سے جو بندھے نہ کمر تو ہی کیا عجب
ترک وطن کیا ہی عزیزون نے چاہ مین — کر جاے کوئی رفتہ سفر تو ہی کیا عجب
برسون سے ہاتھ مارتے ہین سر پہ اس بغیر — ہووے ہی تجھسے دست بسر تو ہی کیا عجب
معلوم سود مندی مشاق عشق مین — پہونچے ہی اس سے ہمکو ضرور تو ہی کیا عجب
گھر بار ہین لٹاے گیا گھر سے بھی نکل — اب آوے وہ کہیو مرے گھر تو ہی کیا عجب

ملتی نہین ہی آنکھ اس آئینہ رو کی میر
وہ دل جو لیکے ہووے مکر تو ہی کیا عجب

آیا ہی شیب سر پہ گیا ہی شباب اب — کرنا جو کچھ ہو تمکو سو کر لو شتاب اب
بگڑا بنا ہون عشق سے سو بار عاقبت — پایا قرار یہ کہ رہون ہین خراب اب
خونریزی عاشقون کی ہی ظالم اگر تو اب — تو تو ہوا ہی مجکو بہت سا ثواب اب
بھڑکی درون مین آتش سوزندہ عشق کی — دل رہگیا ہی پہلو مین سو کر کباب اب
ہون اس بہشتی روے جدا مین جحیم مین — رہتا ہی میری خاک کو بر دم عذاب اب
قاصد جو آیا چپ ہی نشان خط کا کچھ نہین — دیکھین جو لاوے باد کوئی کیا جواب اب
کیا رنج و غم کو آگے ترے مین کرون شمار — یا ان خود حسابی میرے تو ہی بیحساب اب
جھپکے مین آنکھین اور جھکی آتی ہین بہت — نزدیک شاید آیا ہی ہنگام خواب اب

ٹک ٹھہرتا بھی تو کہتے تھا کسو بجلی کی تاب
یا کہ نکہت گل کی تھا آیا گیا عہد شباب

کی نمازِ صبح کو کھو کر نمازِ اشراق کی
ہو گیا مجھ پر ستم اچھا نہ ٹک مستی میں خواب

دیکھنا صفدر کا اسوجہ سے ہوتا نہیں
یا الٰہی دے زمانے سے اٹھا رسم نقاب

ضعف ہی اسکے مرض اور اسکے غم ہی الغرض
دل بدن میں آدمی کے ایک ہی خانہ خراب

یار میں ہم میں بڑا پردہ جو ہستی ہی یہ
بیچ سے اٹھ جاے تو ہو وا بھی رفع حجاب

صورتِ دیوار سے مدت کھڑے در پر رہے
پر کبھو صحبت میں اسکی ہم ہوے زیاریاب

مر سے توبہ کرتے ہی معقول اگر ہم جانتے
ہمچو شیخ شہر رسوں سے کرے ہی اجتناب

جمع تھے خوبان بہت لیکن پسند اسکو کیا
کیا غلط میں نے کیا اے میر وقت انتخاب

اس مغل زادے سے بھی ہر بات کی تکرار خوب
بذر بانی کی بھی ادنے تو کہا بسیار خوب

لگ نہیں پڑتے ہیں لیکر ہاتھ میں شمشیر تیز
بیکسوں کے قتل میں اتنا نہیں صرار خوب

آخر ان خوبان نے عاشق جان کر مارا مجھے
چاہ کا اپنی کرنا انسے تھا اظہار خوب

آج کل سے مجھ کو بیتابی و بدحالی ہی کیا
مجھ مریض عشق کے کب یہ نہ تھے آثار خوب

کیا کریں اسکی کہیے جنت دربستہ دے
ورنہ مفلس غم زدوں کے کچھ نہ تھے کردار خوب

مخترع جور و ستم میں بھی ہوا وہ نوجوان
ظلم تک کرتا ہی جب ہو کوئی منت دار خوب

توبہ مے سے بہار مین نہ کرون — گو کرے شیخ احتساب بہت
اس عضیلے سے کیا کسو کی بنے — مہربانی ہی کم عتاب بہت
کشتن مردمان اگر ہی ثواب — تو ہوا ہی اسے ثواب بہت

دیر تک کیے مین تھے شب بیہوش
پیگئے میر جی شراب بہت

کیا کہین ہی حال دل درہم بہت — کڑھتے ہین دن رات اسپر ہم بہت
رہتا ہی ہجران مین غم غصہ سے کام — اور وے بھی سُکھے ہین برہم بہت
اضطراب اسکا نہین ہوتا ہی کم — ہاتھ بھی رکھتے ہین دل پر ہم بہت
اُس گلی سے جی اُچٹتا ٹک نہین — دل جگر کرتے ہین پتھر ہم بہت

میر کی بدحالی شب مذکور تھی
کڑھگئے یہ حال سُنکر ہم بہت

باہر چلتے ہین بلدی سے کہ نہ قافلہ یار بہت — دشت سے وحشی و طیر آئے ہین ہونے تیرے شکار بہت
دعوی عاشق بیچارہ کا کون سنیگا مخبر سے — خیل ملائک وان بھی ہونگے اسکے خاطردار بہت
خشکی لب کی زردی رخکی تنکی دو آنکو تلے — جو دیکھے ہو کہے ہو ان نے کھینچا ہی آزار بہت
جسم کی حالت جی کی طاقت نبض سی کر معلوم طبیب — کہنے لگا جانبر کیا ہوگا یہ تو ہی بیمار بہت

ردیف الف کے قطعہ

جو جفا عاشق پہ ہو سو اور لوگوں پر نہیں
اس سے پیدا ہو کہ میں بھی ہوں گنہگاروں کے بیچ

مر گئے تو صاحبدل ہو کس کو ہوئی
ایسے مرنے جینے کی اُن عشق کے ماروں کے بیچ

رونا کڑھنا عشق میں یکبارہ جینے کا گیا
کیا جیے گا یہ ستمدیدہ ان آزاروں کے بیچ

منتظر برسوں ہی افسوس آخر مر گئے
دیدنی تھے لوگ اس ظالم کے بیماروں کے بیچ

خاک تربت کیوں نہ اپنی دلبرانہ اُڑ چلے
ہم بھی تھے اس نازنیں کے نازبرداروں کے بیچ

صاف میدان الامکاں سا ہو تو میرا دل کھلے
تنگ ہوں معمورۂ دُنیا کے دیواروں کے بیچ

باغ میں تھے شب گل مہتاب میرے آس پاس
یار بن یعنے رہا میں میر انگاروں کے بیچ

وا ہی ہے جسکو کہ دل کہتے ہیں اس عالم کے بیچ
کاش یہ آفت نہ ہوتی قالب آدم کے بیچ

چھاتی کٹتی سنگ ہی سے دل کے جاتے ہیں نہیں
لعل سینوں پر جڑے جاتے ہیں اس ماتم کے بیچ

نقشہ اسکا دم بدم دیدہ میں میرے نقش ہے
یعنے صورت اسمی کی پیرہن ہے چشم کے بیچ

شاد و جواں جو ان تازہ ہوئے ہیں شہر میں
دل زدہ ہم سب میں بستے ہیں اک عالم کے بیچ

دل نہ ایسا چشم کر کہ پشت دہ ناوک کرے
سو بلائیں ہیں یہاں اُن ابروؤں کے خم کے بیچ

حد سے افزوں اُس گلیں شو رہے عشاق کا
کون سُنتا ہے کسو کی بات اُس درہم کے بیچ

رونق آبادیِ ملک سخن ہے اس تلک
ہوں نہ اردو دم الٰہی میر کے الدم کے بیچ

بے سدھ پڑا ہون اُن کے ستمہاے پاے تن مین
کیا آفت آگئی ہو اس نیم جان کے اوپر

عشق و ہوس مین کچھ تو آخر تمیز ہوگی
آئی طبیعت اسکی گر امتحان کے اوپر

الفت کی کلفتون مین معلوم ہو ہوئے وہ
تھا اعتماد کلی تاب و توان کے اوپر

محو دعا تھا اکثر غیرت سے لیگیا ہے
آیا نہ نام اُسکا میری زبان کے اوپر

ایمان دل کی خواہش آتا نہین جہان مین
آتی ہو اک قیامت اہل جہان کے اوپر

کیا لوگ ہین محبان سودے عاشقی مین
اغماض کرتی ہین سب چپکے جہان کے اوپر

سیرت سے اسکے روسے چپ لگ گئی ہو ایسی
گویا کہ مہر کی ہو میری دہان کے اوپر

جو راہ دوستی مین اے میر مر گئے ہین
سر دینگے لوگ انکے پاکے نشان کے اوپر

آیا جو اپنے گھر سے وہ شوخ پان کھاکر
کی بات اُن نے کوئی سو کیا چبا چبا کر

شاید کہ منہ سے ہی بندونسے کچھ خدا کرے
نکلے ہو کام اپنا کوئی خدا خدا کر

کان اُسطرف نہ رکھی اس حرف ناشنو نے
کہتے رہے بہت ہم اسکو سنا سنا کر

کہتے تھے ہم کہ اسکو دیکھا کرنہ اتنا
دل خون کیا نہ اپنا آنکھین لڑا لڑا کر

آگئی ہی مر رہے ہین ہم عشق مین بتانکے
تلوار کھینچتے ہو ہمکو دکھا دکھا کر

وہ بیوفا نہ آیا بالین پہ وقت رفتن
سو بار رہنے دیکھا سر کو اُٹھا اُٹھا کر

زانو پہ سر ہی اکثر ست فکر سفر کر
دل کوئی لے گیا ہو تو میر تک مگر کر

خورشید ماہ دونو آخر نہ دلسے نکلے
آنکھون مین پھر نہ آئی جی سے مری اتر کر

یوسف عزیز دلہا جا مصر مین ہوا تھا
ذلت جو ہو وطن مین تو کوئی دن سفر کر

ای ہمنشین عشی ہی مین ہوش مین نہین ہون
مجھکو مرے زبانی سو بار اب خبر کر

کیا حال زار عاشق کرے بیان پوچھو
کرتا ہو بات کوئی دل کی تو شبنم تر کر

دیتے نہین ہین سوتی ٹک آہ نالے اسکے
یارب شب جدائی عاشق کی بھی سحر کر

اتنا ہی منھ چھپایا شوخ اسکے محرمون نے
جو بچھ گئی ہین زلفین اس چہرے پر بکھر کر

کیا پھیر پھیر گردن باتین کری ہین سب مین
جاتی ہین عشق تیرے ہم مشتاق منھ ادھر کر

بن دیکھے تیری مین تو بیمار ہو گیا ہون
حال تبہ مین میرے تو بھی تو ٹک نظر کر

رحمنے کیے جو تونے پتھر کی سل مین تو کیا
ای آہ اس صنم کے دلمین بھی ٹک اثر کر

مارے سے غل کیے سے جاتا نہین ہی ہرگز
نکلے گا اس گلی سے شاید کہ میر مر کر

باندھی کمر سحر کو آیا ہی میرے کین پر
جو حادثہ فلک سے نازل ہوا زمین پر

اقرار مین کہان ہی انکار کی سے خوبی
ہوتا ہی شوق غالب اسکے نہین نہین پر

کنج قفس مین جو ہین تو نکا ٹینگے ہم اسیران
سر جمن کے شاید اپنی رہی نہین پر

آنکھین جو لین سوتی سو تو جان ہی سے گئے مجھ کیا
ساری رات تنہائی کی ہو تو بھی کٹھن سودا ہے

مشکل ہی دلداری عاشق وہ برسون بیتاب ہے
یہ طاقت اس فلک میرے ہاتھ مین اپنے تو دے تک

ایسی درد دل کرنیکو میر کہان سے جگر آوے
گرم سخن لوگو نہین ہم کوئی بات کرو تو رہے تک

رہے ہی عشق و درد و داغ و پھر ٹک
سر زخم چھو نچا ہی شاید جگر تک

ہوئے ہین حواس اور ہوش و خرد گم
خبر کچھ تو آئی ہی اس بیخبر تک

زمین گرد اس مہ کی میرے ہین عاشق
ستارے فلک کے رہے ہین دھر تک

قیامت ہی مشتاق لوگونسے کثرت
پہونچنا ہی مشکل ہمین اسکے گھر تک

کہان تک اسے سر مارا کرو نہین
نہ پہونچا مرا ہاتھ اسکے کمر تک

بہار آئی پر ایک پتے ہی گل کے
نہ آئے اسیران بے بال و پر تک

بہت میسر برہم جہان مین رہین گے
اگر رہ گئے آج کی شب سحر تک

وہ تو نہین کہ اودھم رہتا تھا آشیان تک
آشوب نالہ اتو پہونچا ہی آسمان تک

لبریز جلوہ اسکا سارا جہان ہی ہے
ساری ہی وہ حقیقت جاوے نظر جہان تک

ہجران کے سخنیون سے پتھر دل و جگر ہین
صبر اسکے عاشقی مین کوئی کرے کہان تک

سودا ہے عاشقی مین نقصان ہی جی ہے لیکن
ہم راضی ہو رہے ہین اپنی زبان جان تک

ردیف لام

یک تو جہ مین ہی ہمہ سیر اسکے عرش پر
عقل مین آتی نہین ہین طرفہ طرفہ کار دل

باغ سے بہ دشت تک رکھتی ہین اک شور عجب
ہم اسیران قفس کے نالہاے زار دل

اس سبکسر وحشی پہ جون باد سحر دیر ہے
زندگی اب یار بن اپنی ہوئی ہی بار دل

تنگی و وسعت سے اسکی اے عبارت سازتم
میر کچھ سمجھے گئے نہ معنے اسرار دل

زنہار گلستان مین نکر منہ کو سوے گل
پڑھ جاے غزمین نہ کہین گرد بوے گل

موسم گئے نشان بھی کہین پتے کا تھا
کی شوق گشتگان نے جست جوے گل

تڑپے خزان مین اتنے کہ مر مر گئے طیور
جا دیگی ساتھ جسکے مگر آرزوے گل

آئی نظر بہار مین یا ئیز مین گئے
ہی بیوفائی کرنیکے ہر سال خوے گل

مدت ہوئی کہ دیکھا تھا سیر چمن مین میر
پھرتا ہی اب تلک مری آنکھون مین روے گل

طریق عشق مین ہی رہنما دل
پیمبر دل ہی قبلہ دل خدا دل

قیامت تھا مروت آشنا دل
موے پر بھی مرا اسمین رہا دل

رکا اتنا خفا اتنا ہوا تھا
کہ آخر خون ہو ہو کر بہا دل

جسے مارا اُسے پھر کر نہ دیکھا
ہمارا طرفہ ظالم ہے لگا دل

عشق کیا ہی اُس گل کا یا آفت لائے سر پر ہم
جھانکتے اُسکو ساتھ صبا کے صبح پھریں ہین گھر گھر ہم

روز و شب کو اپنی یارب کیونکر کرینگے روز بسر
ہاتھ رکھے رہتے ہین دل پر بیتابی سوا کرتی ہے

پوچھتے راہ شگفتہ دل کی جا نکلے تھے کہیں
سوچ وہان تو گذر اجی میں آئے کدھر سے کدھر ہے

شام سے کرتا منزل اگر گھر کو ہمارے صدر نشین
رکھتے ستارہ اُس مہوش کی چاہ میں کر بد اختر ہے

برسون جس خاشاک سوئی مت گلخن بار کو
بخت نجاگی جو اُس ہون یک بھی شبِ تیرہ میں گر ہے

روز تبر ہے حالت عشقی جیسے ہون بیحال
ہے نہ دوا کی کوئی معالج کیونکر ہونگے بہتر ہم

اسکی جناب سے رحمت ہو تو جی بچا ہی نیا ہین
اس جا بسے تو بیٹھے ہین مرنا کر کے مقرر ہم

اب ہمارے طرف سے اتنا دل کو پھیرت کر یو
سختی سے ایام کے جیتے رہے ہین مر مر ہم

آہ عیشت در شب کے ساتھ اندوہ کے ٹھہری ہے
روتے کڑھتے رہا کرتے ہین غمین و ہوئے ہین خون گر ہم

شعلہ ایک اُٹھا تھا دلسے آہ عالم سوز کا میر
ڈھیری ہوئی ہی خاکستر کی جیسے شب ہین جلکر ہم

کڑھتے جو رہے ہجر ہین بیمار ہوئے ہم
بستر پہ گرے رہتے ہین چار ہوئے ہم

بہلا نیکو دل باغمین آئے تھے سو مل
چلانے لگی ایسی کہ بیزار ہوئے ہم

جلتے ہین کھڑے دھوپ ہین جاتے ہین دھر
عاشق نہوئے اسکے گنہگار ہوئے ہم

اک عمر دعا کرتی رہے یار کو دن رات
دشنام کی اب اسکے سزاوار ہوئے ہم

دھوپ مین جلتے ہین پہر دن آگے اسکے میر جی
رفتگی سے دلکی ٹھہرے ہین گنہگارون مین ہم

ردیف نون

سر سے ایسی ہو لگی اب کہ جلے جاتے ہین
متصل شمع سے روتے ہین گلے جاتے ہین

اس گلستان نمود اپنے ہو جون برروان
دم بدم مرتبے سے اپنے چلے جاتے ہین

تن بدن ہجر مین کیا کہیے کہ کیسا سوکھا
ہلکے بھی پاؤن تنکی سے ہلے جاتے ہین

رہتے دکھلائی نہین دیتی بلا کش اسکی
جی کھچے جاتے ہین دل اپنے دبے جاتے ہین

پھر بخود آئی نہ حال مین بیخود جو ہوئے
آپ سے جاتے ہین ہم بھی تو بھلے جاتے ہین

خاک پا اسکی ہو شاید کسو کا سرمۂ چشم
خاک مین اہل نظر اس سے رلے جاتے ہین

گرم ہین اسکی طرف جانیکو ہم لیکن میر
ہر قدم ضعف محبت سے دھلے جاتے ہین

ایسے دیکھے ہین اندھے لوگ کہین
پھوٹے منتے ہین آنکھی سنتے ہین

مر گئے نا امید ہم مسجد
خواہشین جنکی اپنی جی مین رہین

دیر در یا کنار را کرتا رہا
عشق مین آنکھین اپنی زور رہین

مرتے تھے اُس گلی مین لاکھو جان
ہم بھی مارے گئے ندان رہین

یک بیابان ہی مری بے کسی بیٹوائی
مثل آواز جرس سب سے جدا جاتا ہون
تنگ آ دیگا کہانتک نہ مرا قلب سلیم
بگڑی صحبت کی تمیز وزنبا جاتا ہون

گرمی عشق ہی ہلکی بھی جو ہمدم دل مین
روز شب شام و سحر مین تو جلا جاتا ہون

تری راہ مین گرچہ ہی ماہ ہون
پہ یہ غم ہی ہین بھی سر راہ ہون
مرے در پہ خون ناحق ہی اتبک
نہ خون خوار ہو نہین نہ خونخواہ ہون
تری دوستی سے جو دشمن ہین سب
انھونکے بھی خون تک مین ہمراہ ہون
سمجھو مجھے بے خبر اسقدر
تہ دل سے لوگونکی آگاہ ہون

مری بجز نوی سادگی سے ہی میر
بہت اس روئیے پہ گمراہ ہون

بہار آئی فراجونکی بھی تدبیر کرتے ہین
جو انونکو انھین ایام مین زنجیر کرتے ہین
برہمن زادگان ہند کیا پرکاہ سادے ہین
مسلمانونکی پارسائی ہی مین تکفیر کرتے ہین
ہوئے پر اور بھی کچھ بڑھگئی رسوائی عاشق کی
کہ اسکی نعش کو اب شہر مین تشہیر کرتے ہین
ہماری حیرت عشقی سے چپہ جائینگے اس سے
مخالف مدعی کس کس طرح تقریر کرتے ہین
تماشا دیکھنا منظور ہو تو مل فقیرون سے
کہ جنکی خاک کو بے ہاتھ مین اکسیر کرتے ہین

اظہار فرفتی ہی اس دم کی بے دماغی
ان روزون میر صاحب کچھ میرزا ہوے ہین

بیگانہ وضع تو ہون پر آشنا زدہ ہون
بیگانہ رجھکو مت کہ مین کارآمدہون

مین منھ نہین لگایا بنت العنب کو گاہے
تب تھا جوان صالح اب پیر میکدہ ہون

مدت ہین ہی بند ہماری زبان مین
اسرار دلکے کہتے ہین پیر وجوان مین

سو رنگ لے جاتے ہین یار ایک آن مین
رنگینی زمانہ سے خاطر نہ جمع رکھ

زنجیر کی سی آتی ہی جھنکار کان مین
شاید بہار آئی ہی دیوانہ ہی جوان

طاقت تعب کی کم ہی بہت میرجان مین
بے وقفہ اس ضعیف پہ جور وستم نہ کر

آئی ہی کثرت مصفا کی شان مین
اسکے لبونکی آکے کنھون نے نبات کی

خورشید و ماہ آتے ہین کب کے وھان مین
چہرہ ہی یار کا ہی چیت چڑہا سدا

سو راخ پڑگئے ہین تمام آسمان مین
اب میرے اس عہد مین شاید کہ اٹھ گئی
تارے تو نہین مری آہ شوخ راتکے

ابرو کی طرح اسکی چڑھی ہی رہی ہی میر
نکلی ہی شاخ کیا کوئی تازہ کمان مین

شوخ چشمی ترکی پر دلمیں ہو جبتک شب تک
ہم نظر باز بھی آنکھوں کی حیا کرتے ہین

نفع بیماری عشقی کو کرے سو معلوم
یار مقدور تلک اپنی دوا کرتے ہین

آگ کا لالہ ظاہر نہین کچھ لیکن ہم
شمع تصویر سے دن رات جلا کرتے ہین

اُسکے قربانیونکی سب سے جدا ہی وہ رسم
اوّل وعدہ دل و جان فدا کرتے ہین

رشک ایک آدھے کا جی مارتا ہی عاشق کا
ہر طرف اسکو تو دو چار دعا کرتے ہین

بند بند انکی جدا دیکھون انہی مین بھی
میرے صاحب کو جو بند بند جدا کرتے ہین

دلکو جانا تھا گیارہ گیا ہی افسانہ
روز شب ہم بھی کہانی سی کہا کرتے ہین

دانسے نیکچرف وحکایت بھی نہیں لی یا کوئی
یا نسے طور مار کے طومار جلا کرتے ہین

بود و باش ایسے زمانے مین کوئی کیونکر کرے
اپنی بدخواہی جو کرتے ہین بھلا کرتے ہین

حوصلہ چاہیے جو عشق کے آزار کھینچین
ہر ستم ظلم پہ ہم صبر کیا کرتے ہین

میر کیا جانے کسے کہتے ہین داد شدی تو
غنچہ خاطر سے گلستا نمین رہا کرتے ہین

نا آشنا کے اپنے جیسے ہم آشنا ہین
اس طور اسطرح کے ایسے کم آشنا ہین

باہم جو باریان ہین اور آشنائیان ہین
سب مین اپنی ہم عالم آشنا ہین

ماتم کدہ ہی تکیہ کیا تازہ کچھ ہمارا
یکجا فقیر کب سے ہم سب غم آشنا ہین

منہ چاہیے جو کوئی کسو سے حساب لے
ناکس سے گفتگو نہین روز شمار مین

گنتی کے لوگونکی دہان صف ہوویگی لڑی
تو میر کس شمار مین ہی کس قطار مین

گو کر تجھے لے جا رہا ہون مین
بخدا با خدا رہا ہون مین

سب گئے دل بلغ تاب و توان
مین رہا ہون سو کیا رہا ہون مین

برق تو مین نہ تھا کہ جل بجھتا
ابر تر ہون کہ جا رہا ہون مین

اسکی بیگانہ وضع ہی معلوم
برسون تک آشنا رہا ہون مین

دیکھو کب تیغ اسکی آ بیٹھے
دیر سے سر اٹھا رہا ہون مین

اسکے گرد سمند کا مشتاق
آنکھین ہر سو لگا رہا ہون مین

دوڑکے لوگ جن نے مارے تھے
اسکے ہمسائے آ رہا ہون مین

مجھکو بدحال رہنے دین یکاش
بے دوا کچھ بھلا رہا ہون مین

دل جلون کو خدا جہان مین رکھے
باشقایق ہی بارہا ہون مین

کچھ رہا ہی نہین ہی مجھ مین میر
جب سے اُنسے جدا رہا ہون مین

ردیف واو

کیونکر نیچے ہاتھ کے رکھا دل بیتاب کو
وہ جو تڑپا لے گیا آسودگی خواب کو

کم نہیں ہی سحر سے یہ بھی تصور عشق کا
پانی گر آنکھوں میں لایا دل کی خونناب کو

تھا یہی سرمایہ بحر بلا پچھلے دنوں
چشم کم سے دیکھو مت اس دیدۂ پرآب کو

تو کہے بھی برق خاطف نا گہاں کر کوئی
اک نگہ سے مار رکھا ان نے شیخ و شاب کو

کیا سفیدی دیکھی اسکی آستین کی جاک سے
جسکے آگے رونا تھا کچھ پرتو مہتاب کو

چاہتا ہی جب سبب آپہی ہوتا ہی سبب
دخل اس عالم مین کیا ہی عالم اسباب کو

دم بخود رہتا ہون اکثر سر رکھا زانو پہ میر
حال کہکر کیا کرون آزردہ اور احباب کو

چھوڑا جنونکے دور مین سیر و رہ اسلام کو
تہ کر صنم خانے چلا ہون جامۂ احرام کو

مرتا مر و مبتا جیو آؤ کوئی جاؤ کوئی
ہی کام لوگونسے کیا اس بیخود کام کو

جی میں تو تاک جاؤن ہون اس سے سنو ہون دور دور
کیا منھ لگاوے کوئی ایسے وسیہ بدنام کو

بے چین بستر پر رہا بیخواب خالی سر پہ ہون
صبر و سکون جیسے گئے پایا نہین آرام کو

آسایش راحت سے جو پوچھو کوئی تو کیا کہون
مین عمر بھر کھینچا کیا رنج و غم و آلام کو

میر اب بھلا کیا ابتدائے عشق کو روتا ہی تو
کر فکر جو پاوے بھی اس آغاز کے انجام کو

عاشق کا کتنا حوصلہ یہ معجزہ ہی عشق کا
جو خستہ جان پارہ جگر سو داغ دل پر کھا رہ

مشکل عجائب تیر ہی دیدار جوئی یار کی
دیکھے کوئی کیا اُسکو جو آنکھین ٹری شرمائے وہ

اب دل خرابہ ہین رہتا ہی جسکو رکن کے ساتھ
جاتا ہی تھا ہمین بھی بہار حسین کے ساتھ

اب تک خراب شہر مین اُسکے پھرا کرین
اب جا بسے یان سے کوئی غریب الوطن کے ساتھ

ہم باغ سے خزان مین گئے پر نہ ارحیف
جانا بنا نہ اپنا گل و یاسمن کے ساتھ

لکنت سے کیا نکلتی نہین اُسکے منھ کی بات
چپکا ہی صرف یار کے شیرین دہن کے ساتھ

جی خواب مرگ لیگئے حسرت ہی مین ندان
اک شب ملے نہ سو ہم کسو گل پیرہن کے ساتھ

جی پھٹ گیا ہی رشک سے چسپان لباس کے
کیا تنگ جامہ لپٹا ہی اسکے بدن کے ساتھ

کیا جانین لوگ عشق کا راز و نیاز میر
اک بات اُس سے ہوگئی دو دو بچن کے ساتھ

مرتے ہین ہم تو اس صنم خود نما کے ساتھ
جیتے ہین وہی ہی لوگ جو تھے کچھ خدا کے ساتھ

دیکھین تو کاربستہ کی کب تک کھلے گرہ
دل بستگی ہی یار کی بند قبا کے ساتھ

ایکاش فصل گل مین گئی ہوتی اپنی جان
مل جاتی یہ ہوا کوئی دن اس ہوا کے ساتھ

مدت ہوئی گئے ہوئے ہمکو یاد تلک
ٹوٹی پھری ہی خاک ہماری صبا کے ساتھ

ملنا نہ ملنا ٹھہرے تو دل بھی ٹھہرے اپنا | اقرار ہی ہمیشہ انکار ہی ہمیشہ

آمادہ فنا کچھ کیا میر اب ہوا ہی
جی مفت دینے کو وہ تیار ہی ہمیشہ

دل ہی میری بغل مین صد پارہ ۴ | اور ہر پارہ اُسکا آوارہ
عرق شرم روسے دلبر کے ۴ | رفتہ ثابت گذشتہ سیپارہ
خوارئ عشق اپنی غربت ہی | کی ہی ہموار ہمنے ہموارہ
کام اس سے پکڑ کمر نہ لیا | ہیچ کارہ بھی ہی وہ ناکارہ
ٹوٹتے پھوٹتین نہ کاش آنکھین | کرتے ان رخنون سے ہی نظارہ
گو مسیحا مزاج آوے طبیب | عشق مین مرگ بن نہین چارہ

کیا بنی اُس سے میر مین مسکین
وہ جفا پیشہ کو ستم کارہ

مکتوب دیر پہونچا ہر دو طرف سے سادہ | کیا شوخ طبع ہی وہ پرکار سادہ
جب میکدے گئے ہین بادوس ہی کیا ہی | ہی منجملہ ہمارا گویا کہ پیر زادہ
سائے مین تاک کے ہم خوش بیٹھے ہین اب اپنا ۴ | اس سلسلے مین بیعت کرنے کا ہی ارادہ
دل اسقدر نہ رکتا گھبراتا جی نہ اپنا | چھاتی لگا جو رہتا وہ سینہ کشادہ

اس پریشان کو نشانہ کر | | یار نے جمع اکٹھی کی ہی
کر دیا خاک آسمان نے ہمین | ۲ | یہ بھی ہمت اسی دنی کی ہی
تکیہ ویران فقیر کا بھی ہو | | یان خرابی بہت غنی کی ہی

ق | قافلہ لٹ گیا جو آنسو کا
عشق نے میر رہزنی کی ہی

مین ہون تو ہی درمیان شمشیر ہی | | سفک دم مین مری اب کیا دیر ہی
خضر دشت عشق مین مت جا کہ وان | ۲ | ہر قدم مخدوم خوف شیر ہی
راہ تک آکر ہوئے ہین جان بلب | | پر وہی اتنک بھی یان وسیر ہی
جو گرسنہ دل تھا اس دیار کا | | اپنے جینے ہی سے وہ اب سیر ہی
کچھ نہین جان انکی پیش نار مو | | گھر مین شمعی رنگونکے اندھیر ہی
پاک ہی ہوتی رہے کشتی خلق | | ہر زبردست اس جوان کا زیر ہی
طائرون نے گل فشان کی میری گور | ۳ | سامنے پھولون کا گویا ڈھیر ہی
آشنا ڈوبی بہت اس دور مین | | گریہ جامہ یار کا کم گیر ہی

ق | آنچل اس داس کا ہاتھ آتا نہین
میر دریا کا سا اسکا پھیر ہی

اب صبر میر ہو نہین سکتا فراق مین
یک عمر جانوں دل کی فریبندگی ہوئی

یار نے ہسے بے ادائی کی
وصل کی رات مین لڑائی کی

بال و پر بھی گئے بہار کے ساتھ ۴
اب توقع نہین رہائی کی

کلفت رنج عشق کم نہ ہوئی
مین دوا کی بہت شفائی کی

طرفہ رفتار کے ہین رفتہ سب
دھوم ہی اسکی رہگرائی کی

حدۂ یار سے طرف ہو کر
برق نے اپنی جاگ نہسائی کی

کچھ طراوت تھی اُن آنکھون مین ۴
دیکھ کر کیا یہ آشنائی کی

وصل کے دن کو کار جان کھنچا
شب نہ آخر ہوئی جدائی کی

مُنھ لگایا نہ دختر رز کو ۴
مین جوانی مین پارسائی کی

جور اس سنگدل کے سب کھینچے ۴
عمر نے سخت بیوفائی کی

کوہکن کیا پہاڑ توڑے گا
عشق نے زور آزمائی کی

چپکے اسکی گلی مین پھرتے رہے
دیر و ان ہم نے بینوائی کی

اک نگہ مین ہزار دل مارے
ساحری کی کہ دلربائی کی

نسبت اُس آستان سے کچھ ہوئی
برسون تک ہمنے جبہسائی کی

جس آنکھ سے دیکھا تھا اُن نے فریب دل کو
اُس آنکھ کو جو دیکھو اب آشنا نہیں ہے

جب دیکھو آئینے کو تب دیر دیر تک ہے
یہ چشم در و اُس سے کچھ شرم دحیا نہیں ہے

میں برگ بید اگرچہ زیر شجر رہا ہوں
فقر مکتب ہے لیکن برگ نوا نہیں ہے

شیرین تلک لبوں میں اسکی نہیں حلاوت
اس تلخ زندگی میں اب کچھ مزا نہیں ہے

اعضا گداز ہو کر سب بہگئے ہیں میرے
ہجراں نہیں اسکی مجھ میں اب کچھ رہا نہیں ہے

سن سا نخات عشقی ہنس کر یوں ہی دون پیارے
کیا جانو تم کسو سے دل لگا نہیں ہے

دل خون جگر کے ٹکڑے جب میر دیکھتا ہوں
اب تک زبان سے اپنی میں کچھ کہا نہیں ہے

لاکھوں ملک کی آنکھیں ہیں مند گئیں دھر سے
نکلی نہ نا امیدی کیونکر مری نظر سے

برسے ہے عشق یاں تو دیوار اور در سے
روتا گیا ہے ہر ایک جن بر میرے گھر سے

جو لوگ چلتے پھرتے یاں چھوڑ کر گئے تھے
دیکھا نہ ابکی انکو آئے جو ہم سفر سے

قاصد کسو نے مارا خط راہ میں سے پایا
جب سے سنا ہے ہمنے وحشت ہے اس خبر سے

سو بار ہم تو من میں گھر چھوڑ چھوڑ نکلے
تم ایک بار یاں تک آئے نہ اپنے گھر سے

چھاتی کے جلنے کی شاید کہ آگ سلگے
اُٹھنے لگا دھواں اب میرے دل جگر سے

نکلا سو سیلا ہے نومیدی ہی چلا ہے
اپنا نہال خواہش برگ گل و ثمر سے

یارب نسیم لطف سے تیرے کہین کھلے
دل اس چمن مین کچھ نہ کسی کا بگاڑ کرے

مین نے کہا کہ آتش غم مین جلے ہے دل
وہ سرد مہر گرم ہو بولا جلا کرے

رکنے سے میرے رکتے سارا جہان کا
آئے نسیم صبح کو اک دم ہوا کرے

برسون کیا کرے مری تربت کو گلفشان
مرغ چمن اگر حق صحبت ادا کرے

عارف ہو میرا اس سے ملا بیشتر کرو
شاید کہ وقت خاص مین نکلے دعا کرے

مدت سے تو دلونکی ملاقات بھی گئی
ظاہر کا پاس تھا سو مدارات بھی گئی

کتنے دنون مین آئی تھی اسکی شب وصال
باہم رہی لڑائی سو وہ رات بھی گئی

کچھ کہتے آکے ہمتو سنا کرتے دی خموش
اب ہر سخن پہ بحث ہے وہ بات بھی گئی

نکلے جو تھے تو بہت عنب عاصمہ ہی تھی
اب تو خراب ہوکے خرابات بھی گئی

عمامہ جا نماز گئے لیکے مسجے
واعظ کی اب لباس کرامات بھی گئی

پھرتے ہین میر خوار کوئی پوچھتا نہین
اس عاشقی مین عزت سادات بھی گئی

گل نے بہت کیا کہ چمن سے نجائیے
مین بیدماغ کرکے تغافل چلا گیا

گلگشت کو جو آئیے آنکھو پہ آئیے
وہ دل کہان کہ ناز کسو کے اٹھائیے

کڑھا کریں میں ہو رہی مور جہان جسام جیسے اپنا
غم جدائی جہان جانکا ہمارے لیئن جہان جان ہی

نہیں جو دیکھا ہی ہمنے سو کہہ ہوا ہی نقصان جان اپنا
ادھر نہ دیکھے تو وہ کبھو تو نگہ کا اسکی مگر زیان ہی

بجا بھی ہی جو ہووے مائل نگار سیر چمن کا ہرگز
گلو نہیں ہم سو کوئی اسکا سو کسکا ایسا ہے ہان ہی

کسی ہی رنج و غم و الم سے دماغ تر کر ٹھانے کا اب
مصیبت اسکی زمانے میں تو ہمارا اور زمان زمان ہی

نہیں ہی اب میر پیر اتنا جو ذکر حق سے تو منہ چھپاوے
پگاہ نعرہ زنی کیا کرا بھی تو نام خدا جوان ہی

سر راہ چند انتظاری رہے
بھلا کب تلک بیقراری رہے

رہا ہی کئی آنسو پلکوں پہ سب
کہان تک ستارہ شماری رہے

کہا بوسہ دیکر سفر جب چلا
کہ میری بھی یہ یادگاری رہے

کہین خشک ہو چشمہ چشم بھی
لہو منہ پہ تا چند جاری رہے

بس اب رہ چکی جان غمناک بھی
جو ایسی ہی تن کی نزاری رہے

تسلی نہو دل اگر یار سے
نہین سا لہا ہمکنار رہے

تری ہی دعا گو سنا خوب ہی
فقیرونکی گر گوشداری ہے

شب وصل تھی یا شب تیغ تھی
کہ لڑتے ہی وہ رات ساری رہے

کریں خوب ہمسائے کیونکر کہ یان
بلا شور و فریاد و زاری رہے

۴۵۵

کسی کی نگہ کی ہی کسوکی مگر
کہ نشتر سی ہر دل میں ہی ناخدی
کہ اس نوخ کے تیر سے دل ناتوان
طبیعت نے تجھ کل پہ اوکی
کہ ساری رات وحشت ہی
نمایش داغ سودا کی ہی
بہار اب ہی جنون سے
تو گلشن میں گلزار میں
نہیں التفات تجھ کو
نہیں التفات اس
ہوا طالع جہان
کہ دیکھا ہی
پیام

پیام اس گل کو بھیجا پھر نہ آئے
نہ خوش آئی میاں گیری صبا کی

سبب حیرت کا ہے اسکا توقف
سمجھ پاوے نہ یہ تا بحشر کیا کیا کی

جفائین سہے گا کہتے تھے اکثر
ہماری عمر نے پھر گر وفا کی

جوان ہونے کی اسکی آرزو تھی
سو اب باری ہمین سے بیوفا کی

گیا تھا رات دروازے پر اسکے
ق فقیرانہ دعا کر جو صدا کی

لگا کہنے کہ یہ تو ہمنشینان
صدا ہے دل خراش اس ہی گدا کی

ملا اب تو نہ وہ ملنا تھا اسکا
نہ ہمسے دیر آنکھ اسکی ملا کی

رہا تھا دیکھ پہلے جو نگہ کر
ہمارے میر دلمین اُن نے جا کی

ہم رو رو کے درد دل دیوانہ کہینگے
ابھی مین ہی کہون حال غریبانہ کہینگے

سودائی و رسوا و شکستہ دل و خستہ
اب لوگ ہمین عشق مین کیا کیا نہ کہینگے

دیکھے سو کہے کوئی نہین جرم کسوکا
کہتے ہین بجا لوگ بھی بیجا نہ کہین گے

ہون در بدر و خاک بسر چاک گریبان
اسطور سے کیونکر مجھے رسوا نہ کہین گے

ویرانے کو مدت کی کوئی کیا کرے تعمیر
ق اُجڑی ہوئی آبادی کو ویرانہ کہینگے

مین دیا کرتا ہون نزاکت درد دیش
من بعد مرے تکیے کو غمخانہ کہین گے

نہوے ہم نظیری سے یون تو
شعر کے فن مین بے نظیر ہوے

بات کا ہم سے آنکو کب ہی دماغ
میر درویشی مین امیر ہوے

آو کبھو تو پاس ہمارے بھی ناز ہی
کرنا سلوک خوب ہی اہل نیاز سے

پھرتے ہو کیا درختون کی سائے مین دور دور
کر لو موافقت کسو بے برگ و ساز سے

ہجر انمین اسکی زندگی کرنا بھلا نہ تھا
کوتاہی یہ نہووے یہ عمر دراز سے

یا نسبت مسیحہ عقدے نہ دلکے کبھو کھلے
جی اپنا کیونکہ اُچٹے نہ روز نماز سے

کرتا ہی چھید چھید ہمارا جگر تمام
وہ دیکھنا ترا مژہ نیم باز سے

دلبر ہوا ختیار تو ہرگز نہ کریے عشق
پرہیز کریے اس مرض جانگداز سے

آگے بچھا کے نطع کو لاتے تھے تیغ و طشت
کرتے تھے خون پیشہ تو اک اہتزاز سے

مانع ہون کیونکہ گریۂ خونین کے عشق مین
ہی ربط خاص چشم کو افشاے راز سے

شاید شراب خانے مین شب کو رہے تھے میر
کھیلے تھا ایک مغبچہ مہر نماز سے

رشک شمشیر ابرو کا خم ہی
تیر و نشتر سے کیا ملک کم ہی

تم کرو شاد زندگی کہ مجھے
دل کے خون ہونیکا بہت غم ہی

گیا زمانہ تھا وہ جو گذرا میر
ہمدگر لوگ چاہ کرتے تھے

دے سیہ ہوئی و گرفتاری — وزد غمزو نکی وبسی عیاری
ابکی دل اسنے بچ گیا تو گیا — چور جاتی رہی کہ اندیاری
اچھا ہونا نہیں مرض عشق — ساتھ جیکے ہو دل کی بیماری
کیون نہ ابر بہار پر ہو رنگ — برسون وہ کبھی ہو میر خمخواری
شور و فریاد و زاری شب سے — شہر یونکی ہو مجھسے بیزاری
چلے جاتے ہین رات آن منسو — دیدۂ تر کی خبر ہو جاری
مر رہین اسمین یا رہین جیسے — شیوہ اپنا تو ہو وفاداری
کیونکہ راہ فنا مین بیٹھے گا — جرم بیحد سے ہو گران بھاری
وانسے ختم خطاب نار و عتاب — یان سے اخلاص و دوستی یاری

میر جلنے سے کیون ہو غافل تم
سب کی ہان ہو رہی ہو تیاری

جمع اغلمنی سے اُن نے ترکش کیے ہین خالی — کس مرتبے مین ہو گئی سینونکی خستہ حالی
در گیر کیونکہ ہو گئے اس سفلہ خو سے صحبت — دیوانگی یہ آتنی وہ اتنا لاابالی

فخر سے ہمتو کلہ اپنے فلک پر پھینکیں
سکے سگ سے جو ملاقات مساوات ہے

منچھے لیگئے سجادہ وعمامہ او چھک
شیخ کے میکدے مین کیونکر کرامات ہے

دھجیان جامہ کی کرو نگا جنو نمین انکی
گر گریبان دریکا کام مرے ہاتھ ہے

خاک کا پتلا ہی آدم جو کوئی اچھی کہے
عالم خاک مین کیون آمین وہ بات ہے

بات واعظ کی موثر ہو لون مین کیونکر
دن کو طاعات ہے شبکو مناجات ہے

تنگ ہون میر جی بیطاقتی دل سے بہت
کیونکہ یہ ہاتھ تلے قبلۂ حاجات ہے

کیا عشق بے محابا ستھراو کر رہا ہی
میدان بن کہونکے لشتو نے بھر رہا ہی

غیرت سے دلبری کی ڈر جاندی ندیکھے
مہتابی ہی رخ اسکا پیش نظر رہا ہی

خونریز نا توان مین انا نہ کوئی بولا
کیا مارتا ہی اسکو یہ آپہی مر رہا ہی

یا نیز کب کرے ہی افسردہ خستہ اتنا
تو بھی جدا کسو سے ای گل مگر رہا ہی

خجلت سے آج کل کیا ان نے کنارا
دریا ہمیشہ میری گریسی تر رہا ہی

مین اک نگاہ گا ہے خورشد کو کی ندیکھا
اُلفت ہی ہی جس سے اسکی ڈر رہا ہی

رہتا نہین ہی رکھے تمتا نہین تمہارے
دل اب تڑپ تڑپ کر اب ظلم کر رہا ہی

یہ کاروان سرا تو رہنے کی گو نہ نکلے
ہر صبح یانسے ہمکو عزم سفر رہا ہی

گیسو و رخسار یا آنکھون ہی مین بھرے ہین
میر یہ لیل و نہار دیکھیے کب تک رہے

فلک گرنے کے قابل آسمان ہی — کہ یہ پیرانہ سر جاہل جوان ہی
گئے ان قافلون سے بھی اُٹھی گرد — ہماری خاک کیا جانین کہان ہی
بہت نامہربان رہتا ہی لیکن — ہمارے حال پر کچھ مہربان ہی
ہمین جس جا پہ کل غش آگیا تھا — وہین شاید کہ اُسکا آستان ہی
مژہ ہر اک ہی اسکے تیز ناوک — خمیدہ بھون جو ہی زور مین کمان ہی
اسے جنبک ہی تیر انداز یکا شوق — زبونی پر مری خاطر نشان ہی
چلی جاتی ہی دھڑکون ہی مین جان بھی — یہین سے کہتے ہین جان کو روان ہی
اسی کا دم بھرا کرتے رہینگے — بدن مین اپنے جنبک نیم جان ہی

پڑا ہی پھول گھر مین کاہیکو میر
جھمک ہی گل کی برق آشیان ہی

ہم رہین بادہ جامہ احرام کر چکے — سستی کے دیر مین قسم اقسام کر چکے
جامہ ہی وجہ مے مین ہمارا نہین گیا — دستار و خرقہ سب گرو جام کر چکے
زنار پہنا سبحہ کے رشتے کے تار توڑ — ترک نماز و روزہ و اسلام کر چکے

یہ راہ دور عشق نہین ہوتی میر طے
ہم صبح بھی چلے گئے ہین شام بھی چلے

اب دشت عشق مین یہ تنگ ہے جان سے
آنکھین ہماری لگ رہی ہین آسمان سے

پڑتا ہی پھول برق سے گلزار کی طرف
اٹھے کے ہی جی قفس مین غم آشیان سے

یکدست جون صدا جرس یکجی کے ساتھ
مین ہر طرف گیا ہون جدا کارون سے

تمکو تو التفات نہین حال زار پر
اب ہم ملین گے اور کسو مہربان سے

تم ہم سے صرفہ ایک نگہ کا کیا کیے
اغماض ہمکو اپنے ہی جی کے زیان سے

جاتے ہین اسکی اور تو عشاق تیر سے
قامت خمیدہ انکی اگر ہین گمان سے

دلکش قد اسکا آنکھون ملے ہی پھر گیا
صورت گئی نہ اسکی ہمارے دھیان سے

آتا نہین خیال مین خوشرو کوئی کبھو
تو مار ڈالیو نہ مجھے اس گمان سے

آنکھون مین آکے دیسنے ٹھہرا تو ایک دم
جاتا ہی کوئی دید کے ایسے مکان سے

دین گالیان انھین نے وہی بیدماغ ہی
مین میر کچھ کہا نہین اپنی زبان سے

گلبرگ سی زبان نے بلبل نے کیا فغان کی
سب جیسے اڑ گئی ہی نہ نکہت گلستان کی

معلوب کم کیا ہی تب درہمی پرے ہی
بیوجہ کچھ نہین ہی گردش آسمان کی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فردیات

کیا کہیے عشق حسن کی آپہی طرف ہوا	ولہ	دل نام قطرہ خون یہ ناحق لعف ہو
مے گلگون کے بوسے بسکہ مخمانہ جھکتا تھا	ولہ	لب ساغر پہ سنبھلکر رکھ دی شیشہ نے بلکتا تھا
جب کہ تابوت مرا جانب شہادت سے اٹھا	ولہ	شعلۂ آہ دل گرم محبت سے اٹھا
گر پہ امید اسیری پہ یہ ناشاد آیا	ولہ	دام صیاد کا ہوتے ہی خدایا وا آیا
یکپارہ جیب کا بھی بجا مین نہین سیا	ولہ	وحشت مین جو سیا سو کہین کا کہین سیا

خاک سے میر کیون نہ یکسان ہو ۔ ولہ ۔ مجھ پہ تو آسمان ٹوٹا ہی

سوائے سنگدلی اور کچھ ہنر بھی ہی ۔ ولہ ۔ بتان دلون مین تھا رحم خدا کا وہ بھی ہی

ترے فراق مین کچھ کھا کے سو رہونگا مین ۔ ولہ ۔ تو کس خیال مین ہی تجھکو کچھ خبر بھی ہی

ہنس ہنس کے دیکھتے ہی مجھ کیا خوب آدمی ہی ۔ ولہ ۔ مشوق بھی ہمارا کیا خوب آدمی ہی

انسان ہو جو کچھ ہی ادراک سے ولاک ۔ ولہ ۔ نادان زمین زمان سے طلوب آدمی ہی

ہم رو رو کے درد دل دیوانہ کہینگے ۔ ولہ ۔ جی مین ہی کہو حال غریبانہ کہینگے

موقوف غم میر کر شب ہو چکے ہمدم
کل رات کو پھر باقی یہ افسانہ کہینگے

وصل کی جب سے گئی ہی چھوڑ داری مجھے ۔ ولہ ۔ ہجر کی کرنی پڑی ہی ناز برداری مجھے

مین گریبان پھاڑتا ہون وہ سلا دیتا ہی میر
خوش نہین آئی مری ناصح گو کی غمخواری مجھے

حیران اس بھبوکے کی سب دوش ہو گئے ۔ ولہ ۔ شمع و چراغ بزم مین خاموش ہو گئے

عمر گذری کہ ترے کوچے سے آنے گئے ۔ ولہ ۔ دور سے ایک نظر دیکھکے جانے گئے

کیون گردن ہلال بھی سے ڈھلکے چلے
ابرو تو اک طرف پلک اسکی نہین ہلے

ہمت دے باد نمد کو ایسی کہ بعد مرگ
مشت غبار میر کہ بچھ پہونچے یا علی

پیر کنعان سے گیا کب درد عشق	دلہ	گو مثل ہوا آنکھ پھوٹی پیر گئی	
وابستہ دلبر دنکی خاموش ہین ہمیشہ	ولہ	ان ساحرون نے ایسے منہ عاشقو کو باندھے	
نہ سُنے گا فغان مری پھر تو	ولہ	مین ترے کان کھول رکھتا ہون	
آرے آرے وہ ہی وہ ہے	ولہ	یہ نہ منہ دیکھے کی سی مین نے کہی	
بخت دشمن بلند تھے ورنہ	ولہ	کوہکن نے بھی سر کو پھوڑا تھا	
جو ترے لب سے کار رکھتے ہین	ولہ	یمنی کو وے نام رکھتے ہین	
دل تاب ٹک بھی لاتا تو کہتے ہین کچھ بنا	ولہ	اُس تشنہ کام نے تو پانی بھی پھر نہ مانگا	
لایق نہین تمھارے غمزہ خوش نگاہان	ولہ	مجروح دلکو میرے کانٹون نہ گھسیٹو	
غم مین دل صبر و ہوش اے پیارے	ولہ	ہاتھ کا نون مین رکھ گئے سارے	
لٹ گئی اُسکو دیکھ گل کی فصل	ولہ	سارے گلبن تھے تو کہے بے اصل	
کر نظر اک درسے مجھ داغ مین	ولہ	آنکھین نیچی کر گیا گل باغ پنن	
اُن نے دیکھا جو اُٹھ کے سوتے سے	ولہ	اٹ گئے آئینے کے توتے سے	
کیسہ پر زر ہو تو جفا جویان	ولہ	ہنسے کتنے ہمارے جیب مین ہین	

دیکھتا ہون تو کام میر امیر
اوّل عشق ہی مین آخر ہے

خود بخود کھویا گیا ہی کتنے روز ان سے فقیر — ولہ — وہ نہین ہی اب جو کہتے ہین پیش ازین کچھ اور ہی

دوستان ظلمی بحال نامرادم رفتہ است — ولہ — داشتم چیزے کہ من بودم زیادم رفتہ است

نہ اپنے در سے مجھے دور کر شتابی سے — ولہ — کہ آ دیا ہی نہین پہونچا ہون کس خرابی سے

ز ضعف دست بہ دیوار دادہ آمدہ ام — ولہ — پہر روزگار زمانے ستادہ آمدہ ام

مشہور ہین عالم مین تو کیا ہین بے کمین ہم — ولہ — القصہ نہ در پہ ہو ہماری گر نہین ہم

عنقا سر و برگیم مپرس از فقرا ہیچ — ولہ — عالم ہمہ افسانہ ما داد و دما ہیچ

مین رہگیا تھا لاجرم شوخی سے جب ترے — ولہ — تب کے بھلا تب ہی گئے ہنگام تھا ہمرے

اکنون کہ تنہا دیدنت لطف است آزار مکن — ولہ — تلخی بگو سنگے بزن تیغے بکش کاری بکن

چمن مین ہر سے ہنستا تر ہ برنگ گل — ولہ — کہ صبح شاخ پہ یہ بیت پڑھتے تھے بلبل

درین حدیقہ بہار و خزان ہم آغوش است — ولہ — زمانہ جام بدست و جنازہ بردوش است

رہی ہم تستگان سے ذوق منت یار کی کیسی — ولہ — کہ پھر پانی نہ مانگا ہم نے لگائی ایک ہچکی

با امید کسی نگذاشت بیداد شش دل مارا — ولہ — خدا اجری دہد در کشتن ما قاتل مارا

زوری ہی مین طاقت نہی بات کے آخر — ولہ — روزے نہوی رات ملاقات کے آخر

زہر غم ہجر تو بجان کار گر افتاد — ولہ — امید وصال تو بعمر دگر افتاد

آشنائے کفر و دین عاشق نہین ہوتے ہین میر — ولہ — جانتے ہین طور میرے سب چنانچہ خورد و پیر

بسم اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رُباعیات

دامن عزلت کا اب لیا ہی مین نے
دل مرگ سے آشنا کیا ہی مین نے
تھا چشمۂ آب زندگانی نزدیک
پر خاک سے اُسکو بھر دیا ہی مین نے

رُباعی

اے تازہ نہال عاشق پامالے
یہ تو نے طرح نازکی کیسے ڈالے
سب تجھسے جہان بھرا ہی لیکے اوپر
دیکھین ہین جا ہی گی تیری خالے
افسوس ہی عمر ہم نے یونہین کھوئی
دل جسکو دیا اُن نے نہ کی دلجوئی
جھنجھلا کے گلا چھری سے کاٹا آخر
جھل ایسی بھی عشق مین کرے ہی کوئی
طاعت مین جوان ہوتے تو کرتے تقصیر
وہ سر مین نشہ نہین ہوے ہین اب پیر
ابکی روزون مین یون سُنا ہی ہمنے
میخانے مین بیٹھے معتکف ہو کر میر

آزار بہت کھینچے ہین اس بن دل نے ہجراں ہی شاید کہ وصال اپنا ہی

دل جان جگر آہ جلا دے کیا کیا ولہ درد و غم و آزار کھنچا دے کیا کیا

ان آنکھون نے کی ہی ترک مردم داری دیکھین تو ہمین عشق دکھاے کیا کیا

چپکا چپکا پھرا نہ کر تو غم سے ولہ کیا حرف و سخن عیب ہی کچھ محرم سے

آخر کو رکے رہتے خپنون ہوتا ہی ۴ اے میر کوئی بات کیا کر ہم سے

کیا کہیے ادا بتون سے کیا ہوتی ہی ولہ جو دل زدگان پر یہ جفا ہوتی ہی

یہ کیا کہ سجود مین نہ دیکھا بگڑے ، اک وقت نماز بھی قضا ہوتی ہی

اب وقت غریز کو تو یون کھوؤ گے ولہ پر سوچ کے غفلت کے تئین رو ؤ گے

۴ کیا خواب گران یہ میل روز و شب ہی
جاگو ٹک میر پھر بہت سوؤ گے

پر پیچ بہت ہی شکن زلف سیاہ ولہ دار فتہ نرہ اسکا دلا بیگہ وگاہ

دیوانگی کرنے کی جگہ بھی ٹک دیکھ جا ملتے ہی یہ کوچہ زنجیر مین راہ

جانان نے نہین کبھو نجانا افسوس ولہ جو ہمنے کہا سو وہ نمانا افسوس

تب آنے مین دیر کی قیامت اب سو آیا نزدیک جی کا جانا افسوس

ہر لحظہ رلاتا ہی کڑھاتا ہی مجھے ولہ ہر آن ستاتا ہی کھپاتا ہی مجھے

چپ ایسے ہین گویا کہ نہین منہ مین زبان		جب نام تمہارا لین تو زبان اپنی پھیرے
شب برکہ پیش رو ہو دریا جسکا اس سے ناگاہ ایک بجلی چمکے	ولہ	آیا دل داغ کر گیا جس تسکا کیا جانے اُسنے گھر جلایا کسکا
ہم میر سے کہتے ہین نہ تو رویا کر	ولہ	ہنس کھیل کے ٹک چین سے سویا کر
پایا نہین جانے کا وہ در نایاب		کڑھ کڑھ عبث جانکو مت کھویا کر
ابرو سے مہ تو نے کہان خم مارا	ولہ	ہونٹھو نسے ترے لعل نے کب دم مارا
زلفون کو ترے بھی پریشان دیکھین		اک جمع کو ان دونون نے برہم مارا
جان اہ بدن لطیف و رو ہو نازک	ولہ	پاکیزہ ہو تری طبع و خو ہو نازک
بلبل نے کیا سمجھ کے تجھے نسبت دی		گل سے تو ہزار پردہ تو ہو نازک
پوچھو نہ کچھ اس بے سروپا کی خواہش	ولہ	رکھتے نہین خدا اہل وفا کی خواہش
جاتے ہین چلے جی ہی ہتو نکے خاطر		معلوم نہین کیا ہو خدا کی خواہش
دل غم سے ہوا گداز سارا اللہ	ولہ	غیرت نے ہمین عشق کے مارا اللہ
ہی نسبت خاص تجھسے ہر ایک کے تئین	۴	کہتے ہین چنانچہ سب ہمارا اللہ
وصف اپنی دلون کی کسے کہیے ساری	ولہ	اُس شوخ کی تمکین نے توجی ہی مارے
بالون مین چھپا منہ نہ دیکھو یون پوچھا		کہ میر گئی ہو رات کیونکر بارے

کچھ خواب سے ہے میر پہ صحبت ہماری
اٹھ جائیگے یہ بیٹھے ہوئے یکبارگی

کیا نکھو نکھو لا ہے تنگ کوش کو کھولنا — افسانہ ہے پل بھر کی مجلس سماری
دل خون ہوا ضبط ہی کرتے کرتے — ہم سو ہی چکے دکھو نکے بھرتے بھرتے
اے مایۂ زندگی ستم ہے یہ اگر — بھر آنکھ تجھے دیکھیں نہ مرتے مرتے

ہستی نکر میر اگر ہے ادراک
دامان بلند ابر بمنظر رکھ تو پاک

ہے عاریتی جامہ ہستی تیرا — ہشیار کہ اسپر نہ پڑے گرد و خاک
کیا تجھ سے کہوں میر کہاں تک روؤں — روؤں تو زمین سے آسمان تک دوں
جوں ابر جہاں جہاں بھرا ہوں غم سے — شائستہ ہوں تو نیسا جہاں تک روؤں

میر اس سے ملے کہ جو ملا بھی نہ کبھو
جی یوں ہی گیا وہ آہ پھر ابھی نہ کبھو

چپ جبکے لے لگ گئی ایسی ان کو — ان نے تو کچھ زیر لب کہا بھی نہ کبھو
کیا کوفت ہے بخت سلگی کوئی نکلے — ٹکڑے جو ہوئے جگر کے ٹوٹے نکلے
چھاتی جو پھٹی ندان جلتے جلتے — انسین پھپھولے ہمارے پھوٹے نکلے

ایسا نہ ہوا کہ ہمسے شادی کی ہو
یا سیر بہار باغ وادی کی ہو
پژمردہ کلی کے رنگ گلشن مین
غالب ہی یہی کہ نامرادی کی ہو

اتنے بھی ہم خراب ہوتے رہتے
کاہیکو غم والم سے روتے رہتے
سب خواب عدم سے چونکتے کیونکر مین بال
بہتر تھا یہی کہ دو ہین سوتے رہتے

ہم میر برے اتنے ہین وہ اتنا خوب
متروک جہان ہم ہین وہ جسکا محبوب

ہی ممکن اُسے وجوب کا رتبہ
ہی کچھ بھی مناسبت کا باہم اسلوب

گو روکش ہفتاد ملت ہم ہین
مرات بدن نمائے وحدت ہم ہین
بے اپنے نمود اُسکے اتنے معلوم
معنے محجوب ہین تو صورت ہم ہین

محشر مین اگر یہ آستین دم ہوگا
ہنگامہ سب ایک لپیٹ مین برہم ہوگا
تکلیف بہشت کاش مجکو نہ کرین
ورنہ وہ باغ بھی جہنم ہوگا

ہر صبح مرے سر پہ قیامت گذری
ہر شام نئی ایک مصیبت گذری
پامال کدورت ہی رہا یان دنرات
یون خاک مین ملتے ہمین مدت گذری

اب شہر کی گلیون مین جو ہم ہوتے ہین
مُنھ خون جگر سے دم بدم دھوتے ہین
یعنے ہر ایک جا پہ جون ابر بہار
عالم عالم جہان جہان روتے ہین

ہرچند کہ اے مہ اب تمامی ہو گی	ولہ	پر ہم جو گلہ کریں تو خامی ہو گی
بندے ہیں ترے کیونکہ کریں ترکتازی		خدمت تری ہمیں غلامی ہو گی
زانو پہ قدم خم شدہ سر کو لایا	ولہ	جائے دندان کو ہمنے خالی پایا
آنکھوں کی بصارت میں تفاوت آیا		پیری نے عجب سماں ہمیں دکھلایا
اوقات جوانی کے گئے عشرت میں	ولہ	ایام لڑکپن کے گئے غفلت میں
پیری میں بڑا افسوس کیا کیا جائے		یکبارہ کمی ہی آگئی طاقت میں

تا چند تلف میر حیا سے ہوگا
شایستہ صد ستم خدا سے ہوگا

کر ترک ملاقات بتان کہے چل	ولہ	انسے ہوگا سواب خدا سے ہوگا
وہ عہد گیا کہ جو رہا سکے سہیے	ولہ	وہ بات نہیں رہی کہ چپکے رہیے
جب جی ہی چلا تو صرفہ کیا ہو		بیصرفہ جو کچھ کہ منہ میں آئے کہیے
حسن خلا ہر بھی ہو ہمارا دلخواہ	ولہ	محو صورت بھی ہو ہیں معنی آگاہ
باغ عالم کو چشم کم سے مت دیکھ		کیا کیا ہیں رنگ یہاں بھی اللہ اللہ
جسوقت شروع یہ حکایت ہو گی	ولہ	رنجیدگی یکدیگر نہایت ہو گی
احوال وفا کا اپنے ہرگز مجھسے		مت پوچھ کہ کہنے میں شکایت ہو گی

	پھر عشق مین پانون دھرتا ہیگا جی اور منغص اپنا کرتا ہیگا
سب ملکے چلو ہلا سے سمجھا دین	افسوس کہ وہ جوان مرتا ہیگا
دل تجھپہ ملے نہ کیونکر میر اب تاب	ولہ یان تجکو توقع ہی کہ لاتا ہی جواب
	وان ان نے شراب پی کے مستی مین میر کر کھائے بھی نامہ بر کبوتر کے کباب
کہتا ہی یہ اپنی آنکھون مین پھینگے فقیر	ولہ نپیشن نہین رکھتے کیا جوان ہون کیا پیر
	آندھی ہین جہان کے لوگ سارے اے میر سوجھے نہ جسے اُسے یہ کہتے ہین بصیر
پیغمبر حق کہ حق دکھایا اوسکا	ولہ معراج ہی کمترین پایا اوسکا
سایہ اسکے نہ تھا یہ باعث ہیگا	ولہ کل حشر کو سب پہ ہوگا سایا اوسکا
	چپکے رہنا نہ میر دل مین ٹھانون بولو چالو کہا ہمارا مانون
اک حرف نہ کہہ سکو گے وقت نزع	ا چلنے کو زبان کے غلیمت جانو
کی حسن نے تجھسے بیوفائی آخر	ولہ خوبی نہ رہی نہ میر رسائی آخر

رباعی از غزل مربع

مستزاد ہندی

ولی ہین بہت سخت کی ابکی گذارا ن — دلکو کر سنگ
غیرت نہ رہی عاقبت کار نہ شان — کھنچا یہ تنگ
یارون مین نہ تھا کوئی مروت جو کرے — اُجڑے تھے گھر
تا حد نظر صاف پڑے تھے میدان — عرصہ تھا تنگ
ٹک میزبانے سے مستزاد کر قال مقال — بس اب چپ رہ
ہر چند خموشی گو کہ وبال — ایذا ہی سہہ
ایسا نہین یہ قصہ دکاہش افترا — جو ہو آخر
اٹھ سوئی ہو چکا ہی پچھلو نکا حال — آگے مت کہہ
ہستی کا یہ ہنگامہ مستزاد تمام اُسکا ہی — ابتو ہی وبال
شہرت کہ جو اب جہان برجا ہی — سود ہم وخیال
جھوکے مین اڑے بعد فنا کے جو اب — تب ہیچ ہی سب
پھر نام سوا جہا نمین رہتا کیا ہی — عنقا کے مثال
نعم جو بھی ترے بناتے گھر در — تھا عہد شباب
بری ہین بناؤ ہم پہ رکھتا اکثر — ہی کچھ بھی شباب

تمام شد مستزاد

کیا کریمی کی ہی صفت اللہ — ہی جہان رتبہ و جاہ و گمان
نہین ہی بے نہین ہی ہی یان — نہین قیاس و گمان
شان ارفع ہی اپنے صاحب کی — عقل کا درک دہان ہی کیا امکان اُسکا
کام کرتے نہین قیاس سے جو نہین — خوف اس نام لینے سے جو نہین

حیف صد حیف وہ دہان و زبان — دونون بیکار ہین ذوالفقار و علم

ابھی شمشیر ہی نہ ایسا جوان — سب ہین جبران حیرت ابھی

قدرا کی کہان — سب ہین جبران حیرت ابھی

ہم علی اجو کو — خدا نہین جانا

خدا سے جدا نہین جانا

ہی

ہی علیؑ مدعا علیؑ مقصود — وہی مشہود ہی وہی موجود
ہی علیؑ وہ کہ سارے صاحبدل — لیتے نام اُسکا بھیجتے ہین درود
کیا زمین کیا سپہر کیا مہ و مہر — کی علیؑ کے لیے سبھون نے نمود
جمع رکھہ دل علیؑ سبب ہوگا — کیا ہی اسباب اگر ہوئے مفقود
بندگی کے مقام مین معلوم — ہی یہ صاحب ہمارا تو معبود
مصطفےٰؐ مرتضےٰؑ خدا ہی ایک — لیک آگاہ راز ہین معدود
جھک ہی جاتے ہین سر اُنکے نام — لیتے سب اُسکو جانتے ہین مسجود
حشر ہوگا علیؑ کے ساتھ اپنا — کیا ہی وان کا ہمین غم بیہود
عندیہ اپنا اپنا ہی اے شیخ — گوش کر اُسکو تو اچھل یا کود

ہم علیؑ کو خدا نہین جانا
پر خدا سے جدا نہین جانا

گاہ بیگاہ کر علیؑ خوانی — ہی علی وانی ہی خدا دانی
میرکا اُسکے رہ سر آشفتہ — ہی ولائے علیؑ مسلمانی
فرش راہ علیؑ کر آنکھون کو — یون بچھا تو بساط ایمانی
مور بے زور ہو علیؑ کا تو — کر جہان مین کرے سلیمانی

خاک در ہوشہ ولایت کا | شاہیان لیگئے یا سے فقیر
یونہین ذرہ ذریرہ دست جود اُسکا | جیسے برسے ہی کوئی ابر مطیر
صاحب ایسا ہی ہو تو صاحب ہی | گنہ آمرزا و رعذر پذیر
سمجھے بندون کی ورنہ کیونکہ نبھے | دمبدم جس سے ہوتی ہی تقصیر
کچھ محبون کا معتقد مت پوچھ | ہی علی ہی ہُوَ العَلِے کبیر
شان سے کہتے ہین محیطِ کل | قدر سے قادر و خدائے قدیر
تو موالی علیؑ پرست نصیر | چاہے سو ہمکو کہہ لے اب اے امیر

ہم علیؑ کو خدا نہین جانا
پر خدا سے جدا نہین جانا

مخمس در منقبت

ہادی علیؑ رفیق علیؑ رہنما علیؑ | یاور علیؑ محمدؐ علیؑ آشنا علیؑ
مرشد علیؑ کفیل علیؑ پیشوا علیؑ | مقصد علیؑ مراد علیؑ مدعا علیؑ

جو کچھ کہو سو اپنی تو ہا مرتضیٰ علیؑ

نور یقین علیؑ سے ہمین اقتباس ہی | ایمان کے علی کے دلا پر اساس ہی
یوم الثنا و مین بھی علیؑ ہی کی آس ہی | بیگاہ و گاہ نادعلی اپنے پاس ہی

تھا بزم لامکان مین بھی رونق فزا علی

خواہش مدد کی غیر سے ہی خیال خام — کرتا ہی کب قبول اُسے عاقبت تمام
کافی ہی دو جہان مین مولے میرے نام — لاریب اُسپہ آتش دوزخ ہوئی حرام

اکبار بھی زبان سے جن نے کہا علی

بہتا قدم ثبات دل جلگی ادب — صورت پکڑکے سامنے آیا تھا لطف سب
ظاہر ہوے ظہور جہان مین عجب عجب — محراب مین نہ گرم بجا تھا کہ ام شب

ہنستا رہا نہ کونسے روزہ غزا علی

عنتر کو نار خشم نے اُسکی جلا دیا — اژدر کو چیرا ایک ہی دم مین کھپا دیا
خورشید کو نکال دوبارہ دکھا دیا — ہنگامہ کفر و شرک کا آکر مٹا دیا

تھا جانشین ختم رسل کا بجا علی

گو چشم دل کھلے نہ کسی روسیاہ کی — اُس تک محال تھا کہ ہر کسو کی نگاہ کی
اللہ ری بلندی تری قدر و جاہ کی — مرمر کے جبرئیل نے دربان سے راہ کی

شاہا ملک سپاہ جہان صفا علی

دشمن کو آگہی ہی کمانین نے کہان — قدرت ہی اُسکی قدرت حق ہوئی ہی عیان
زور آوری مزاج مین آوے تو الامان — کچھ بھی نہین ہی پھیر یہ جو سب کچھ ہی دیدیان

بہت ہی گرچہ ہنگامہ ولے زیریں لعبا بس ہی

ولا با قر کی فرمں عین ہی حیدر پرستی ہیں
جبا کر نام کو اُسکے تو ہشیاری نہی ہیں
غرض مرہ محو اُسکا دشت ہیں ہو تو کہ بستی ہیں
عجب ہی نونہال اک سا یہ دار اس باغ ہستی ہیں

کرم اسکا پے ہر شخص بے برگ و نوا بس ہی

محبت چاہیے صادق جناب پاک جعفر ہیں
اسی کا شوق دلمیں ہو اسی کا شور رہبر ہیں
وہی ہاں بھی ہی تشنہ تھا جو کچھ سائی کوثر ہیں
عنا بعطا کی اُسی سے چشم رکھو آشوب محشر ہیں

بلا صدرنگ ہووے کیوں نا یک اسکی دلا بس ہی

رکھے کاظم کو جو سر پر غم و غصے سے کیا اُسکو
ندیکھے یہ امام دین بلا ہیں مبتلا اُسکو
بیک چشمک زدن حاصل ہو ابسا مر تبہ اُسکو
کہ رکھے کفش جسکے سر پہ دیکھو بادشا اُسکو

توجہ گو نہ مولے پے ہر مدعا بس ہی

جسے اُس مجلس کرایان دین بہرہ ہی ایماں سے
اسے اک بندگی خاص ہی شاہ خراسان سے
نگہ سان چشم سے آتی ہی خلق ایران و توران سے
گذر جانے ہیں اُسکے نام پر بخشش شہ جہان سے

جو سودا اس سے بن جائے تو رامنی رضا بس ہی

جو ذرہ دن ہو کہ نکلے آفتاب سر منیر سے
موکل دو میان لاوین بخت جنت جہنم سے
کریں پرسش بہ و نیک عمل کی خلق عالم سے
مخاطب ہم کسو سے ہوں نہ یارب کوئی ہم سے

ذکر روان در د زبان در رفتہ علی
جو کچھ کہو سو اسے تنگین جان در رفتہ علی
اسکی دلا ہی یا عث بہبود کائنات
لیا کیا نمود کرتے ہیں رتبہ بجا بجا
دا ہو جو چشم دل تو تماشا ہی یہ بجا بجا
بکتا ہی

یکتا ہی عرصۂ دہر جہان مرتضے علی

ہر چند کام ایسی جگہ کیا کرے سمجھ
اس راز کو سمجھ جو سکے تو اڑے سمجھ

لیکھے نہ ذات پاک سے اتنا ذرا سمجھ
عقل نخست سے بھی اسے کچھ پرے سمجھ

ہی آنسوئی خیال و گمان مرتضے علی

موجود اسکے ہونے سے روشن جہان ہوا
اس پر دیمین جو تھا پس پردہ عیان ہوا

فرمان شاہ بحر و بر اپنے روان ہوا
پیر زمانہ دیدۂ عالم جوان ہوا

چشم و چراغ کون و مکان مرتضی علی

شخصیت ایسی کسکی تھی کسکو تھا یہ شرف
اسقدر ساتھ کون نبیز از شہ نجف

اللہ رے زور کوئی نہ اسکا ہوا حریف
دریائے موج خیز تھا اسکے کرو کاف

ابن عم رسول زمان مرتضے علی

ہر چند ہی یہ عرصہ ہمیشہ سے پر غبار
یاران رفتہ کی بھی تردد میں بار گاہ

لیکن کہان یہ حربے کہان ایسے مرد کار
نکلے نہ ویسی تیغ کہ جیسی تھی ذوالفقار

دیکھا نہ تھا وہ جیسا جوان مرتضی علی

پامال راہ اسکے ہین سرہائے پر غرور
نزدیک اہل عقل کے رتبہ ہی اسکا دور

شایستۂ سجود سمجھتے ہین ذی شعور
ہی جملہ تن منزہ و سرتا قدم ہی نور

اس زمانہ مین آہ کچھ ہی عظیم | ہی مری جان پر عذاب الیم
ہے مستحق کرم ہون مین تو کریم | تلفت ہو بہت ہی حال سقیم

میرے ہر درد کی دوا ہے تو

فرصت وقت جون حباب ہی کم | حال مانند موج ہی درہم
ڈوب جاتا ہی جی مرا ہر دم | جوش زن گو کہ ہو محیط غم

غم نہین کچھ جو آشنا ہی تو

تجھ سے ظاہر ہوے چھپے سب بید | جلوہ تیرے ظہور کا جاوید
ذرّے ذرّے کو تجھ سے ہی امید | دن ہی طالع ہوا جہان خورشید

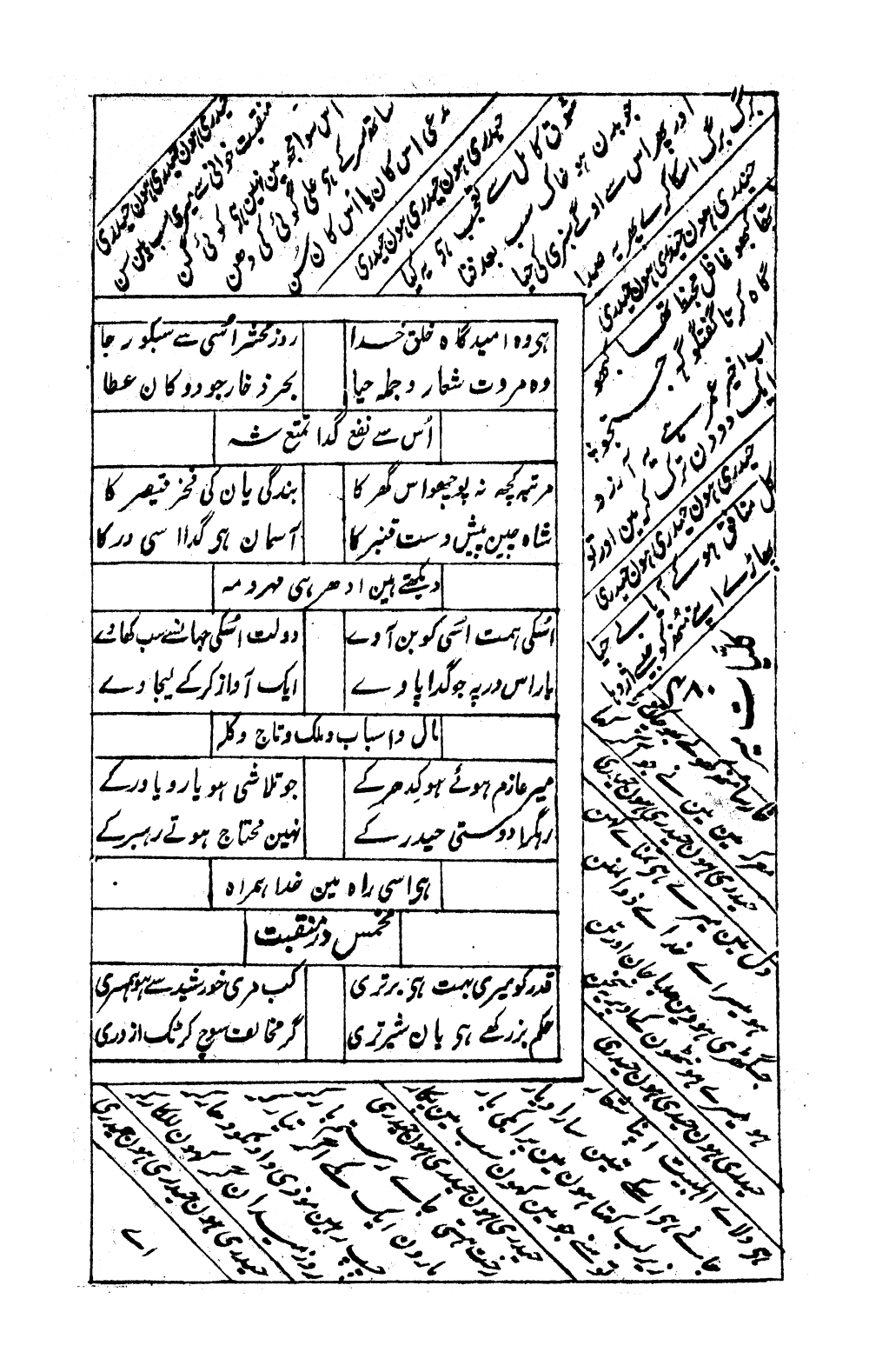
سب پہ روشن ہی کیا چھپا ہی تو

میر کو کب تلک یہ رنج و غم | اس بھی اندوہگین کو کر خرم
منبسط ہی ترا سحاب کرم | بیٹھے سایے مین ہی ترے عالم

سارے عالم مین چھپ رہا ہی تو

مخمس در منقبت

ہی حقیقت سے تو اگر آگہ | یاد مین روز و شب علی کی رہ
کعبہ اسکا ہی در ہی اے ابلہ | میر مولے کی ذات پاک ہی وہ



اے مخالف بحث مت کر تا بکار
بات ایسی سے ہی مجکو ننگ و عار

بس کہا اس آستان کا ہون غلام
کیا کہا تجھ سے کرون مین بار بار

حیدری ہون حیدری ہون حیدری

شیخ کو نسبت نہین تجرید سے
ہی یہ خر جکڑا ہوا تقلید سے

بے عقائد ہوتے ہین تائید سے
گو کہا ان نے مری تقلید سے

حیدری ہون حیدری ہون حیدری

اس عقیدے ہی پہ اپنے مین رہون
گو خوارج کے ستم اسمین سہون

بے ولا حیدر کے ہونمین تو نہون
لب ہیں جبتک بس یہی تب تک کہون

حیدری ہون حیدری ہون حیدری

اب ہوا پیری سے ٹک مین مضمحل
ورنہ تھا یہ شور تا چین و چگل

شوق میرا کچھ نہ تھا بے صدق دل
رات دن رہتا تھا کہتا متصل

حیدری ہون حیدری ہون حیدری

اے مرے سرمایہ ہر دو جہان
عشق تیرا ہی مرے ہمراہ جان

ہو اگر تن پر مرے ہر مو زبان
بیگمان سرزد ہو یہ ہی ہر زمان

حیدری ہون حیدری ہون حیدری

جو را نواع دشمنون کے سہ	پر نہ کر یار گفتگو بے تہ
دوستی مین علے کے بنجو رہ	بات یہ ہی گی اور کچھ مت کہ

یا علی یا علی کہا کر تو

اسم یہ ایک جو مکرم ہی	سب کے نزدیک اسم اعظم ہی
یہ سب اور اوپر مقدم ہی	غرض اے ہنشین جو آدم ہی

یا علی یا علی کہا کر تو

رہ ولاے علی کا خواہشمند	ہی یہ شیوہ خدا رسول پسند
دب کے ہرگز نہ رکھ زبانکو بند	پست کرنے کو مدعی کے بلند

یا علی یا علی کہا کر تو

بدر آسا علی تمام ہی نور	ذات پاکش مشکی ہی علیم وصدور
بھول مت اسکو گر تجھے ہی شعور	یاد خاطر رہے ضرور ضرور

یا علی یا علی کہا کر تو

سونپ رکھ اسکو اپنی موت و حیات	رحمت صرف ہی علی کی ذات
بس ہی اسکی ولا برائے نجات	باتین یون سو ہین یہ یہی ہی بات

یا علی یا علی کہا کر تو

تقصیر ہی بوالہوس کی اور مفت
مارا جاتا ہون درمیان مین

آگسا بھی نہ تیغ کھا کے بارے
فارغ ہوا دیکھے امتحان مین

اے طفل کہے گا بعد میرے
مارا کاہے کو یہ جوان مین

ہون مین تو چراغ آخر شب کا
کوئی دم کا ہون میہمان مین

دلسوزی مری کرے صبا تک
ہونے تئین صبح کے کہان مین

رونے ہی کو رونا ہوگا ناصح
پھرتا ہون دبائے خانمان مین

کوئی نہین شہر غم مین میرا
بیچارہ غریب ہونگا یان مین

غم کہہ کے رو لاتا ہو نہین سبکو
تجھ غم مین ہوا ہون وصفہ جہان مین

پائی نہ وفا کسی مین دیکھا
غربال تمام کر جہان مین

بارے مین یہ سب دیار دیکھا
ہر کوچہ کو بار بار دیکھا

شب ہی غالم مین ہوگئے تھے
اپنے دل کا غبار دیکھا

آنکھین گئین روتے روتے لیکن
تونے نہ ادھر کو یار دیکھا

اب وعدہ نکر زیادہ بس ہم
جانان ترا اعتبار دیکھا

کہتے تھے یہ ہم نہ کر تمنا
اے جان امیدوار دیکھا

ہو بندہ نواز ظلم مجھ پر ہم نالہ نہ کر تو مجھ سے
گو موسم دے خنک ہو مجھ سے دل گرمی ہو مجھ کو مے سے
ٹک دیکھ فلک نے شاہ خوبان کیا کچھ کیے خاندان کیسے
سر بیچے سو عشق مین رکھے پا واقف نہین دل تو یا نکنے ریسے
ہاتھون مین مرے ہین داغ خوبان کہتے ہین کہ اس کنے ہین پیسے
کیا تجھ سے کہون معاش اپنی یارے گذرے ہے جیسے تیسے

رہتا ہے غرض ہمیشہ سودا
کوچہ کو ترے ہوا ہون رسوا

وہ تشنہ دہن ہون دل جلا ہون لب جس جسکا نہ وے دریا
کہتے ہو جسے فلک ہوا ہے میرے ہے غبار دل سے پیدا
کھلتا تو سہی کبھی بلا ہے دل میرا ہی کاش غنچہ ہوتا
اب جان سے جاتا آرہا ہے موقوف اشارۂ تقاضا
ہو جسکی خراب عاقبت بھی وہ مین ہون کہ چاہتا ہون دنیا
مین ہون کہ سر آمد جنون ہون مجنون کو خلیفہ مین کیا تھا
وہ خستہ ہون مین ہی جسکو کیسے رونق افزائے کوہ و صحرا

اِک روز چنانچہ ہون دل سے | اندوہ تنک مجھے ہوا تھا
لو ہو دیا اپنے دوستون نے | جس جاگہ مرا عرق گرا تھا
ہون اب جو بلا مین مبتلا مین | بیگانہ ہی جو کہ آشنا تھا

یہ رنج و بلا و درد و محنت
ای وای حواس و صبر و طاقت

ادھر بھی کبھو ٹک ایک چشمک | ہم سے بھی ضرور ہی مروت
ست فرصت وقت سے ہو غافل | آخر کو نہ کھینچے تا خجالت
ہر آن مین اپنی تربیت کر | دیتا ہی زمانہ کسکو فرصت
غیرون کے رہوگے دیر تک تم | ہمکو تو سویرے کر دے رخصت
کیا تمسے کہین سلوک ہجران | دل مین نرکھے ہماری حسرت
قطرہ تو ہی پر نہ ہاتھ اٹھاؤ | دریا کو کرے ہی یہ کفایت
خالی دل پر کو ہم بھی کرتے | افسوس ندی اجل نے فرصت
بس میرا ہو تو کرون منادی | کوئی نہ کرے کہین محبت
گردن مارین شتابی اسکو | رکھے جو کسی سے میر الفت
عمر گذری ہو چکا آسودگی کار روزگار | رنج و محنت کے تئین آرام سے ہی ننگ و عار

وصل خاطر خواہ معلوم تھا میرے تئین
آسن ملکو لگ رہی تھی جبتلک تھا مین جدا

گاہ باشد رحم کو بھی رحم فرماوے وہ شوخ
دیکھ مجھ ناکام کو یکدم کرے ترک جفا

ایک ساعت پاس بیٹھے دردِ دل میرا سنے
کرکے غمخواری کہے یہ تیرے تئین کیا ہوگیا

سو تو یہ سب ہو چکا ہی کاشکے ملتا نہ تو
ایسے آجانے کا نیرے کون یا ن اشتاق تھا

آمدی وحسرت وصل از دلم برداشتے
حسرتی بود از وصال آن ہم بمن نگذاشتے

مین خرابے آج جتنے کل یہ تھے لوگونکے گھر
مست بنائے خانہ مین منعم رہا کرسقدر

طاق کسری تو سنا ہوگا کہ کیسا تھا محل
اب کہان اس طاق کا کسری کے پیدا ہی اثر

گھر کا صاحب تو اڑایا کرکے یکسان خاک سے
اینٹ پر اینٹ سے یہ کچھ ہوا اس گھر اوپر

خط باطل سے لکھا ہی صفحہ کون و مکان
کیون دماغ اتنا جلاتا ہی رہے ہی تو کدھر

کیسے کیسے خانہ دی خاک مین یان مل گئے
جاے عبرت ہی یہ معمورہ جہان کا بیخبر

ہر کجا افتادہ بینی خشت و ویرانہ
ہست فرد دفتر احوال صاحب خانہ

کم ہیت سننے مین آتا ہی کوئی رنجور ہی
یا کسی مجروح کا زخم جگر ناسور ہی

روشنی آنکھونکی ہی منظور سارے خلق کو
قوت دل کا جدھر دیکھو تدھر مذکور ہی

مجھے میں دیکھ تماشے کا کیا تمنا ہون | خدا نے دین مین مجھے آنکھین کیا ہین اندھا ہون
نصیب بطف نہ باقر کا ہو جو چھوٹا ہون | دو چار حشر مین اُنکی مفت ہی ہوئی ایسا ہون

امام پنجتن اس اپنے پیشوا کی قسم

جو رو دمنو ہو نظر مین تو صبح و شام کی سون | پڑا ہو پاؤن کہین تو ترے خرام کی سون
کلام ہو کسی سے تو مجھے کلام کی سون | جو سات پانچ ہو جہین چھٹے امام کی سون

غبار رہ ہون ترا اُسکے خاکپا کی قسم

کرے ہی لطف جو ٹک بحال آتا ہون | وگرنہ آپ سے مین لمحہ لمحہ جاتا ہون
ترے ہی واسطے یہ غم یہ غصہ کھاتا ہون | گواہ دعوی کا کاظم کو اپنے لاتا ہون

سچ اُسکو مان تجھے اُسکی ہی ولا کی قسم

جو تجکو خوش نہین پاتی تو جان کھوتے ہین | ہلاک ہونے پہ تجھ ہی پہ مہربان ہوتے ہین
کبھو ہی آٹھ پہر مین ٹک یک سوتے ہین | ہمیشہ راتو تکتو آٹھ آٹھ آنسو روتے ہین

امام ضامن ثامن علی رضا کی قسم

گدائے درہون تقی کا نقی کا ہون مملوک | رکھون ہون ع سکری کے لطف سے سیلوک
طریق مہدی ہادی کا رکھتا ہون سلوک | جہانکے لوگ ہین فلوک سارے درہین بلوک

قسم جو کھائیے ان چار بادشا کی قسم

لے جو کچھ اُس سے ایسا ویسا ہو | ورنہ کیا دخل کوئی کیا ہو
کہتا ہی دون جو پاس پیسا ہو | ہوتے جودے نہ ایسا تیسا ہو
خلق ناحق ہی میرے جیکا وبال

ایک عمدہ کی ہان ہی اہل کار | فوج کے لوگون کا سب اُسپہ مدار
سو یہ بڑجودا ایسا خوش اقرار | کہے ہر اک کو دیتے سو سو بار
پھر ندے جز فریب تادہ سال

یا مہینون تلک رہے روپوش | یا ملے ہی تو بیحواس و ہوش
لوگون کرتے پھر دنہ جوش و خروش | یہ کچہری مین بیٹھا ہی خاموش
زر دو رو یحیا ہی کویا لال

جبسے یہ ہی محرر دفتر | تب سے ہنگامہ ہی رہا اکثر
ہووے پرچھا جودے کسو کو زر | سو یہ ٹپی پڑھا نہین ہی پھر
سب سے اُسکو ہی ایک جنگ و جدال

لات مکی ہی گہر رہیلون سے | دھول چھکتی ہی گاہ چیلون سے
کم نہین ہی کچہری میلون سے | آتے جاتے ہین لوگ ریلون سے
نکلے ہی تیغ کھڑکے ہی وان ڈھال

یہ کمر باندھ کر گئے دربار | وہ ہوئی گرم جستجوی یار
آئے دروازہ پر لگی سو یار | سر پہ رکھ بانکی پگڑی کھڑکی دار

پھر ہوئے پیر وہ جوان فی الحال

کچھ خجست نہ زنجلب کے تئین | ساتھ لیجائے گھر ہین سب کے تئین
نرہے پاس جور و شب کے تئین | نہ تو پاتے ہین اسکے ڈھب کے تئین

نہ سمجھتے ہین اسکی چال کی چال

قصہ کوتاہ بعد چندین ماہ | مری اس بھڑوے پر ہوئی تنخواہ
جانے آدم لگا کہ توبے گاہ | یہ تو مغرور بے تہ و گمراہ

مفتری کاذب و سفیہ و ضلال

سہل سا مجکو بھی سمجھ کے فقیر | رکھنے وعدون ہی مین لگا بے پیر
یہ نجانا نہین ہی اسکی نظیر | اسکو جانے ہی بادشاہ و وزیر

دور تک پہونچیگی یہ قیل و قال

اسکی خاطر کہینگے خورد و کلان | سعی آسین کرینگے عمدے بجان
دوست اسکو کہین ہین پیر و جوان | لے گا منت علی محمد خان

رکھنا ان پیسون کا ہی کسکی مجال

باز آتا نہین ہی نفس شوم	ورنہ کس سے اُٹھے ہے ایسی دھوم
ہر سحر روز والون کا ہی ہجوم	ہی تمھین حال یان کا کیا معلوم
تم تو سونٹا لیے کرو ہو سوال	
ایک دن جا کیا نفر نے شور	اُن نے دیکھا مطلق اسکے اور
ہی غرض صحبت اپنی اسکے زور	وہ تو مچھر کی جھول کا ہی چور
مین بھی کھینچونگا خوب اسکی کھال	
اسپہ تنخواہ جو کہ کر لاوے	سو وہ اپنا کیا ہی بھر پاوے
پاشکستون کو برسون دوڑاوے	ایسے سے ہاتھ خاک کیا آوے
جس سے دل ہون تہ غبار ملال	
بدزبانی نہین ہی اتنی خوب	بات اچھی نہین ہی بے اسلوب
گفتگو اسطرح کی ہی معیوب	مل رہے گا جو کچھ کہ ہی مطلوب
بس قلم اب زبان اپنی سنبھال	
ہنوز دانہ ہین گئی حرف زبان ہر کرگوش	دیگر آج کہتا ہون کہ ہی خمکدہ دلمین جوش
یاد رفتن تو نتھے لیک مجھے تھا کچھ ہوش	سر خوش از کوی خرابات گذر کردم دوش
یہ طلبگار ہے ترسا بچہ بادہ فروش	

بیخود و بیخبر و مست مے صاف است | آتش مے سے برافروختہ کچھ بادہ پرست
یکدگر پانوں کی تعرش کے سبب بیدست و پا | دیدم از دور گروہی ہمہ دیوانہ و مست
از تف بادۂ شوق آمدہ در جوش و خروش

گرچہ ظاہر تھا خراب انکا دے سب معمور | کاسۂ سر پہ ہوے پھرتے تھے سارے فقفور
لے لباس طرب جامہ ندوہ سے عور | بے دف و مطرب ساقی ہمہ در عیش و سرور
بے مے و جام و صراحی ہمہ در نوشا نوش

نام و ناموس کا دفتر تھا سب انکا برہم | دیکھکر پہلے کیا مین نے تامل یک دم
پھر جو دیکھا تو مجھے بدکہیگا کیا عالم | چون سر رشتۂ ناموس برفت از دستم
خواستم تا خبری پرسم از و گفت خموش

عقل رکھتا ہی تو ملگ ہیوادبکا پابند | یان فراغت ہی دو عالم کی ہر اک جام مین بند
یہ وہ جامہ ہی کہ فردوس ہوا سکے مانند | این خرابات مغان است در و مستانند
از دم صبح ازل تا بہ قیامت مدہوش

میران مستون مین کوئی نہین پابستہ زست | کیونکہ یہ زیست بہت ہوے تو وہ روز زکست
جتنے بے بہت نظر آتے ہین اب سب ہین نیست | گر ترا نیز باین فرقہ سر یکرنگی ست
دین و دنیا بہ یکی جرعہ خصمت بفروش

وان اُن نے دل کیا ہی مانند سنگ خارا	یان تن ہوا ہی پانی ہو کر گذار سارا
کیا پوچھتا ہی ہمدم احوال تو ہمارا	نے رمز نے کنایہ ایما ہی نے اشارا
اسکے تغافلون نے ان روزون ہمکو مارا	
ہو شہر یا کہ صحرا رہے مکان تو ہو	غم مین نہووے کچھ تو اک تسمین جان تو ہو
حالت تغیر ہو گر دہن زبان تو ہو	سو بار دیکھ صورت ہو مہربان تو ہو
اپنے تئین نہین ہی کچھ اب گفتگو کا یارا	
بر چشم تھی کہ ترکان اکثر سوار نگے	ہملوگ انکے رہ کے گرد و غبار ہونگے
یہ جانتے نتھے ہم اسطور خوار ہونگے	اب کہتے ہین کہ یارب کیونکر دو چار ہونگے
اس بھی طرف کو ہوگا انکا کبھی گذارا	
ہجر انہین ٹکنے پر جو کوہ و داغ مین ہم	بوی وفا نہ پائی دلمین و داغ مین ہم
مدت رہے اگرچہ گلگشت باغ مین ہم	پر لطف کچھ جو دیکھا سینے کے داغ مین ہم
اُس بن جو گل چنے تھے اُنکا کیا نظارہ	
نشتر ہین اپنے خونکے اے ہمدمو نہ آؤ	ہووے طبیب گر خضر اُسکو بھی یان نہ لاؤ
اب اٹھانے ہم سو اٹھانے گو اسمین جان جاؤ	آب برندہ اُسکی شمشیر کا پلاؤ
آب حیات تو اپنے جی کو نہین گوارا	

غیب و شہود دونو مین مشہود ہر تو تو
ہستی ہماری دہم ہی موجود ہی تو تو

حاصل کے دو جہان کا مقصود ہر تو تو
مسجود سجدہ جانے ہین معبود ہی تو تو

ناجی ہین وہی ہی لوگ جنھونکا ہی یہ یقین

احوال خوش اُنھون کا جنھین تجھ سے ہی دلا
اعدا تو آسمان نے دیے خاک مین ملا

آئینہ ہی کہ دین کو تجھ سے ہوئی جلا
برپا وہی رہے گا جو تجھ تک ہی سلسلا

یارون نے جتنی رسمین بٹھائین تھین اُٹھالین

فتنے کو تیرے عہد مین سونے گذر گئی
آشوب کے خطر سے ترے سد در بسر گئی

آفت کہان رکے کنارہ بھی کر گئی
آوازہ تیرا سُنکے بلا جیسے مر گئی

یون مٹ گئے فساد کہ ذکور بھی نہین

وارد ہوا جو تو قوی یکسون کی داد
تلوار سا رنے سے ترے مٹ گئے فساد

اُٹھے نہ گرد زندقہ و کفر پر عناد
زنار ٹوٹے مہرے جلیت گئے بباد

برہم ہوئے گھڑی مین ہزارون برسکے دین

ہنگامہ گرم یارون کے سب سرد ہو گئے
چہرے منافقون کے دو ہین زرد ہو گئے

سرور نقاب خاک بڑے مرد ہو گئے
جیسے تھا پر غبار جہان گرد ہو گئے

اگلو نہین بکریونکے چھٹے شیر خشمگین

اشکال اسکے دلمین وہی مصطفےٰ کو دیکھ
اس رخ کا کر تصور نور خدا کو دیکھ

رنگینی عدالت شاہ نولا کو دیکھ
نرگس نے غش کیا تھا کہین اسوا کو دیکھ

گلشن مین جو لبون نے نہ پھر انکھڑیان ملین

عاجز نوازی تیری سی ہو شت خاک زر
برسے گدا پہ ابر کرم سے قرے گہر

جو فلک نے کیا جی سے رحم کر
مہان تری ساطہ پہ ہی خلق ہر سحر

حاتم یک آشمال ہی یان فعن ریزہ چین

جس دل کو ہو نہ شوق ترا ہو جیو گداز
جس چشم کو نہ میل ہو تیرا نہ ہو وہ باز

جو سر ترا خیال رکھے رہیو بے نیاز
سجدے سے تیرے در کے جو ہوتے ہو سرفراز

مسجود ہو جو صبح سعادت کی وہ جبین

اہل نظر سے دیکھنا اُدھر کا ہی عجب
آنکھون سے تیرے رہ نہ چلے واقف ادب

کسکو تھی یہ بزرگی و کسکا تھا یہ حسب
یہ قدر تھی تری مرے مولےٰ ہوا تو جب

رونق فزائے کعبہ محمدؐ کا جا نشین

کیا کہیے تیرے قرب سے اے سایۂ الٰہ
بیدانشی سے کچھ کہے کوئی درون سیاہ

اپنی تو تجھپہ پڑتی ہی جا کر وہین نگاہ
فہم و گمان و وہم کو جسجا نہین ہی راہ

ہی چشم شوق عینک متفاف دور بین

جانا نہ تھا جہاں مجھے سو بار وان گیا | ضعفِ قوی سے دستِ بیوار وا نگیا
محتاج ہو کے نان کا طلبگار وان گیا | چارہ نہ دیکھا مضطر و ناچار وان گیا

اس جان ناتوان پہ کیا صبر اختیار

در پر ہر پکسولی کی سماجت مری گئی | نالا یقون سے ملتے لیاقت مری گئی
کیا مفت ہای شان شرافت مرگئی | ایسا پھرایا اُسنے کہ طاقت مری گئی

مشہور شہر اب ہون سلسا رہیوقار

عرصہ تھا مجھپہ تنگ اُٹھا ہوکے نیمجان | پوچھا نہ مجکو یک لبنان سے کھون نمیان
کم پائی پر بھی سیر کیا مینے سب جہان | آشفتہ خاطری نے پھرایا کہان کہان

برسون کا راز مجھ سے ہوا آکے آشکار

پرداخت میری ہو نہ سکے ایک امیر سے | عقدہ کھلا نہ دل کا دعائے فقیر سے
رخنے ہمیشہ آتے رہے سر پہ تیر سے | ہر چند التجا کی صغیر و کبیر سے

لیکن ہوا نہ رفع مرے دلکا اضطرار

کہنے کی اپنے حال پہ فقط سے کو نگاہ | نکلے ہی کس سے طور پر اپنے سخن کی راہ
بولا نہ کوئی ہمسے کہ تم کیون ہو بے تباہ | اسلوب اپنے جینے کا ہو کسطرح سے آہ

ہم ایک ناتوان و ضعیف اور غم ہزار

جتنے والے جو تھے ہوئے ہین فقیر | تن سے ظاہر رگین ہین جیسے لکیر
ہین مذہب غرض صغیر و کبیر | مکھیان سی گرین ہزارون فقیر

دیکھین ٹکڑا گرا برابر ماش

شور مطلق نہین کسو سر مین | زور باقی نہ اسپ و اشتر تن
بھوکہ کا ذکر اقل و اکثر مین | خانہ جنگی سے امن لشکر مین

نہ کوئی رند ہی نہ کوئی اوباش

لعل خیمہ جو ہی سپہر اساس | پالین مین رندیون کی اسکے پاس
ہی زنا و شراب بے وسواس | رعب کر لیجیے یہین سے قیاس

قصہ کوتاہ رئیس ہی عیاش

جتنے یان ہین امیر بے دستور | پھر بجز ملوک سب مشہور
پہونچنا اُن تلک بہت ہی دور | بات کہنے کا واں کسے مقدور

حاصل اسنے نہ دل کو غیر خراش

چار لچے ہین مستعد کار | دس تلنگے جو ہون تو ہی دربار
ہین وضیع و شریف سارے خوار | لوٹ سے کچھ ہی گرمی بازار

سو ہی قند سیاہ ہی یا ماش

بخشدون جامہ تک جو ہو قدرت | آٹھون آئے ہین خرچ یکساعت
دس روپیہ دون گدا کو بے مہلت | منقضی ہووے کب مری ہمت

صاحبان کرم کے تئین شاباش

ہو جوان لوگون مین گدا کا گذر | سہم رہجائین سب دیکھین اُدھر
دیر کے بعد یہ کہین کسکر | شاہ جی لے خدا سبھون کی خبر

سو بھی یہ بات ہی پس از کشاش

یارون کی جود کا بیان کیا ہی | دہم مین انکے بھی جہان کیا ہی
آشکارا ہی سب نہان کیا ہی | دیکھتے ہین کہین کہ یان کیا ہی

ایسی صحبت مین ہم نہوتے کاش

بس قلم اب زبان کو اپنی سنبھال | خوشنما کب ہوا ایسی قال مقال
ہو کڈھب چرخ روسیہ کی چال | مصلحت ہی کہ رہیے ہو کر لال

فائدہ کیا جو راز کرے فاش

دستخطی فرد کا سنو احوال | دیگر | بید ماغی ہی مین تو دیتی تھی ڈال
ایک مشفق کو تھا ادھر کا خیال | مہربانی سے ان نے کھوج نکال

شیخ جی گاڑھے سو عجائب حال

لیکے میری تسلی فرمائی | پھر نفر پاس اپنے رکھوائی
اور لگے کہنے رکھیے استقلال
فرد نواب کو دکھاؤن گا | حال صاحب کا سب جتاؤن گا
ہو مقدر تو کر ہی لاؤن گا | لیکے دفتر مین آپ جاؤن گا
آگے میرے کسے سخن کا مجال
قدر والا ہماری ہی معلوم | خلق خادم ہی اور تو مخدوم
اس سعادت سے جو رہے محروم | ہی یقینی کہ وہ الاغ ہی شوم
حشر کو ہوگا مرکب دجال
تم نبی فاطمہ ہو ہم ہین غلام | ہی غلامی تمھاری اپنا کام
تمکو مسجود جانتے ہین انام | تم سبھون کے ہو پیشوا و امام
تمسے سب کو نجات کا ہی سوال
بارے رخصت کیا بصد اعزاز | اور کہا تم ہو خلق مین ممتاز
ہی تمنا کہ تمسے ہون دمساز | دل ہمارا ہو کاش محو نیاز
کریے تم پر نثار جان و مال
شیخ نے کر سلوک حد سے زیادہ | قید اندوہ سے کیا آزاد

ایک مدت تھی آج کل پر بات — اتبو ہی صبح اب ہوئی ہی رات
ہی بہت شیخ کی غنیمت ذات — جمع آدم مین اتنے کب ہین صفات

مفتری دوروغی ومحتال

ایک دن مین کہا جو ہو مضطر — کہیے اس در سے جاوین اب کیدھر
ہنس کے بولے بہت تلطف کرکے — سر منڈاتے ہو تم بھی اس گھر پر

آگے آوینگے جتنے ہونگے بال

راتون کے تئین مصیبتین گذرین — اور دنون کو قیامتین گذرین
کچھ نہ پوچھو جو حالتین گذرین — باتون باتون مین مدتین گذرین

وعدہ دو چار دن دہاسی حال

پھر جو اس فرد کا ہوا مذکور — کہنے لاگے کہ نائب دستور
جانتا ہی تمھین کہ ہو مشہور — پر کہے ہی رکھو مجھے معذور

جاری کرنا ہی اسکا امر محال

آٹھ آنے ہین شاہ پر بھاری — اسکی لوگون نے کی ہی اب خواری
آب ہی تو یہ ہی گرفتاری — فوج ہیگی تو قحط کی ماری

کیون نہ جسجا رہے ہین وان تھاکل

یان نہین شہ کے گھر مین دانا بھی | کبھو ہوتا ہی پینا کھانا بھی
ورنہ بھوکے رہے ہین میٹھے نذ حال

حال یہ ہی ہو اسپہ ہو منظور | پھر بھی نواب سے کرون مذکور
گاہ باشد کہ ہوا نہین مقدور | پر سماجت ہی اب خرد سے دور
لطف کیا ہین کہون دے دیوین ٹال

مین کہا بس بہت خراب ہوا | پردے مین والنے بھی جواب ہوا
دل ہوا داغ جی کباب ہوا | بارے ہونا جو تھا فتاب ہوا
کٹ رہیگا مرا بھی یہ جنجال

دل سے اپنے بھی اب بھلا دیجے | فردیسری مجھے منگا دیجے
اس خیالات کو اڑا دیجے | بند چڑیا کیسے چھڑا دیجے
بس بچھایا بہت فریب کا جال

ہنس کے بولے کہ فرد ہی حاضر | اور سمجھیے نہ مجکو بھی قاصر
جان کا ہون تمھاری مین ناظر | جمع فرماؤ خاطر عاطر
اب نہین پھر یہ کام لونگا سنبھال

تب سے ابتک وہ فرد لاتا ہون | گاہ بیگاہ انکے جاتا ہون

فقر فاقہ کی ہر طرف ہو دھوم | دو تلنگے جہان مین وان ہی ہجوم
لشکر اک ہی خدا بہ مردم بوم | زندگی کرنے کی طرح معلوم
کہ رہے جون خدا ہی ہے آگاہ

قصہ کو ہم کہان نہ رو گذرا | کونسی مثل مین نہ ہو گذرا
آبرو رفتہ رفتہ کھو گذرا | یان گذرنا تھا ظلم جو گذرا

اسپہ جسکو ہو قصہ بسم اللہ

پارسا ہین جو جوان پیر ہدی اہتے ہین | جو ولایت رکھے ہین شاہ ولا کہتے ہین
سالک مسلک راہنما کہتے ہین | ایک لاکہی ہین ایک خدا کہتے ہین
یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

آفتاب فلک غزو علی تو ہی تھا | چہرہ آرائے زمین و سما تو ہی تھا
جانشینے پیمبر کی سزا تو ہی تھا | غالب خاکی کے پردے مین خدا تو ہی تھا
یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

ہی ترے قدر سے بے خبر رسل کون و مکان | جند اشان تری مثل علی تیری جاہ
زور سے تیرے اوڑے کوہ بسان پرکاہ | وہ ثبات استقلال و قامت یہ تذبذب ہی واہ
یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

عالم خاکی مین تھا مصلحتاً جلوہ نما | عرش اعظم سے بھی تھی ورنہ ترے سیری جا

یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

اے ترا مرتبہ بالاتر فہم و ادراک | ایک رتبے کے تئین پہونچے ترے جلوے نخاک
ہین ترے شوق مین سرگشتہ شب و روز افلاک | پر کہان عالم خاک اور کہان عالم پاک

یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

اپنے اسرار کا تو آپ ہی کچھ دانا ہی | ورنہ کس نے تجھے جون چاہیے پہچانا ہی
ایک فرقے نے تجھے روح خدا مانا ہی | ایک نے ذات مقدس تجھی کو جانا ہی

یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

شان و شوکت تری کیا کرسکے عاجز تقریر | یعنے مداح ترا کیونکہ ہوا لگن ہی امیر
زیب تختی ہی تجھے کو بیٹھتے کل امیر | تین فقرون کے تئین بخش دیے تاج و سریر

یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

اے مرتفع نشین علی العرش استوا | ذی عرباسنوائے خدا خویش مصطفے
تو تھا کہ تو نے دوش نبی پر قدم رکھا | بت توڑ توڑ شرک کی صورت مٹے مٹا

لایا بزور عرصے مین یکتائے خدا

کہتے ہین تجھے چشم کرم صاحب نظر | افضل ہوئی سب سے ترے خلقت بشر

زور آوری جہاں مین تری داستان ہوئی | عرصی کے پہلوانون کی قدرت عیان ہوئی
کتنونکی جان سامنے تیرے روان ہوئی | کتنونکی دور بیٹھے ہی خاطر نشان ہوئی
سیسر تری کمان کی نہ کوئی اٹھا سکا

فرضًا ہوا غلام سے تیرے اگر بگاڑ | دشمن سب کے سامنے ہر ایک جون پہاڑ
مارا نہ ایک وہی کو میدان مین پچھاڑ | جسکی کمر مین ہاتھ چلایا لیا اٹھاڑ
جسکی طرف کو آن جھکا پھر جھکا دیا

آیا ڈپٹ کے گھوڑے کو جسوقت پھیر پھیر | خر گوش سی تھی بھیڑ کی گویا جوان و پیر
سر گرم رزم جب کہ ہوا کہ کے گیر گیر | اُسکے کمانکے ساتھ تھا پیغام مرگ تیر
تلوار اسکے ہاتھ مین تھا نامہ فنا

بہتیرے کوہ و دشت کو بھاگے لدبہ گئے | بہتیرے زخم تن پہ اُٹھا جان بلب گئے
تھے برج سے جوان سو آہٹ سی دب گئے | جوڑا ادھر سے تیرا دو ادھر سہم سب گئے
چمکی ادھر سے تیغ اُدھر سر جدا ہوا

ہی کون داد رس جو کہون اُس سی اپنا بھید | جو رفلک سے بھاگتی مین سب پڑ گئے ہین چھید
امید ہی کہ پہونچ ترے لطف کی نوید | کم بخت بھی پھرا نہ ترے در سے ناامید
از بسکہ وقف کرتے ہین دن طالع رسا

مسدس در نعت سرور کائنات صلعم

جرم کی کھوشر مگینی یا رسولؐ | اور خاطر کی حزینی یا رسولؐ
کھینچون ہون نقصان دنیی یا رسولؐ | تیری رحمت ہی یقینی یا رسولؐ

رحمۃ للعالمینی یا رسولؐ
ہم شفیع المذنبینی یا رسولؐ

لطف تیرا عام ہی کرم رحمت | ہی کرم سے تیری چشم تکرمت
تجرم عاجز ہون کرتا ہی تقویت | تو ہی صاحب تجھسے ہی میری سلمت

رحمۃ للعالمینی یا رسولؐ
ہم شفیع المذنبینی یا رسولؐ

کیا سیہ کاری نے مُنھ کا لا کیا | بات کرنے کا نہین کچھ مُنھ رہا
رحم کر خاک ندلت سے اُٹھا | میرے عفو جرم کی تخصیص کیا

رحمۃ للعالمینی یا رسولؐ
ہم شفیع المذنبینی یا رسولؐ

اب ٹھہرتا نا تک نہین پائے ثبات | دستگیری کر کہ پا ؤنمین نجات
جرم کیا ہین میری کتنی ہی مشکلات | ہی کفایت ایک تیری التفات

رحمۃ للعالمینی یا رسولؐ
ہم شفیع المذنبینی یا رسولؐ

کچھ بھی جو ہین واقف راز دنیا زا
عام تجھ انعام پر کر چشم باز
شعر یہ مشہور سب بے دل گداز
پڑھتے ہین جاے دعا بعد نماز

رحمۃ للعالمینی یا رسولؐ
ہم شفیع المذنبینی یا رسولؐ

جب تلک تاثیر کا تھا کچھ گمان
گہہ قرآن خوان میر تھے گر سجہ خوان
وقت یکسان تو نہین اے دوستان
اب یہی ہی ہر زمان در ذر زبان

رحمۃ للعالمینی یا رسولؐ
ہم شفیع المذنبینی یا رسولؐ

مسدس

ذکر خوار و نحیف فستر دم ترے صبح و شام
ریزہ چینی سے تری بادشہین کا قیام
حبشی و ہندی و صفاہانی عرب نے تمام
ہین ترے بست گر سیے کیس کس کا نام

یا علی گیست کرشتہ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم گیست کہ مہمان تو نیست

نام حاتم کا ہے تک جیسے لطیفہ مشہور
معن زاہد کا ترے بزم میں ہے ذکر ضرور

رنگ رنگ طعمہ میں بل پھر اس پہ بخشش وفور
کیا خداوندی ہے اللہ خدائی مشکور

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

لطف ہے عام ترا سب تجھی سے پاتے ہیں
تیری دولت ہے جو یہ شاہ و گدا کھاتے ہیں

شکر نعمت نہیں میں تیرا بجا لاتے ہیں
اس جہاں سے بھی یہی کہتے ہوئے جاتے ہیں

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

ارض میں و سمٰوٰۃ میں سب تیرا مال
جسکا گھر چاہے تو کر دے اُسے مالا مال

روز بہبود کا تجھے سرگرد و نہیں خیال
اپنی خوبی کو زمیں رات کرے تجھے سوال

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

فی الحقیقت تری مہمان خلائق ہے سب
تیرے دروازے سے محروم کوئی اور ہی ہے کب

دیکھنی ہے کی ہے کون تیری مروت کا حساب
جاؤں ناکام اگر میں تو نہایت ہے عجب

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست

اسقدر رنجے نہ لگ چلتے نہ آتے اس راہ
تو پری ہوتا تو کرتی نہ تری اور نگاہ

یہ فریبندہ سخن گوش نہ کرتے ہرگز
خواہش لیسخ دہن دل پہ نہ دھرتے ہرگز

بے شب وصل دن اسطور نہ بھرتے ہرگز
لعل جانبخش بیر یون تیری نہ مرتے ہرگز

اتفاقات سے ہو جاتی ملاقات تو خیر
دل تجرد پہ رکھا جب نہ کوئی یار نہ غیر

عشوہ و ناز و ادا سے کسو کو پھر کیا کام
جی نہ یکچین رہا کرتا نہ دل بے آرام

ہو گیا ہوں تو کبھو ہو گیا اسبین کلام
بے رخ و زلف کسن کا ہیکو ہر صبح و شام

بنس اچھی تری پر گرمی بازار کہان
سرگران تو تو بہت ہو پہ خریدار کہان

تجھسے بیمہر و وفا دل کا لگانا تھا غلط
آپ کو حرف غلط رنگ مٹانا تھا غلط

خط و خال فاصد کو ترے اور جلانا تھا غلط
آتش غم سے مرے جی کا جلانا تھا غلط

اپنی نادانی سمجھیے کہ تو کیا نسخہ ہی
آدمی بھی کسو دانا کا لکھا نسخہ ہی

غم نہین تجکو مری یار فی فاداری کا
نہ خیال آوے بندیکو گرفتاری کا

اسکی خوبی و فضیلت ہی مذکور ہوا اب
دیکھنا کچھ ہوا اسی کا ہے منظور ہوا اب

صرف اسپر بھی کرونگا اپنا مقدور ہوا اب
اس کے قصد سے تری شام و سحر جاوے کہان

وہ بھی کن شور و فغا سے ہی گزر جاوے کہان
مختلط لطف و عنایت سے ملا چاہیے ہی

کوئی دن راتون کو تجھ پاس رہا چاہیے ہی
کام دل اون سون کا ہی سو ہوا چاہیے ہی

باؤ کا کوئی تجھے پتہ بتلاؤن تو کیا
خط تری بندگی کا قد باد اسکا کہون

یمن بھی تا چار ہون کر اس شہر مین ہم
قصد رکھتا ہون کہ اب چار ہون تا یمن کہون

تو بیان اور تری حسن سلوک اس سے کہون
لیکن تر اتر مرا دونون این اپ معلوم

اسکی معلوم ہوئی اور دل آدم معلوم

پھر تو جیکو مین کرونگا اسی امر پر قربان
راہ و منزل مین پھرونگا اسکے دست نشان

بس بگولا سا ہوا تیرے لیے سر گردان
اسقدر نیکو دماغ اب ہو کہان دل ہے کہان

کہ رہون نیچو و نیچو اب شبون کو رو تا
کاش مشتاق ترے مُنھ کا نہ اتنا ہوتا

اب تو جو کچھ ہو دل اُس ساتھ لگا بیٹھونگا
اسکے دروازے پر درویش ہو جا بیٹھونگا

ہاتھ واسوختہ ہو تجھسے لگا بیٹھونگا
آؤنگا بھی تو ترے پاس نہ آ بیٹھونگا

دور سے ایک نظر کرکے چلا جاؤن گا
سو بھی کتنے دنون پھر کا ہیکو مین آؤنگا

لاگ ہے جس سے وہی اُس سے رکھو قیل و قال
دلنشین اُسکی کرون خوب طرح کہنہ مقال

ساری محبا سے تئیں اُسکے کرون واقف حال
بعد ازان ترک کرون کھاکے قسم تیر اخیال

پھر کبھو وہم مین بھی گذرے نہ ملنا تیرا
جب نہ تب در پہ اسیکی رہے ماتھا میرا

لگ چلون اُس سے صبا کی سی طرح شام و سحر
اُسکے پاؤن تلے کی خاک کرون کحل البصر

روے گا رنگ سے اسکے نہ اُٹھے میری نظر
چپکے اسکے لب شیرین سے رہین دیدۂ تر

در ہی حال کی اس کیسوے برہم سے رہی

چھوٹ مجکو بھی تو غیرون کی ملاقات کی ہی
چھوڑے یہ تو تو پھر آزردگی کی بات کی ہی

جی نہ تڑپے گا مرا پھر دمری چھاتی جلے
دل نہ سینے مین مرے شام و سحر کوئی ملے

شکوہ ناکی سے زبان منہ مین زنہار ہلے
آئی چلنے کہین سی بولے لگ میرے گلے

زور سے بازو پہ اپنے ترے سر کو رکھا
دست گستاخ یہ لے تیری کمر کو رکھا

بس ہوس کیتون سے مل مل کے تو بدنام ہوا
بسکہ راتون کو رہا شہر مین ایام ہوا

کاسر گیسو سنکے مرتکب جسام ہوا
شوخ و شنگ تی دبدہ ضعیف آشام ہوا

طور پر میر عشرت کو ئی دن اچھے ہی
ایسے بدکار سے صحبت کوئی دن اچھے ہی

آیا گر غیر کے ملنے کی قسم کھاتا ہی
میر بھی حرف درشتانہ سے شرماتا ہی

ذوق ویسا ہی اسکا تو اسے بھاتا ہی
دلکو دار سوز سے منہ پر یہ سخن لاتا ہی

ورنہ مشتاق ہی سو جی سے جگر خستہ ہوا
کشتہ و مردہ ترا رفتہ و دل بستہ ہوا

مسدس

تا کہ وان نالہ و فریاد کیا کرتے ہم
اک طرف بیٹھ تجھے یاد کیا کرتے ہم

کب تلک ہاتھ سے خوبان جفا کار یدین
اہ فادار کے بدلے یہ ہمین خواری دین

تم کہو کہ تمہین یہ داد وفاداری دین
عشق بیچارہ جو کچھ ہو تو گنہگاری دین

قصد فریاد ہو گر بار تک انصاف کرین
پردے کو سنگ کر رودت سے ہمین صاف کرین

مست برس خاک عشاق کے ہم کیا کم تھے
حرف دیرینہ ہی یہ دیدے ہمارے نم تھے

موج سیلاب یہ آنسو کے گئے عالم تھے
یعنے اے ابر کسی عہد مین ہم ہی ہم تھے

غرم گردینکا آبادی سے گر اُٹھتے تھے
بیٹھ کر دشت مین طوفان ہی کر اُٹھتے تھے

کون تھا یان کہ تجھے دیکھ ندامت رکھے
یا مرے سر پہ نصیحت سے قیامت رکھے

میر صد سال خدا تجکو سلامت رکھے
تو نہوے نہ مجھے کر کے ملامت رکھے

ورنہ اب تک تو مری خاک بھی ہو جاتی ہوا
لگ گئی ہوتی تبرک کسیطرح باد صبا

مسدس

تنگ پوشی سے نہ محفوظ تمھین پاتے تھے
تنگ جامے جو سیے جاتے تو گھبراتے تھے

مسکی چوبی کبھو در پردہ تم آتے تھے
لپٹے دامن سے اُلٹ گھر ہی مین پھر جاتے تھے

یا تو اب کنی پھٹی مونڈھے چسے رہتے ہین
باہر اندر ہو کہین بند کسے رہتے ہین

شوق زینت سے نہ قہار ربط نرغنائیسے
دل نہ اتنا تھا لگا خوبے مرزائی سے

ابتو سو بار کمر بندھتی ہوا کلائی سے
دیکھتے رہتے ہو ترکیب ہے خود رائی سے

روسیہ آئینہ سے تمکو فراغت ہی نہین
سرمہ تیرہ درون سے کہین فرصت ہی نہین

شانہ اب ہاتھ مین لف بنا کرتی ہی
مستی دانتونمین کئی بار لگا کرتی ہی

پاس سرمے کی سلائی بھی رہا تی ہی
آنکھ رعنائی پہ اپنی ہی پڑا کرتی ہی

جان آنکھو نہین کسی کی ہو نظر تمکو نہین
غش کرے کوئی ستمدیدہ خبر تمکو نہین

کب گلی کوچہ نہین پھرتے تھے بے تم تنہا
پر تلا کاہیکو رہتا تھا گلے کا یون ہار

ساتھ خونخوار نہ پھرتے تھے نہ تم خونخوار
دم مین لاحق کسے یون جان نہ کہتے تھے مار

مایۂ فتنہ و پرخاش ہو اب تو

چھیڑی گالی دے اشارت کر چٹکی ماری
عشوہ و غمزہ و انداز بھلا دے سارے

زندگانی ہو مجھے ہاتھ سے اسکے دشوار
کوئی دن تو بھی پھرے جان پہ بنے بیزار

پھر نہیں ہر آن مین نسنے تجھے سو سو آزار
طنز و تعریض کنائی کی رہی اک بوچھار

جا کے ٹک سامنے اسکے تو بہت ترآوے
عرق شرم مین ڈوبا ہوا سب گھر آوے

دل و اسوختہ کو اپنے لیے جاتے ہین
غصے سے خون جگر اپنا پیے جاتے ہین

اپنی جا غیرون کو نا چار دیے جاتے ہین
ایکے یون جاتے نہین عہد کیے جاتے ہین

آویگا تو بھی منانے کو نہ آوینگے ہم
جان سے جاوینگے پیمان سے نجاوینگے ہم

باز گشت ایکی کسو طرح نہین ہی منظور
گو کہ دیر و حرم آوے رہ دور و دراز دور

جانا ٹھانا تو پھر آنے کا یہان کہان کور
جی سے اپنے بھی گذر جائی پر تا مقدور

منھ ادھر کر یے نہ جس جا سے بنے اٹھ جانا
قدر کھو دیوے ہی ہر بار کا آنا جانا

میرا اعراض بھی لوگون نے کیا ہی آگے
دل کے داسوز سے لوہو بھی پیا ہی آگے

خوبی رعنائی ہی مجکو بہت درصت ہی
اپنی ترکیب بنانے سے کمان فرصت ہی

چہرہ آرائی شب و روز ہی یہ صورت ہی
شانہ و زلف گتھی رہتی ہین یہ صورت ہی

سرمے سے آنکھ اٹھاوے تو مرا رو دیکھے
آرسی جھپڑے بھے ٹک تو ادھر تو دیکھے

محو کس رو ز تجھے پاتے تھے رعنائی کا
ذوق رہتا تھا تجھے کاہیکو خود رائی کا

کب کب آنچل رہے تھا ہاتھ مین کلائی کا
اتنا دل بستہ نہ تھا جامہ زیبائی کا

سرخ سنجاف نہ لگتی تھی نہ ہوتے تھے چاک
خون سے عشق کے مارونکے یہ دامن تھا پاک

ایسے اوباشو کی تقلید مین کب تھی آوے
تنگ چولی کی نہ رہتا تھا کبھی اتنا گرد

پاٹ دامن کے نہ ہوتے تھے رستا تھ کے سو
اتبو ہی تھہر تو ڈھیلے ہو مرا ک بھی جو

دررری کا بنا ہی کرے ٹھیک نہ جبتک سی لے
کاڑہی ناکے بیں سوئی کے کرے تانکے ڈھیلے

خط بھی آیا پہ مری تیری صفائی نہ ہوئی
کس گھڑی آنکے بیٹھے کہ لڑائی نہ ہوئی

اپنی سج دیکھنے سے مجکو رہائی نہ ہوئی
اک بلاجی کی ہوئی تنگ قبائی نہ ہوئی

رک گئے دیکھتے دس جا سے ترے سونڈھی چھپے

جی نہ نکلا اگر اسمیں تو کڑھا کریگا
مرثیہ اپنا کہیں بیٹھے کہا کریگا

مسدس

جاتی ہو شب نار و گنتی دنکو پھرتا ہوں خراب
کبتلک اس خاکدانمیں چرخ گرداں گو بگو لا پیچ و تاب
دات ٹرپتا ہو جدا جی کو جدا ہی اضطراب
ہر گھڑی تازہ تعب ہر دم نیا ہی اک عذاب

یا علی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

اب گرا جاتا ہوں چشم خلق سے مثل سحاب
دیکھیئے اس سے زیادہ خوار زار و خستہ حال
مرحمت کر مرحمت کر رنج سے مجکو نکال
کبتلک محزون رہونگا میں تا کجا کھینچونگا مال

یا علی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

کیا لکھے اعجاز تیرے نامۂ جادو شعار
توہی ہو ایک لیکن نام تیرے ہیں ہزار
وقت جب ہوتا ہی تنگ اے قدرت پروردگار
نام لے لے کر ترے کہتا ہی ہر اک یوں پکار

یا علی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

یا علی

یا علی یا ایلیا یا ابوالحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

غالبًا پہونچے ہم اب میر کہی برگ و ساز
آبلہ یک بن گیا ہی جملہ تن ہو کر گداز
شام کہتا ہی یہی رکھ خاک پر روے نیاز
صبح پڑھتا ہی یہی جائے دعا بعد از نماز

یا علی یا ایلیا یا ابوالحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

مسدس در منقبت

درویش جو ہین قصد و نخواہ کہین ہین
سالک جو ہین وے راہبر راہ کہین ہین
اک واقف اسرار دل آگاہ کہین ہین
ایک چرخ حقیقت کا تجھے ماہ کہین ہین

کیا مدح ہی یہ تجھے ہم شاہ کہین ہین
سچے ہین وہی لوگ جو اللہ کہین ہین

مذکور کہین نام ترا کام روا ہی
مشہور لقب ایک جگہ راہنما ہی
ہر ایک نے کچھ حسب خرد اپنی کہا ہی
سمجھا نہ کوئی یہ کہ حقیقت مین تو کیا ہی

کیا مدح ہی یہ تجھے ہم شاہ کہین ہین
سچے ہین وہی لوگ جو اللہ کہین ہین

مثنوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

یعقوب کا تھا کلبۂ احزاں تو غمخوار
یوسف کا ملک تھا ترے ہواچہ میں مددگار

رحمت کا فرشتہ ہو ترے لطف نے پالا
کی آتش نمرود ابراہیم پہ گلزار

کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

اٹھا ہے دو انگشت سے دروازۂ خیبر
چیرا ہے کس انداز سے گہوارۂ عمرو

کیا ہاتھ جب سے کہ گیا جان سے عنتر
ظاہر ہے کہ یاں تھا وہی ظاہر ہے وہی نر

کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

ثانی ترا پاتے نہیں تسلیم و رضا میں
ایوب سے ہو صبر ترا سا نہ بلا میں

مشہور سخاوت ہے تری شاہ گدا میں
تین خود کے تئیں بخش دیا راہ خدا میں

کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

اے وہ کہ تو ہے جان و جہاں سایۂ غالب
در پر ترے اکٹھے ہوں تری سیکڑوں طالب

اک بل میں ہے وا کرنے تو ان سب کے مطالب
ہم عاجز و عاجز ہیں تو ہے ہی غالب غالب

کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں

هر کسے چیزے بیادت در گلستان میکشد

آئی تھی ملاقات کی راہ اسکے ولے سود — تا چشم کنم باز شب وصل سحر سود

عمر گذاران برسر انصاف نیامد

جہان سے آئی کہ جانا ہی مجکو مجسے سن — یکے بگو رغریبان شہر سیری کن

ببین کہ نقش بلا ہا چہ باطل فتادہ است

اگرچہ آب دم آخر ہی لیکن اے غمخوار — بہجر زندہ ام آئینہ پیش من مگذار

جدا ازیار بخود رو برد شدن ستم است

ہی بھی جو کوئی یان سو نہین کی ہی دہ مانند — نیک و بد عالم ہمہ عنقا صفت انند

یعنے خبر از ہر کہ گر فتم خبرے بود

تمام شد مثلث میر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت بند

السّلام اے رازدار و اور جاں آفرین	السّلام اے لامکان کے حاکم مسند نشین
ذات تیری جون خدا کی ذات ہے والا صفات	بے شریک و بے عدیل و بے نظیر و بے قرین
یہ شرافت یہ سیادت یہ تقدس یہ کمال	یہ تنزہ یہ تعلی یہ تفوق ہے کہیں
تو ولی ہے تو وصی ہے تو علی ہے تو وہی	جس سے بالاتر تصور کیجیے تو کچھ نہیں
کیا تعقل کیا تحمل کیا تبحر کیا وقار	طفل مکتب درس گہ کا تیرے عقل اولین
سیّد برحق شریف النفس فخر روزگار	باعث عز مسیہر و موجب فخر زمین

	بار بی برگے گران ہی اور مین ہون ناتوان
	بے نسیم فیض تیری اس چمن مین مین کہان

بند سوم

اے شہ خوبی نسب والا حسب عالی تبار	جملہ تن عزت سراپا دُر و یکسر اعتبار
اللہ اللہ بازو قدرو قدرت دیدنی	دیکھنے کی جا ہے حشمت سیر قابل قندار
قدس کے باشندگان کا ناز تیرے ذات پہ	نوع انسان کا تمامی تیرے اوپر افتخار
طلع خیبر مرگ اژدر کھینچنا خورشید کا	ہین فسانے روز کے تیرے جہانمین یادگار
جھک گئے گردن کشونکے سر جہانمین نے کہا	لا فتا الا علی لا سیف الا ذوالفقار
تو کہے جا روب تھی میدان کین کی تیری تیغ	جسکے نکلے نے خس و خاشاک کے گرد و غبار
تو نے چھیڑا ہی اگر مرکب کو اپنے نکتکان	تو ہوا ہی اُس دش اس باد پیما کا گذار
جون کوئی بجلی چمک جاتی ہی گاہی پیش چشم	پھر کھلے پر آنکھ کے رہ جاتے ہین حیران کار
گوشہ محراب مین انتونے تئین رونے سی کام	روز میدان سایۂ شمشیر مین ہنسا شعار
کیا چھپے ہی کچھ شخصیت جو مین ظاہر کرون	پر ترے اوصاف سے ہین قرطہ شہ دو دیار
ہو گہر بخشی سے تیری ابر نیسان یکطرف	ہی کف ہمت کے آگے تیرے دریا یک کنار
مہربان ہو یک نظر اس چشم نم کی اور دیکھ	دیکھ مت میری طرف اپنے کرم کی اور دیکھ

لطف بے پایان ہی تیرا سایہ گستر خلق کا
ایک تابش اپنے ذرے پر بھی کر اے آفتاب
ہو جہان تیری ثنا خوان ہر دو بھی کیا شمار
جب برسے تو قطرے گنتی مین کب وصاف کے
فتح و صحت دامن دولت کی تیری کیا کرون
بخش دے قوم و تبھی کی ہی اصل ثناب
تیری ہمت تیری حرات تیرا قوت تیرا فر
تو ہی تو ہے تو ہی تو ہے تو ہی تو ہے اپنی اور

زور ایسا کاسیکو با لقوہ کا نسان ہی	چیرہ ہووے تو ملا دیوے زمین آسمان
گرچہ عالم دیدہ حضرت خضر بھی ہین آدمی	پر نہین ہی انکو مطلق بانکی صحبت کا دھیان
تجھپہ ظل اللہ کا اطلاق سایہ سے راست ہی	چتر ہی خورشید تیرا چرخ تیرا اسائبان
شیر ہونا تیرا کیا سمجھے بر اخفش ہر شیخ	قشعریری مین سدا رہتا ہی یہ بیان
سن طلسمات جہانکے سب عیان ہین تجھپہ راز	حاصل کون و مکان تو واقف راز نہان
نور سے تو ماہ کامل قدر سے چرخ برین	حلم تیرا کوہ تیرا علم بحر بیکران
کیا تسلط کیا تحمل کیا تمول کیا شکوہ	تو جہان ہو ایک تن گویا کہ ہین دونون جہان

یہ طرح پاتے ہین تجھ مین سب رسول اللہ کے
شبہ ہی نام خدا تو اب رسول اللہ کے

بند ششم

ای چراغ جملہ نور خاندان مصطفے	ای مرے والی مری معبود ہی نام خدا
ہی تو تو مخلوق لیکن عقل مین آتا نہین	دیکھکر اندیشہ تجھکو عرش پر جاتا رہا
تو جہان ہی اس جگہ کیا آسمانکی قدر ہی	قدر تیری ہی جہان دان گفتگو کو قدر کیا
گاہ احمد گہ احد گاہے علی پایا تجھے	ہر زمانہ مین ہر مکان مین شان تھی تیری جدا
فرط عشق اپنی سے کیا حرف و سخن ابکام جان	تو ہماری آرزو ہی تو ہمارا مدعا

فلک نے پیش کی طرح غزل کی طرح
بنا کے صفحۂ کاغذ پہ نقش کیا خط

مطلع ثانی

تو خریداری کرے ملک بھی تو قیمت ہو دو چند
یعنے ہو وے جنس کا سد پس قبول خاص و عام

سو خدا ناکردہ ہمچشمے نہین کرتا حقیر
آرزو ہوتی نہین ہے غیب کی ایمان میر

قصیدہ در مدح نواب آصف الدولہ بہادر

ہوا کیے ہین زبس شکوۂ فلک تحریر
سیہی کاغذِ مشقی کے رنگ لوحِ ضمیر

کروں نہ شکر جفا ہاے آسمان کیونکر
مرے خرابی مین ان نے نہ کی کسو تقصیر

دیا ہزارون کو دست ان نے خانہ ساز کیا
دل شکستہ کو میرے کیا نہ یک تعمیر

جو مین نے چاہا کہ جلد اپنا کام کر لیجے تمام
تو روسیاہ نے اُس کام مین بھی کی تاخیر

سیا تھا چشم طمع کو مین اک سحر اسپر
سو جام خون دیا ان نے جاے کاسۂ سیر

دماغ رفتہ شگفتن سے آشنا نہ ہوا
کہ اس چمن مین نہ کھا ان نے غنچہ سان لگیر

در قبول سے نا امید پہونچی میری دعا
پھر آیا عرش سے نالے کو میرے بے تاثیر

ندیکھا صفحہ عالم کو مین کہ ان نے رکھا
ہمیشہ اپنا ہی حیران کار جون تصویر

براے یک لب نان مجھ ضعیف کو ان نے
ہلال وار کیا سارے شہر مین تشہیر

فلک کے شکوہ مین تھا مین کہ ہمنشین بولا
کہ اے جوان ستم کشتۂ سپہر پیر

غزل نہ لطف کی اکثر نے میر صاحب کے
سنی نہ ہمنے کوئی آشیانہ سوز صفیر

مطلع سوم

قتل پر مرے ہوا ہے وہ دماغ خام کا
کیا پری رخ مین کھلا ہے ناتوان کو تقصیر

تمام قدرت و اصف صفت سلیمان جاہ
سوا دولت و فتح و ظفر و بخشش و دشمن گیر

فلک

فلک شکوہ ستارہ چشم خدیو جہان — ترے حلال کو کس لفظون مین کرون تعمیر
زہے حشمت وجاہ و جلال قدر رفیع — کہ تیرے حکم کے آگے ہو سہل امر خطیر
ترے محرر دفتر کا ہو سدا محتاج — جہان مین شہرہ عطارد جو ہو فلک کا دبیر
زہے علو مراتب کہ در پہ باز بنائے — ہزار بار اگر چرخ مارے چرخ اثیر
شریک مشورۂ کارخانۂ عالم — کیا ہو بجھکو قضا و قدر مین تیرے مشیر
روان ہو صبح کا گر مرکب صفر پیکر — تو نا بشام کرے روم و شام تک تسخیر
کف سخا کی تری ریزش کرم کے حضور — گیا ہو قطرہ زنان شرم گین ہوا بر مطیر
ہم کو تیری بیان کیا کرون کرامی وضع — ہوئے ہین خلق تری بخششی کو تاج و سریر
کرون مین عرض سو کیا ہفت گنج خسرو کو — کہ تیرے بخش دیے کے نہین ہین عشر و عشیر
لکھون سو کیا تری خدام کی سخاوت کو — بناو سے وقت دہش تہ قلیل و کثیر
ثبات حرف کو تیرے قلم کی کیا لکھیے — کہے تو خامۂ فولاد سے کیا تحریر
برات روزی کسو کی شرف کو دے بخط کی — پہونچتی ہو تو نہین مٹتی جو ہو خط تقدیر
نہین ہو شہر مین نام و نشان منہیات — رہی ہو نے کوئی جنگل مین سو رہے حصیر
مزاج رفع پہ بدعت کی ہو تو نہ اٹھی — صدائے نے کا تو کیا ذکر ہو قلم کی صریر
نسق کو کام تو فرماوے ایک آن اگر — تو پھر زمانہ قیامت تلک بنا دے تغیر

قطعہ

قطعہ در تعریف اسپ وزیر زمان آصف دوران نواب آصف الدّولہ بہادر

وزیر زمان نے لیا ایک اسپ — کہ ہی رشک گلگون با دبہار
نظر پوست سے اُسکے آتا ہی خون — کیا جلد پر اُسکے گل کو نثار
اُڑا کر اُسے بار ہا سیر کی — نہ نکلا کبھو ابلق روزگار
کروں اُسکی کیا تیز گامی کی شرح — ہرن اسپ شمشیر سے ہو شکار
ٹک اک تسمسا دے حور اکب تو پھر — نہیں اُسکو راتون مین ہر گز قرار
جہان باگ اچک جائے محبوب کی — عنان دل اُسکی ہی پھر اختیار
کرے عزم ابدکا ازل سے اگر — وہ جانباز جو اسپہ ہو دے سوار
کہے اسکو کر چھیڑ لیکہ کہان — تو یہ باد پیمان کرے یون گذار
کہ لیکے قدم گرد جو اُٹھ چلے — نہ پھرنے تک اسکے وہ بیٹھے غبار

غرض اسپ ہی یا چھلاوا ہی میر
رہین زبرزان اُسکے ایسے ہزار

قطعہ در تہنیت صحت

قطعہ

ختم ہوئے یان یہ مضامین چست
میر کی تصنیف ہی نادر کلام

دیکھے ہین اُستادونکے دیوان بہت
پر یہ ہی مقبول خواص و عوام

سب سے نرالی ہی یہ شیرین زبان
کرتی ہو بس قند و شکر کا یہ کام

نسخہ ہی یہ جانسے زیادہ عزیز
پیش نظر رکھتے ہین سب صبح و شام

حق سے دعا ہی یہی اسکے لیے
ہووے یہ مقبول خواطر مدام

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغاز مثنوی مسمے بشعلۂ شوق

محبت نے ظلمت سے کاڑھا ہے نور
نہ ہوتی محبت نہ ہوتا ظہور

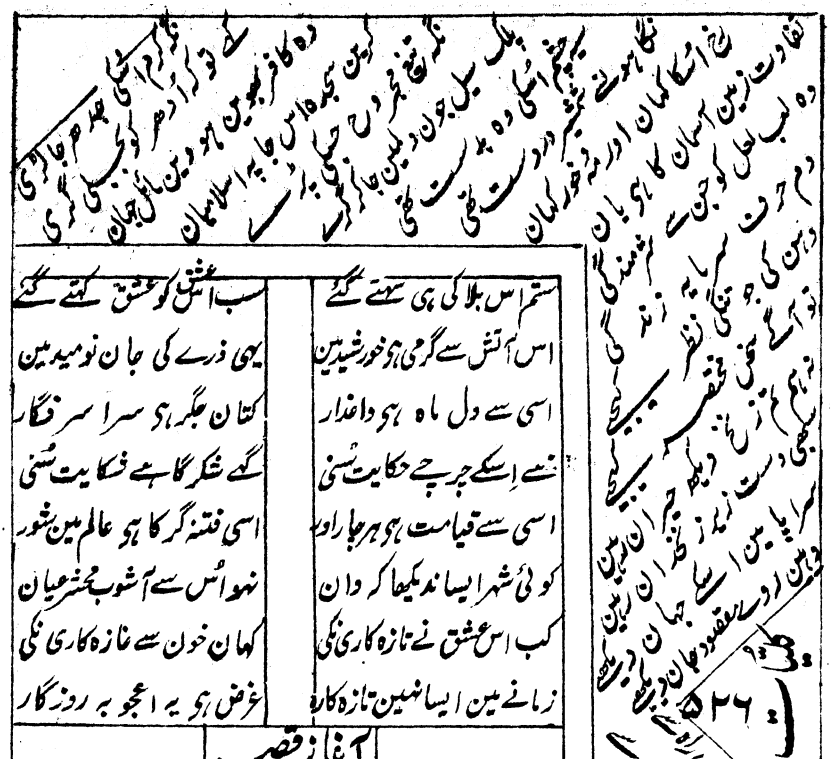
محبت سبب محبت سبب
محبت سے آتے ہیں کار عجب

محبت بن اس جا نہ آیا کوئی
محبت سے خالی نہ پایا کوئی

محبت ہی اس کارخانے میں ہے
محبت سے سب کچھ زمانے میں ہے

محبت سے گویا ہوا ہے فراغ
محبت نے کیا کیا دکھائے ہیں داغ

محبت اگر کارپرداز ہو
دلوں کے تئیں سوز سے ساز ہو



ستم اس بلا کی ہی سہتے گئے
سب اس عشق کو عشق کہتے گئے

اس آتش سے گرمی ہی خورشید مین
یہی ذرے کی جان نومید مین

اسی سے دل ماہ ہی داغدار
کتان جگر ہی سراسر فگار

نسے اسکے چرچے حکایت سنی
گئے شکر گاہے شکایت سنی

اسی سے قیامت ہی ہر جا رہ
اسی فتنہ گر کا ہی عالم مین شور

کوئی شہر ایسا نہ دیکھا کہ وان
نہو اُس سے آشوب محشر عیان

کب اس عشق نے تازہ کاری نکی
کہان خون سے غازہ کاری نکی

زمانے مین ایسا نہین تازہ کار
غرض ہی یہ اعجوبہ روزگار

آغاز قصہ

عجب کام سنیے مین اس سے ہوا
عجب اہل عالم کو جس سے ہوا

کہ وان اک جوان تھا پرمار نام
خوش اندام و خوش قامت و خوش خرام

جوانی کے گلشن کا وہ آب و رنگ
گلستان پہ کام اُسکی خوبی سے تنگ

جدھر نکلے رنگین ادائی کے ساتھ
چلے جائین جی خوش نمائی کے ساتھ

کھلے بال چلتا تھا وہ سرو ناز
قد مبوس کو آتی عمر دراز

جدھر کو وہ ٹک گرم رفتار ہو
قیامت اُدھر سے نمودار ہو

کوئی دل ستم کشتہ اک نگاہ | کوئی جان ہوئی خون یہ موقوف آہ
کسو پر فسون گردش چشم کا | کسو پر غضب غمزہ و خشم کا
کوئی دست بر دل کوئی بیقرار | کوئی بیخبر کوئی بے اختیار
انھون مین سے اک عاشق زار تھا | اُس آفت کو اُس سے سروکار تھا
محبت مین تھا جذب کامل اُسے | مراد دل اپنی تھی حاصل اُسے
شب و روز ہم بستر کام دل | ہمیشہ ہم آغوش آرام دل
دم اسکے عین بہان تک تھی تاثیر تھی | کہ صحبت اس آتش در گیر تھی
ہم ربط چسپان ہم اختلاط | نہ کم ہوتی گرمی نہ کم اختلاط
مرے کوئی غم سے کوئی ہو ہلاک | وہ شعلہ اُسے خس سے رکھتا پاک
کہان حسن مین تھا وفا کا یہ پاس | یہ سینے کہ ہیگا خلاف قیاس
بہت سے بہت اُسکا مالوف تھا | اُسی کی تسلی سے مصروف تھا
کہ ناگہ وہ ولبر ہوا کد خدا | رہا اپنے عاشق سے چندے جدا
زن و شو مین اخلاص باہم ہوا | اُس آشفتہ سے رابطہ کم ہوا
نگاہین ہم دلمین کاوش کرین | سخن سے وفا مین تراوش کرین
ہوا ربط چسپان ہم اسقدر | کہ دشوار اُٹھے ہمدگر یک نظر

یہ سنکر کہا اُس دل افگار نے
ستم کشتۂ جوری یار نے

کہ مجھکو نہین تیری باتین قبول
یہ مکر زنان ہی تو اپنر نہ بھول

وفا کتنے ان ناقصون مین سے کی
موا شوے کسکا کہ وہ پھر نہ جی

یہ ظاہر مین ہر چند ہون رشک ماہ
ولیکن ہین باطن مین مار سیاہ

خدا کرسے انکے وے ہی خبر
نہین اُنسے کوئی فریبندہ تر

جہان مین فریب اُنکا مشہور ہی
زبانون پہ مکر انکا مذکور ہی

بے امتحان عاقبت یک نفر
مقرر ہوا تا کہ جا اُسکے گھر

گھے غرق دریا ہوا پر سرام
ہوئی زندگانیکی صبح اسکی شام

گیا تھا نہانے کو وقت سحر
سو ڈوبا وہ خورشید روشن گہر

کیا موج دریانے سر سے گذار
اُٹھا طبع نازک سے اسکے غبار

وہ گیسو جو بکھرے تھے بالائے آب
سوا اب ہی موج دریا کو ہی پیچ و تاب

پھرین تھین جوے انکھڑیان آب مین
سوے گرد شین اب ہین گرداب مین

تمنا مین تھے جسکے سب دل فگار
سو دریا کو اب ہی وہ بوس و کنار

نہ سمجھا وہ نافہم اسرار عشق
نہ سوچا وہ ناتجربہ کار عشق

کہا غرق دریا ہوا پر سرام
ہوا کام اُس رشک مہ کا تمام

اُٹھا بیخود و بے خرد بے حواس — گرا آکے اُس پیکر مردہ پاس

لگا کہنے اے مایۂ زندگی — مجھے مُنھ سے تیرے ہی شرمندگی

کیا جلد رخت سفر تو نے بار — نہ میرا کیا آہ ٹک انتظار

نہ میری سُنی کچھ نہ اپنی کہی — مرے تیرے دونوں کے جی مین ہی

زمین پر سے آخر اُٹھایا اُسے — لب آب جا کر جلایا اُسے

جب آگ اُسکے پیکر پہ سب چھا گئی — محبّت عجب داغ دکھلا گئی

یہ سرگرم فریاد و زاری ہوا — لہو اُسکی آنکھوں سے جاری ہوا

جگر غم مین یک لخت خون ہو گیا — رکا دل کہ آخر جنون ہو گیا

گئے ہوش و صبر اسکے ایکبارگی — طبیعت مین آئی اک آوارگی

سراسیمگی سے بگولا ہوا — پھرے اسطرح جیسے بھولا ہوا

نہ جی کو تسلی نہ دل کو قرار — کف غم مین سررشتہ اختیار

کبھو یاد کر اُسکو نالان رہے — کبھو ٹک جو بھولے تو حیران رہے

کبھو یان کبھو وان بحال خراب — وہی بیقراری وہی اضطراب

رہے گھر تو آشوب بگہ وہ گلی — چمن مین جو لیجا مین تو بیکلی

کبھو متصل ہونٹھ پر آہ سرد — کبھو دست بر دل کہ دلمین ہی درد

معشوقہ جانا نہین کل کو ہمارے گھر
بیحشت ہی اندوہ جان سوز
نہین طاقت ضبط ہمکو تنک
بہت دیر ملتا ہے نان و نمک
بہت تشنگی سے پریشان ہون
کہون کیا کمی سے جہان ہون
اُٹھاتا ہون مین اس طرح شام کو
کہ یک شبانہ مین اس جسم داغدار کو
فلک سے اُترتا ہے نور تند و تیز
کہ جیسے کہ دریا مین گرتا ہے برق
کبھی سوے دریا بھی ہے کنارے پر
کبھی موج دریا ہے پھر کنارے پر
نہ پوچھ کام اسکے مین جو ہے
کیا عشق علم مین بھی ہے
کیا

گیا وہ یہ کہکر سوے آسمان | رہے ہی مجھے رات دن خوف جان
سُنا حال شعلہ کا صیاد سے | دھوان ایک اُٹھا جان ناشاد سے
ہوا شعلۂ شوق دل سے بلند | رہا لوٹتا آگ مین جون سپند
گئی رات جون تون ہوئی صبح جب | زیادہ ہوئی عشق کی تاب تب
محبت نے کی اشتعالک کردہ | سراسیمہ آیا چلا اس جگہ
جہان سے اُٹھی تھی یہ آتش سلگ | پھر اُسکے جگر کو لگی گھر کو لگ
تبسم کنان وان پہ اُن نے کہا | کہ کلفت مین غم کی بہت مین رہا
چلو سیل گشتی کو ہنگام شب | لب آب خالی کرین دلکو سب
ہوا سو ہوا یو نہین تقدیر تھی | جہان سوز اُلفت کی تاثیر تھی
نہوتے جو دلگیر یان متصل | نہوتی یہ آتش کبھو مشتعل
کیان عقل کی اُن نے باتین جوان | وہ عاشق جو تھا وہ پئے امتحان
لگا کہنے یہ آرزو تھی مجھے | کہ اک روز ہشیار دیکھون مجھے
سو یہ دن خدا نے دکھایا مجھے | سخن تیرے مُنھ کا سُنایا مجھے
ندامت سے ہو تنگ شاہد ہین سب | گرفتار ہون مین بحال عجب
نہ خجلت سے رو ہی جو کچھ مین کہون | نہ قدرت اجل پر کہ مر بھی رہون

کہ ہو کر فروغ اک سوے آسمان
تڑپنے لگا جیسے تشنہ بجان

کوئی دم مین دریا پہ آیا فرود
ہوا نیزہ بالا سبھون کا نمود

لب آب دو شعلۂ جان گداز
تڑپ کر بہت باز بان دراز

پکارا کہان ہی پرسرام تو
محبت کا مالک دلیکو انجام تو

کہ مین جملہ تن آتش تیز ہون
دل گرم سے شعلہ انگیز ہون

بھڑکتی ہی جب آگ دل کی مری
لب آب اترون ہون غم مین تری

مگر سوزش دل ہو کم آب سے
بجھے جی مرا اس تپ و تاب سے

سو یہ آب رکھتا ہی روغن کا کام
کیا عشق نے آہ دشمن کا کام

یہ بیتاب سُنکر ہوا بیقرار
سیفنے سے اوترا بصد اضطرار

ہوا ہمدم اس آتش انگیز سے
کہا اُس بلاے دل آویز سے

کہ مین ہون پرسرام خانہ خراب
مرا دل بھی اس آگ سے ہی کباب

مرے بھی جگر مین یہی سوز ہی
یہی مجکو جلنا شب و روز ہی

محبت تری برق خرمن ہوئی
تری دشمنی جی کی دشمن ہوئی

سخن مختصر کچھ وہ شعلہ جلا
کچھ اک اپنی جاگر سے دیکر چلا

بہم گرمجوشی سے یک جا ہوئے
کہ گذری تھی مدت بھی تنہا ہوئے

خصوصًا وہ عاشق ہوا پر خجل | ندامت ہوئی یہ جسے متصل
نتھا اگلی خجلت ہی سے روے حرف | ہوا دوسرا ماجراے شگرف
تفکر کے دریا مین ڈوبا ہوا | کنارے پہ بیٹھا تھا روتا ہوا
کہ پوچھینگے جو اسکے واماندگان | تو یہ واقعہ کیا کرونگا بیان
کہون کیونکر یکبارہ وہ جل گیا | کفِ خاک ہو خاک مین ملگیا
کھنچی جرم کو بیگنا ہی مری | ہوئی شہر مین رسوا ہی مری
وہ شعلہ جلاتا مجھے کاشکے | لیے ساتھ جاتا مجھے کاشکے

مقولہ شاعر

اگر ہی یہ قصہ بھی حیرت فزا | ولے میر یہ عشق ہی بد بلا
بہت جی جلائے ہین اس عشق نے | بہت گھر لٹائے ہین اس عشق نے
فسانون سے اسکے لبالب ہی دہر | جلائے ہین اس تند آتش نے شہر

محبت نہو کاش مخلوق کو
نچھوڑے یہ عاشق نہ معشوق کو

تمام شد

۵۳۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱ مثنوی دریاے عشق

عشق ہی تازہ کار تازہ خیال
ہر جگہ اسکی اک نئی ہی چال

دل مین جا کر کہین تو درد ہوا
کہین سینے مین آہ سرد ہوا

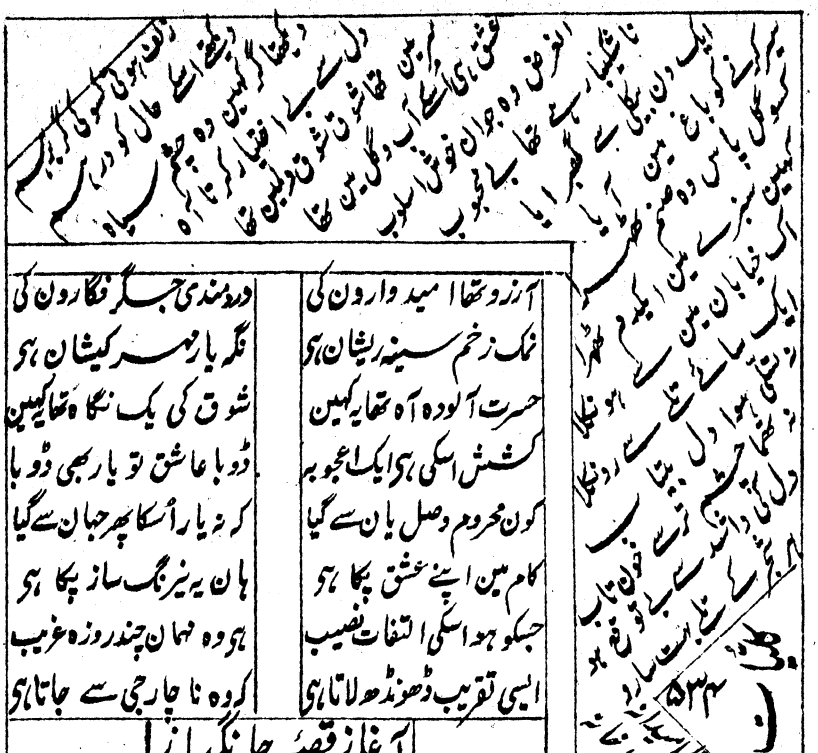
کہین آنکھون سے خون ہو کے بہا
کہین سر مین جنون ہو کے رہا

کہین رونا ہوا ندامت کا
کہین ہنسنا ہوا جراحت کا

گہ تمک اسکو داغ کا پایا
گہ پتنگا چراغ کا پایا

وان طپیدن ہوا جگر کے بیچ
یان تبسم ہی زخم تر کے بیچ

ایک آنسو کی بیکراں ہی بہا
ایک دل مین ہزار جان آرزو



آرزو تھا امیدواروں کی | دردمندی جگر فگاروں کی
نمک زخم سینہ ریشاں ہی | نگہ یار مہرکیشاں ہی
حسرت آلودہ آہ تھا یہ کہیں | شوق کی یک نگاہ تھا یہ کہیں
کشش اسکی ہی ایک اعجوبہ | ڈوبا عاشق تو یار بھی ڈوبا
کون محروم وصل یاں سے گیا | کہ نہ یار اُسکا پھر جہاں سے گیا
کام میں اپنے عشق پکا ہی | ہاں یہ نیرنگ ساز پکا ہی
جسکو ہو اسکی التفات نصیب | ہی وہ نہاں چندروزہ غریب
ایسی تقریب ڈھونڈھ لاتا ہی | کہ وہ ناچار جی سے جاتا ہی

آغاز قصۂ جانگداز

ایک جا اک جوان رعنا تھا | لالہ رخسار سرو بالا تھا
عشق رکھتا تھا اُسکی چھاتی گرم | دل وہ رکھتا تھا موم سے بھی نرم
شوق تھا اسکو صورت خوش سے | اُنس رکھتا تھا وضع دلکش سے
تھا طرحدار آپ بھی لیکن | رہ نہ سکتا تھا اچھی صورت بن
کوئی ترکیب اگر نظر آتی | صورت حال اور ہو جاتی
دیکھتا گر وہ کوئی خوش پرکار | رہتا خمیازہ کش ہی لیل و نہار

وہ نور کھتی نہ تھی خیال اُسکا
بیطرح ہووے گو کہ حال اُسکا

جھاڑ دامن کے تئین وہ مہ پارہ
اُٹھ گئی سامنے سے یکبارہ

وہ گئی اُسکے سر بلا آئی
خاک بیمن مل گئی وہ رعنائی

دلپہ کرنے لگا طپیدن ناز
رنگ چہرے سے کر چلا پرواز

ہاتھ جانے لگا گریبان تک
چاک کے پھیلے پانوں دامان تک

طبع نے اک جنون کیا پیدا
اشک نے رنگ خون کیا پیدا

سوزش دل نے جی مین جاگہ کی
داغ نے آ جگر کو آتش دی

بستر خاک پر گرا وہ زار
درد کا گھر ہوا دل بیمار

خاطر افگار خار خار ہوئی
جان تمنا کش نگار ہوئی

اُسکے منہ پر پڑی جو اسکی نگاہ
نا امیدی کے ساتھی سرکی آہ

خود ہوئی نالۂ حزین کے ساتھ
رابطہ آہ آتشین کے ساتھ

نیند سوکھے تو خون ناب ملا
خواب و خورد دونون کو جواب ملا

خلق اُسکی ہوئی تماشائی
پر جو وہ دیکھنے کبھو آئی

کچھ کہا گر کسو نے شفقت سے
رو دیا اُن نے ایک حسرت سے

جا کے اُسکے قریب در بیٹھا
قصد مرنے کا اپنے کر بیٹھا

ایکدم آہ سرد بھرا دھنا — نالۂ گرم گاہ گہرا دھنا
جی مین کہتا کہ آہ مشکل ہی — اسطرف یک نگاہ مشکل ہی
دوست کو میرے نام ہی ہی تنگ — دشمنون سے ہی جی پہ عرصہ تنگ
چشم تر سے لہو بہا کرنا — صبح کے باد سے کہا کرنا
کاے نسیم سحر یہ اُس سے کہ — مت تغافل کرا اور غافل رہ
اُن بلاؤن مین کوئی کیونکہ جیے — جان پر آ بنی ہی تیرے لیے
جان دون تیرے واسطے سو تو — آنکھ اٹھاکر ادھر نہ دیکھے کبھو
رفتہ رفتہ ہوا ہون سودائی — دور پہونچی ہی میری رسوائی
نام کو بھی ترے نجانا آہ — تجھسے کیونکر سخن کی نکلی راہ
نا امیدانہ گر کرون ہون نگاہ — دیکھتا ہون ہزار روز سیاہ
سخت مشکل ہی سخت ہی بیداد — ایک مین خون گرفتہ سو جلاد
کوئی مشفق نہین کہ ہووے شفیق — بیکسی بن نہین ہی کوئی رفیق
نالہ ہوتا ہی گاہ گاہ دل جو — گریہ آنسو سے پونچھتا ہی کبھو
آہ جو ہمدمی سے کرتی ہی — ابتو وہ بھی کمی سی کرتی ہی
چشم رکھتا ہی وصل کی یہ دل — جی ہی اس سے اسیر آب و گل

سب محافے مین اُسکو کرکے سوار | ساتھ دی ایک دایۂ غدار
پار دریا کے جلد رخصت کی | اس طرح فکر رفع تہمت کی
گھر تھا اک آشنا کا مد نگاہ | وان ہوروپوش تا یہ غیرت ماہ
ہووے جب اس بلا سے خاطر جمع | نور افزاے خانہ ہون جون شمع
گھر سے باہر محافہ جب نکلا | اس جوان پاس ہوکے تب نکلا
طیش دل سے ہوکے یہ آگاہ | ہولیا ساتھ اُسکے بھر کر آہ
وان کے رہنے سے اُسکو کام نتھا | وہ گلے اُسکا کچھ مقام نتھا
جس سے جی کو کمال ہو اُلفت | جس سے دلکی درست ہو نسبت
جنبش اُسکی پلک کو گردان ہو | دل مین یان کا وش نمایان ہو
وان اگر ہو شکست کا سو باب | یان رگ جان کو ہووے پیچ وتاب
وان اگر پاؤن مین لگے ہو خار | دل سے یان سر نکالی ہو یکبار
یار کو درد چشم گر ہووے | چشم عاشق لہو مین تر ہووے
چاک دامن ہین وان پے رینت | یان گریبان ہو چاک گل کی صفت
وان دہن تنگ یان ہو دلتنگی | حسن اور عشق مین ہو یکرنگی
دست افشان وہ یان کو یان یہ | تھا محافے کے ساتھ گرمرہ

ناز و خوبی نے دل دیا نہ تجھے — رحم سے آشنا کیا نہ مجھے
اب تغافل نہ کر تلطف کر — حال پر میرے ٹک تاسف کر
گوش زد ایسے ہوئے یہ سخن — تھے وہ اُستاد کار حیلۂ و فن
پاس اُسکو بُلا تسلی کی — وعدہ وصل سے تشفی دی
کاے ستم دیدۂ غم دودی — ہو چکا اب زمانہ مہجوری
زار نالے نہ کر شکیبا ہو — عشق کا راز تا نہ رسوا ہو
دل قوی رکھ نہ جی کو کاہش دے — چل کوئی دم کو وا دخواہش لے
سخت دل تنگ تھی یہ غیرت ماہ — قطع تجھ بن نہو سکے تھی راہ
گرچہ یہ حسن اتفاق سے ہی — اُسکی بھی جذب اشتیاق سے ہی
ترے آنے سے دل کشادہ ہوا — تشنۂ دوستی زیادہ ہوا
بزم عشرت کرینگے باہم ساز — ہو جیو تو اب اپنے دوست کا دماز
دیکر اسکو فریب ساتھ لیا — دل عاشق کو اپنے ہاتھ لیا
لیک در پردہ اُن نے یہ ٹھانی — کیجے اس سے خصمی جانی
یہ تو دل تفتۂ محبت تھا — سخت دار فتۂ محبت تھا
وقت نزدیک تھا جو آ پہونچا — تا سر آب پا بپا پہونچا

بے خبر کار عشق کی تہ سے
جست کی اُن نے اپنی جاگہ سے

تھا سفینے مین یا کہ دریا مین
موج زنجیر ہو گئی پا مین

کھچ گیا قعر گو یہ گوہر ناب
تھی کشش عشق کی مگر تہ آب

کہتے ہین ڈوبتے اُچھلتے ہین
ڈوبے ایسے کوئی نکلتے ہین

ڈوبے جو یان کہین وہ جا نکلے
غرق دریاے عشق کیا نکلے

عشق نے آہ کھو دیا اُسکو
آخر آخر ڈبو دیا اُسکو

جبکہ دریا مین ڈوب کر وہ جوان
کھو گیا گوہر گرامی جان

دایۂ حیلہ گر ہوئی دلشاد
وان سے کشتی چلی برنگ باد

خار خار دلی سے فارغ ہو
لیگئی پار اُس گل نو کو

یہ نہ سمجھی کہ عشق آفت ہی
فتنہ سازی مین اک قیامت ہی

خاک ہو کیون نہ عاشق بیدل
کام سے اپنے یہ نہین غافل

وصل جیتے نہو میسر اگر
لاوے معشوق کو یہ تربت پر

یان سے عاشق اگر گئے ناشاد
خاک خوبان بھی ان نے کی برباد

قصہ کوتاہ بعد ایک ہفتہ
آئی وہ رشک مہر خود رفتہ

کہنے لگی کہ اب تو اے دایہ
ہو گیا غرق وہ فرو مایہ

جس کسوسے یہ پیار رکھتا ہی
عاقبت اسکو مار رکھتا ہی

جذب سے اپنے جب کری ہی کام
عاشق مردہ سے بھی لے ہی کام

صبح گاہان وہ غیرت خورشید
اس جگہ سے روان ہوئی نومید

پہونچے نصف النہار دریا پر
روئی بے اختیار دریا پر

حد سے افزون جو بیقرار ہوئی
دایہ کشتی مین لے سوار ہوئی

حرف زن یون ہوئی کہ اے دایہ
یان گرا تھا کہان وہ کم مایہ

موج سے تھا کدھر کو ہم آغوش
تھا تلاطم سے کسطرف ہمدوش

تجکو آیا نظر کہان آکر
پھر جو ڈوبا تو کس جگہ جاکر

مجکو دیجو نشان اُس جا کا
مین بھی دیکھون خروش دریا کا

ہون مین نا آشنائے سیر آب
ناشناسائے موجۂ گرداب

لجہ کیا لطمہ کسکو کہتے ہین
گھر مین ہم نام سنتے رہتے ہین

ہین میسر کہان یہ سیر عبور
اتفاقی مین اسطرح کے اُمور

مکر مین گرچہ دایہ تھی کامل
لیکہ تہ سے سخن کے تھی غافل

یہ نہ سمجھی کہ ہی فریب عشق
ہی یہ سہ پارہ ناشکیب عشق

بیچ دریا کے جا کہا یہ حرف
یان ہوا تھا وہ ماجرائے شگرف

جالدارون سے سب نے کام لیا | آفران کو اسیر دام کیا
نکلے باہر دلے موے نکلے | دونون دست وبغل ہوئے نکلے
ربط حیسپان بہم ہو پیدا تھا | مرگئے پر بھی شوق پیدا تھا
ایک کا ہاتھ ایک کے بالین | ایک کے لب سے ایک تو تسکین
جو نظر ان کو آن کرتے تھے | ایک قالب گمان کرتے تھے
کیا لکھون مل رہی وہ وصلی وار | ہمدگر سے جدا ہوے دشوار
کیون نہ دفعوار ہو ہمارا فصل | جان دیدے ہوا ہو جنکا دیل
حیرتِ کار عشق سے مردم | شکل تصویر آپ مین تھے گم

مقولہ شاعر

میرا اب شاعری کو کر موقوف | عشق ہے ایک فتنۂ معروف
قدرت اپنی جہان دکھاتا ہے | اسے جو تو کہے سو آتا ہے
کتنی وسعت تری بیانین ہے | کتنی طاقت تری زبانین ہے

لب پہ اب مہر خامشی بہتر
یان سخن کی فرا مشی بہتر

تمام شد

اگر ٹک بھی اٹکا تو مارا گیا
پڑے حیکڑون چھاند چارا گیا

وگر سرکشی سے کنارِ ستادگی
تو پیش آئی اک طرفہ افتادگی

پہاڑ ایک ہاتھی مقابل ہوا
بزور آمد و شد کا حائل ہوا

جٹے دونون وہ دیو میدان مین
اٹھا شور محشر بیابان مین

جہان دونون فیلونکی تھی نرفی
شتر مرغ سے وان نہ ہو پرزنی

جو اسکی مار کھانے پہ اکڑا رہا
کیے روز رسون سے جکڑا رہا

رہے کسطح پھٹ گیا تھا جگر
مواد و پہر مین لہو موت کر

مگر سرکشی سے نہ اپنی ہٹا
نہ میدان مین ٹک وہ ٹک گھٹا

اشارہ ہوا اُسکے چورنگ کا
سبھون کو ارادہ ہوا جنگ کا

برسنے لگا مینھ تیرون کا زور
ہوا فیل باران کا جنگل مین شور

لگی پڑنے بجلی سی تیغ سیاہ
پریشان ہوا جیسے ابر سیاہ

نہایت وہ ہاتھی ہوا تخت تخت
گرا یون کہ جیون پارہ کوہ سخت

رکھا لاکے لشکر مین آنا ہی راہ
سر اسکا کٹا لاکے برج سیاہ

رہے کہتے اس دن عجب سب ہی یہ
سر فیل ہے یا سر شب ہے یہ

اگر دیو ہین سرگرانی کے ساتھ
نہ اس تیرگی و کلانی کے ساتھ

ہوا حائل راہ بحرِ عمیق — کہ ہو وہم ساحل پہ جسکے غریق
قریب آکے اُمڑی پہ خائف تھی فوج — کہ بیڈول اٹھتی تھی ہر ایک موج
مہیب اور آلودہ خاک آب — بعینہٖ بھٹی آتشکدہ تھا ہر حباب
غضب لجہ خیز شدہ بلا جوش پر — تلاطم قیامت لئے دوش پر
چلے بس تو کچھ کوئی چارہ کرے — مگر دیکھ ہی کر کنارہ کرے
تردد مین ہر اک کے ہون کیونکہ پار — کنارے پہ سرگشتہ گرداب وار
روان آب ایسی روانی کی تھی — کہ جوزِ فنگی ہو جوانی کے ساتھ
لگے پانون جلنے جہان شور تھا — کہ کم آب مین بھی بڑا زور تھا
تامل سے اقبال نواب دیکھ — توقف کیا پہلے تو آب دیکھ
پھر اُس پار جاکر اشارہ کیا — کہ لشکر نے وہین گذارا کیا
شباشب اترنے لگے لشکری — نہ جوش آب کا وہ نہ ویسی تری
وہ سوتا جگاتا تھا جس کا خطر — اٹھا شور سی فوج کے چونک کر
نشہ اسکے سر سے اتر سا گیا — چڑھائی سے لشکر کے ڈر سا گیا
کچھ اک نادین نے کچھ شجر کاٹ کر — شتابی سے دریا کتین پاٹ کر
اُترنے لگا لشکر سے بیکران — کران تا کران تھا یہ محشر عیان

سلامت ہوا لیکر اسپ اور رکاب
خطر اس کنارے بھی تھا بیشتر
مہیب و بیابان کہ جنگل ہین ان کے شیر
ہوا خون جنگل ہین ان کے شیر
عصا کے بجائے ہاتھ مین لیکر تفنگ
بہت ہیں یہان کے یہ دشوار راہ
نکلنا ہے ان کا بڑا ہی محال
یہ ہے آصف الدولہ اقبال مند
سپہ آصف الدولہ اقبال مند
ہم دیکھون پھر کیا دکھاتا ہے تو
چون چیرہ چون فرقہ دل بیقرار ہے تو
عمر الجوار کے دریا کے پار ہے تو
شہر سے بیابان اور بیابان سے دریا کے پار ہے تو
کیا میم اس گلی مین بسیرا ہے تو

باز قدم رنجہ فرمودن آصف الدولہ بہادر
روز دیگر برائے شکار

چلا پھر بھی نواب گردون شکار	اسد باد کے گھوڑی پر ہو سوار
روانہ ہوئی فوج در ہا خیال	نہنگون کی اب کھینچی جاوے گی کھال
گیا شور نا آسمان برین	ہوئی گرد افواج گردن قرین
زمین ہو گئی پای خوف خطر	فلک کو لگے دیکھنے شیر تر
چڑھا لسکہ دریاے فوج گران	اتر ہاتھیون کی گئین مستیان
دبے چپ لگا چلنے بھیڑونکی چال	پریشان ہی گرگ بغل زن کا مال
پلنگون نے کہسار سے راہ لی	نہنگون نے دریا کی جا تھاہ لی
بھیڑے جو تھے دام سے چھا گئے	کشف نیچے ڈھالون کے گھبرا گئے
درندے پرندے چرندے کھپے	گرندون کے منھ گر دنیچے ڈھپے
تلف جانور ہین جہان کے تہان	گوزن اور گور اور آہو کہان
رہے گور یک شاخ دیکسو غزال	تزلزل مین ہین کیا شجر کیا نہال
شغال اور روباہ و خرگوش سے	نہین بحث کچھ یہ ہین بیہوش سے

محیط آبگیرون کے تھے مرد کار
ہوئے مالک لحمن چندین ہزار

بہت دام پانیکے جانب جھکے
کھڑے رہ گئے رد دکیا کیا رکے

ٹھٹک سوس گھڑیال رہ رہ گئے
مگرمچھ بچانے کدھر بہ گئے

یہ قشقل نہ سلی نہ سرخاب ہی
تمام اُنکے لو ہو سو سُرخ آب ہی

عجب روغن ناز ملتے تھے یار
کہ قازونکو لیتے ہوا مین سما

منگاتے تھے بطخ کی چربی طریف
سو وہ چربی اب پھینکدین ہین حریف

ہوئے کتنے اقسام ماہی شکار
نہ آوے قسم کھائی بن اعتبار

مگر مرگ ماہی تھی جانونکی بیچ
کہ یون مچھلیان سنگا لین اُلیچ

نہ ارنب ہی جنگل مین ذی سوسما
کوئی بددی کیا کھاوی پروردگار

کلنگون کی اُلٹی گئی صف کی صف
ہوئی بیچ مین فرفری بھی تلف

نہ جیسے گئے سبزہ کھاکھا کے چیت
بڑ دیسے ہے آئے کھیتونمین گھیت

ٹٹیرا ور تیتر کا ہے کیا شمار
کہ باز آگئے جرے کرتے شکار

ہوا زرد سبزک بہت لمین ڈر
نمد مو ہوا گردسے شانہ سر

خطرناک تھا دشت کیا کہئے مور
وبا یون پھرے جیسے بنا ہو چور

نہ پاڑھا نہ نیلا نہ چیتل کوئی
نیونمین جو دون تھو گیا جل کوئی

نہ پرتھا نہ پرزا نہ بازو نہ پا
کنھون نے بھی پوچھا نہ یون تھا کیا

نہ زردی کو دیکھا نہ پا یا کبود
نکالا ہے لوگون نے پانی سے دود

سپہ کی بلا ترک تازی رہے
نہ سارس کی وہ سرفرازی رہے

کماندار مردم سے چارہ گیا
کسو کھیت پر سفت مارا گیا

نہ جو فیل دشتی کی مستی گئی
وہین مٹ گیا اسکی ہستی گئی

سنا نونکی نو کو نیہ پھر بٹ گیا
وہ کوہ گران سنگ سب چھٹ گیا

بہت جانور چھوڑ آکھر گئے
لگے دون بہت جل گئے مر گئے

اگر بن ہے گویا بنا ہے اُسے
کرے قصد وانکا تو کیونکر گھسے

مگر زور سے کم نکلتا ہے کام
بہت رنج کھینچے سے چلتا ہے کام

خریدار دستار سر خار بن
زمین پر رکھو پانون کانٹون چبھن

کئی گام یون راہ چلنا پڑے
پھر اُس دامگہ سے نکلنا پڑے

تو آگے بیابان پر خار ہے
کہین جھاڑ بوٹا کہین غار ہے

اگر اس مین پانی نظر پڑ گیا
کنارہ پہ اسکے یہ چڑھکر گیا

ہوا حال اپنا پریشان بہت
پھرے مضطرب اور حیران بہت

ترائی جو دان سے گذرنا ہوا
کہارون کے سر چڑھا اترنا ہوا

قنات اور تنبو سب سب گئے | کھڑے تھے جو کندے اتر سب گئے
بھرا پانی لشکر مین پھیلا ہوا | اگر فرش بستر تھا تھیلہ ہوا
ہوا سرد ازبس ہوئی ایکبار | کلیجون کے ہوتی تھی برچھی سی پار
پھرے باد سے لوگ منھ ڈھانپتے | جگر چھاتیون مین رہے کانپتے
رہا ایسی سردی مین کبدھر شکار | ہوے لوگ خیمون کے اندر شکار
بہت پیر جب جی کو تجنے لگے | جوانون کے بھی دانت بجنے لگے
تو تیغ خورشید پنہان ہوا | ندیکھا مگر روے جانان ہوا
بہت اسپ اشتر موے پالون بیٹھ | نکالا انھین خیمہ گہ سے گھسیٹ
غزل میریان کوئی موزون کرو | تامل کرو دل جگر خون کرو

غزل

وہ دل شکار آن جو نکلا شکار کو | انداز یک نگاہ سے مارا ہزار کو
چلنا پڑے ہے رکھ کے قدم تیغ تیز پر | کس ڈھب سے کاٹین اس رہ پشکل گذار کو
اڑنے لگے ہے باد مین تو جا نگہ ہے پھیر | مخلبت ہوا سکے زلف مین ہے تیر مار کو
سو بار منھ چڑھاتے ہو کچھ بولتے نہین | یہ بات کیا چڑھو ہوکے اپنے یار کو
آتا نہین نظر کہ حصولِ امید ہو | کیا تھام تھام رکھے دلِ بیقرار کو

شغال اور خرگوش ہم رہنما — شکاری سگون نے کیے نوش جان

ہوا پر جو تھے مرغ پرواز مین — گری سیکڑون ایک آواز مین

بہت جانور کھا گئے کر کباب — ہوئے آشیانے ہزارون خراب

جو اصل تھا کیا جو کہون تھا کہین — کہ تعداد کشتون کی پاتے نہین

بہت مضطرب جھکیتو نہین پھری — سلامت نہ آخر گئے بر سرے

انھون ہی مین سیمرغ بھی تھا مگر — کہ پر مارتا ہے نہین کوہ پر

نہین فیل مرغ اور شتر مرغ اب — کہ بعضونکی طعمون کے کام آئے سب

کسو نہین تھے نیستان اور کانس — چلے راہ وان لے سکتے تھے سانس

برس مینھ دو دن نہین کھل بھی گیا — ولیکن ہے کہرا لطیفہ نیا

کہ اندھیر تھا جیسے ظاہر ہو دود — ہوے ہونٹھ سوکھے سے سب کے کبود

بلا دھوم سے کوئی گھبرا پڑے — جنھین دیکھوے کانپتے ہین کھڑے

ہوا سرد ہو کر گئی جان مار — اٹھایا بڑا لطف سیر و شکار

دل اس دود تیرہ سے گھبرا گیا — کہین آگ دیکھے تو جی آگیا

یہی چال تھی ایک دو چار کوس — ہوا ٹھنڈ ٹھنڈی پڑی ایسی اوس

کسو کوہ کے پاس نکلی جو راہ — کئی کوہ کی تیغ تک کم نگاہ

نکلتا ہوا کھینچ کر یہ عذاب | ملا بیتیرا ایک تہ در آب
رواں تھا کسو کیطرف تند و تیز | ہوا اسکے چلنے کی تھی پیش خیز
حباب اسکا چشمک زناں موج پر | کہ یوں گرد جاتے ہین اہل نظر
طلبگار کرتے نہین سادگی | نہو جون گہر ایسے استادگی
کنارے پہ اسکے اترنا ہوا | دوبالا ہوئی ٹھنڈ مرنا ہوا
نہ رکھتے تھے جون رند مفلس لباس | نہ اُنسے ہوا اپنے جامہ کا پاس
غزل کہنے کی یہ بھی جا خوب ہے | جو اچھی ہو موزون تو کیا خوب ہے

غزل

حیف اس شکار بیشہ کو ہمسے خبر نہین | ہم ہین شکار خستہ ہمارے جگر نہین
ہم خاک منھ سو ملکے پھرے جیسے رسی | افسوس ہے کہ ہوئے پارہ ادھر نہین
آنکھین نکال اسکی قدم کے تلے رکھین | تو بھی ہمارے حال پہ اسکو نظر نہین
کیا کیجیے جو نہ کیجیے انداز وام کا | گلزار کے تو قابل پرواز پر نہین
نکلے پڑی ہے میان سو کاہیکو ہڑبڑی | لاگ اسکی تیغ تیز کو ہمسے اگر نہین
سر رکھ کے اسکے تیغ تلے مر کچو شتاب | یان پاؤن پیٹ پیچھے آگے گر نہین
آنکھین ہین اسکی راہ پہ جون نقش پا ہنوز | پر میرا اسکو کچھ سر سیر و سفر نہین

قریب یک مٹیا پہاڑی تھی وان
لگا اُس سے کم کم تھا آب رواں

پہاڑی کہ تو دا کہون خاک کا
کہ انبار تھا خار و خاشاک کا

محاذی تھا اُس کوہ کے ایک دشت
کہ دشوار تھا اسمین آدم کا گشت

ہوا بہت اور پانی لگے
قدم راہ چلتے ہوے ڈگمگے

چلے بارہ تو ایک موشن ہی شور
رکھے پانون داہن کو کھینچے نبرد

فقط خار بن کیا کپڑ پھاڑ تھا
کہ بوٹا بھی وان جھاڑ جھنکار تھا

چلو ہے چلو ہے یہ چیتے نہین
کہ اشجار آگے سے ٹلتے نہین

نہ ٹوٹین نہ سرکینہ کا ڈکیٹین
مگر پچھلے پانون ہی رہرو ٹیکین

کہین ہاتھی آیا ہے بھڑکا ہی اونٹ
کھڑے لوگ پیتے ہین لہو کر گھونٹ

کہین ہینگے انفار سرگرم جنگ
کرے ٹٹو پر تل کا عوصہ ہ تنگ

قیامت نمود از ہر ہر قدم
چلے کوئی کیا رکھ کے سر پر قدم

کہین بچ کے نکلے کہین جھک چلے
کہین مضطرب تھے کہین رک چلے

اسی طور منزل کو کر قطع راہ
پہنچتے وہی ہم بحال تباہ

شجر جمع تھے کچھ تر کوہ بھی
فرود آیا اسجا پہ انبوہ بھی

زمین اونچی نیچی خشونت بہت
اسی سے تھی وان کم سکونت بہت

کہین بید کے برگ خنجر گذار
کہین پا نہ رکھنے دین سرتیز خار

تنک دو درختون کے اودھر ہو
نیستان پھرتے ہی پھرتے موے

اگر بید آئے تو بن بید یاں
نہ آئی نظر دور تک راہ صاف

اگر بانس تھے وان تو تھے دشت دشت
کہ دشوار تھا دو قدم کا بھی گشت

ہمین چار نالے اُترنے پڑے
کنارے پہ دو دو گھڑی تھے کھڑے

رہا ہر قدم گرنے ہی کا خطر
چلے دو قدم راہ پائے اگر

بہت لوگ دشت و قلم کو گئے
بہت اسپ و اشتر عدم کو گئے

لگے ہاتھ فیلان وحشی کی راہ
ولے ڈر نہ ہو فیل کوئی سیاہ

نہ ہاتھی ملا کوئی ہاری نہ شیر
ہوئی خیر گوطے ہوئی راہ دیر

شجر سرکشیدہ بہت کیا کہون
جو دیکھون تو پگڑی سنبھالا رہے ہون

چنار اُن درختون کے تھے پاسبان
صفیدار رکھتے تھے حکم نہان

اگر کوئی دریا چہ آتا ہے بیچ
تو لوگون کی روندوسی ہوتا ہے کیچ

تل کوہ رفعت نمودار ہو
گیا آمد و شد مین ہموار ہو

کوئی گل زمین آئے ایسی نظر
کہ عالم نے اودھر لگائے نظر

کہین سبزۂ تر سے جی جا لگے
کہین سرسون پھولون کی ٹھیکے لگے

ہوا خیمہ ایستادہ ایسی جگہہ — کہ آنے لگے دیر وانسے نگہہ
روان دو طرف اسکے ایک آب کم — کہ دل کالئے جائے سب ننگ غم
جہانتک نظر کیجیے بدنظر — ہوا موج زن کوہ کے تا کمر
نظر والونکے جی بھی ڈھلنے لگے — گرفتہ دل اس جائے کھلنے لگے
وہ پانی چلا وانسے دریا ہلو — روان گرم تر سوی صحرا ہوا
بہا دامن کوہ مین سنگ پر — کیا سنگریزونکو بھی رنگ پر
کہ لوگ انکو ہاتھو نمین لیکے لگے — جواہر کے رنگون پر کہنے لگے
کرارون کا کیا عظم کیجیے بیان — برابر کھڑے تھے وہ کوہ گران
انھین مین سے تھی راہ اس آب کی — وہین بھیڑ رہتی تھی احباب کی
ہوئے دامن کوہ مین کچھ مقام — سفر کی بھی مدت ہوئی شاید تمام
کوئی روز گھائی کی بھی سیر ہے — سبھون کے ہے معلوم پھر خیر ہے
جو اسمین کسو سیر کا دین نشان — نظر آئے یا کوئی بیل و دمان
تو اور ایکدو دن کی ہوتی تھی دیر — وہ ہاتھی بندہی کہیے گا یا وہ شیر
شکار ایسا دیکھا ہی اس یار کا — کہ جھاڑا ہوا دشت کہسار کا
کئی دیکھے کب تک پہاڑ اور جھاڑ — ٹلے چھاتی پر سے کہین یہ پہاڑ

غزل

نہین خون بسکہ گی چشم تر مین
چراغان نے کے چشم پر بسد
کیا ہے وہ سودل کھلتا نہین ہے
پڑا ہے ایک مدت سے یہ گھر بند
کرین ہین شوق گل چون لین ناچار
ابر ان شاکتہ بال و پر بند
گئے دن کٹتی ہے یا مرنے کے
اب آنکھین بھی ہین دو دو پہر بند
بہت ہی یار کا م بولنا اچھا

نہین جنکو ان ہمراہان کوہ نوردی کے شعر یاد ہین
بھون کے آرسی کے دروازہ بند
بھون کے منھ پہ خضب سے دروازہ بند
ہماری ہی ماتھ اس کے دروازہ بند
نکلوا کے بار آنکھین ہی دیکھا
رکھے ہے بار آنکھون مین بین نظر بند
کہ ہاتھ اسکے اور دھرے ہے تو قاصد
غزل کہا ہے قافیہ تنگ ہے ردیف بند
ہوا اس زمین مین
دل اسکے ہے دست بین مین
ہوا آج باغ دلکشا بند
ہوا اور ہی رنگ ہے
ہے دل جو ہوئی ہے

ہمین سے کیا وہ جادو گر ہنوز — کہو دشمن نے اسکا منہ کیا بند
نہین تھمتا ہے اب پلکون سے رونا — بہت خاشاک سے دریا رہا بند
ہمین منظور ہر صورت مین ہی دید — کھلی ہو چشم جون آئینہ پابند
نہین کام آتی اتنی تیز گامی — سمند عمر ہوتا کاش جا بند
زبردستون کی کشتی ہوگئی پاک — نکالا عشق زور آور نے کیا بند

یہی انداز باندھے ہین یہی ناز
قیامت میر صاحب ہین ادا بند

شکار نامہ

کمر رہے نواب کو قصد صید — بیابان پنہا دراب ہونکے قید
روان بحر لشکر ہوا موج موج — گئی چشم خورشید تک گرد فوج
بجا رو صحاری پہ ہی عرصہ تنگ — مگر یان سر آمیہ ہین وان پلنگ
پہن بیٹھے ہین شیر ببری لباس — کرین لوگ شاید فقیری لباس
چکارے ہرن دونون اندیشہ مند — دلون مین ہراس کمان وکمند
کہین گرگ وادی کو فکر گریز — نظر اید ھر او دھر کرے خیز تیز
نبو نہین ہی آشوب کو ہونہین ڈر — بیابان وطن سارے گرم سفر



بہت رہ گئے زیر شمشیر و تیر
بہت آئے لشکر مین ہو کر امیر

لدے ہاتھیو پر جو ہو کر شکار
مین ہون بوجھ سے پشت فیلان نگار

کئے گم ہو گینڈے ذرا اپنے حواس
کھڑا ہو رہا آکے بھینسون کی پاس

کہ بھینس اسکو بھی جان کر لشکری
چلے جائین صرصر مثل سرسری

نہ چھوڑا ہے طیر ایک عصفور تک
نہ وحشی گئے اور لنگور تک

لگی جاکے شاہین دستوریون
پڑے کبریو مین کمین گرگ جیون

کلنگ ایسے بازو سے آئے ستوہ
کہ کابل سے آگے گئے صد کروہ

نہین فوج سرزن نہ اہل فرنگ
ہوئے قید باصید کیا ہیدنگ

غضب کر گئے جرے جواب کے
اڑا لے گئے خیل سرخاب کے

نہ لگ لگ نہ تیتر رہا دشت مین
نہ غمخوار اک آیا نظر کشت مین

سبھون مین جو تھے قاز و سارس سرس
ہوئے صید یون جن پہ آیا ترس

جو اصل کو ہوتا اگر حوصلہ
تو گرتا نہ کھیتون مین ہو وہ لہ

کہین سارے طاؤس مرتے گئے
ادھر لوگ افسوس کرتے رہے

کہین جی اٹھے تھے زمین بعد مرگ
نہان اسکے خوش قد بسیار برگ

نہ بستی سے صحرا تلک سبز تھے
نظر جاے جس جا تلک سبز تھے

غزل

بعد دیر کے ہوا ہے جو گلشن مین یار
سرو و سمن نے بھی نکالے ہین قد بلند
پھولے ہین گل بھی بعد خزان بہار
ہر شاخ پر ہین بلبل خوش نغمہ ہزار
ناطر بھی ہو گئے ہین ترنم مین نغمہ سنج
جب سے ہوا ہے جلوہ گر آکے وہ شوخ گل عذار

بلبل کے بولنے سے ہوا ہے یہ دل کو ظن
کیا کہہ گیا ہے مجھ سے کہ ہم کو نہین خبر
شاید کہ آج ہوگا مرا یار مہربان
ہم کو بھی اسکے ساتھ لے جانا ہے اس دیار
ہم بھی ہین اسکے ساتھ ہی اسکے ہین ہم رکاب
ہم بھی ہین اسکے ساتھ ہی اسکے ہین ہم رکاب

چلے ہر طرف اب جو آکر تفنگ — نہ اوقات صلح و نہ ہنگام جنگ
لگی آگ جنگل مین چارا گیا — بن آئی نہ کچھ مفت مارا گیا
ہوا چہرہ کوئی تو جون شیر سنگ — نہ شیری دلیری نہ چہرہ پہ رنگ
لگی گولی پڑنے نہ پھر چل سکا — نہ جا گہہ سے اگسا نہ ٹک ہل سکا
چلے ہم جو بہراج سے پیشتر — ہوے صید دریا کے وان بیشتر
بھرے فرط ہی سے تو دہیان شہر — کہے تو کہ سوتے رہے رود و نہر
گھسے گولیون سے مگر بیشمار — رہے سونس گھڑیال چندین ہزار
جو کچھ زخم پانی مین لیکر گئے — دہین ہوکے ناسور مر گئے
لگا کہنے باخا سر اپنا جھکا — کہ پانی تو جانون سے سارا رکا
اگر جائے نہ کو دہس جائے — وگر گاڑئے سر تو پھنس جائے
عجب محمصہ ہے بچے کیونکہ جان — یہی موت ہی سوجھتی ہے ندان
جواب اسکا گھڑیال زیون دیا — گھڑی ایک دو کا ہے قصہ رہا
پڑی سر پہ بجتی ہے فرصت نہین — پھرا سکو کھینچتے ہین اب کیا کہین
تحمل ہو کچھ بھی تو تدبیر ہے — کرین کیا اگر یونہین تقدیر ہے
کوئی دشت پیمائی نے زار تھا — رکھو وان قدم پانون اونکا تھا

لطف سخن بھی پیری مین رہتا ہین میر
اب شعر ہم پڑھے ہین تو وہ شد و مد نہین

کسو ایسے بن سے نکلنا ہو
کہ کوسون تلک اس مین جلنا ہو

کشیدہ قد اس بن کے سارو دلے
تپن کے ہو نو باوگان سبز نخل

برابر برابر کھڑے سو سو سر
پھری دیر او دھر کو جا کر نظر

پری چل کہ آیا ترا دم بہت
خبر اسمین جا کر ہو ئی کم بہت

کہین راہ نکلے تو چلتے پڑو
رہی بال و پر تن بہ تن اکھڑ

کہ شاخون ز جھک جھک ٹلا تی تھی سر
بہت آگے جا جا کے آتے تھے پھر

وہی راہ در پیش کثرت ہو ئی
قیامت کے او پر قیامت ہو ئی

سرون پر او دھر تو پ آ ئی چلی
پری تھی او دھر گون مین کھلبلی

کہین اپ و اختر کہین فیل مست
زمین ہر سر گام بالو پست

گذرو سطح اس طرح سے کیا
رو ندون ز خون جگر ہی بہا

وہین بیچ آیا میانا مرا
کوئی دیکھتا رنج اٹھانا مرا

سواری سے مجکو ندامت ہو ئی
کہ چارون طرف سے ملامت ہو ئی

لگے کہنے آیا فرنگی کہان
کہ جو پانی کی رسم چھوڑی سی یان

کون وہ ایسا نام تھا استاد فن عیاری کا | آخر سن میں منھ تجکو ایسا دیکھا ہی نہین

میر متقدمین آدمی ہین تھے سجہ بکف میخانے مین
صبح جو ہم بھی جا نکلے تو دیکھ گیا فرمائے ہین

کیا ایک نالے سے ہمنے گذر | ہوئی قائم اس جا پہ حشر دگر
اگر ہی گاڑی چھکڑی پیادہ سوار | کہ مقصد تھا سب کا عبور ایک بار
گذارا جو فیلون کا مہلا ہوا | ملا خاک مین آب چلا ہوا
کمر تک گئے پہنچے دلدل مین سب | کہ ناد کا پانی تھا یکدست کیچ
پھنسے گاڑ اشتر گری بار خر | ہوئی سب پہ اشتر بھی زیر و زبر
اگرچند باندھے تھے وہ جرثقیل | ہوئے ایک ریلے مین دون تمام
نہ بھی تھی آگے کھمبو سیمین | ولیکن خدا نے دیا راہ مین
سلامت رہا اپنا اسباب سب | رہے لوگ لشکر کے کر فی عجب
چلے واسنے آگے نبڈیا ملا | کیا ان نے ایک ایک کو وہ بھلا
عجب راہ پر خوف مشکل گذار | نہ ہوتے معلوم ہاتھی سوار
خطر شیر کا شور نبگاہ کا | عجب دان کے جانے کا غم راہ کا
کہ جاوے زمین کچھ ہو دیدہ تھی | کہین اسمین کچھ بندی پیدا تھی

غزل میر کی بھی اوڑھنے کی ہے عادت
طبع نیچر پسند و صاف ہے
جون پیرو وہ دشت و دشت شکار
کہین پانی آیا ہو حال خراب
کہ تھا زیر کاہ اسمین کم آب
نہ ہاتھی نہ اسباب اپنے سوا
چھاپے گئے راہ دلی کے کنار
نہ ربط آشنائی کسو سے نہ یار
طرف ہم رہے ہاتھ پر رکھکے ہاتھ
کہین پار جانے کی کس مغ کو بات
کنارا اک میانے مین اپنے رہے
چوتھے دن انکی ہم آ تو ہوئی
ہوئی پانی پانی کہ رہوا ہوئے

رونا ہون کیونکہ ہے مجھے فرقت سے اس کی میر
جون ابر میرے دل پہ غم عشق چھا گیا

جو نقش روز کار سے صفحے سے محو ہو
صورت پذیر پھر نہین ہوتا مٹا گیا

ہستی مری کہ بیچ تھی مین منقول آ ہا
اس شرم سے مدان زمین مین سما گیا

داغ دل خراب شبونکو جلے ہے میر
عشق اس خرابے مین بھی چراغ اک جلا گیا

چلے صبح کو دامن کوہ کو
تماشا کنان فوج انبوہ کو

درختون مین چلنا تو دشوار تھا
وہان راستہ بھی قدم وار تھا

گذارا ہوا پونہین اک آدھ کوس
پہ ٹیلے پہ ہنگامہ آرا تھی اوس

نیستانین چھپتا تھا گھوڑے سوار
اگر ہو تو وان شیر کا ہو شکار

نہ رہتے تھے سو شیر فخرہ بھی وان
نہ ہاتھی کے پانون کا پا نشان

پہ ٹیلے سے کیلے کا جنگل ملا
پھر کر دہین یہ جو دنگل ملا

عجب کشمکش درمیان آ گئی
بہیر اک بلا تھی جہان آ گئی

نہ ہلنے کی جا گہہ نہ چلنے کو راہ
سر شیر پر کھڑے سب فیل سیاہ

خطر فیل دشتی کا ہر ہر قدم
گئے شیر کے ہر قدم پر قدم

کنار آب کے لوگ اتر ے تمام
ہوئے دامن کوہ مین کچھ مقام

۵۵۹

غزل

کنارے کنارے ہی رہیے سدا
چلے جاتے ہین گو نہ ہو وے پناہ

جہانتک ہو آبے خوراب جائینگے
سمین ہی کہین گے جو نظر آئینگے

جبل سی ہو نمودار ہر آنار آب
برسنے لگا قطرہ قطرہ سحاب

ہمین پر نہین ہے کچہہ ہو گا تم
کہین گرگ وادی کو بھی ہے یہ غم

کہین ایسے شکر ہے ہین حیوان دشت
کہ ٹکڑے کرو تو نہون گم گشت

یہ نکلے ہے ہاتھی تو بوے ہے شیر
کوئی پوز پکڑے ہے سو بعد دیر

اسد مکطرف فوز یکسو رہے
عجب یہ ہے بانہ ہو گئی ازدہے

نہ پوچھو کھچا دور کار فسکار
نہ اب دشت و درمین ثمر ہے خار

شکار افگنا راہ کرتے تھے طے
ملے جاتے تھے خاک مین شت نے

نہ پیرون کو جنگل مین طاقت رہی
نہ گردن کو پانی مین قوت رہی

اسدمار ہو جاتے تھے سگ کی مثال
نبد ہو آتے تھے بوزد گرگ غزال

ملا ایک چقرا گر یا گدھا
تو کثرت سی تو نیزہ پانی چڑھا

بہت شکلون سی کیا ہے عبور
کہ یک یک قدم راہ سو سو فتور

غزل بحر کامل مین تو آکر
کہ اڑ جاے تیر بحری کی تہ



نوا رٹو نکی سیر ہین ہر شام گہ — وہی سیر گاہ و وہی دام گہ
وہین صید ہو نرغ وماہی تمام — مقام ایسے ہو وین تو کر ہو مقام
ہوا خیمہ آکر جو نواب کا — فلک سا رہی تھا فرق اس کا ب کا
ہوا ہوتا وان کا ش دو آبزہ — ہوے جیسے شالبنہ شیر نر
عجب ڈھب کی رونق ہنی صد عجب — کہ وین چھوڑنا دین کو بھوکو سب
جدا ہو دین تو غنچہ غنچہ چراغ — ہے جیسے عاشق کی چھاتی کی داغ
دری روشنی شعلہ انگیز ناز — پڑی سطح پانی کا آئینہ دار
ہوئین کشتیان کچھ دہر سے پرے — چراغون سے موجون کے کوچہ بھرے
حبابون کی تھی جو چڑ غونکی تاب — حبابی تھا آئینہ سب سطح آب
نمودار چرخ پر انجم تھی شب — دلون سے وہ پھیلا وپانی کا ب
غرض روشنی کی عجب کچھ تھی لاگ — لگا دی ہے گویا کہ پانی مین آگ
غزل میر کوئی کہا چاہیے — کسو تو زمین پر رہا چاہیے

غزل

کب دیکھا کیا جاوے ہے نیرنگ — ہماری تو سر پر ابھی ہے قیامت
نماز سفر ہے اشارت اسی کی — کہ تھوڑا رہت یان ہے وقت اقامت

مزا ہے غزل ایک رباعی کہو	سخن آگے موقوف چپکے رہو
بہت کچھ کہا ہو کرو میر بس	کہ اللہ بس اور باقی ہوس
جواہر تو کیا کیا دکھایا گیا	خریدار لیکن نہ پایا گیا
متاع ہنر پھیر لیکر چلو	بہت لکھنؤ میں رہے گھر چلو

غزل

کرے تا کہ حال ہم میں کہا نہیں ہے غمونکے مارے	جو کچھ بھرے سو جنوں ہے تعاشو کیسب دتاب تواں سہارے
ہوئے ہیں غارت قیامت ابتو گو تنک کئی ہیں تک	جو تک بھی کچھ رہ گئے ہو سو تو جراحت کو کھا ہیں یہ سارے
ہماری آنکھیں بھیں ہی اتنی کہ آب ہے یا محیط عالم	کہیں کہیں جو ہیں دم سو مٹھی ہیں ہو کے کنارے
کریں تحمل کہاں ہے پر ہم ملام جنکو ہمیشہ غش ہے	گئی ہے طاقت تو نہ شاید نہیں ہے آیا جگر ہمارے
کبھو سخن پر ہے تیغ نالہ کبھو سناں فعل جگر پر	کسو سے کہتے کا کچھ بھی حاصل گئی ہیں جو تو رہ سارے
بھری تھی آتش کہاں کی ارمان جگر میں جو نصف شب کے	لگا جو رونے تو جا ڈبوئے سو مری ہو گر شرارے
قبول عشق و محبت اتنا ہوا ہو میر سیر قاتل	مدام جانی دکھائی دی ہو جو کہتوں نے کہا کرا ہے

رباعی

چلتے کو ہوئے بلے سے ہم جو کڑی	ٹھہرنے کے اتفاق بہتیرے پڑے
مجنوں نے کہا میں بھی آتا ہوں	آیا نہ رہ راہ میں ہم دیر کھڑے

تمام شد مثنوی مسمی صید نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی در بیان کد خدائی نواب آصف الدولہ

ہے جہان کہن تماشا گاہ	آصف الدولہ کا رچا ہو بیاہ
آؤ ساقی کہ کد خدائی ہو	طبع نواب ادھر کو آئی ہو
دل خوش احباب شاد بھوئی ہر	بستہ آئین دور استہ ہی شہر
نئے سر سے جوان ہوا ہی جہان	عیش و عشرت کے محو خوزو کلان
ہر طرف شہر مین ہی آرایش	رہروان کی نہیں ہی گنجایش
شیشہ باز فلک ہی آتش باز	کہکشان سو بھوا ہوائی ساز

وعدہ مین لا تو ہی پہ تون کو
یاد دی تک سر دستون کو

آؤ ساقی کہ روشنی ہی خوب
محو آرائش آج ہین محبوب

کاغذین باغ کیا تماشا ہی
پھول کترا کہ گل ترا شا ہی

بکی سے شعلون کا ہون بنبا
نور کا ماہ نے کیا چندا

شیشہ شیشہ شراب ہی در کا
صحبت عیش کو چھکا یکبا

لالہ رنگ رخ نکویان کو
مایۂ ناز خوبرویان کو

اس پری کو نکال شیشے سی
رنگ محلس مین ڈال شیشے سے

ہولی سرمست ہو تماشائی
حکم کش ہی سپہر منیائی

چھوڑ آمین بردباری کا
سیر کرنے تزک سواری کا

چل گلابی کو ہاتھ مین ڈھو
ایکدم جام متصل دے

ہی سواری کی فیل کی وہ سوم
جیسے ابر بہار آوی جھوم

آئے دولت سر سے ہو کر سوار
لعل ناب دو گہر مین صاف نثار

اس مہابت کے ساتھ فیل نشان
آگے مانند کوہ زر کے روان

اور ہاتھی مین جھومتے جاتو
جیسے آوین جوان مذماتے

جل زر بفت کی ہی سارہی شب
روکش انجم فلک ہین سب

غزل

کبتک آئینے کا یہ حسن قبول	منھ ترا سطرف کبھو بھی ہو
ہو تیرا سا رنگ گل کا ہے	رکھیں ہم تب ایسی بو بھی ہو
ہے غرض عشق صرف ہی لیکن	شرط یہ ہے کہ جستجو بھی ہو
سرکشی گل کی خوش نہیں آتی	ناز کرنے کو ویسا رو بھی ہو
کسکو میل ہے دم کشی کا دماغ	ہو تو گل ہی کی گفتگو بھی ہو

دل تمنا کدہ تو ہے پر میر
ہو تو اسکی ہے آرزو بھی ہو

تمام شد

مثنوی در بیان مرغ بازان

دلّی سے ہم جو لکھنؤ آئے	گرم پرفاش مرغ یاں پائے
پر و پر زا درست و یکسان ہے	مرغ تصویر کا بھی حیران ہے
مرغ ہے ایک ایک جیسی کلنگ	قاز و سارس سی جنگ جنکا ننگ
حوصلہ کسقدر حواصل کا	ذکر کیا گرگس شتر دل کا
لات کی گھات کہ جو مڑ جاوے	سر طائر کا رنگ اڑ جاوے

مرغ کا مرغ ہو دی مرغ انداز | مرغ ایسا ہو تو بجا ہے ناز
یعنے اپنا حریف جب پاوے | پر ہلانے ندیو دیکھا جاوے
سینہ کیا سینہ ہاں کیا پر بال | جیسے چشم خروس آنکھیں لال
بازی بدبد کے جب لڑاتے ہین | کانٹے لوہے کے باندھ لاتے ہین
آیا حلقوم کے کہ حلق کے پار | پھوٹا چھاتی مین ایک لگ کے دوسار
ہاتھ جس مرغ باز کے تھا وہ | پانی کرنے لگا ترا گروہ
کچھ تو ٹھہرا تو دم دیا اُن نے | تعبیہ کرکے رکھ لیا اُن نے
اور جو سست ہو ہُوا ڈھیلا | دونون بازو کی پر دیے پھیلا
دم سے کیا ہو یہ بیدم و مجروح | قصد پرواز مین تھا مرغ روح
ہو چکا ہو چکا ہوا یہ شور | ڈھلکی گردن گیا وہ سا زور
پھیلا پانی مین وہ غم جانسوز | دل زدہ پھر ہین مُرغ دست آموز
جانور رنگ باختہ سب ہین | یعنی حیران باختہ سب ہین
مُرغ قبلہ نما کو وحشت ہے | بال کھولے ہین پر نہ طاقت ہے
ورنہ اڑکر کہین چلا جاتا | دیر اپنے مقام پر آتا
جمعے منگل کو پالی کی ہے دھوم | گلیون مین روز حشر کا ہے ہجوم

مثنوی در بیان دیوانگی

بجا ہی کیا کوس رحلت مدام
یہ بیٹھے جو ہین سامنے ہین کہان
جسے دیکھو چلنے کا گرم تلاش
گدا ہو کہ ہو شاہ عالی تبار
نہ یک بوی خوش ہی ہوا ہو گئی
ملے خاک مین جھڑ کے گلہائے تر
تپنگون نے گر خاک مسکن کیا
گئی خاک دامن فشانی کیساتھ
وہی راکھ ہو کر اگر آگ تھی
نہ جدول رہیگی نہ سرو روان
زمین کا رہیگا یہی کیا بچھاو
سکون یان کا دیکھا سرانجام
جہان ایک ماتم سرا ہے عجب
بھلا جی کے جانے کا کیا ہے بیان
جوانی گئی موسم شیب ہے

کہنون نے نہ یکتا سنا یان مقام
جہان جملہ ہی ایک بزم روان
یہ منزل نہین جائے بود و باش
نہ خاک سب کا ہے وارالقرار
وہ رنگینی باغ کیا ہو گئی
پریشان ہوی مرغ گلشن کے پر
چراغون نے بھی خانہ روشن کیا
رہا آب سو بھی روانی کیساتھ
رکن ہے جہان باد کی لاگ تھی
گلستان کہان بینگے ہو کا مکان
لپٹ جائینگے آسمان جیسے ناو
چلے جاتے ہین کوہ جیسے سحاب
نہین جائے باش اور جاہی عجب
عیان ہی کہ کہتے ہین جانکو روان
شہو دایک دو روز کو غیب ہے

کھڑے ہون تو تھرای ران اور ساق — جیین بیٹھے کیونکر کہ ضعف اشتیاق
جو یون پانون چلتے بچلتے رہے — تو دیکھو گے ہم یا نسے چلتے رہے
اگر ضعف سے چپ ہی رہتی ہین ہم — یہ سوچو تو کیا کیا نہ کہتے ہین ہم
کئے ہین نہین اپنے تئین یک پا دوست — کیا خاک مین مجکو پیری نے سخت
جو بازو ہین اپنے وہ بازو نہین — اگر منھ کو دیکھو تو وہ رو نہین
بدن کی ہوئی میری صورت ہی اور — وی آنکھین نہین وی نہ چتون کے طور
جسد نا توان جاے جہان تنگ — سخن منھ پہ آوے دواعی کے رنگ
لبون پر نہایت ضعیف ایک آہ — در و بام پر حسرتون سے نگاہ
شکن جلد مین دل کو ثبر مردگی — غریزی حرارت مین افسردگی
بدرودت بہت جسم مین آگئی — مزاجی تھی گرمی سو ٹھنڈا گئی
چھڑکتا ہون منھ پہ مین آب کاس — کہ ہوتا رہے روح کا انتعاش
وگرنہ دیا سا بجھا جای ہی — پھر اوٹھ بیٹھون تو جی جلا جای ہے
سیہ روی شب اک ستم کر گیا — لکھون کیا کہ مین جیتے جی مر گیا
تمم رکھدے کر میر ختم کلام — تمام اپنی صحبت ہوئی والسلام

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی در بیان ہولی

ہولی کھیلا آصف الدولہ وزیر
رنگ صحبت سے عجب ہین خرد و پیر

جشن نوروزی اہل ہند سب
بھی ہی تب محو عشرت ہینگے اب

شیشہ شیشہ رنگ صرف دستان
سحن دولت خانہ رشک بوستان

اس چمن سے باغ پر گل سرخ تر دو
نکہت گل جھاڑ ینگے وان آکے گرد

پھول گل آوین نظر دیکھو جدھر
لالہ و صد برگ سب باغ نظر

دستہ دستہ رنگ مین بھیگے جوان
جیسے گلدستے تھے جوؤن پر رواں

اُن دیوں کی عکس سے ڈر بیگا آب — آئینہ کے سطح کی رکھتا تھا تاب
کشتیون مین جو دیے بھر کر جلے — پانی مین شعلونکے ریلے ہی چلے
منعکس تھی جو چراغان تہ تلک — آب کی وسعت تھی برانجم فلک
کیا ہوائی چھوٹنے کا ہی بیان — ذو ذنب جیسے ستارے ہون عیان
جای جو ہی چھوڑتا ہی یا بو دو تو — روشنان زو ذو انب تھی نمود
گنج چھوٹے ایک سے وشن تھو چھٹا — دو طرف جسطرح سے جھڑتی ہی بارہ
اس روش سے تھے ستارے چھوٹتے — ناگہان جو ہو وین ناری ٹوٹتے
دیکھے جاتے تھے چراغان آبین — شعلہ تھے لہرن کی پیچ و تاب مین
ہر دو جانب چن گئے ناری نار — گلفشانی سے انھونکی تھی بہار
ماہتابی اک طرف سے جو دغی — چاند سا نکلا ہوے میزان سبھی
آفرین صناع لوگون آفرین — کیا لگایا باغ آکر کاغذین
گل کتر کر پھول گل ہی کر دیے — رنگ تازی کاغذون مین بھر دیے
متصل تو پین ستارونکی دغین — لوگونکی آنکھین فلک سے جا لگین
دیکھیان کیا کیا نہ شعلہ خیزیان — تھین ہوا مین سی ستارہ ریزیان
نذر کو نواب کے دہل فرنگ — لیکے آتش بازی آئی رنگ رنگ

مین پڑھون ہون اسکے آگے شعر کو
اپنے مان گویا بزرافشش ہی یہ

بکرون کی ڈاڑھی کٹین جاتی ہین سب
نکہ ریشی بکری کی ہی بوالعجب

رنگ سرسے پانون تک اسکی سیاہ
چکنے ایسے خستہ کم ٹھہرے نگاہ

چار پستان اسکے آئے دید مین
دو جہان ہوتی ہین ہین جدید مین

ایک مین انمین سے تھا مطلق نہ شیر
ایک کو کہتے ہین اندھو خر دو پیر

اسپہ کالے بکرے دو خیلا جنے
ناز نجر یسے رہی پھر اتمنے

چارہ بیٹھے کھاتے اک اندازسے
دے ٹہپہ تو ہو نہ خوش اس نازسے

دودھ ہو چھاتی مین تو بچا ہیر
بیٹھا دیکھے اسطرف منھ کو کیر

بھوک سے گرم تظلم دے ہوے
اپنی شایان ترحم دے ہوے

دودھ منگوایا کیے بازار سے
پھر ہون سے دنیا کیا انفار سے

گھاس دانہ باری کہہ کھانے لگے
گرتے پڑتے پاس بھی آنے لگے

پرورش سے حق کی باری جی گئی
آب و دانہ دوڑ کر کھا پی گئے

اب جوانی پر جو ہین وہ شیر مست
کودنے مین ہر زمان ہر دم ہر جست

مستی اپنی پلہ کرتی شاد ہین
عاقبت بکرے ہی کی اولاد ہین

زور و قوت حریفونکی ہین ڈینگ
آہوے جنگی کو دکھلاتی ہین سینگ

قوت ہر دن سے ہر آن ہر آنے
بڑی تھی میدان کا رستم تھا
کیا بیٹا کی ہاتھ سے میدان گئی
تیس اٹھی دھاک
گوزن کو اٹھا چڑیا
بند دل سے گرگ بھی جاتا رہا
مار سے پانی پانی کر کے
لکھنو سے غل ہے تا کہ
پاس جاتا اسکا اب مسدود ہے
فن کرنے کو ہر اک ہو پورا
اس ادا سے جانتے ہین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی دیگر

چمن سے عنایت کہ بادام و نار — الٰہی زبان دے مجھے مغز دار
صفت عشق کی تا کروں میں بیاں — رہوں عشق کہنے سے میں تر زبان
عجب عشق ہے مرد کار آمدہ — جہان دونوں اسکے ہیں برہم زدہ
جہان جنگ صف کی یہ نظام لڑا — صف الٹی جہان ایک مار اپڑا
اگر لوگ مارے گئے سر بسر — ہوئی فتح اسکی ہی یہ طرفہ تر
کوئی کشتنی جو طرف ہو گیا — تہ تیغ اُسکے تلف ہو گیا
جہان جس کسو سے اسے چاہ ہے — وہیں اسکے تا قتل ہمراہ ہے

۵۷۳
عشق کشتی کا ہر ان ہو رہے
نی روز شہروں میں اک گورت
بہت جان ناکام دیتے گئے
تمنائے دل ساتھ لیتے گئے
بہت اہل اسلام کافر ہوئے
بہت اول عشق آخر ہوئے
بہت جرم الفت میں مارے گئے
عشق بازی کا ہارے گئے
ہوئے خاندان کیسے کیسے خراب
کیا عشق جن دن جوانی گئی کیا شتاب
عشق جن دن سے مرنے لگے
دوا عشق کے تو دوا عشق کی
بھی درد سے درد چارہ نہیں
عشق کی غرض تا بہ
عشق عاشقان ننگ کا باب ہے
عشق کوئی عارف تو پھر پاس ہے
محبت

محبت ہے نیرنگ ساز عجیب
فسانے ہین اسکے عجیب و غریب

کوئی عشق کرتا دھرا تھا درے
گئے میکدے سے بھی صوفی پرے

نہ وان مکر و نے شید و طامات ہے
خرابات جانا کرامات ہے

کہین عشق نے آرزو کش کیے
گئے خوش جو عاشق سو ناخوش گئے

کہین سہل تر یار مرنے لگے
کہین لوگ دشوار مرنے لگے

کہین کام ان نے کیے ہین عجب
فسانہ ہوئی بزم عیش و طرب

کہین بادشہ اس سے درویش مین
کہین اس سے درویش دلریش ہین

لیا کاہ کا کوہ سے کین کہین
ملائی کہین آسمان و زمین

کہین پڑ گئے اس سے فتنے فساد
رہی زیر شمشیر صد سے زیاد

یہ عالم کا آشوب ہر دہر سے
مراد خطر گہ ہے اس شہر سے

ہوئے عشق مین ہد کیشان خراب
رہے دل شکستہ پریشان خراب

اٹھا عشق کا شور غلغل گرین
گئے دشت گردی کو کر ترک دین

ہوا عشق سے مجلس حال ہر
تواجد لگے کرنے شیخان شہر

کیا عشق مین ترک صوم و صلوات
گئے اہل مسجد سوے سومنات

مسلمان ہوے عشق مین برہمن
گئے کعبے کو چھوڑ دین کہن

تناسب بہت اسکے اعضا مین خوب
سراپا مین دیکھو تو ہر جا سی خوب

زبان نرم طالع وری وصلاح
نہ طنز و کنایہ نہ رمز و مزاح

خوش اندام خوش رو و پاکیزہ خو
کسو وقت رہتا نہ تھا بے وضو

جوانی کا ہنگام طاعت کا صرف
لب سرخ پر دلبرون کا نہ حرف

حیا کو سیاہی سے پلکون کی راہ
نکلتی تھی باہر نہ گاہے نگاہ

بہت پاک دامن معیشت ہوئی
نظافت نزاہت مین ت ہوئی

کہ ناگاہ اس راہ یک زن گئی
جیون پر خدا جانے کیا بن گئی

جوانکی نظر شرمگین جا لڑی
وہ شرمائی آنکھ اُسکے اوپر پڑی

یہ دل مستقل ناشکیبا ہوا
دلِ طرفہ انی بھی بیجا ہوا

حیادار تھی زن گئی اپنے گھر
وفادار تھا یہ ریا دیکھ کر

کیا چند شرط وفا ہی کا پاس
لگے رہنے دونون گھر و من اداس

گئی دن مین ہندو زن آنے لگی
لیے پانی اس راہ جانے لگی

نگاہین ہوئین ہمہ گر آشنا
محبت کا دونون فریا بھرا

یہی مدتون دیکھا دیکھی رہی
دلون کی کسو سے نہ ہرگز کہی

جیون مین شب و روز مرتے رہے
ولے پاس ظاہر کا کرتے رہے

کوئی طور ملنے کا ایجاد کر — نہ جو رحم سے ہو تو بیداد کر
پیام ایک کا یہ کہ اے باؤ تم — کہا اسکو محبت سی کچھ بھی ہے ہم
تن زار بیجان کیونکر جیے — جگر مین نہو خون تو کیا پیئے
ملاقات کا رکھے کیونکر خیال — رہے کیونکہ جان نا امید وصال
اگر دیکھین آنکھین ہین دو اسطرف — وگر منھ ہمارا ہے سو اسطرف
اسے دیکھنا ہی ہر ارمان بھی — ادھر ہی چلی جاے ہے جان بھی
کہ اس سی کہ مرتے ہین تیرے لیئے — کیا عشق یا جرم ہمنے کیئے
نہین صبر آتا ترے بن ملے — لبون سے جگر تک بھرے ہین گلے
کسو سے کسو کو نہو جا لگاؤ — کہے تو لگائی ہے سینے مین آگ
کسو کا کسو کو نہ لگ جاے دل — کہ کہنا پڑے ہاے دل وا دل
کسو کی نہ اچھی لگے کوئی آن — کہ جانے الم ناک دیکھے مرا ن
کسو کے مجعد نہ کھل جاین بال — کہ ہو دل کے عقدون کی وا شد محال
کسو لالہ رخ کا نہ اٹھے نقاب — کہ ہون داغ دونون مہ آفتاب
قد آرا نہو فتنہ در سر کوئی — کہ سر پہ قیامت رکھے ہر کوئی
کسو کی نہ چاہے زنخ مین گڑین — مبادا کہ دان سے نہ جیتے پھرین

ہوا نا کہان شوہر زن مریض — نہایت ہوئی تپ طویل و عریض
نشست ہوا تپ کا دل کے تئین — کھینچے رفتہ رفتہ دق و سل کے تئین
نزاری سے دل ہوگیا زار تر — ہوا خشک ہوکر وہ بیمار تر
بدن کاہ سا رنگ کاہی ہوا — بہت حال اسکا تباہی ہوا
دمون پر بھی وہ رقتی کم رہا — ٹھہر کر گئے دم ہوا ہوگیا
فنا یعنی طاری ہوئی ہوچکا — اسے دار دوستہ بہت رہچکا
جلانے کی طیاری کرنے چلے — چلی زن بھی تا ساتھ اسکے جلے
کھلی دعوی سوختن مین زبان — کیا پاس ظاہر سے نقصان جان
لگی جلنے چھوڑا نہ اصرار کو — خبر بھونچی یہ اس گرفتار کو
اٹھا دان سے بیتاب آیا چلا — اسے دیکھ جلتے بہت جی جلا
جھکا آگ کی اور کر اضطراب — کہ جی مین نہ طاقت تھی مطلق تاب
لگا ہمکو کیا کہتے ہو اسگھڑی — نظر اُسکی جلتے جو اُسپر پڑی
کہا آئے ہو تو چلے آؤ تم — شتابی کرو جو ہمین پاؤ تم
یہ بیتاب تھا آگ پر پھر پڑا — تپنگا سا اُس آگ پر گر پڑا
لگے آتے تھے کتنے انصار ساتھ — وہین کھینچ لائے اُسے ہاتھون ہاتھ

گئے اسطرف کے جدھر تھی چلی | نظر کرتے تھے واقعی یہ سہی
دلے مالغیت کا کس کو جگر | کہ حیران سب رہ گئے دیکھ کر
ہوئی جاتے جاتے نظر سے نہان | گیا عشق کیا جانے لیکر کہان
بہت سے ہوئے لوگ گرم سراغ | کنھون نے نہ پایا نشان غیر داغ

نہ کر میر اب عشق کی گفتگو
قلم اور کاغذ کو رکھدے بھی تو

فسانے ہین اسکے ہزارون نہار | یہی کشت و خون کا ہی یہ گرم کار
بہت خاک جل جل کے یان ہوگئی | رہے عشق مین جی بہت کھو گئے

غرض ایک ہی عشق بے خوف و باک
کئے دونون معشوق عاشق ہلاک

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی

آؤ ساقی شراب نوش کرین
شور ساہی جہان مین جوش کرین

آؤ ساقی بہار پھر آئی
ہولی مین کتنی شادیاں لائی

شادیان بی شگون ہر انگیز
کوچے سو شہر کے برابر ہین

دست دستور ہی جو زر افشان
پھر جہان کہن ہوا ہی جوان

دو نو رستے عمارت خوش ہی
تازہ کاری و شہر دلکش ہی

اور بازاری رنگ لائی ہین
ساری رنگین ستون لگائی ہین

کہین دو جام مے سے ہون سرشار
جائینگے تھوڑی دور دست بدست

مچلے بن جائینگے کسو کو دیکھ
پھر آگے کسو کے رو کو دیکھ

اب گلابے نکلین گے بھر بھر ہم
باقی ساقی پئین گے بھر بھر ہم

کہین آرایش آکے دیکھین گے
کاغذین باغ جاکے دیکھین گے

کسو موہوش سے ہو ینگے گلبار
کھینچینگے اک رو دم کے اسکے نار

آؤ ساقی مے دو آتشہ دے
اسی مے کا بغل مین شیشہ دے

گرم ہو جو دماغ انسان کا
لطف آوے نظر چراغان کا

جسطرف دیکھیے چراغان ہی
شیشہ و شمع ہی نمایان ہی

باغ سے روشنی ہوئی ہی زیاد
ہے یہ ہنگامہ تا جلال آباد

شمع و فانوس کا بہت ہی ہجوم
شمعے رنگون نے کر رکھی ہی دھوم

لوٹیے اُن گلون کی اب تو بہار
گو کسو کے گلے کا ہو جیے ہار

اتو او دھم ہی مچگیا ہر سو
دار و پی کر پھرین چلین ہم تو

تار سے ہین چراغ چار طرف
آسمان پر زمین رکھے ہی شرف

غنچہ غنچہ دیونکو دیکھین جہان
کسو نو گل سے رکھین صحبت ان

کہین نوبت کو چلکے سنئے گا
نے کے بجنے پہ سر کو دھنئے گا

جشن نوروز ہند ہولی ہے — راگ رنگ اور بولی ٹھولی ہے
عشق ہی اے گردہ آتش زن — دو نور ستے چراغ ہین روشن
ٹھاٹھ کیا روشنی کے باندھے ہے — شہر مین نام روشن اپنے کیے
دور دور تھے خیال آگ آئے — گھوڑی دامن سوار کیا لائے
روشنی وار سے ہے پار تلک — گل کا کاغذ ہے فرق خار تلک
در دولت سے لیکے تا سر آب — ہے چراغ اور شمع ہیگی تاب
پھر سر پل سے تا عمارت نو — جلتے ہین مجتمع دے سو سو
ہاتھی رنگے گئے پڑی ہے دھوم — جیسے ابر سیاہ آئے جھوم
خیمہ استادہ کر چلے شب باز — پتلیون نے کیا حرم ناز
یان کی صحبت کا تھا نمونہ سب — شاہ و دستور حکم و کارادب
آئے شکلین بنا کے صورت باز — ڈوم ڈھاڑی بنے بجا کر ساز
نقل معقول کی سو حاجی بنے — سچ کے عمامے سر پہ کتنے جمے
کوئی جوگی کوئی فقیر بنا — کوئی ڈاڑھی لگا کے پیر بنا
کوئی بنیا بنا کوئی اوباش — نقل کرتی تھی ان سبھون کی معاش
کوئی شاعر بنا نہ جس کی نظیر — یعنے مستغرق خیال تھا میر



بے گل رہے نہ یکدم بلبل کے آہ و نالے — محبوب ہی کسو کو یارب نہو جدائی
گل تاک ہنسا نہ مجھسے بلبل نہ بول ہرگز — کس کس کی بیدماغی بلبل میں اٹھائی
ہم بھی رہی ہوا وہ جبتک جواں جاہل — کی عمر رفتنی نے بارے نہ بیوفائی
احوال زمانہ کی تو کیا جانیں دلگی کو — لگتی ہے جسکے دلکو وہ جانتا ہے بھائی
ہے دامگاہ دنیا ہر جا فریب انگیز — دیتی نہیں دکھائی اپنی مجھے رہائی

گذری جو کچھ سو گذری یاری میں لبر و نکی
میر اب کسو سے تم تو کریو نہ آشنائی

تمام شد

مثنوی دیگر

اے جھوٹھ آج شہر میں تیرا ہی دور ہے — سچ وہ یہی سمجھو کا یہی سب کا طور ہے
اے جھوٹھ تو شعار ہوا ساری خلق کا — کیا شہ کا کیا وزیر کا کیا اہل دق کا
اے جھوٹھ تجھ سے ایک خرابی میں شہر ہے — اے جھوٹ تو غضب ہے قیامت ہی دہر ہے
اے جھوٹھ رفتہ رفتہ ترا ہو گیا رواج — تیری متاع باب ہے ہر چار سو میں آج
اے جھوٹھ کیا کہوں کہ بلا زیر سر ہے تو — اے جھوٹھ سچ یہ ہے کہ عجب فتنہ گر ہے تو

مشکل حصول کام ہی یان حاصل کلام — باتون ہی باتون کام ہوا خلق کا تمام
ای جھوٹھ دل مرا بھی بہت دردناک ہی — ان کا ذبون سی صبح نمط جیب چاک ہی
اک فرد دستخطی تھی مری ایک شخص پاس — دیکھا جو خوب اسکو وہ طوطی نہین ہی پاس
تھا مین فقیر پر نہ گیا شاہ کے حضور — اتنے لیے کہ رتبہ غربت مرا ہے دور
آداب سلطنت سی نہین مجکو ربطہ — حرکت نہوتی مجھسے کوئی غیر ضابطہ
مزائی مجھسے کھینچتی نہین ہر عزیز کی — پھر شعر و شاعری بھی نہین ہی تمیز کی
صحبت خلل ہی جانے پڑی کیسے اتفاق — کیا بات آدمی بیچ مین بڑ رنگی ہی شاق
مین مضطرب گھر سے گیا اٹھ کے پانچ بار — کہنے لگا زبانسے یہ ہوتی ہی وہ دوچار
تقصیر میری آسمین نکریگا کچھ خیال — صاحب کہین خموشی کرو نہین کیا مجال
لیکن یہ حرف اس بھی سیہ رو کا رکھیو یاد — انداز سے یہ لوگ سخن کرتے ہین زیاد
بہتیری ایسی فردین یہ رکھتے ہین جیب مین — رکھتے ہین یو ہین لوگونکو برسون فریب مین
دکھلاؤنگا چلا ہون سوال آپکا لئے — مین ذکما فقیر کہو کس طرح جیے
بولا نہوگا سعی مین ادھر سی کچھ فیصلہ — پھر دیکھیے کہ پردیسے ہوتا ہی کیا بھلا
اک آدھ ایسی بات بنا کر کھسک گیا — دل اس خبر کے سننے سی میرا دھڑک گیا
یہ عرضیان حضور کو پہونچین ہین صبح شام — دستخط جو ہو کے آئے کوئی سو اسی کے نام

دل جمع رکھین کاہکو کر قرین اضطراب
یعنی وہ ابھی رکھتے ہین پھر کام آپ سے
دو چار بار یا بھی وہ پرسہ کچھ ہوا
بھکو ہوا اضطراب تھا مین بے اجل ہوا
مدت مدید گذری ہم کرتے انتظار
بھکو ہوا اضطراب تھا مین بے اجل ہوا
بگڑت ہوئی ہو حال لکھا مین ز بار بار
اس فرد دستخطی کو ہے یہ ماہ پہونچین
تنخواہ کا نہین ہی ٹھکانا ابھی کہین
آیا جو وہ لطیفہ یہی اب اپنے گھر
تو مضطرب ہوا پہ آپ گیا شتاب سے
نسے نہ اتفاق ہوا یہ کہ ہو ملاپ
کھویا تھا اضطرار سے ہوش و قرار آپ
ٹھوکر کے ایک بھائی کو بھیجا پیام سے
آئے وہ شکے پاس سے یہ پوچھا حال سے
حضرت ہی کیون پہنچا بہت مضطرب ہی آج
پھر کیون جواب آتے ہی شرمندگی ہی
دو چار دن مین بھیجونگا کچھ کھوکر ہی آپ

بیچ مین ہوتے کچھ اگر اسباب
منھ اٹھانے کی بی مین ہوتی تاب

سو تو کمبل نہ پٹو نہ لوئی
سایہ کستر نہ ابر بن کوئی

ابر ہی بیکسی پہ روتا تھا
ابر ہی سر کا سایہ ہوتا تھا

کیچ پانی مین کپڑے خوار ہوے
وہین گاڑی مین جا سوار ہوے

زہر دی کا کیا جو ہمنے میل
بھینس چھلے کی تھی بہل کر بیل

آسمان آب سب مین کیچ
خاک ہے ایسی زندگی کے بیچ

شب کے دریا پہ ہوکے راہ پڑتی
پانی کی سطح پر نگاہ پڑی

لجی لطمی کا کہون مین اوج
باتین کرتی ہے آسمان سے موج

دامن ابر پاٹ دریا کا
دی گرہ تو کہے کہ باندھا تھا

ہوش جاتا تھا دیکھ جوش آب
گوش کرتا تھا گر خروش آب

آب تہ دار اور تیرہ بہت
لہر اٹھتی جو تھی سو خیرہ بہت

پانی پانی تھا شور سی طوفان
دیکھ دریا کو سوکھتی تھی جان

ہمرہ موج سیکڑون گرداب
ساتھ تھے صد تری کی چشم حباب

ناؤ مین پاؤن ہمنے بار رکھا
خوف کو جان کے کنارے رکھا

جزر و مد سب حواس کھوتا تھا
خضر کا رنگ سبز ہوتا تھا

تک دو ہر طرف لگے کرنے — تسپہ پڑتی تھی منجھ کے بھرتے
کوئی میدان مین کوئی چھپر مین — کوئی در مین کوئی کسو گھر مین
گھر ملا صاحبون کو ایسا تنگ — جس سے بیت الخلا کو آوے ننگ
بیٹھنے دین نہ جب کہ صاحب کو — کون پوچھے نفر مصاحب کو
ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے سرائی — ویسے گھر چھوٹے ویسی جا پائی
رہنا بھٹیاری کے غنیمت جان — جو کہا اُن نے ہم گئے سبحان
کچھ پکانے کا کچھ سوال کیا — مین نے اظہار اپنا حال کیا
یان جو لائے ہین مجکو اپنے ساتھ — زندگانی مری ہی انکے ہاتھ
پہونچے ہے انکے روبرو سی طعام — صبح کا صبح مجکو شام کا شام
اور پکوائے تو زاید ہو — خامے سے اپنے اور عاید ہو
جو کچھ آیا سو کھا لیا مین نے — کچھ رہا سو اٹھا دیا مین نے
سنکے اک دل سی کھینچی ان نے آہ — اور بولے کہ واہ صاحب واہ
ہم تو جانا تھا آدمی ہو بڑے — چار پانچ آدمی ہین پاس کھڑے
کچھ یہ کھا دین گے کچھ کھلا دین گے — ہم کچھ انکے سبب سے پا دین گے
سو تو نکلے ہو کورے بالم تم — ہو گدا جیسے شاہ عالم تم

صبح کو صاحبون نے کوچ کیا — مین بھی دن شب ہوا کیا کیا
غازی آباد کو گئے صاحب — مین بھی ہمراہ تھا کہ پایا طلب
رامپور کو گئے صاحب — مین بھی پاپیادہ ہمراہ تھا
کچھ کرم دین پاس تھا اتنا — صاحب اُترے چوپلی مین آ کر
باغ مین اک کنوئین پہ جا بیٹھی — یاد وہ رات کی نہین بھولی
پھول لیکن کنوئین پہ جا بیٹھی

جنسے مالوف تھے وہین رہتے | اُنسے کچھہ کچھہ نگاہون مین کہتی
کیا نفاست مزاج کی کہیئے | ستھرے اتنے کہ دیکھہ ہی سائے
خال جون پھول گل کترتی ہین | یا کہ نقشو نمین رنگ بھرتی ہین
چوہے چڑیا یا اُن ذبح کی نظر | حج کا کرنا نہ فرض تھا اسپر
موہنی بھی تو تھی بہن اسکی | نسبت اسکی تھی وہ بہت کھسکی
پاوے جو کچھہ سو مار رکھا ہے | ایک کیا چار چار رکھا ہے
جانور مارنا تو ہے یک سو | تیز نیچہ کیا نہ اُن نے کبھو
یہ نزاکت اسی کو بن آوے | موش دشتی کو دیکھہ ڈر جاوے
ان نے ماری ہین کتنے ڈھونس | گھونس دیکھی تو ہووے کوئی گھونس
یہ چھچھوندر کے بولتے بھاگی | وہ پڑی سوتی بھی ہو تو جاگی
چھپکلی سے یہ پھیر منھ کو لے | وہ جفا کار جیفہ پر جی دے
یہ پنڑی سی تھی جو خرام کرے | وہ جو اچھلے تو دھوم دھام کرے
کبک اسکی خرام کے عاشق | جانور اسکے نام کے عاشق
غرض افسوس کی جگہ بلی | اب کہان گو کہ چھپانے دلی
ایسی بیگم مزاج بلی کہو | بیگم آباد ہم گئے یارو

کار پردازون کو تقلید ہے — شور ہے گالی ہے تشدد ہے
وے بچارے بہانے کرتے ہین — رات دن لوگ چوکی بھرتے ہین
کہتے اُن سے تو یہ ملے ہی جواب — کسکے گھر سے بناوین لاکے شتاب
ہمکو کھانے ہی کا تردد ہے — صبح بقال کا تشدد ہے
بنیا منھ کو چھپائے جاتا ہی — روٹی کا ٹکڑا کھائے جاتا ہی
حال کب پوچھنے کے ہی قابل — ہم فقیرون کے رنگ ہین سائل
سوچین ہین جب تو جھول جاتے ہین — بات کہتے ہین بھول جاتے ہین
تمکو دیوار پا کھے ہینگے یاد — ہمکو کرتا نہین خدا آزاد
کسکو موسین کہان سے کچھ لاؤن — دال آٹا جو تمکو پہونچاؤن
تم کہو دال ماش کی ہی بون — یان بہم پہونچی ہے جگر ہی خون
تم کہو آٹا کھس کھسا کھایا — یان کلیجہ پسا تو ہاتھ آیا
اور دو چار روز یہ بھی ہی — ایک غم سینہ سوز یہ بھی ہی
فصل ہونے ابھی نہین پائی — پیشگی سب سے قرض لے کھائی
جس سے جھوٹے ہوئے ہین ہم بیزار — چوساوہ کہے ہے ساہوکار
ماش کی دال کا نکرے گلا — گوشت یان ہی کہو کسو کو ملا

کوئی گھورا کرے کوئی بھونکے
خفتہ خفتہ بھی شور سی چونکے

سانجھ ہو کے قیامت آئی ایک
شور عف عف سی آفت آئی ایک

گلہ گلہ گھر و نمین بھرنے لگے
روٹی ٹکرے کی بو پہ کرنے لگے

ایک نے آکے دیگچا چاٹا
ایک آیا سو کھا گیا آٹا

ایک نے دوڑ کر دیا پھوڑا
پھر پیا آکے تیل اگر چھوڑا

گھور نے ایک لگا اندھیر اکر
ایک نے اور ایک پھیرا کر

گھر مین چھینکے اگر تھے توڑ پڑے
ہانڈی باسن گرا کے پھوڑ دیے

لوگ سوتے ہین کتے پھرتے ہین
لڑتے ہین دوڑتے ہین گرتے ہین

جبکہ ہڈی پہ چار جا لڑین
گوشت پر بھیڑیے سے ٹوٹ پڑین

ایک کے پیچھے ایک روز و شب
لنڈ سے وان نہ بندھے ہے کب

کتے ہی وان دو چار رہتے ہین
دو گئے بھی تو چار رہتے ہین

جاگتے ہو تو دور بد و کتے
سو کر اٹھو تو رو بر و کتے

سر پہ دربان کی بلا ہی رہے
کتا ایک آدھ گھر مین جا ہی رہے

منھ مین کف دور دور کر بیٹھے
حال بیجان شور کرنے سے

تو کہے سنکے وہ گلا پھاڑا
بادلے کتے نے اسے کاٹا

کہ بیابان سخت سے دریا
چار چھ کوس چار دن سے

سو بھی تو لے گئے چار دن سے
چل چلاؤ گئے تو نہین سے چار دن سے

دھندھ سا اور جو نہین سے پہلے
چوٹی تو ٹی کوئی نہین سے پہلے

سو بھی میدان مین اکیلی ہے
ایک دو مرے سے نرالی ہے

ایسی جاگہ سے اونچی دیوار
کوئی نکلے نہین جا رے

وہ بھی کوئی چار طرف کوئی
صورتین کالی سو بھی سو بھی سی

ساری کنگال اور بھوکی سی

چار دانون کے واسطے جی مین جان کھا جائین کچھ نہ جنبک مین
اس سے آگے بڑھے تو دھنیورا تھے اُجڑے بجڑے اٹھونکے کچھ گھر تھے
اور آگے گئے تو تھا بازار اسمین بنیونکی تھین دوکانین چار
ایک کے پاس دال کچھ آٹا تسکو بھی مکھیون نے تھا چاٹا
آیا کچھ سانوان اور تھوڑی چنے چٹر و نمین خاک دھول ایک کنے
جو تھا باقی رہا سو تھا کنگال نام کو کہتے تھے اسے تھال
اسکا عامل کے یان اٹھا لایا اُن نے جیسا کیا تھا سو پایا
ایک کنجڑے کے چار گٹھی پیاز تسپر اسکو ہزار فخر و ناز
کیا کہون مرچ تھی نہ ادرک تھی اُس مچھندر مین کچھ بھی گھد تھی
ایک دوکان کی پسواری کی اُن نے ہلوگون سی بھی یاری کی
اُس سے جاکر جو مانگئے ہلدی زردمٹی کو باندھ دی جلدی
دیکھ کر کچھ کہو تو وہ یہ کہے بس تم اس بستی مین میانجی رہے
یان جو کچھ ہی چلن سو نیا ہون مین بھی پیسے لگا کر لیا ہون
مانگو اُس سی جو مرچ یا دھنیا دیوے بچا وہی جو تھا دھنیا
اُن مین دو دانے اور سب کنکر دیوے کاغذ مین ہاتھ لنبا کر

دوکون

دونون کا اک جدا ہی مطلب ہے | یہ کہے روز وہ کہے شب ہے
آس پاس اُس گھڑی کہ آئی جھیل | گم تھے برسات مین طریق و سبیل
ایدھر اودھر اُتر کے پانی جاؤ | قہر ہے پھر جو ٹک بھی ہو وے چڑھا
اوس دانکی ہوا بہت مرطوب | ہووے نزلہ زکام بے اسلوب
کتنے روز وہین ہوتی ہی کھانسی | ایسی جیسے گلے مین دین پھانسی
پھر وہ درجہ ہی جسمین ہووے دق | یہ کوئی نکلی ایک ثالث شق
بڑی آفت خطر تھا سکھون کا | کیون کہ وہ ملک گھر تھا سکھون کا
اسمین آجاتے تو قیامت تھی | مال و جان غرض سبکی خصومت تھی
نہ کوئی داد رس نہ وقت داد | مفت ہی ہم گئے تھے سب برباد
کیا کڈھب چیز کے ڈھپنکا تھا | پر خدا کچھ ہمارا سیدھا تھا
جسنے قدرت نمائی کی اپنی | اس بلا سے رہائی کی اپنی
بس قلم ہے حریر تیزی تند | شور سے تو پڑا ہا ہا مین ڈنڈ
بدزبانی کا مجکو کب ہی دماغ | ایسی باتون سے مین کیا ہی فراغ
ہو چکی صاحبون کی فرمایش | چپ رہ اب ہی زمان آسایش

مثنوی دیگر

جب وہ چھوٹے شور ہنگامہ رہین — اتبو چھوٹا اتبو چھوٹا سب کہین
چھوٹنا ہے گر پڑی کوئی بجوگ — بندرون سی ناچتے پھرتے ہین لوگ
ہوتی ہین اس جنس مین بھی کچھ سی خرد — آدم و حیوان مین یہ رخ ہین بد
طنز ہے یہ بات اگرچہ ہی کہی — جو کری انسان تو بوزینہ بھی
لیکن اس جاگہ تو صادق ہی قول — سارے اُسکے آدمی کرتے ہین دل
ہے تماشا آئینہ کے روبرو — عکس سی اپنے اسے ہے گفتگو
دیکھنا جھک جھک جو اسکا ہو ضبط — آرسی بندر کا ہے مشہور ربط
گاہ بوسہ گاہ غوغا بولنا — گاہ آنکھین موندنا گہ کھولنا
آگے تھا اک بوزنہ شبطرنج باز — چال سے اُسکے نکلنا امتیاز
کہنہ قرادون سے ہمکو یاد ہے — یہ اسی قتان کا داماد ہے
جان دین بندر اگر دیکھین چنے — رہتے ہین چانول پڑے اسکے کنے
آنکھ کب دوری ہو اسکی ہر طرف — ہے یہ اپنے نوع کا فخر و شرف
الغرض منوا عبارت جانسے ہی — نام اس دلکش کا منوا یا نسی ہی
خوش رہی منوا تو خوش احوال ہے — ورنہ آدم ہے جوانی مین بھی پیر
دہر مین یارب نہ یہ مخزون رہے — جسکا منوا ہے اُسے میمون رہے

متصل ایسا ہوا جو اتفاق | مرگ ان بچونکی گذری سب شاق
حفظ اسکی کو کہ کا لازم ہوا | جھاڑے پھونکے کا ہر اک عازم ہوا
نذرین مانین نقش لائے ڈھونڈھ کر | نیل کے ڈورونمین باندھ پیٹ کر
چیچھرون پر بعضون نے افسون لکھے | بعضون نے تعویذ لیکر خون لکھے
بے بلائے سے بہت کی التجا | گریۂ محراب سے چاہی دعا
گوشت کی چیلونکو پھینکی بوٹیان | ماش کی موٹی پکائین روٹیان
لڑکیان ٹھلائیان کھاٹون تلے | اس طرح جون دیلی بلی کہلے
دیکھے ٹکڑا منھ کو ہر ایک کھولتے | اور بولی بلبلون کے بولتے
صد تو اترے چیچھری جو ڈھیر | گریۂ لادہ نے کھائے ہو کسیر
کین منا جاتین دل شب لاتعد | گریۂ زاہد سے بھی چاہی مدد
بو ہریرہ کے نہین مانا بہت | بلبلون کو بھی دیا کھانا بہت
مدح جس بلی کی کرتا تھا عبید | تھی دعا گوئی مین وہ بے کم و شبہ
خواجہ عصمت کہتے تھے طاعت جہان | ایک بلی بیٹھی تھی آکر وہان
صبحدم ہوتے وہی گرم سجود | گہ قیام اسکے تین تھا گہ قعود
چاہی ہمت اُس سے اٹھکر ہر سحر | کچھ تو باطن نے کیا اسکے اثر

سب سے آگے آن پہونچے دور تک
دیکھے میری پانون سے لے سر تلک

آنکھ سے معلوم ہوتا ہے مشتاق ہے
بلی یا اعجوبۂ آفاق ہے

بلیان ہوتی ہین اچھی کہین
یہ تماشا سا ہے بلی تو نہین

گر درد باندھو تو چہرہ حوکا
چاندنی مین ہو تو بگا نور کا

گرم شوخی ہو اگر یہ مثل برق
بجلی مین اسمین کچھ کر سکیے فرق

یا پری اس پیرہن مین ہے جلوہ گر
اٹھی اودھر سے نہین ہر گز نظر

کیسی ہے بلی ولایت کی ہے زور
خوب دیکھو تو ہے اسکے صدقے حور

ربط سے اپنے بھی جن کو انکی ساتھ
بیٹھے ہی تو بیٹھ پر میرا ہی ہاتھ

ایک دن جا کر کہین ٹک سو گئی
مانی مانی ساری گھر مین ہو گئی

بلی کا ہونا نہین اسلوب یہ
ہے کبودی چشم یک محبوب یہ

دیکھے جسدم یک ذرا کوئی اسکو گھور
چشم شور آفتاب اسدم ہو کور

حسن کیا کیا مانی کے کرے بیان
ہو جہان جبتک یہ ہو کوریان

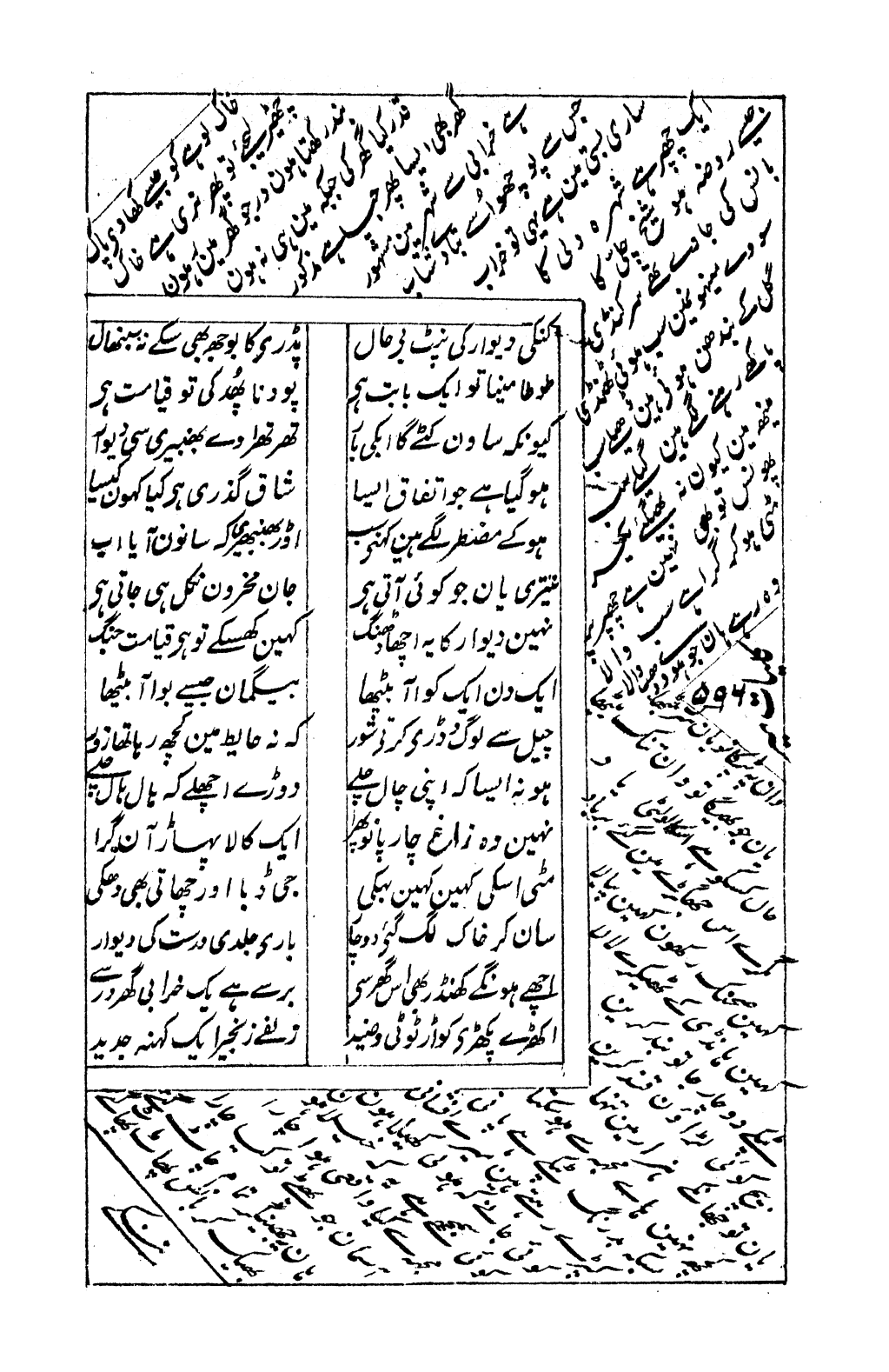
خوبی منی کی نہ کوئی کہہ سکے
دیکھے اسکو تو نہ اُس بن رہ سکے

داغ گلزاری سے اسکی تازہ باغ
اس زمان تیرہ کی چشم و چراغ

کیا دماغ اعلیٰ طبیعت کیا نفیس
کیا مصاحب بے بدل کیسے جلیس

چار دیواری سو جگہ سے خم ترتنک ہو تو سو کھتے ہین ہم
لونی لگ لگ کے جھڑتی ہی ٹاٹی آہ کیا عمر بے مزہ کاٹی
کیا تھمے مینھ سقف چلنی تمام چھت سی آنکھین لگی رہی ہین مدام
اس چکش کا علاج کیا کریے راکھ سے کب تلک گھڑے بھریے
جا نہین بیٹھنے کو گھر کے بیچ ہے چکش سے تمام ایوان کیچ
آنکھین بھر لاکے یہ کہین ہین سب کیونکہ پردا رہے گا یارب اب
جھاڑ باندھا ہی مینھ نے دن رات گھر کی دیوارین ہین گی جس سے بات
بادمین کانپتے ہین جو تھر تھر اُنپہ روا رکھے کوئی کیونکر
کیچ لے لیکے مارے چھوپا ہے چھوپنا کا ہے کو بلکہ تھوپا ہے
تسکو پھر پرچھتی بھی ملتی نہین ٹوٹا اک بوریا سا ڈالو کہین
ڈھانکو دیوار یا اٹھا رکھو یا ہمارے لئے بچھا رکھو
ایک حجرہ جو گھر مین ہی واثق سو شکستہ ترا زدل عاشق
کہین سوراخ ہی کہین ہی چاک کہین جھڑ جھڑ کر ڈھیر سی ہی خاک
کہین گوہون نے کھود ڈالا ہی کہین چوہے نے سر نکالا ہے
کہین گھر ہے کسو چھچھوندر کا شور ہر کونے مین ہے مچھر کا

کھو کوئی سپولیا ہی پھرے
کوئی تختہ کہین سے ٹوٹا ہے
کوئی دا سا کہین سے پھوٹا ہے
درکے رہنا ہمیشہ مد نظر
گھر کہان صاف موت ہی کا گھر
مٹی تودہ ہو ڈالے چھت پر ہم
مضطرب ہو کے کروٹین بدلین
ہم کو کی بے کلی اسی مین ہے
تختہ تختہ ہوئی یہ چھت کی
بن مین اندر ورین چھ ہو تو نہ یاد
ٹپ ٹپ ٹپکی کا درکے رہے ہے دھم
کرتی جاتی ہے ہوے ہوے ہین
درنہ کیا کل ہے جو نہین ہوتے



کنکنی دیوار کی نپٹ بُرحال
پڈری کا بوجھ بھی سکے نہ سنبھال

طوطا مینا تو ایک بات ہی
پودنا پھُدکی تو قیامت ہی

کیونکہ ساون کٹے گا ابکی بار
تھر تھراوے بھنبیری سی دیوار

ہو گیا ہے جو اتفاق ایسا
شاق گذری ہی کیا کہون کیسا

ہو کے مضطر لگے ہین کہنے سب
اوڑھنبھیری کہ سانون آیا اب

تیتری یان جو کوئی آتی ہی
جان مخرون نکل ہی جاتی ہی

نہین دیوار کا یہ اچھا ڈھنگ
کہین کھسکے تو ہی قیامت جنگ

ایک دن ایک کوا آ بیٹھا
بیگمان جیسے ہوا آ بیٹھا

چیل سے لوگ ڈری کرتے شور
کہ نہ حایط مین کچھ رہا تھا زور

ہو نہ ایسا کہ اپنی چال چلے
دوڑے اچھلے کہ ہال ہال چلے

نہین وہ زاغ چار پانو بھرا
ایک کالا پہاڑ آن گرا

مٹی اسکی کہین کہین بہکی
جی ڈبا اور چھاتی بھی دھکی

سان کر خاک لگ گئی دوچار
ہاری جلدی درست کی دیوار

اچھے ہونگے کھنڈر بھی اس گھر سے
برسے ہے یک خرابی گھر در سے

اکھڑے پکھڑی کواڑ ٹوٹی وضید
زلفے زنجیر ایک کہنہ جدید

تنکے جا نذار ہین جو بیش و کم
تنپہ چڑیون کے جنگ ہے باہم

ایک کھینچے ہی چونچ سے کر زور
ایک کھڑی پہ کر رہی ہے شور

پوچھ مت زندگانی کیسی ہے
ایسے چھپر کی ایسی تیسی ہے

کیا کہون جو جفا چکش سہی
چارپائی ہمیشہ سر پہ رہی

بوریا پھیل کر بچھا نہ کبھو
کونے ہی مین کھڑا رہا یکسو

ڈیوڑھی کی ہے یہ خوبی گھر ایسا
چھپر اس چونچلے کا گھر ایسا

جنس اعلیٰ کوئی کھٹولا کھاٹ
پائے پٹی رہے ہین جنکے پھاٹ

کھٹملون سے سیاہ ہے سو بھی
چین پڑتا نہین ہے شبکو بھی

شب بچھونا جو مین بچھاتا ہون
سر پہ روز سیاہ لاتا ہون

کیڑا ایک ایک پھر مکوڑا ہی
سانجھ سے کھانے ہی دوڑا ہے

ایک چٹکی مین ایک جھٹکے پر
ایک انگوٹھا دکھا دی انگلی پر

گرچہ بہتون کو مین مسل مارا
پر مجھے کھٹ ملون نے مل مارا

ملتے راتون گھس گئین پوریں
ناخنون کی ہین لال سب پوریں

ہاتھ تنگے پہ گہ بچھونے پر
کبھو چادر کے کونے کونے پر

سلسلا یا جو پانینی کے اور
وہین مسلا کرا ٹیرون کا زور

مین تو حیران کار تھا اپنا
کوئی اسدم نہ یار تھا اپنا

اینٹ پتھر تھے مٹی تھی یکسر
خاک مین لگیا تھا گھر کا گھر

چرخ کی کجروی نے پیسا تھا
پر خدا میرا مجھہ سے سیدھا تھا

کتنے اک لوگ اسطرف دھائے
یا ملک آسمان سے آئے

مٹی لے لے گئے دو پانھو نمین
کام نے شکل پکڑی باتو نمین

صنعت اس لڑکے کی نظر آئی
ہم جو مردے تھے جانسی پائی

آنکھ کھولی ادھر ادھر دیکھا
اس خرابی کو بھر نظر دیکھا

قدرت حق دکھائی دی آکر
یعنے نکلا درست وہ گوہر

دہشت کی کوٹھر مین لا رکھا
گھر کا غم طاق پر اوٹھا رکھا

سومیائی کھلائی کچھہ ہلدی
فرصت اسکو خدا نے دی جلدی

غم ہوا اسنکے دوستدارونکو
پھر بندھا یہ خیال یارونکو

کہ مری بود و باش یان نہ ہے
گو تصرف مین یہ مکان نہ ہے

شہر مین جا بہم نہ پہونچی کہین
چار ناچار پھر رہا مین وہین

اب وہی گھر ہے بے سر و سایہ
اور مین ہون وہی فرومایہ

دن کو ہی دھوپ رات کو ہی اوس
خواب راحت ہی یان سو سو کوس

قیس کیا رنج کھینچ کھینچ موا
سر پہ فرہاد کے سنا جو ہوا

عشق نے چھاتیان جلائی ہیں
آگین کس کس جگہ لگائی ہیں

عشق مین ایک جی کو کھو بیٹھے
ایک آنکھون کو رو کے رو بیٹھے

ایکون کا جیب تا بدامن چاک
ایک ڈالے ہے سر کو اوپر خاک

شان ارفع ہی جنکی خوار ہین یان
عقل والے جنون شعار ہین یان

خستۂ عشق کچھ نہ میر ہوے
بادشاہ عشق مین فقیر ہوے

کوئی دلتنگ ہو کوئین مین گر
کوئی ڈوبا کوئی گیا نہ پھر

جب پتنگا ہوا تھا اس سے داغ
جب دیا جیکو ان نے پیش چراغ

عشق کی فاختہ تسمکش ہے
عشق سے عندلیب دلکش ہے

عشق باعث ہوا وطن چھوٹے
مرغ پکڑے گئے چمن چھوٹے

مایۂ درد و رنج سب ہی عشق
متصل رونے کا سبب ہی عشق

پڑ گئے دل جگر مین آخر چھید
کچھ نپایا کنھون نے عشق کا بھید

تیزی تیغ ستم جو ایچے عشق
جامے بہتون کے خونمین کھینچے عشق

عشق سے قہری ہے حریف سرد
مہ سے آنکھین لڑا رہا ہی تدرو

قصہ میرا بھی سانحہ ہی عجب | کس پہ گذرا ہی یہ ستم یہ غضب

معاملہ اول

ایک صاحب سے جی لگا میرا | اُنکے عشوون نے دل ٹھگا میرا
ابتدا مین تو یہ رہی صحبت | نام سے اُنکے تھی مجھے الفت
خوبی اُنکی جو سب کہا کرتے | گوش میرے اُدھر رہا کرتے
بخت برگشتہ پھر جو یار ہوے | اک طرح مجھسے وی دو چار ہوے
کیا کہون طرز دیکھنے کے آہ | دل جگر سے گذر گئی وہ نگاہ
چپکے منھ انکا دیکھ رہتا ہون | جی مین کیا کیا نہ کچھ نہ کہتا ہون
وی تو ہر چند اپنے طور کے تھے | پر تصرف مین ایک اور کے تھے
کرتے ظاہر مین احتیاط بہت | مجھ سے بھی رکھتے اختلاط بہت
بات کی طرز میری ہی بھاتی | میری آزردگی نہ خوش آتی
پیار چتون سے پھر نکلنے لگا | دیکھنا میرے دل کو ملنے لگا
کہین دیکھون تو بات دیر کہین | بیدماغ اور بیگمان رہین
کچھ آزار مجکو دینے لگے | قسم اقسام مجھسے لینے لگے
مین جو کھاتا قسم تو ہو برہم | کہنے لگتے کہ کیا گدا کی قسم

معاملہ دوم

ایک مدت تلک یہ رنگت تھی
رفتہ رفتہ کچھ نہ الفت تھی
ہاتھ پاؤن کو اپنے نکوایا
گاہ بیگاہ پاؤن پھیلاتے
پھر جو پاؤن کو اپنے پھیلایا
پھر جو پاؤن کو اپنے پھیلایا
پھر جو پاؤن کو اپنے پھیلایا

اسکی زلفوں میں دل گیا نہ پھرے
رہے صنبل کے بیچ پانچ دھرے

اُس حسین سے ہو لگی کب جاوے
صبح صادق کی دعوی ہی کاذب

ویسی بھوں کشیدہ بھی ہیں کہیں
یہ کمانیں کسوسے کھنچتی نہیں

پھری پلکوں کی اور سب کی نگاہ
چشم پر میری تیری چشم سیاہ

کہوں چتون کے دیکھنے کا طور
اس قیامت پہ وہ قیامت اور

سطح رخسار آئینہ سے صاف
جو نہ ٹھہرے نگہ تو رکھے معاف

لطف بینی کا فہم ہے دشوار
ایک باریک بینی ہی درکار

کیا جھمکتا ہے ہائے رنگ قبول
جیسے کھڑا گلاب کا سا پھول

ہی دہن تنگی سے سخن کوتاہ
کچھ نکلتی نہیں سخن کی راہ

اس سے گل کیا چنے کوئی ہمدم
غنچۂ ناشگفتہ ہی بھی کم

برگ گل سے زبان ہی نازک تر
پھول جھڑتے ہیں بات بات اوپر

کیا کہوں کم ہیں ایسے شیریں گو
وہ زبان کاش میرے منھ میں ہو

دمبدم سوے گوش اشارہ صبح
گوہر گوش باستارہ صبح

جب بنا گوش اُن نے دکھلایا
صبح کا سا سمان نظر آیا

ان لبوں کا مزا لیا سو بھات
تسکے اوپر ہمارا بھی ہی دانت

اسکے تو پہلو سے مین ہو کی جدا — درد پہلو سے تنگ دل ہی ہا
ہے اُس سے خدا خدا نہ کرے — دور اس سے جیون خدا نکرے
یون تو ہین سُخ اسکی ہر انگشت — دو بی ہین میرے خونین گشت
وہ کفِ دست راحت جان ہے — کاش سینے پہ رکھدے غم یان ہے
کیا بیان خوبی شکم کو کرے — دیکھنے سے کبھو نہ پیٹ بھرے
صدر کے ناحیے سے لے تا ناف — چپکی جاگہ ہی کیونکہ کہیو صاف
اس سے پھر آگے غنچۂ گل ہے — یان سخن بابت تامل ہے
پردہ مین بھی جو کچھ کہا جاوے — آپ تو نہ ٹک رہا جاوے
گئی نظر ولے وہ کمر باریک — ہو نہ آنکھو مین کیون جہان تاریک
اور کیا دل زدیکو بات آوے — کہین یارب شتاب ہاتھ آوے
نازکی اُس میان کی کیا کہئے — بنے تو ہاتھو مین لئے رہیے
ٹک اگر لچکے تو قیامت ہے — پھر قیامت تلک ندامت ہے
کیون پڑی ران نظر تا ساق — اُس بن اب زندگی ہوئی ہی شاق
ہاے جانان سے گفتگو ہے اب — خاک مین ملنے کا یہی ہے ڈھب
وہ قدم کاش فرق سر پہ ہو — ساق سیمین مری کمر پہ ہو

معاملہ پنجم

ایک دن فرش پر تھا میرا ہاتھ — باتین کرتے تھے دفعۃً بھی میرے ساتھ
پانون سے ایک انگلی ملڈالی — لطف سے دو دو وہ نہ تھا خالی
درد سے کی جو مین نے بیتابی — دستِ نازک سے دیر تک دابی
یاد آتے ہین ایسے لطف جواب — گذرے ہین جان غم زدہ پہ عذاب
تن بدن دیکھ جی نہ رہتا تھا — مین جو گستاخ ہو کے کہتا تھا
کہ یہ جا گہ تم اس فقیر کو دو — تبسم ہو کے کہنے لگے یہ تو
یہ بھی کیا کیا خیال رکھتے ہین — آرزوے محال رکھتے ہین
پھر گھڑی بھر مین کہتے ہو ملوں — مار کھانے کی باتین سب ہین فسول
جب سلوک انکا یاد آتا ہے — کیا کہون جی سے بھول جاتا ہے

معاملہ چہارم

ایک دن پان وہ چباتے تھے — سُرخ لب اونکے مجکو بھاتے تھے
کہ اٹھائین اگر اوگال مجھے — منھ سے دو تو کر و نہال مجھے
بولے یونہین ہی مین کہا ہا پیچ — جھوٹا کھاتے ہین میٹھے کی لالچ
ہنسکے اسوقت مجکو ٹال دیا — پھر اُسی رنگ سے اُگال دیا
ایسی صد رنگ مہربانی تھی — تب سیہ رو کی زندگانی تھی

صورت انکی خیال مین ہر دم
خواب مین جو ہو وہ قرہ باہم

مین تو بستر پہ دل شکستہ اداس
چاند سا منھ انھون کا تکیے پہ

مین بچھونے پہ بیخود و بیخواب
ایک پیکر پری کا سا ہے خواب

فرش پر پانون پہ غبار آلود
انھین وہی دونون پانگار آلود

مین تو افتادہ محو عجز و نیاز
باز و میر کسو کی بالش نہ

جلتی آنکھون کہ گل رخسار
جسپہ کہیہ بکھرے موی عنبر بار

پاس منھ کے وہ لال ترنازک
دست گستاخ پر کمر نازک

فرش اس گلبدن سے سب بوریا
پھول مین نے بچھائے تھے گویا

شب کٹے صورت خیالی سے
دن کو ہون مین شکستہ حالی سے

اگرچہ روزانہ بھی تصور تھا
لیکن اندوہ سے مکدر تھا

کہین تصویر سی نظر آئی
کہین منھ پھیر جیسے شرمائی

کبھی دل انکے رو دمو مین ہے
کبھی ملنے کی آرزو مین ہے

صورت حال اور کہیہ ہر دم
گاہ لب خشک گاہ مژگان نم

مین بھی متعدد رتک وفا کی ہے
خان غمناک پر جفا کی ہے

برسون تک مین پھرا ہون سرگرداں
روز و شب دونون بھی تجھے یکسان

جو پڑھے گا بسنگ نامہ یان ہوگی ساری حقیقت اسپہ عیان
یان نہ تفصیل کرنے کا تھا مقام کہ محبت سے یان ہی حرف کلام

معاملہ ہفتم

بارے کچھ بڑھ گیا ہمارا ربط ہوسکا پھر نہ دو طرف سے ضبط
تب ہوا بیچ سے یہ رفع حجاب جب بدیمن رہی نہ مطلق تاب
ایک دن ہم وہ متصل بیٹھے اپنے دل خواہ دونوں مل بیٹھے
شوق کا سب کہا قبول ہوا یعنی مقصود دل حصول ہوا
واسطے جسکے تھا مین آوارہ ہاتھ آئی مرے وہ مہ پارہ
گہ گہے دست وی ہم آغوشی ہمسری ہمکناری ہمدوشی
چند روز اس طرح رہی صحبت پیار اخلاص رابطہ الفت
کچھ کہون جو انھونکی ہو تقصیر تا رسائی تھی طالعونکی میر
ہوگئے بخت اپنے برگشتہ پھر کیا آسمان نے سرگشتہ
بات ایسی ہے اتفاق پڑی کہ ہوئی سر یہ فرقتان کھڑی
لگی کہنے کہ مصلحت ہی یہ کتنے روز ون جدا تو مجھسے رہ

لطف مبذول حال پر ہر آن — تازہ ہر دم مروت احسان
لب سی جان بخش حرف سی دلجو — لطف سے پوچھتا کہ خوش ہی تو
یاد کر رو دن انکی کونسی بات — کسطرح کاٹون ہجر کے اوقات
ملنا انسے بھی ہو گھٹے غم بھی — آئے جیتون مین جایئے ہم بھی
مدت ہجر اگر تمام ہوئی — ورنہ اپنی تو صبح شام ہوئی

تمام شد مسمی بہ معاملات

مثنویات اثر در نامہ

پھونچتا تھا گردون تلک شور و شر — ہوا صاف ہوتی نہ رد و دہر
رہا کرتی کوسون تلک اسکی دھوم — نہ اُس راہ آتا کوئی خبر ہوم
ہوئی ساکنان بیابان تبنگ — اٹھی کوہ و وادی سی شیر و پلنگ
گئے جان لے وحوش و طیور — کوئی رہگیا موش و مینڈھک سا دور
گئی لومڑی ایک سوکھی ہوئی — کسو در جنگل مین بھوکھی ہوئی
گلی مین جو یان کی کھلے اسکے لب — ہوئی دان کی اعیان گرم غضب
خراطین و خرموش و موش و شغال — اس اژدر کو کر جنس اپنی خیال
روان ساتھ اسکے شبانہ ہوے — کئی گرگٹ آگے روانہ ہوے
رعونت سی مینڈھک اچھلتے چلے — بلون مین سی چوہے نکلتے چلے
قریب اُس بیابان کے جسدم گئی — اٹھون مین سی آگے بہت کم گئی
قضا را وہ آفت تھی سر گرم سیر — چلے آتے تھے بھاگتے وحش و طیر
اُس آشوب سی دست و پا گم گئی — فراموش سب نے سر و دم کئے
لڑا ڈر کے خرموش سا پہلوان — ہوا مضطرب کیچوا سا جوان
وہ گرگٹ کہ جسکو تھی گردن کشی — ہوئی خوف سی اُسپہ طاری غشی
قدم غوک سی گرد کا چل گیا — بھروسا گیدڑ پہ سوٹھل گیا

مثنوی مسمی بہ تنبیہ الجہال

صحبتین جب تھین تو یہ فن شریف — کسب کرتے جنکی طبعین تھین لطیف
تھے ممیز درمیان انصاف تھا — خار و خس سے کیا یہ عرصہ صاف تھا
دخل اس فن مین نتھا اجلاف کو — کیا بتاتے تھے یہ سو اشراف کو
تھے جو اس ایام مین استاد فن — ناکسون سے وہ نکرتے تھے سخن
پھر حصول اس سے نہ دنیا ہی دین — کوئی حاجت اُس ہی وابستہ نہین
گر چمار اس کارخانہ مین نہو — ٹوٹے جوتے کو کہان لیکر پھرے
چار و نا چار اُس کنے جانا پڑے — کوڑیان دی جوتی گٹھوانا پڑے
حاجت اس فرقے سے مطلق ناگہان — جو نہو شاعر تو کچھہ نقصان نہین
یہ تو دنیا مین ہی اس فن کی محال — دین کا اس فرقے کے پوچھو نہ حال
کذب ہو جس جا کے رونق بخش سخن — دانکی دینداری رکھو اور دلکو جمع
جھوٹ ہی اسقدر جب درمیان — گو یقین ایمان کیا دین کہان
ہم نمک تھی بھی وہی رسم قدیم — یعنے جنکے ہوتے تھے ذہن سلیم
پیار کرتے تھے انھین استاد فن — انکے ہوتے راہبر راہ سخن

جو کہ خود رکھتے اُستاد و پیشوا غالب — اُنکے تئیں ہرگز نہ تھا اعتبار
زندگی بلکہ اُنھوں پر شاق تھی — ہاتھ گردن لگ جاتی تھی سلاق تھی

حکایت

شائق فن تھا وزیر اصفہان — ایک دن آیا ہلالی اُسکے ہاں
حاجبان در سے ہوا گاہ گاہ کا — کی اشارت تا اسے دیں پھر یہیں بار
غوث و تعظیم کی حد سے زیاد — پاس لے مسند پہ بٹھایا شاد شاد
اُن نے کھینچی اسکی مرزائی بہت — بیٹھے بیٹھے رات جب آئی بہت
شعر کی تقریب لا کر دی بیاض — کرنے لاگا شاعری کا امتحان
شعر خوانی کی پڑھا سو غلط — سنتے ہی بگڑ کا وہ شعلہ کی نمط
غصہ ہو بولا کہ ہاں فراش و چوب — کھینچ لا میدان مین کی سلاق خوب
اسقدر مارا کہ بے دم ہو گیا — سوج دست و پا ہر اک تہم ہو گیا
کھینچ کر ڈیوڑھی دربار مین — یہ خبر پہونچی جو ہر بازار مین
وارث اسکے لیکے آرات کو — جب بخود آیا تو پایا بات کو
یعنی دستور زمان دشمن تھا — یاوہ کچھ ناآشنائی فن تھا
غالباً پایا غلط اشعار کو — خوش نہ آیا اُس کرم کردار کو

جو چُنے خود سر سیہی باز آئی | تربیت ہو نیکو استادونکی جائے
ورنہ کرتا پوچ گوئی ہُنرنگ | رفتہ رفتہ شاعری ہوجاتی ننگ
تب جو مین شلاق کی یہ خام تھا | اب جو آیا لایق انعام تھا
قصہ کوتاہ تھی ممیّز درمیان | ننگ ہی کرم مزابل پر بھی یان
بے تمیزی سے ہی رائج اتہری | جسکو دیکھو خود نمائی خودسری
نے بیان کا ہے سلیقہ نے زبان | اسپہ ہی ہر ایک سحبان بیان
بس قلم وقت زبان بازی نہین | چپ کہ دوران سخن سازی نہین
کون حرف خوب کو کرتا ہی گوش | بات کی فہمید کا ہی کسکو ہوش
بے تمیز دنسے بھرا ہی سب جہان | ہی دماغ حرف ہمکو بھی کہان

تمام شد

مثنوی در ہجو ناہل مسمّی بزبان زد عالم

سنیو اے اہل سخن بعد سلام | چھیڑتا ہے مجکو اک تخم حرام
پر نہین مرغی کا گرم طیر ہی | وہم مین فہباز کا ہم سیر ہے
کام مجکو کچھہ نہین ہی اور سے | بلکہ اس بھی طرز سے اسطور سے

کسب جو کرتے تھے یہ فن بہر شرف
انمین سے کوئی تھا میر حریف

کتنے اک نو مشق تھے گرم سخن
سو بچارے آپہی ناآگاہ فن

مدعی میرا ہوا یہ بے ہنر
مردۂ صد سال سا بے نور تر

کاسہ لیس مایۂ خبث وجمود
قلیہ دہ روز سے بھی بدنمود

آتے اچھا ہی جو اسکو روکدو
ورنہ منھ دیکھو تو وہ ہین اوکدو

باب اسکا سخت نادان نادرست
لوری کی سی گندی بلی فاق درست

ایک جا آیا شتر قد گھر گیا
وان شتر خرہ سا مجسم کر گیا

رہ گیا مین پی کے لوہو سا لہو
یعنی دیکھون بیٹھے ہی کس کا ٹیٹوا

اس تحمل پر نہ کی مطلق نظر
خار پہلو کا ہوا ہر جا لچر

جب لگا ہے ناچنے مستی سے خوب
تب لیا مین نے قلم کے زیر چوب

مستی اسکی ساری اب چھڑ جائیگی
دھوم ساری گلیو مین پڑ جائیگی

جب بڑون سے مارنا ہو کھائین
کج خرامی سے تب اپنی باز آئین

راہ سیدھا ہو کے چلتا ہی بلے
اونٹ جب آیا پہاڑ ونکے تلے

اونٹ کی خلقت پہ ہی قدرتکو نا
اسکی خلقت کم ہے کیا اہی بے نیاز

ہیئت اسکی مضحکہ ہے سوا گی ہی
جید لبوح بن عشق کی ٹانگ ہے

چل قلم اب ہی ارادہ جنگ کا
پاس کبتک کیجئے نام و ننگ کا

یان زبردستوں کو دعوی کھا گیا
یہ چھپا رستم کہان سے آگیا

تا قیامت فہم کو دعوی بڑا
ہوگئے ننکا سا پہاڑ و نسی اوڑا

ہاتھی کی ٹکر کو ہاتھی ہی اٹھائے
چیونٹی کا کیا جگر جو منہ پہ آئے

جنگ ہاتھی کی ہو گو اسکو ہوس
پر اُسے ہی موت کا ریلا ہی بس

ایک دھکے مین کہان وہ کاہی
پودنی کی سی ہی اسکی ضامنی

مین نے پاس اسکا کیا حد ہی زیادہ
پر کمی کرتا ہے یہ ابن زیاد

قبلہ کہتے کہتے حاجی ہو گیا
پاس ظاہر چھوڑ یا جی ہو گیا

رشک شہرت سے مری مرنے لگا
میری عزت کا حسد کرنے لگا

لگ گئی چپ اسکو میرے شور سے
یہ نہ سمجھا ہے خدا کی اور سے

یہ قبول خاطر لطف سخن
دی ہے کب سبکو خدائی ذوالمنن

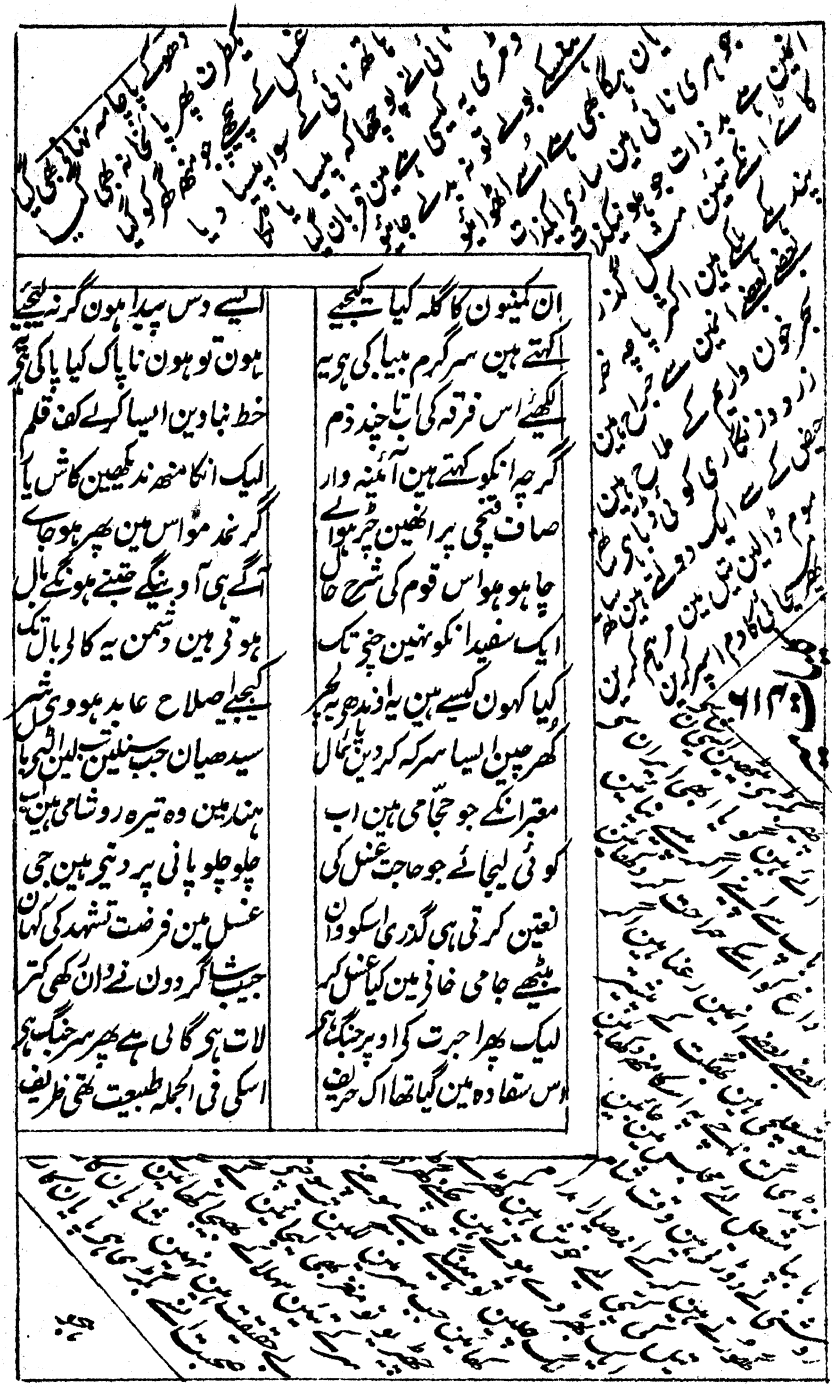
ایک دو ہی ہوتی ہین خوش طرز و طور
اب چنانچہ میر و مرزا کا ہی دور

خصمی وہ کرے کہ ہو مقبول خلق
نے انھون کی جو کہ ہو مقبول خلق

دشمنی تھی اسکو مجھسے کیا ضرور
حیف ایسی عقل لعنت یہ شعور

ہون جو مین پر تو فلک تو ہی تیرہ
خور کے آگے ذرہ کب ٹھہرا رہا

بجڑ گیا ہو وی دماغ اسکا تمام — پڑھتے پڑھتے شور سی ہر صبح و شام
وہ حرف جو روسی جا بک جاہلو — ایسا ا و ما خرا پیدا ہوا
دیکھ کر اونکی خرابی پائی محمد — ایک کوتے نی کی تقلید تدرو
کود کر چلنے لگا آخر کو راہ — اپنی بھی رفتار بھولا رو سیاہ
کاشکے ہو وین مخدر شیخ وشاب — چھوٹی سا منھ جو پکا ریکا ہی بابا
بد نمائی اسکی ہی بیسا ختہ — کیا ہے یان میش بچہ انداختہ
دیکھ اسے یا دآوی قدرت کاملہ — کیا بلا ہے مادہ خوک حاملہ
گرگ گردن خوک چشم غوک سر — غول صحرائی کا بچہ ہے مگر
چار سکھیان کہکی شاعر ہو گیا — اس فن مشکل کا ماہر ہو گیا
باپ کو اُن نے نبا رکھا ہی وقت — ہین کہان ایسے سعادتمند پوت
کم ہوا ہے گا جو اسکا زور پا — جانتا ہے اسکو پر یکا عصا
کچھ تہین معلوم اسکو سرکار — تپ کو ٹھہرایا ہے اسکو روزگار
اس زنازادے نی جو لب وا کیا — پہلے ماکا راز ہی رسوا کیا
ایک ہی شب کے تئین جلوا دے — یار مان کے باپ کو دکھلا دے
پھر حقیقی باپ سے جا کر ملا — اس مجازی کا کیا اس سی گلا



ہجو عاقل نام ناکسے کہ بسگان انسی تمام داشت

اک جولہے کو رزق کی وسعت سی ہوگئی
ننگی کی جھولی نے تو رجعت سی ہوگئی

کتونکی ساتھ کھانے لگا کتونسی معاش
چھپڑ ہی کیطرح شام و سحر کتونکی تلاش

پاکیزگی طبع و لطافت وہ برطرف
کتا بغل مین مارے لگا پھرنے ہر طرف

دتکار و کتے کو تو نہوا نیا وہ پٹے
ہی اسکی استخوان شکنی کتونکے لئے

یا جھوٹے ہاتھ کو مارا نہ تھا کبھی
یا کتون سے چٹایا ہی اب پٹے سنکے بھی

کتے ہین پاس کتی ہین جیب و کنار مین
کتی ہین آستین مین کتے ازار مین

آیا جو ایک روز وہ کتہ چلا ہوا
کتا ازار اسکے سی نکلا بندھا ہوا

یک سگ گزیدہ کی سی طرح جھومنے لگا
پھر کھول اسکے منھ کے تئین چومنے لگا

ایسی بھی ہمنے دیکھی نہین کتونکی ہوس
گردنمین اپنی ڈالے پھرے روز و شب دس

ٹکڑا ہو جسکے ہاتھ مین لیا سکار یا سے
جیسے سگ سڑی سگ ہر سو آرہے

کتونکی جستجو مین ہوا روڑا بات کا
دھوبی کا کتا ہی کہ نہ گھر کا نہ گھاٹ کا

پھکتا ہی پھر جو کرتے ہی دوڑا دوڑا دھپا
لیتا ہی بید مانگ ہو لوگونکی کیڑی پھپا

جو ہڈیون پہ لڑتا رہا ہو سبان سگ
ہوا دمیت اسکو بھلا کس مقام لگ

جسکو خدا خراب کرے پھر وہ کیا کہی
کیونکر زبان نکالے نہ جون سگ پھرا کرے

آواز دی دی کتونکو توڑی ہی اپنی جان
مرجاے گا یہ بھوگتی ہی بھونگتی رہان

ہی بسکہ سگ پرست مریگا جو
توشے مین اسکے ہوگا نہ کچہہ غیر سگ گنی

کتونکے پیچھے پھیرتا ہی گلیون مین دوڑ رہو
یہ سب ہے اسلیے کہ ہر اک ناہی شور رہو

اس وضع ساختہ کے ہون احمق فریفتہ
بہرہ ہو جنکو عقل سے دی کیون سنیفتہ

ہی اس طرح کے معرکہ گیرون سے پر جہان
بہتیرے ایسے کتے نچاتی پھری ہین یان

مثنوی در ہجو خانہ خود کہ سبب شدت باران خراب شدہ بود

جسم خاکی مین جسطرح جان ہے
اس طرح خانہ ہم پہ زندان ہے

ظلمتین اسکی سپہ روشن ہین
زندہ درگور ہم کے تن ہین

ہی جو سر کوب اک بڑی دیوار
واسنے جھانکو تو ہے اندھیرا غار

بخت بد دیکھہ ساری پرنالے
اسکے معمار نے اودھر ڈھالے

اب جو آیا ہے موسم برسات
دن کو ہی اپنے ہان اندھیری رات

صحن مین آب نیزہ بالا ہے
کوچہ موج ہے کہ نالا ہے

مینھ مین گھر کے پانچ چھ چھپر
ہم غریبون کے ہوتی ہین سر پر

موج خشتی ستون مین بیٹھی — جان غمناک خون مین بیٹھی
لے گیا پیچ و تاب پانی کا — کوٹھری تھی حباب پانی کا
یون دھسا گھر کہ بار خاطر تھا — آہ کس کا غبار خاطر تھا
اکھڑی دہلیز سب منڈیر گری — لہر پانی کی جھاڑو دیتی پھری
ساری بنیاد پانی نے کاٹی — اینٹ کے گھر کو کر دیا مٹی
جھک گئے سب ستون در بیٹھا — وہی چھپر کھڑا ہے گھر بیٹھا
جب ا جارے پہ آکے چھٹ ٹھہری — ہم سبھون مین یہ مصلحت ٹھہری
آداب چھوڑ کر یہ گھر نکلین — کسوٹی پہ بیٹھ کر نکلین
دیکھے مرنے سے ڈوبنا خوب — ہے کنار امیان سے مرنا خوب
سنکے ہر اک جی مین در آیا — خاطر و نین یہ حرف ٹھہرایا
گٹھری کپڑون کی مین اٹھائی تھی — سر پہ بھائی کے چارپائی تھی
بوجھ کپڑون کا جنے باندھا تھا — اسکا سارا نگار کاندھا تھا
ساتھ کوئی چراغ لے نکلا — کوئی سر پر اجاغ لے نکلا
چھاج کی کر کے کوئی اوٹ چلا — مینھ کے مارے کوئی لوٹ چلا
منھ پہ چھلنے کو ایک نے دیا — ایک نے سر کی کا کیا گھوپا

گھونس جب فکر ہی مین مرتی ہو
موش دشتی پہ کیا گذرتی ہو

کوئی چھچھوندر جو بستی مین ہاتے
سو وہ چوہونکی مرثیہ خوان ہے

ایکدن گھر مین ایک گھونس آئی
اپنے پانون اجل اسی لائی

گھونس کیسی بتاؤن غیرت موش
طاق ہی جسکے آگے طاقت موش

یا کوئی مادۂ خوک آبستن
یا کسی چھچھوے کی برادر زن

پھرتی پھرتی جو صحن مین خوشحال
پائے دیوار بیٹھی سر کو نکال

کہین اودھر یہ شیر جاتا تھا
پھیرتا منھ پہ پنجے آتا تھا

پڑ گئی اسکی اسپہ چشم کبود
نیلا پیلا ہوتا دیکھا جون دود

پنجہ جھنجھلا کے اُن نے گذرانا
بارے کچھہ گھونس نے اسی جانا

پر اُسے خوف جان نہ آیا کچھہ
غالب آیا نہ اسکا سایہ کچھہ

ٹھک ٹھکا یا پھر اُن نے جانا تو
کیونکہ تھا یہ تو شیر کا خالو

پھر تو بگڑی ہی دونو نمن کی
چوٹ ہوتی ہے داہ ٹاپا کی

غصہ خرموش کو بھی ان چڑھا
اتفاق اس جگہ تھا ایک گڑھا

دونون لڑتے ہوئے گرے اسمین
کیچ کا گاہتے پھرے اسمین

ناخن اس شیر کا کچھہ ایک گڑا
شور محشر گڑھی کے بیچ پڑا

دے ہرن کو بھی جلدی مین تا ہوگا یان سگ لوند کیا کتا
اُڑتی چڑیا انھین نے ماری ہے استخوان سگ شکاری ہے
یہ جو غصے مین آوے تو ہی غضب اسکے ماری ہوی ہین مارے سب
منھ مین دیتے ہین اسکو جب مسعلہ طرفہ دم لا یہ کرتی ہی اچپل
منھ مین اپنے لیئے فتیلے سے سگ لیلےٰ کے ہے قبیلے سے
باہم اس کتے بلی کا یہ ربط کوئی دیکھے ہووے اُس کی ضبط
کھو جاتا جو ہے یہہ کوٹھے پر لگی رہتی ہے اسکی چھت کی نظر
اور سے دشمنی جانی ہے اسکی یہ باؤلی دیوانی ہی
دونون شوخی سے مارتی ہین ہین سگ و گربہ کی چال ہنڈیا مین

مثنوی در مذمت برشگال کہ باران دران سال بسیار شدہ بود

کیا کہون ابکی کیسی ہی برسات بجوش باران سی بہہ گئی ہی بات
بوند تھمتی نہین ہے ابکی سال چرخ گویا ہے آب در غربال
وہی یکسان اندھیر برسی ہے آسمان چشم وا کو ترسی ہے

بڑے بوند نکلی چوٹ سی دڑی — سنگباران جہان ہوا ان مرے
پڑھتے ہین یار درس حیرانی — آرسی کے بھی گھر مین ہی پانی
آدمی ہین سو کب نکلتے ہین — مردم آبی پھرتے چلتے ہین
کتے ڈوبے گئے کہان ہین اب — سگ آبی ہی ہین جہان مین اب
وسعت آب پوچھ مت کچھ یار — کوچے موجون کے ہو گئی بازار
معبد اب ساری گرتے آتے ہین — زاہد خشک وو بے جاتے ہین
تھا ٹھہرنا برابر انکے شاق — مسجد و نمین کیا ہے استغراق
مینھ تو یان اب لگے ہی تھمنے ہین — ساری عالم کے کان بہتے ہین
غرق ہی چڑیا اور گلہری ہے — خشکی کا جانور بھی بحری ہو
مینھ از بسکہ بہبہا ہے گا — اک جہان کو ڈبو رہا ہو گا
شعر کی بحر مین بھی ہو پانی — بہتی پھرتی ہے اب غزل خوانی
لائی یا زندگی کی چالاکی — آب خشک گہر پہ نمنائی
ہے زراعت جو پانی نے ماری — ہو گئی آنجست تر کاری
آب ہے گا جہان کے سر تا سر — خوف سے سوکھتا ہے میوہ تر
مست ہو ہو گئے ہین مست شراب — غوطہ کھاتے پھرے ہین عالم آب

کھینچے بادر جیون کے کیا کیا ناز — کتری گئی اسنگے چوٹر دپہ پیاز
کھانا نکلے پر آوے ہے کیسے — چیل ٹوٹے ہے گوشت پر جیسے
وقت کھانے کے ہاتھ سے اسکا — قاب پر نان پنجہ کش گویا
کیا وہ دو پیاز کھا کے ہوتا ہے — اک نوالا ملا ہے دو پیازہ
گوشت ہانڈی بھرا ہی خنک میں — ہنڈیاں گویا تھیں اسکی خشک تیز
خام طمعی سے اک کرے ہے آہ — دیکھ کر شکو نان نالہ آہ
نہ ٹلے دیکھ کر وہ قاب پلاؤ — منھ ہے منھ بیٹھا گرچہ کھاؤ کھاؤ
کھانے پر جب وہ جی چلاتا ہے — لاٹھی پاٹھی بھی کھائے جاتا ہے
نہیں پہونچی جو کھانا کھانے لگ — ہڈیوں پر لڑے ہے جیسے سگ
بھوکھ کا باؤلا جو آتا ہے — لوگوں کو کاٹ کاٹ کھاتا ہے
دہو نہیں دشمنوں سے بھی وہ لئیم — جاے گھل مل اگر سنے ہے حلیم
آش بغراپہ مار بھی کھاوے — اسمین گو بوغر انکل جاوے
کسی مفلس کے گھر جو جاتا ہے — کچھ نہیں خفیتن ہی کھاتا ہے
بھوکھ سے جب کہ غصے مین آوے — بزکوہی کی طرح جھنجھلاوے
ہڈیون کو نکہہ کے کھا جاوے — چنے لوہے کے بھی چبا جاوے

تھے ابھی رونے ہونکی جب بیٹے چٹ — پین رہا کہتا کھا گیا وہ ہیمیٹ
کھانا کوئی اور کیا کے اسکا — سارے منھ دیکھتے رہی اسکا
جب مریگا وہ بھوکھ کا روگی — روح توشے کی روٹی مین ہوگی
کھانے کی بو جو ناک مین پیٹھے — مرگیا ہووے تو بھی اٹھ بیٹھے
عقل باور اگر چہ کرتی نہین — وہ مری بھوک اسکی مرتی نہین
بھوکھے اسکا جو جی نکل جاوے — گور مین بھی کفن نکل جاوے

مرثیہ خروس کہ در خانہ فقیر بود

کئی برس سی ہمارے کنے تھا ایک خروس — خروس عرش کی اولاد سے کے افسوس
پھر جو اس سی کیا یک نا مانہ کج باز — قضا نے اسکو کیا ایکبار مرغ انداز
دیا کری وہ اذان دونون وقت صبح و شام — بجا ہی مرغ مصلے رکھین گر اسکا نام
نہین مرغ چمن مین جہانگیر اسپا آج — برنگ گلہ تاج خروس سر پہ تاج
جو بیٹھے جھانپ مین باز پر سی مرغ خیال — کھڑا ہو چوپ مین تو شکر مرغ زرین بال
کبھو جو صحن مین گھر کر وہ اشرف الطیار — پھرا ہی کیس کو ڈالا تو مرغ آتش خوار
نہ بچین ہین ثنا گستر مین اسکے دم — نبرد گذشت گزین مرغ سبزوار تمام

در تعریف آغا رشید کہ خطاط بود و بفرمایش میان اعزالدین کہ فقیر و خوشنویس بودند

میر خطّاط یک قلم دیکھے — لیکن آغاے لوگ کم دیکھے
تھے عبدالرشید تھا انکا نام — خوشنویسی کی جنکو دی داد
خط کی خوبی کا اسکی اب کیا ڈھنگ — صفحۂ روزگار پر ہے رنگ
وہ تصرف کہین جو کرتا ہے — شکل نقاش رنگ بھرتا ہے
حیرت افزا ہے محسن تحریر — مشقی اسکی ہے قطعۂ تصویر
خط شیرین جو اسکا پاتے ہین — ہم حلاوت بہت اٹھاتے ہین
لگ گئی ہے قلم تو جادو ہے — مدّ جہان ہے کسو کی ابرو ہے
سطر لکھتا نہین خفی کی وہ — خط ہے خوبان کی پشت کا دو
ایسا لکھنا کسو کی طاقت ہے — ہے جلی بھی تو ایک بات ہے
خط مین کیسا ہی کوئی کامل ہو — اُسکا کب نقطۂ مقابل ہو
حرف کس کس ادا سے لکھتا ہے — کون ایسی صفا سے لکھتا ہے
ہے الف قامت نکو یاران — لام ہے زلف سلسلہ مویان

۲۶۲۳

خوگر اسے ناز پیشگی ہے — وہ ہے کہ جسے ہمیشگی ہے
جو عکس پڑا ہے جام مے مین — آتی ہے صدا اُسیکی نے مین
ہے جلوہ گر مین یار بصد ناز — وہ مست گذارہ سراندار
سو رنگ ہین اسکے یاد رکھ تو — ہر جلوہ سے دلکو شاد رکھ تو
دم مین جو کچھ نمود مین ہے — ہر لحظہ اُسی سجود مین ہے
کر یاد اسی کو اور مے پی — جتیار ہے کوئی دن تو خوش جی
اب روی سخن چمن کو کرلے — مینای دل اور مے سے بھرلے
آئی ہے بہار مے گساران — پھولے ہین چمن مین گل ہزاران
آئی ہے بہار و ہر خیابان — بے لطف ہوا سے گل بداماں
آئی ہے بہار دیدہ گریان — ہے توبہ بادہ دل پریشان
آئی ہے بہار مرغ گلزار — کرتا ہے نوائے سینہ افگار
لایا ہے بزور اسکا نالہ — مجکو بھی برائے سیر لایا
ساقی جو کرو نہین بزادائی — معذور رکھ اب بہار آئی
گل بادصبا کی تاکمر ہے — دامان بلند ابر تر ہے
شبنم کی گلا بیان بھری ہین — تکلیف کے منتظر دھری ہین

شیخ آنے کو تو میکدے میں آ گیا
پر ہو کے بہت خراب نکلا

یک جرعہ شراب ہی میں واعظ
ہر مستی کا باب نکلا

تھا غیرت بادہ عکس گل سے میر
جس جوئے چمن سے آب نکلا

ہو صرف شراب کاش ساقی
یہ شیشۂ عمر ہے جو باقی

بے ساغر و خنک ہے جینا
رکھتا ہے شگون شراب پینا

لا بادۂ کہنہ سال تو ہے
سجدہ بھی بابت گرو ہے

در وازۂ میکدہ کھلا ہے
ہر پیر و جوان کو اصلا ہے

اینڈے ہے ہر ایک مست جو ٹک
لیتے نہیں نام دامن پاک

ہر مجمعہ جام زیر سر ہے
ہر گوشے میں عالم دگر ہے

مستی نگاہ عقل دشمن
خوبی خرام مرد افگن

کہتے گئے صاحب کرامات
ہم بھی نہیں قابل خرابات

جو لوگ کہ اس جگہ سے اٹھے
کب حلقہ و خانقہ سے اٹھے

یاں پیتے ہیں جام بیخودی کا
ہے دور تمام بیخودی کا

مستی سے ہر ایک صبح صد بار
خورشید کا سر ہے اور دیوار

وہ کام دل سبو بدوشان — یعنی کہ وہ ہے شراب جوشان
وہ موجب دل خوشی کہاں ہے — وہ وارد بہیشی کہان ہے
وہ جس کی طرف کو ہے تہ دل — یعنی وہ بے شیشہ ماہ منزل
وہ آتش تیز آب آمیز — وہ عربدہ جو وہ فتنہ انگیز
وہ مقصد جان نا امیدان — وہ رد شئے رد سفیدوان
وہ رونق گار گاہ شیشہ — وہ شوکت بارگاہ شیشہ
وہ جس سے ہے توبہ مو پریشان — وہ جس سے ہو گفتگو پریشان
وہ دامن خشک جس سے جلجائے — ثابت قدمون کا پا تو چل جائے
وہ سرخی چشم خوب رویان — اسباب خرابی نکویان
وہ دلبر خود سر شرائین — وہ رہزن راہ دین و آئین
وہ جس سے غبار دلسے دہوون — مینا کے گلے سے لگ کے روون
مستی کی مجھے بھی خواہشیں ہیں — اس عقل سے دلکو کاہشین ہین
لا اسکو جو آستین جھاڑون — پھر ہاتھ چلے تو جیب پھاڑون
بیہوش شراب ناب رہئے — یون تا بکجا کباب رہئے
ہے مستی بیخودی ضروری — کھل جائے مقام بے شعوری

مثنوی مسمی بجوش عشق

ضبط کروں میں کب تک آہ و اب
چل اے خامے بسم اللہ اب

کر تک دل کا راز نہانی
ثبت جریدہ میری زبانی

یعنی میرا ایک خستہ غم تھا
سرتاپا اندوہ و الم تھا

آنکھ لڑی اوس کی اک جاگہ
بیخود ہو گئی جان آگہ

صبر نے چاہی دل سے رخصت
تابنے ڈھونڈھی ایکدم فرصت

تاب و توان شکیب و تحمل
رخصت اس سے ہو گئی بالکل

سینہ فگاری سامنے آئی
بیتابی نے طاقت پائی

گھر تے آئے داغ سیاہی
کام جگر کا کرنے تباہی

خون جگر ہو بہنے لاگا
پلکوں ہی پر رہنے لاگا

خواب و خورش کا نام نہ آیا
ایک گھڑی آرام نہ پایا

چاک جگر سے محبت پٹکی
آنسو کی جگہ حسرت ٹپکی

سوز سے چھاتی تا با گویا
اور پلک خون نابہ گویا

آہ سے اس کی مشکل جینا
درد و فقط تھا سارا سینہ

جدول جاری چاک گریبان	گوشۂ دامن واقف مژگان
دیدۂ تر کے در یا قابل	ساحل خشک لبی کے سائل
ہر دم ہو ہر سمت کو جاری	خون باری سے سیل بھاری
تشنہ لبی اک منھ پر پیدا	لب جس جس کا ہووے نہ دریا
خاک بسر آشفتہ سری سے	شور قیامت نوحہ گری سے
سر تا پا آشفتہ دماغی	داغ جنون دے جس کو چراغی
غم سے گرچہ دم بھی کہین تھا	جامے مین اک تار نہین تھا
داد دے پر جب اپنے آوے	صحرا صحرا خاک اوڑاوے
کلفت دل جب خاک فشان ہو	اشک کی جا گہہ ریگ روان ہو
گل اُن نے از بسکہ کھائے	پھولونکی چھڑیان ہاتھ بنائے
دل کے غبار نے راہ جو پائی	شہر مین گویا آندہی آئی
سر پہ اُسکے سنگ ہمیشہ	جی پر عرصہ تنگ ہمیشہ
آہ سرد کرے وہ عریان	بید سا کانپے موی پریشان
گرد کے نہ اس کا پیراہن	دامن صحرا جس کا دامن
باز دامن تار گریبان	دامن قریب جوار گریبان

نے کعبے نے دیر کے قابل	مذہب اس کا سیر کے قابل
کیا کہئے کیسا کچھ تھا	القصہ وہ ایسا کچھ تھا

در صفت دلبری کہ با دعلاقہ دل بود

وہ کیا تھا جس پر عاشق	جی سے تھا یہ عاشق صادق
دیدۂ گل میں جا گھ اُس کی	نکہت گل گرد رہ اُس کی
چشم برہ سارا چمن اسکا	نقش قدم تھا یاسمن اسکا
آگے اس کے کبھو نہ خوش آیا	یہ رو گل نے کہان سے پایا
گل آشفتہ اُس کے رو کا	سنبل اک زنجیری مو کا
جب وہ چہرہ تابندہ ہو	ماہ دو ہفتہ شرمندہ ہو
زلف اس چہرے پر تابندہ	کاکل صبح سے خوش آیندہ
دیکھ اس گل کی نورافشانی	شمع مجلس پانی پانی
ہو ہر چند یہ بدر کامل	اس چہرے کے نہ ہو مقابل
حوصلہ کتنا اس بے تہ کا	منہ دیکھو آئینہ مہ کا
رکھتی تھی دعوی چشمی پر	لیکن اسکی چشم نظر کر

چشم کرشمہ جان تغافل — شایان اس کی شان تغافل
کیا جانے وہ حال کسو کا — پتھر دل اُس آئینہ رو کا
پاتے ہی ابرو کا اشارا — غمزے نے ایک خنجر مارا
جب وہ خرام ناز کرے ہے — جیکو جو رنیاز کرے ہے
رخصت دی گر عشوہ گری کو — ایک ہی جلوہ بس ہے پری کو
ہنسنے مین وہ صفائی دندان — برق خرمن عالم امکان
رشک سحر کو صافی تن — خون صہبا کی اُسکی گردن پر
آہ صفائی اُس سینے کی — غیرت افزا آئینے کی
شکل جبین مین یہ ناز کہان ہے — صورت ہے انداز کہان ہے
ایسا خوب جہان مین کہین ہے — رحم ہے اسپر اب جو نہین ہے
جب وہ شکل نظر آتی تھی — کلفت دل کی نکل جاتی تھی
رنگین اُسکی اُس کف پا سے — جائین نکو یان اپنی جانے
چشم کرو انصاف کی گروا — یوسف و شیرین لیلےٰ عذرا
کون ہوا اس محبوبی سے — خوبی تھی پر اس خوبی سے
بار نزاکت کیون کے اٹھاوے — شاخ گل سا لہکا جاوے

رخصت کو اس پاس بھی آیا — جلتے کے تئیں اور جلایا
وقت وداع قیامت گذرا — سر سے آب حسرت گذرا
ایک دم بیخود ہو کے رہا وہ — اس سے آگے آپ گیا وہ
آنکھیں لگیں ناسور ہونے — دیکھ اس گل کو لگا یہ کہنے
ظلم ہے لوہو پیتے رہنے — جان گئے پر جیتے رہنے
عمر عزیز چلی یوں جاوے — اور فلک آنکھوں سے رکھا دے
آخر کر کے خدا کے حوالا — آئینے پر پانی ڈالا
تاکہ وہ دکھا دے شتابی — راہ دور سے آوے شتابی

بار گئے پر میر جواب ہے
جان سے خالی اک قالب ہے

راقم غم ہے وہ دل تفتہ — نام بر اس کا رنگ رفتہ
غم سے فرصت اسکو کہاں ہے — قاصد اشک ہمیشہ رواں ہے
خط لکھتا ہے اس مضمون سے — تر ہو بال کبوتر خون سے
خط سے اک آتش پر ہووے — جس سے کباب کبوتر ہووے
جب وے دل اُن نے لکھا ہے — شعلہ خط میں لپیٹ دیا ہے

مثنوی باعجاز عشق

ثنائے جہان آفرین ہے محال — زبان اسمین جنبش کرے کیا مجال
کمالات اسکے ہین سب پر عیان — کرے کوئی حمد اُسکی سو کیا بیان
کہون کیا مین اسکی صفات کمال — کہ ہے عقل کل یان پریشان خیال
خرد کنہ مین اُس کی حیران ہے — کہان یان پریشان پشیان ہے
زمین و فلک سب ہین اُسکے حضور — مہ و خور ہین اُس سے ہی لبریز نور
یہ صنعت گری اس ہی صانع سے آئے — کف خاک کو آدمی کر دکھائے
نہ آوے کسی کی جو ادراک مین — سمو رکھیائے وہ اس کف خاکمین
کرے ہیگا تمثیل و تشبیہ سے — منزہ ہے وہ بلکہ تنزیہ سے
وہی حاصل مزرع آسمان — کہ ہے اُن کے دانے مین خرمن نہان
سفید و سیہ کو نہین اُس کی باک — دری ہے زمانے کی لیل و نہار

در توحید و انشاء طراز حزینی کہ فقرہ یکتائے او بعالم دیدہ

کمال اسکی ہی ہین معلوم ہر شے کو اُس سے ہے وجود ہر شے کو اُس سے ہے بقا
وہ شب بازان بیچون کی ہین ہر شے مین اُسکی ہی ہے شان ہے
بیچون نمود اُسکی ہی ہے شان ہے
ہے قالب ہین سارے وہی جان ہے
کی پختہ در ترنگ دو تو ہے
ہے سب رنگ اُسکے ہی رنگین ہار
اگر ہے بیچون کی ہین طرحین جدا
ہین طرحین ہین ایک نام خدا
ہمارے ذوق شیدا ماہ ہے
جدھر دیکھو اُدھر اللہ ہی اللہ ہے
نظر کرکے ٹک دیکھ ہر جا ہے وہ
نہان و عیان سب مین پیدا ہے وہ
ہر صورت آئینہ ہے گاہ گاہ
یہ سب عکس اُس کے ہی پرتو ہین یان
ملک جن و حیوان جماد و نبات
جو اس بین ہین تو چیز ہے کائنات

وجود و عدم اس سے روشن ہین یکسان
وہی ہیکلا سب کا ہے اور وہی ہے معما
وہی ہیکلا سب کا ہے اور وہی ہے معما
وہی سب کا ہے اور وہی ہے معما
وہی سب کا ہے اور وہی ہے معما
وہی سب کا ہے اور وہی ہے معما
وہی سب کا ہے اور وہی ہے معما
وہی سب کا ہے اور وہی ہے معما

در نعت سید المرسلین

نثار جان پاک محمد ہے سب مین — رسول خدا و سید العرب مین
درود و تحیات و سلام علیک — نبی حشمت و جاہ و اقبال مند
شفیع دو عالم ہے ختم رسل — سب اس منبع مین ہین نبوت خدا
سب اس سے عبارت ہے ہان وہ ہے جان — ادا ہے وہ ہے عین ہین غیر ہین
کروون

کروں اُسکی قوت کا کیا میں بیان
کہ تھا قاب قوسین اور نا مکان

مرا زیر پا اُس کے فرق نیاز
کیا جس کی خلقت پہ صانع نے ناز

بصورت اگر عبد مشہود ہے
حقیقت کو پوچھو تو معبود ہے

نہیں پاشکستون کا اب دستگیر
محمدؐ بن اور آل بن اُسکے میر

گنہگار ہون چشم ایک اُس سے ہے
توقع شفاعت کی ایک اُس سے ہے

درود آل پر اُسکے ہر صبح و شام
وہ ہی شافع حشر و خیر الانام

پلا ساقیا بادۂ لعل گون
کہ ہو جائیں سرخ آنکھیں یا تنغون

ہے اجزاے مستانہ کا ولیں جوش
کر آویزہ گوش گر کچھ ہے ہوش

مناجات بطور عاشقان زار و در بلای جدائی گرفتار

مرا زخم یارب نمایان رہے
پس از مرگ صد سال خندان رہے

رہو دشمنی جیب سے چاک کو
صبا دوست رکھے مری خاک کو

مژہ اشک خونین سے سازش کرے
غم دل بھی مجھپر نوازش کرے

در تعریف عشق خانمان آباد آزادگان برنانهاد

زہے عشق نیرنگ سازی تری
کہ ہے کھیلنا جی پہ بازی تری

تجھی سے ہے آب رخ زرد زرد
تجھی سے مرے دلمین اٹھتا ہی درد

تجھے ربط کفار و دیندار سے
تجھے رشتہ تسبیح و زنار سے

تجھی سے ہے بلبل کو نوحہ گری
تجھی پر ہے قمری بھی خاکستری

ترا جذب دریا کو بہنے نہ دے
ترا شور صحرا کو رہنے ندے

تجھی سے دل شاد غمناک ہے
تجھی سے مرا سینہ صد چاک ہے

تمنا کو تونے کیا ہے شہید
تجھی سے نہ بر آئی میری امید

تجھی سے ہے مجنون صحرا نورد
تجھی سے ہے فرہاد کو ہون پہ مرد

تجھی سے گلو بند ہے خستگی
تجھی سے ہے وابستہ دل بستگی

تجھی سے دل عاشقان ہی کباب
تجھی سے ہے پروانہ آتش آب

ترا کام دیتا ہے بدنامیان
تری ریجھ دیکھے ہین ناکامیان

تجھی سے سر اسیمہ ہین یار لوگ
تری تیغ سے قیمہ ہین یار لوگ

تجھی مین ہین یہ کار پرداز یان
تجھی پر ہین موقوف جانبازیان

اسی کی سی مقدور تک سب کہین
سدا اسکا منہ دیکھتے ہی رہین

وہ اک دودمان کا تھا روشن چراغ
چلاتے تھے سارے اسی پر دماغ

وے اس کے دلمین اک آتش نہان
کہ دیکھے جلا اس سے سارا جہان

سب اکرام چاہین اسے اضطرار
سراپا تلک ایک دل بیقرار

نہ کچھ ہوش گھر جانے کا اسکو تھا
نہ کچھ خوف مر جانے کا اسکو تھا

نہ طاقت تھی تن مین نہ کچھ جی مین تاب
نہ دل پاس نے صبر آرام و خواب

سراراہ دل قیمہ قیمہ لئے
یہ کہتا تھا مر جائیے بس جئے

سن اس نوگل عشق کی بیکلی
رہا کرتی ماتم سرا وہ گلی

دل و صبر و ہوش و توان و حواس
رہین اس کی وحشت کے سارے اواس

نہ ناموس کا ننگ نے نام کا
مراد دوست دشمن تھا آرام کا

شب و روز فریاد کرنا اسے
کئی بار اک دم مین مرنا اسے

تماشے کا دیوانہ پیدا ہوا
زمانے کو چندے تماشہ ہوا

جو دم بے طپش تو شتابی کرے
تسلی دل کی خرابی کرے

کرے طرح داغون سے وہ باغ کو
روانی اسی سے زرداغ کو

دل غمزدہ سے محبت اسے
قیامت خوشی سے عداوت اسے

زن و مرد کی ہون زبانے تنگ — ہوا ہون مین سارے قبیلے سے تنگ
سدا خون دلمین طپیدہ ہو نہین — کہ آہ بلب نارسیدہ ہو نہین
تری دور بین پہونچی ہے اے جلیب — وداع دم واپسین بھی فریب
جگر تو ہو پانی بہا غم کے بیچ — یہ دم بھی ہوا ہے کوئی دم کے بیچ
سمجھنا یہ بھی اے مرے سرنگ خاک — کس امید پر مین ہوا ہون ہلاک
تو جب سے درا و پر نظر آ گئی — رہین آفتین تا پیرے سر نہین
نہ نامہ نہ پیغام نے رسم و راہ — یونہین ہوتی جاتی ہی حالت تباہ
دل و دیدہ سب مدعی ہو گئے — تماشائی مجھپر بہت رہ گئے
کئی بار جان لب پر آ پھر گئی — کہان ہی تو اے گل ہوا پھر گئی
یہ حیران ہون صبر آتا نہین — تصور ترا جی سے جاتا نہین
خراش جگر سے ہے چھاتی مین صد — کہ جیسے ہو لجائے ہے رنگ سد
رہا کرتی ہے داد بیدادیان — دل شب سے گذری ہی فریاد یان
سر راہ تک آ دیکھ یہ خستہ حال — کہ ہے نقش پا کی طرح پایمال
ترے دور غم مین تو جون کیمیا — سنا ہی کیا نام مہر و وفا
نہ آیا نظر سے ادا ہے ولیک — نہ اتنا کہ جاتا رہا جی سے ایک

ترا اور دہنان ہے گو آشکار
یہ مجھسے بیان کر کہ ہو راز دار

کہین دل لگا ہو تو یہ مجھسے کہہ
کہون اس سے جاکر عنین تو نرہ

جہان کو تو بھیجے وہان جاؤنگا
کہے کام جو تو بجا لاؤنگا

جو حور بہشتی بھی ہو تیری یار
کرون مین ملک کی طرح وانگذار

خدا جانے کیا جی مین بات آگئی
کہ میری ہی دلجوئی ہے بھاگئی

یہ سُنکر جوانِ خود رفتہ نے
جگر سوختہ اور دل تفتہ نے

کیا سوز دل کو لبون پر نمود
زبان تاب کھانے لگی جیسے دود

سخن ہونے لاگے نمودار کچھ
لگا کرنے پیچیدہ گفتار کچھ

کہ جس سے یہ معنی ہوئے مستفاد
کہ اے غمگسارِ دلِ نامراد

جو دلجوئی میری ہے مدنظر
تو یان اک محلہ ہے ٹک قصد کر

نہین اسکو درکار کچھ جستجو
سرا ایک ترسا کی ہے قبلہ رو

زبانی مری در پہ یہ جاکے کہہ
کہ احوال سے میرے غافل نرہ

ترے واسطے خوب رسوا ہوا
مرے سر پہ ہنگامہ برپا ہوا

تسلی شکیبائی مطلق نہین
پر اب بے تنہائی مطلق نہین

رہی جب تلک تن مین تاب و توان
اوٹھایا تحمل کا بار گران

نگہدار تھی سر خیے چشم کی | طرفدار تھی اسنے ہی خشم کی
شہید اسکی چٹکی کے دل خستگان | نشانے نگاہون کے دل بستگان
مژہ موجب قتل جمع کثیر | غرض سب تھے یہ ایک ترکش کے تیر
چھپین اسکے غمزے مین جتنی سنان | نمایان ہوئے سب پہ مرگ جہان
جبین کھولدی اس پریزاد نے | کہ چین مانی خوبان نوشاد نے
روان اس شب افروز سے اشک شمع | نہین ہے ہی روشن کہ تھی اشک شمع
وہ مردون کو زندہ دوبارا کرے | مسیحا جہان سے کنارا کرے
پری منفعل رنگ رخسارسے | خجل کبک انداز رفتار سے
خضر تشنہ اسکے ہے دیدار کا | مسیحا شہید اس کے بیمار کا
سوا اسکی باتونکی سب باتین ہین | جسے سنکے مردے بھی جی جاتے ہین
غرض اور سب یونہین کہنے کو ہین | مسیحا کے لب یونہین کہنے کو ہین
لب سرخ اسکے وہ گلبرگ تر | چھپین جن مین دندنکے سلک گہر
تبسم مین انکے وہ برق بہار | دم حرف ہوتے گئے آبدار
دہن غنچہ ناشگفتہ سے کم | سخن رہرو راہ تنگ عدم
تبسم تنک گردہ دلکش کرے | تو گلشن مین گل صد چمن غش کرے

صبا گراوڑا دے تنک دانکی خاک
تو نکلی زمین سے دل چاک چاک

کئی نعرہ کش وان کئے نعرہ زن
کئے خون گرفتہ کئے بے کفن

کئی بیوطن وان سفر کر گئے
سسکتے ہین کتنے کئی مر گئے

ہر اک جان ہر شخص ناکام کی
ہوا دار اس کے لب بام کی

پھرون گر دساقی نشے مین ترے
گلابی ہی منھ کو لگا دے مرے

مجھے مست آب سیہ دیکے کر
چلون جون قلم پھر بھی مطلب اوپر

سُنا وہ جگر سوز پیغام جب
کئی آشنا حرف سے لعل لب

پڑھی اک رباعی نہ کر اعتبار
کہ مضمون جس کا یہ موزون ہزار

کہ ہجران مین جو بیقراری کرے
سر راہ فریاد وزاری کرے

نہ سونے دے نالونسے ہمسایہ کو
بھلی مرگ ایسے فرومایہ کو

محبت کی رہ مین یہ پہلے گام
کہ سر سے گذر جایئے شاد کام

نہین شرط الفت اسکی جسمین
اگر پیش آوے دم واپسین

جو پھوٹا ہی پڑتا ہون جون آبلہ
وہ ہے دم مین وا ماندہ قافلہ

نہ جو ہو سکے ہجر کا پار کام
تو بہتر ہی ہوتا ہے اُسکا وصال

گیا مین جواب اُس سے لیکر ادہر
سر رہ تھا پامال غم وہ جدہر

کوئی رہ گیا تھا پیام جوان
جو تو پھر شتابی سے آیا یہان

بیان کر جو کہنا ہو تجھکو شتاب
کہ ہے منتظر غیرت آفتاب

کہا مین نے لے پیر زن کیا کہون
عجب اوار اس نوجوان کا مین ہون

پیام اُس کا لایا تھا مین اسلئے
کہ وہ بے اجل مرتا ہے تک جیئے

سویان سے گیا ایسا لیکر جواب
کہ جس سے نکلتا تھا ناز و عتاب

نہ تھی تاب حرف درشت اُسکے تئین
کیا غم نے تھا نیم کشت اُسکے تئین

نہ مشغول یونہین وہ زاری سے تھا
وہ بیتاب بے اختیاری سے تھا

نہ سمجھی یہ رشک پری اسکے تئین
دکھائی دی عشوہ گری اسکے تئین

چڑھا ان نے تیوری اک انداز سے
کہا بیمزہ ہو کے یون ناز سے

کہ جس کو نہ ہو تاب لانیکی تاب
شتابی سے مرتا ہے اسکا صواب

ہوا سامنے اس کے مین حرف زن
یہ اُس کی زبان سے کہا مین سخن

جوان سنتے ہی کرکے ایدھر نگاہ
سفر کر گیا جان سے بھر کر آہ

یہی ماجرا کہنے آیا ہون یان
خبر اُسکے مرنیکی لایا ہون یان

کہا اس سے کہ اے کشتۂ غم کی جان
گیا آخر الامر جی سے جوان

یہ کہہ دس قدم واں سے مین تھا چلا
کہ اک شور کانون مین میرے پڑا

کوئی نالہ بلبل سے ہے یادگار | خزان اس چمن مین ہی گل کی بہار
کہین ساقی دے آب گلرنگ کو | کشادہ بھی کر اس دل تنگ کو
گلے لگ کے مینا کے تک روئیے | فسانہ بھی آخر ہے اب سوئیے

مثنوی مسمی بخواب وخیال

خوشا حال اسکا جو معدوم ہی | کہ احوال اپنا تو معلوم ہے
رہین جان غناک کو کاہین | گئین دل سے نومید سو خوشین
زمانے نے رکھا مجھے متصل | پراگندہ روزی پراگندہ دل
گئی کب پریشانئے روزگار | رہا مین تو ہم طالع زلف یار
وطن مین نہ اک صبح مین شام کی | نہ پہونچی خبر مجکو آرام کی
اٹھاتے ہی سر یہ پڑا اتفاق | کہ دشمن ہوے سارے اہل وفاق
جلاتے تھے مجھپر جو اپنا دماغ | دکھانے لگے داغ بالاے داغ
زمانے نے آوارہ چاہا مجھے | مری بیکسی نے نبا ہا مجھے
رفیقون سے دیکھی بہت کوتہی | غریبی نے ایک عمر کی ہمسری
مجھے یہ زمانہ جدہر لے گیا | غریبانہ چندے بسر لے گیا
بندہا اس طرح بارسفر | کہ نہ زاد رہ کچھہ نہ بار سفر

پڑی فکر جان میرے احباب کو
اڑا دیون سب گھر کے اسباب کو

ہوئی پاس کوئی تفاوت سی ہے
سراسیمہ کوئی محبت سے ہو

کوئی فرط اندوہ سے گریہ ناک
گریبان کسو کا میرے غم سے چاک

جو دیکھون تو آنکھون سے لوہو بہے
نہ دیکھون تو جی پر قیامت رہے

کہے چشم بندی کو ہر بار غیر
دلے منزل دلمین اس مہ کی سیر

وہی جلوہ ہر آن کے ساتھ تھا
تصور مری جان کے ساتھ تھا

اگر ہوش مین ہون دلے بیخبر
وہ صورت رہی میری پیش نظر

اسے دیکھون جدہر کر دنمین نگہ
وہی ایک صورت ہزارون جگہ

نگہ گردش چشم سے فتنہ ساز
غمزہ آفت روزگار دراز

عجب رنگ پر سطح رخسار کا
مگر وہ تھا آئینہ گلزار کا

جو آنکھ اسکی بی بی سی جا کر پڑی
دم تیغ پر راہ چلنی پڑی

مکان کنج لب خواہش جان کا
تبسم سبب کاہش جان کا

دہن دیکھکر کچھ نہ کہنے کہ آہ
سخن بھی نکلنی تھی مشکل سو راہ

سزا ہے جگر اس کسولے لئے
جو سیب ذقن اسکا بوکر جیے

گل تازہ شرمندہ اس سے ہو
خجل اسکے مشکناب گیسو سے ہو

کہ جو ما کردن بید مجنون کیطرح — رہے یاد اس سرو موزون کیطرح

رہون رزدین گاہ بیمار سا — پریشان سخن گہر پر بیدار سا

پھری خوان کدلا کوئی افسون کیطرح — کسوسے کوئی جاکے تعویذ لائے

طبیبون کو آخر دکھایا مجھے — نہ پنیا جو کچھہ تھا پلایا مجھے

دوا جو لکھی سو خلاف مزاج — کچا اس خرابی سے کار علاج

کہ سر رشتہ تدبیر کا گم ہوا — دل اوپر ہجوم توہم ہوا

درون خود بخود بیجو اسی رہی — پریشان دلی اور اوداسی ہی

گردن بیکلی جاؤ تا ہر کہین — نہ گہر مین لگے جی نہ باہر کہین

قیامت جنون کار سے سر مین شور — کہچا جاے دل کو وہ صحرا کی اور

رہے شوق سر در گریبان دل — ہوا کہینچے صحرا کو دامان دل

سر آشفتہ زلف گرہ گیر کا — قدم حلقہ در گوش زنجیر کا

جنون آہ در پے ہوا جان کی — مجوز ہوے یا رز ندان کے

کیا بند اک کو شہری مین مجھے — کہ آتش جنون کی مگر دان بجھے

لب نان اک یار دینے لگے — دم آب دشوار دینے لگے

کہان علم کا کسب فرصت نہ آہ — ہوا کا بھی دان گشت روزنکی راہ



غرض تا امیدانہ کر اک نگاہ — وہ نقش تو ہم گیا سو ے ماہ
نہ آیا کبھو پھر نظر اس طرح — نہ دیکھا اُسے جلوہ گر اس طرح
مگر گاہ سایہ سا مہتاب مین — کبھی وہم سا عالمِ خواب مین
دلِ خوپذیر وصالِ دوام — رہی خواب مین روز و شب صبح و شام
اگر وصل خواب فراموش تھا — ولیکن وہی خواب کا جوش تھا
پلک سے پلک آشنا ہے وہی — ز خود رفتگی کی ادا ہے وہی
کھڑا ہون تو سوتا ہون اک ذوق مین — رگِ خواب بے دل ہی کفِ شوق مین
جو بیٹھا ہون خوابِ گران ہی مجھے — وہ غفلت جہان در جہان ہی مجھے
خیال اسکا آوے کہ سُن ہو رہون — تلے سر کے پتھر رکھون سو رہون
تجھے آپکو یونہین کھوتے گئی — جوانی تمام اپنی سوتے گئی
دکھایا نہ اُس مہ نے رو خواب مین — نہ دیکھا پھر اُسکو کبھو خواب مین
بہت بیخود و بیخبر ہو چکا — ہم آغوش طالع بہت سو چکا

نہ دیکھا کبھو میر پھر وہ جمال
وہ صحبت تھی گویا کہ خواب و خیال

تمام شد

بہارستان سخن - اس میں تین استادوں کا کلام ہے۔
ہمطرح و ہمقافیہ غزلیں - ۱- شیخ امام بخش ناسخ -
۲- خواجہ حیدر علی آتش - ۳- مہدی حسین خان آباد
بڑے معرکہ کا مجموعہ ہے ہر ایک استاد نے زور طبع
دکھایا ہی ہم دیگر تمنج جج بلا مرجح کہا نہ دیا ہے۔

دیوان امیر - خرد طبعزاد سید امیر الدین امیر۔

دیوان رند - مسمی بہ گلدستہ عشق کلام نواب محمد خان
رند شاگرد خواجہ حیدر علی آتش۔

دیوان فدا - از موج دیوانی طبع وفا رمولوی
فدا حسین وکیل عدالت دیوانی۔

دیوان غافل - کلام غفور ہمپایہ آتش و ناسخ
منور خان غافل۔

منتخب کلیات ظفر - انتخاب ہے چار دون جلدون
کلام حضرت سراج الدین ظفر بادشاہ غازی کا۔

دیوان مہار عرب - در محامد خاتم الرسالت مولفہ
حاجی محمد نذیر مصطفی آبادی۔

دیوان لطف - پاکیزہ دیوان غزلیات مع معراج نامہ
محامد سرور کائنات مصنفہ حافظ محمد لطف علیخا صاحب
بریلوی۔

ایضاً - نعت سروری غزلیات تمام ردیفونکی محامد خاتم المرسلین
مین از بہار طبع بلندی مفتی غلام سرور لاہوری۔

دیوان ہنجار سالک عمدہ کلام از مرزا قربانعلی
بیگ تخلص سالک۔

دیوان نیاز - از روشنی صافی طبع نازک پسند شاہ نیاز احمد
بریلوی نیاز۔

دیوان شہیدی - مصنفہ کرامت علیخان شہیدی تخلص

دیوان امیر - مسمی براۃ الغیب لمیر احمد امیر تخلص

دیوان غالب دہلوی - کئی مرتبہ دیوان غالب مع فقرات
مین چھپا اور بڑی خواہش سے بکا اور ہنوز خواہش خریدار
اسی طرح سے ہے کیون نہ ہو بڑے عالی پایہ مرزا
اسد اللہ خان دہلوی کا کلام ہے جسکا مثل و نظیر ہندوستان
مین نہین ہے یہ مطبوعہ مطبع نفع می سے نقل
ہوکر چھپا۔

دیوان نشاط الاحباب - مصنفہ بابو ہرگوبند سہائے

دیوان جرار - مصنفہ مرزا حسین بیگ تخلص جرار

دیوان قلق - مسمی بہ نظر عشق کلام استاد کامل آفتاب لاہور
خواجہ اسد تخلص قلق۔

دیوان واسطی - نادر کلام مولوی سید فضل رسول خان
تعلقدار سندیلہ۔

دیوان عاشق - کلام لطیف از پنڈت کنہیالال تخلص عاشق

دیوان خواجہ میر درد - شاعر صاحب باطن۔

دیوان بحر اسرار حقیقت - در نعت سید مجتبیٰ مصنفہ
قاضی علی احمد تخلص صل علی

دیوان ہشیار - مصنفہ کنول رام۔

دیوان صبا - مسمی بہ غنچہ آرزو از میر وزیر علی صبا

دیوان ضامن - از سید ضامن علی شاہ۔

دیوان نواب علاء الدولہ - سید محی الدین خان
بہادر تخلص فقیر عرف نواب مدہن صاحب۔

دیوان مخزن شوق - غزلیات بمطلع صفحۂ ذوق
دہلوی مصنفۂ منشی ہرچندرای متوطن تخلص ہرچند ایک
کام مین کلام ذوق دوسرے کام مین کلام ہرچند۔

ایضاً - شالیتہ باسخ بمقابلہ غزلیات ناسخ از منشی ہرچندرای

دیوان ولی - دیوان قدیم زبان ریختہ سودہ شعر گوئی
زبان ریختہ شاہ ولی اللہ گجراتی کا کلام ہے اول ہان
ریختہ مین ایسے شاعر عالی سے شعر کہا ہے بڑی تلاش
سے تیار ہوا ہے۔

چمنستان جوش - دیوان احمد حسن خان جوش
از فرزندان نواب حافظ رحمت خان۔

مجمع الاشعار - غزلہای اردو و فارسی اساتذہ۔

چمن بے نظیر - اشعار اردو و فارسی اساتذہ فراہم
کردہ مولوی محمد ابراہیم بن شہاب الدین۔

گلدستۂ امانت - حسینی چیدہ چیدہ غزلین اساتذہ
کی ہین۔

گلدستۂ لغت - اشعار فارسی اردو مؤلفہ محمد جمیل الدین احمد

گلدستۂ خندان - کلام مزدون منشی منور علی تخلص خندان

شمس فیض - قصائد ولی عہد بہادر والی سورٹھ

فسانۂ خیالی - منظوم از منشی غلام محمد خان تخلص غیور

گلشن فیض - قصائد مدحیہ از شیخ بہاء الدین

خزینۂ سرور - تہنیت نامہ کہتدائی نواب بہادر خان
ولیعہد ریاست سورٹھ۔

کتب قصہ جات نثر

الف لیلہ - بالتصویر اردو ترجمہ بحضور سحر بیان
ابن ناظم مولوی محمد حامد علی خان حامد خلف مغفور عینا
شاہ آبادی تخلص سیر میانی مدظلہم الہادی۔

ایضاً - مترجمہ مولوی صاحب ممدوح الصدر۔

فسانۂ عجائب - بالتصویر مؤلفہ مرزا رجب علی بیگ سرور

ایضاً - بر کاغذ حنائی۔

ایضاً - بر کاغذ فاختہ۔

ایضاً - بغیر تصویر۔

سروش سخن - بجواب فسانۂ عجائب مصنفہ نذیر الدین حسین مزدوی

طلسم حیرت - برنگ فسانۂ عجائب مصنفہ منشی جعفر علی شیون

باغ بہار - یعنی چہار درویش مؤلفہ میر امن دہلوی۔

ایضاً - بر کاغذ حنائی۔

طلسم فصاحت - مصنفہ مولوی محمد حسین جاہ

سہیل یمن - مصنفہ مولوی رفیع الدین وکیل۔

وقائع راجگان - مصنفہ کنور جگت سنگھ ملقب راجہ بانسگہ

سجی بہادری - مترجمہ راجہ شیو پرشاد۔ ستارہ ہند

آرایش محفل - قصہ حاتم طائی بالتصویر مؤلفہ رشید بخش

ایضاً - بر کاغذ حنائی۔

ایضاً - بغیر تصویر۔

داستان امیر حمزہ - بالتصویر نیز طرفانی حافظ محمد عبید
بلگرامی۔

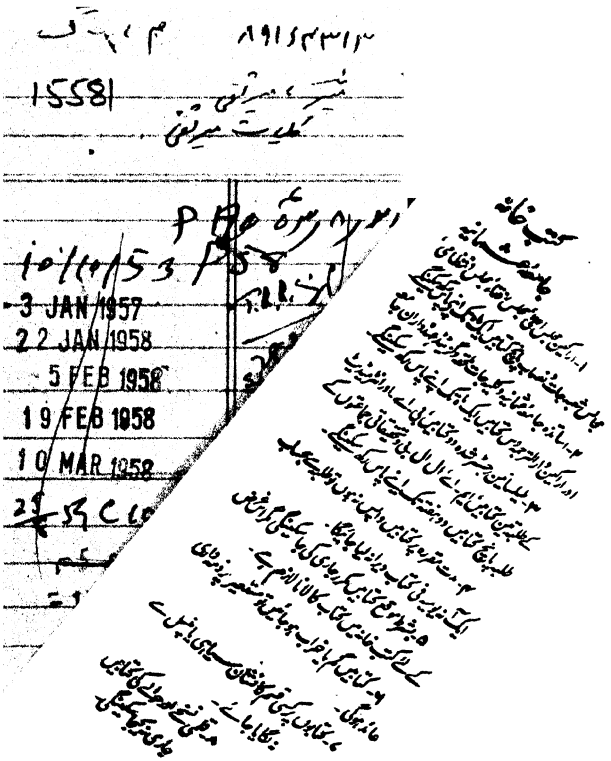
نوطرز مرصع - قصہ چہار درویش بعبارت مسجع مؤلفہ
منشی محمد عوض زرین۔

لبستان حکمت - اردو ترجمہ انوار سہیلی کا مؤلفہ فقیر محمد خان گویا

م - ک
۸۹۱۵۴۳۱۳
15581
آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔

3 JAN 1957
22 JAN 1958
5 FEB 1958
9 FEB 1958
10 MAR 1958
1 JAN 1977

۱۵۰۸۱


1558
3 JAN 1957
22 JAN 1958
5 FEB 1958
19 FEB 1958
10 MAR 1958